میرزا عبدالقادر

بیدل

کلیات بیدل

بسم الله الرّحمن الرّحیم

نه به نقش بسته مشوشم نه بحرف ساخته سرخوشم
نفسی بیادِ تو میکشم، چه عبارت و چه معانیَم

میرزا عبدالقادر بیدلؔ

کلیاتِ بیدلؔ

اِنتخاب

الکتاب لاہور

ناشر الکتاب، گنج بخش روڈ لاہور
طابع معارف پرنٹنگ پریس
سالِ اشاعت ۱۹۷۸ء ۱۳۹۸ھ
تعداد ۳۰۰
قیمت [illegible]/-

ادارت و اہتمام
محمد سلیم اسماعیل چشتی

فہرست

سخنہائے گفتنی

میرزا عبدالقادر بیدل نے جو علمی و ادبی ورثہ چھوڑا ہے وہ بلند پایہ ہونے کے ساتھ مقدار کے اعتبار سے بھی کسی طرح فرومایہ نہیں ہے۔ چنانچہ ان کی منظومات میں غزلیات کے ایک ضخیم دیوان کے علاوہ قصاید، ترجیع بند، ترکیب بند، مخمس، قطعات و رباعیات اور ۱۴ طویل مثنویاں شامل ہیں۔ نثر میں چہار عنصر، رقعات اور نکاتِ بیدل ان سے یادگار ہیں۔

بیدلؔ کا تعلق شاعری کے اس دبستان سے تھا جو "سبکِ ہندی" کے نام سے موسوم ہے، نہ صرف یہ کہ وہ اس دبستان کے سربرآوردہ شعراء میں سے ہیں، بلکہ ان کے عہد میں یہ طرز ارتقا کی منازل طے کر کے فنّی لحاظ سے اپنے منتہائے کمال کو پہنچ چکا تھا، ان کی باریک بین اور نکتہ سنج طبیعت کو یہ سبک بہت راس آیا اور اس میں ان کے جوہر خوب کھلے۔ لیکن کسقدر افسوس کی بات ہے کہ جس سرزمین نے اس نابغۂ روزگار کو جنم دیا اس میں اسے وہ پذیرائی حاصل نہ ہوئی جسکا وہ مستحق تھا۔ بہرحال ابنائے وطن کی بے اعتنائی کا ازالہ دیارِ غیر میں ہوا۔ چنانچہ افغانستان اور اس سے بھی آگے ترکستان تک کلامِ بیدل کے مفتوحہ علاقے ہیں اور ان علاقوں پر آج بھی اس کا مؤثر کنٹرول ہے۔

برّصغیر میں اگرچہ کلیاتِ بیدل کے متعدد نسخے طبع ہو چکے ہیں لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی بیدل کے مکمل آثار کو محیط نہیں ہے۔ مندرجات کے لحاظ سے بھی ان نسخوں میں فرق ہے، کلامِ بیدلؔ کو تمام و کمال شکل میں پیش کرنے کا شرف اہلِ افغانستان کے لیے مقدر تھا، وہاں کی وزارتِ تعلیم کے زیرِ اہتمام کچھ عرصہ ہوا "کلیاتِ بیدل" شائع کیا گیا ہے جو ٹائپ کی طباعت میں بڑی تقطیع کی چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس سلسلہ میں جس تلاش و تفحص کو بروئے کار لایا گیا

ہے، اس کی جتنی بھی داد دی جائے کم ہے۔

برصغیر کے مختلف مقامات سے کلامِ بیدل کے جو مجموعے شائع ہوئے ہیں ان کی تفصیل یوں ہے۔

۱ - کلیاتِ بیدل لکھنو، ۱۲۸۷ھ	۴- دیوانِ بیدل (صرف غزلیات) بمبئی ۱۸۷۵ء
۲ - کلیاتِ بیدل مطبع صفدری بمبئی ۱۲۹۹ھ	۵- " " " دہلی ۱۸۸۳ء
۳ - کلیاتِ بیدل " " ۱۳۰۲ھ	۶- " " " کانپور ۱۸۸۶ء

یہ مطبوعہ نسخے اب قریب قریب نایاب ہیں۔ ان میں سے ۳ کو "الکتاب" نے ری پرنٹ کیا ہے۔

اس نسخے کی تنگ دامانی سے ظاہر ہے کہ اس میں کلامِ بیدل کا محض قلیل حصّہ ہی سما سکتا ہے، اسی بنا پر ہم نے اس اشاعت کے لیے "انتخاب" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس مجموعے کے مرتبین کے پیشِ نظر، انتخاب کرتے وقت کونسا تنقیدی معیار تھا، اس کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے کیونکہ یہ نسخہ مقدمے یا دیباچے سے محروم ہے، تاہم اس میں بیدل کے فکر و فن کی چونکہ کافی حد تک نمائندگی ہوگئی ہے، اس لیے اگر اسے "انتخاب" کہہ لیا جائے تو کچھ ایسا حرج بھی نہیں ہے، امید کہ اس معذرت کے بعد اہلِ علم لفظِ "انتخاب" کے اس "غیر محتاط" استعمال سے کبیدہ خاطر نہ ہونگے۔

آج جبکہ کلیاتِ بیدل مکمل شکل میں طبع ہو چکا ہے تو اس قسم کے نامکمل اور فرسودہ مجموعے کو چھاپنے میں کیا تُک ہے؟ یہ ایک متوقع —— اور اچھا —— سوال ہے۔ نامناسب نہ ہوگا اگر اس ضمن میں چند معروضات پیش کر دیے جائیں۔

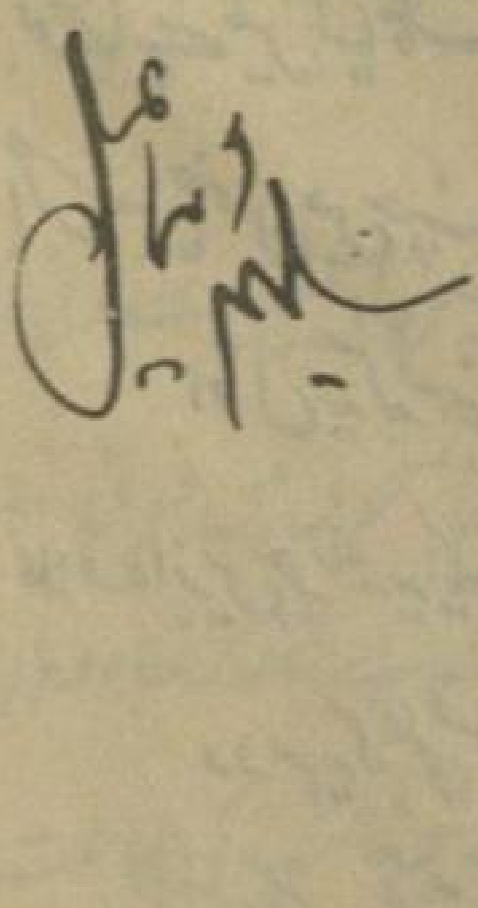
اوّل یہ کہ نسخہ کابل بیش قیمت ہے اور ہر شخص اسے خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتا، علاوہ ازیں چونکہ یہ ایک "درآمدی" چیز ہے اس لیے ہر وقت بازار میں دستیاب بھی نہیں۔

دوم یہ کہ قلمی نسخوں کی طرح کلاسیک کتابوں کے اوّلین مطبوعہ نسخے بھی ہمارے علمی و ادبی سرمائے کا ایک قیمتی حصّہ ہیں اور ان کو نابود ہونے سے بچانا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ لہٰذا نایاب مطبوعہ کتابوں کے ری پرنٹ کی اشاعت اسلاف کے ورثے کو محفوظ کرنے کی ایک

صورت ہے۔ "الکتاب" کے اشاعتی پروگرام میں اس بات کو برابر اہمیت دی جاتی ہے (کلیاتِ بیدل (انتخاب) کی اشاعت کے ذریعہ ایک تقریباً معدوم نسخہ نے گویا نئی زندگی پائی ہے،

سوم یہ کہ اِس "انتخاب" کی حیثیت اب ایک طرح سے "تعارف نامہ" کی ہے، جو حضرات کم فرصتی یا کسی اور وجہ سے مکمل کلیات کا مطالعہ نہ کر سکیں، اُن کے لیے اس مختصر مجموعہ میں تسکینِ ذوق کا سامان موجود ہے اور وہ اس کے توسط سے بیدل کے فکر و فن کے ساتھ بخوبی آشنا ہو سکتے ہیں۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اس "انتخاب" کی اشاعت کا مقصد قارئین کو مکمل کلیات سے بے نیاز کرنا ہے، اہلِ ذوق کو نہ اس قسم کا مشورہ دیا جا سکتا ہے، اور نہ اُن سے اس انداز فکر کی توقع کی جا سکتی ہے۔ یوں بھی علم کی جو طبیعتیں پایاب ندیوں سے گزر کر گہرے سمندروں میں شناوری اور غوطہ زنی کے لیے آمادہ و بے تاب رہتی ہیں۔

ہمارے مشفقِ دیرینہ جناب صوفی محمد افضل فقیر نے اس اشاعت کیلیے ایک نہایت پر مغز اور فکر انگیز مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ امید کہ قارئین مطالعۂ بیدل کے سلسلے میں اسے بہت دلچسپ اور مفید پائیں گے۔ ہم اس عنایت کے لیے موصوف کے شکر گزار ہیں۔



مُقدّمہ

عالمیِ صاحبدِلست امّا کسی بیدِل نشد

مرزا عبدالقادر بیدل کی ولادت ۱۰۵۴ ہجری میں بہ مقام عظیم آباد (پٹنہ) ہوئی۔ باپ کا نام عبدالخالق تھا۔ اجداد کا تعلق ترکستان کے مغل قبیلہ برلاس سے تھا۔ ساڑھے چھ سال کی عمر میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو والدہ ماجدہ نے قریبی مدرسے میں داخل کروا دیا، جہاں دس سال کی عمر تک فارسی وعربی مبادیات پڑھیں، اس کے بعد مکتب کی تعلیم کو خیرباد کہہ دیا۔

حضرت مولانا شیخ کمال، مرزا بیدل کے خاندانی شیخ طریقت تھے بیدل کو اپنے عمِّ بزرگوار مرزا قلندر کے ہمراہ ان کی بابرکت مجالس میں اکثر شرفِ حاضری نصیب ہوتا۔ حضرت شیخ کمال جو وظائف و اوراد بیان کرتے، بیدل انہیں خاموشی سے سنتا اور بوقتِ ضرورت عمل میں لاتا۔ مرزا بیدل سے بتائیدِ ایزدی بعض خوارق بھی ظہور پذیر ہوئے، جن پر حضرت شیخ کمال کو حیرت ہوئی۔ حضرت شاہ صاحب نے یہ دیکھ کر مرزا بیدل کو اپنی غایت درجہ شفقت سے جملہ اوراد ومعمولات کی اجازت مرحمت فرما دی۔

تعلیمِ اخلاقیات اور باطنی معاملات کے سلسلے میں وہ مرزا قلندر کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ اس کے علاوہ بیدل کو اپنے خال مرزا ظریف کی صحبت سے بھی مستفید ہونے کا موقع ملا، جسے فقہ وحدیث میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ ۱۰۷۱ ہجری میں اسے اپنے خال مرزا ظریف کے ہمراہ اڑیسہ جانے کا اتفاق ہوا، یہاں فقر و درویشی کے مقامات کی

حامل ایک ہستی شاہ ابوالقاسم ترمذی تشریف فرما تھے۔ بیدل تین سال مسلسل ان کی خدمت و صحبت سے فیض یاب ہوتا رہا۔ شاہ صاحبؒ قرآن و حدیث کے معارف و حقائق بیان کرتے اور اثنائے گفت گو مرزا بیدل پر خصوصی توجہات مبذول فرماتے۔ شاہ صاحبؒ قبلہ کبھی کبھی بیدل سے یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں تمہارے درد کی دوا بن کر آیا ہوں۔ موصوف نے ہمارے عظیم شاعر کے مقامِ بلند کی پیشگوئی بھی کی تھی۔ بیدل نے اپنے قلم سے شاہ صاحبؒ کی بے شمار کرامات چہار عنصر میں رقم کی ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت شاہ ملوکؒ، شاہ یکہ آزادؒ اور حضرت شاہ کابلیؒ ایسے اہلِ عرفان و مستی کی صحبت نے بیدل کے فطری جوہر کو چمکایا اور اس کی مشتِ خاک کو رفعتِ افلاک بخشی۔

جن ایام میں اورنگ زیب عالمگیر مہماتِ دکن کے فرو کرنے میں مصروف تھا بیدل متھرا میں قیام پذیر تھا۔ متھرا کے قرب و جوار اور دوسرے علاقوں میں جاٹوں اور مرہٹوں نے اودھم مچا رکھا تھا۔ ہر طرف وحشت و درندگی کا دور دورہ تھا۔ تاجروں کا کوئی قافلہ رہزنوں کی دستبرد سے محفوظ نہ تھا۔ احباب کے منع کرنے کے باوجود بیدل افرادِ خانہ کو لے کر متوکلاً علی اللہ متھرا سے شاہجہان آباد پہنچا، اس کا ذکر اس نے نواب شکر اللہ خاں کے نام ایک مکتوب میں بھی کیا ہے۔ یہاں پہنچ کر بیدل نے مسلکِ آبائی، سپہ گری کے پیشِ نظر فوج میں ملازمت اختیار کی اور پنجاب کے بعض علاقوں کی سیاحت بھی کی۔۔ حسن ابدال تک سفر کیا، ایک برہمن سے دورانِ سفر توحیدِ ذاتِ باری پر اس کا مناظرہ ہوا۔ برہمن اس قدر متاثر ہوا کہ وہ بالآخر مشرف بہ اسلام ہوا۔

ہندوستان کے امراء، و رؤسا شاہجہانی و عالمگیری دور سے لے کر محمد شاہ رنگیلے کی تخت نشینی کے اوائل تک سب اس کے آستانے پر حاضری دیتے رہے مگر بیدل نے ان امراء کے در پر حاضر ہونا غیرتِ فقر اور قلندرانہ شان کے منافی سمجھا، یہاں تک کہ ایک مرتبہ نواب شکر اللہ خاں کے صاحبزادے نواب شاکر خاں نے شہنشاہِ ہند سے

دکن میں ایک جاگیر بیدل کے لیے منظور کروائی مگر بیدل نے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ مذکورہ بالا امراء میں اکثر ایسے تھے جو بیدل سے دلی ربط اور گہری عقیدت رکھتے تھے۔ بعض کو شعر و سخن میں تلمذ بھی تھا، ان میں مرزا آصف جاہ قابلِ ذکر ہے۔ اس نے بھی ایک مرتبہ بیدل کو دکن آنے کے لیے کہا تو مرزا بیدل نے نفی میں جواب دیتے ہوئے یہ شعر لکھ کر بھیجا ؎

دنیا اگر دہند، نجنبم ز جائے خویش
من بستہ ام حنائے قناعت بہ پائے خویش

مغلوں کے قبیلہ برلاس سے تعلق رکھنے کے باعث فہم و ذکاء اسے ورثہ میں ملا تھا، طبیعت میں بے پناہ استغنا تھی۔ فاقہ کشی کے عالم میں بھی کبھی کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کیا، بلکہ امراءِ شاہی کے عطیات کو وصول یابی کے وقت ہی اکثر و بیشتر اہلِ استحقاق میں تقسیم کر دیا۔ اس کی فطرت میں قناعت اور سیر چشمی تھی۔ بے باکی اور شہ زوری میں اس کا کوئی ثانی نہ تھا۔ ایک مرتبہ شاہزادہ اعظم خاں کے ساتھ جنگل میں سفر کرتے ہوئے بیدل نے ایک شیر کو اپنی تلوار سے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

عالمِ بالا کے اسرار اس کے دل پر جلوہ ریز ہوتے اور وہ ان کے انوار و تجلیات سے اپنے عقیدتمندوں اور تلامذہ کے دامن کو مالامال کرتا۔ تلامذہ کے اس زمرے میں زعمائے سلطنت سے لے کر اصحابِ فن اور علمائے عصر تک شامل تھے۔ ایک عام قاری کو بیدل کے احوال و آثار پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ دستِ قدرت نے ایک انسانی پیکر میں مختلف الانواع اور محیّر العقول کمالات کس نظم و ضبط سے یکجا جمع کر دیئے ہیں۔ عربی زبان کا مشہور شعر مرزا بیدل کی عظمت کا ترجمان ہے ؎

لَیْسَ مِنَ اللّٰہِ بِمُسْتَنْکِرٍ　　اَنْ یَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِی الْوَاحِدِ[1]

---

[1] اللہ رب العزت پر یہ مشکل نہیں کہ کسی انسان میں ایک عالم کو جمع کر دے۔

مرزا بیدل کے بارے میں اس کے شاگردِ خاص خوشگو نے اپنے سفینہ میں ان خیالات کا اظہار کیا ہے:۔

قسم بجانِ من کہ فقیر دریں مدتِ عمر بہ جامعیتِ کمالات حسنِ اخلاق، بزرگی وہمواری، شگفتگی و رسائی، تیز فہمی و دور رسی، و انداز سخن گفتن و آدابِ معاشرت، حسنِ سلوک و دیگر فضائل انسانی ہمچو وے ندیدہ ام۔

اورنگ زیب عالمگیر نے اپنے مکتوبات میں مرزا بیدل کے اشعار کا حوالہ دیتے ہُوئے بسا اوقات اپنے موضوعِ سخن کی وضاحت کی ہے۔ مظلوموں کی دادرسی کے بارے میں عالمگیر نے شہزادہ اعظم خاں کو بغرضِ اصلاح وتنبیہہ مرزا بیدل کا یہ شعر لکھا ؎

بترس از آہ مظلومان کہ ہنگامِ دعا کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید!

مرزا بیدل کا وصال ۱۱۳۳ ہجری میں دہلی میں ہوا۔ سالہا سال اس کا مزار اہلِ عقیدت و ارادت کا مرکز رہا اور عرس کی سالانہ تقریبات بھی نہایت باقاعدگی سے منعقد ہوتی تھیں شعر وسخن کی خصوصی مجالس کا اہتمام ہوتا اور مرزا بیدل کا کلام ذوق وشوق سے پڑھا جاتا مگر افسوس کہ زمانے کی شکست و ریخت سے اس کے مزار کا محلِ وقوع مبہم ہوگیا جس کے نتیجے میں آج بیدل کی عظمتِ فن کی طرح اس کی آرام گاہ بھی چشمِ خلق سے نہاں ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃ واسعۃ — اس کی غزل کا ایک مطلع کس قدر الہامی ہے کہ اس کی اپنی ذات کے بارے میں پیشگوئی کے مترادف ہے ؎

نشد آئینہ کیفیتِ ما ظاہر آرائی
نہاں ماندیم چوں معنی بہ چندیں لفظِ پیدائی

تبصرہ مرزا بیدل کا شاعرانہ مقام متعیّن کرنے کے لیے ضروری ہے کہ فارسی شاعری کا ایک مختصر تدریجی وارتقائی جائزہ پیش کیا جائے تاکہ ایک قاری شعرو سخن کے مختلف ادوار اوران کے مختصّات سمجھنے کے بعد اصل موضوع تک مکمل رسائی حاصل کر سکے۔ فارسی ادبیات کے ادوار، ان کے اثرات ورجحانات اور اہلِ سخن کا صحیح مقام متعین کرنے کے لیے جدید ایرانی نقّادانِ فن نے مختلف سبک وضع کیے ہیں۔ یہ سبک جہاں فارسی شعروسخن کی ارتقائی ہیئتوں کو ہمارے سامنے اجاگر کرتے ہیں، وہاں ان ادوار کی نشاندہی بھی کرتے ہیں، جن کے اثرات کے تحت کوئی ادب معرضِ وجود میں آنے کے بعد پروان چڑھا۔ فارسی ادبیات کا پہلا دور، جو ایران میں خود مختار ریاستوں کے قیام کے ساتھ ظہور پذیر ہوا۔ سبکِ خراسانی سے موسوم ہے۔ اس سبک کا دائرۂ نفوذ خراسان، ترکستان اور ماوراء النّہر کا مشرقی علاقہ ہے۔ یہ دورِ طاہریہ، صفّاریہ، سامانیہ اور غزنویہ سے لے کر دورِ سلاجقہ تک پھیلا ہوا ہے۔ بالفاظِ دیگر تیسری سے ساتویں صدی ہجری تک کا ادب اس کے ذیل میں آتا ہے۔ اس دور کے مشہور شعراء رودکی، فرخی، فردوسی، مسعود سعد سلمان، حکیم سنائی ناصر خسرو قبادیانی، انوری، خاقانی اور نظامی گنجوی ہیں۔ شعروسخن کی زبان سادہ، فطری اور بے تکلفانہ ہے۔ منوچہری دامغانی اس روش سے مستثنیٰ ہے وہ ایک ایسا شاعر ہے جس نے عربی الفاظ فارسی اشعار میں بکثرت استعمال کیے ہیں۔ دیگر شعراء کا طبعی رجحان خالص فارسی الفاظ کی جانب ہے۔ طویل قصائد جن میں فطری مناظر کی عکاسی ہے۔ اس دور کا طرۂ امتیاز ہیں۔ قصیدے کا ابتدائیہ، جسے تشبیب کہا جاتا ہے، غزل سے عبارت ہے۔ صنائع بدائع رواں دواں صورت میں نظر آتے ہیں مگر ان میں آمد ہے، آورد نہیں اور کسی قسم کا تصنّع بارِ گوش محسوس نہیں ہوتا۔ رزمیہ شاعری ہے اور متصوّفانہ مضامین بھی کہیں کہیں دامنِ دل کھینچتے ہیں۔

فارسی شاعری کا دوسرا دور سبکِ عراقی کہلاتا ہے۔ یہ دور ساتویں صدی ہجری کے وسط سے نویں صدی ہجری کے آغاز تک پھیلا ہوا ہے۔ سبکِ عراقی میں عراق سے مراد عراقِ عجم ہے جس کا اطلاق اصفہان، آذربائیجان اور رَے (موجودہ تہران) پر ہوتا ہے۔ یہ وہ دور ہے جس کا دامن چنگیز خان کی یلغار اور اس کی بربریت سے خونچکان ہے۔ تاتاریوں کی یورش کسی صورت رستخیز سے کم نہ تھی، جس میں اکابر علمائے امّت شہید ہوئے۔ خراسان کا علاقہ اکثر وبیشتر تاخت وتاراج ہوا۔ جس کے نتیجہ میں اکثر اہلِ علم وفن ایران کے دوسرے علاقوں کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ فارسی ادب کی کائنات میں مذکورہ بالا ظاہری شکست وریخت کے باوصف یہ دور نہایت درخشندہ وپاکیزہ ہے۔ شعر وسخن کی وہ روایات، جنکی داغ بیل سبکِ خراسانی میں ڈالی گئی تھی۔ سبکِ عراقی میں اپنے عروج پر نظر آتی ہیں۔ صنائع، بدائع میں بے ساختگی، جوش اور پختگی ہے۔ غزل ایک علیحدہ صنفِ سخن کی حیثیت سے ابھری اور اس نے ایک منفرد، تابناک اور لازوال شان سے خود کو متعارف کرایا۔ شاہی درباروں سے شعراء کا رابطہ بہت کم نظر آتا ہے۔ وہ حتی المقدور ظاہری تعلّق اور چاپلوسی سے آزاد رہے۔ حافظ شیرازیؒ کا شعر کس قدر حسبِ حال ہے ؎

غلامِ ہمتِ آنم کہ زیرِ چرخِ کبود
زہرچہ رنگِ تعلّق پذیرد آزاد است

بہر کیف شعراء نے شعر وسخن کو وسیلۂ تبلیغِ ہدایت بنایا اور فقر وتصوّف کے مضامین کو دلآویز ورنگین پیرائے میں کنایات وتشبیہات کی اضافت سے بیان کیا۔ اس دور کے عظیم شعراء رومی، سعدی، حافظ شیرازی، بوعلی قلندر، امیر خسرو اور مولانا جامی رحمہم اللہ ہیں۔

شعر وسخن کا تیسرا دور جو سبکِ ہندی سے موسوم ہے، دسویں سے بارہویں

صدی ہجری کے فارسی ادبیات کا ترجمان ہے۔ دسویں صدی ہجری کے اوائل میں ایران صفوی خاندان کے زیرِ نگین تھا۔ صفویہ کے ذاتی رجحانات کے باعث ان کے دور میں مذہبی شاعری کو فروغ حاصل ہوا۔ سرزمینِ ہند ان ایام میں شاہانِ مغلیہ کی علم پروری کے باعث اہلِ شعر وسخن کے لیے موجبِ کشش تھی۔ چنانچہ نیشاپور، تبریز، اصفہان اور شیراز جیسے عظیم الشان لسانی وعمرانی مراکز سے اہلِ قلم نے دربارِ اکبری کا رخ کیا۔ ان میں ایسے بیشمار شعراء شامل تھے جو خانخانان کے دربار ہی سے عمر بھر وابستہ رہے، فارسی زبان کی عذوبت اور فکرِ ہندی کے امتزاج سے ایک نیا طرزِ سخن وجود میں آیا ـــــ جسے سبکِ ہندی کہا جاتا ہے۔ مضمون آفرینی، صنائع بدائع کا استعمال، تمثیل نگاری، مسلمات وحقائقِ عالم کا بیان، باریک بینی و دقت نگاری اس طرزِ سخن کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ عرفی، فیضی، نظیری، صائب، ابوطالب کلیم، غنی کشمیری، ناصر علی سرہندی اور مرزا غالب اس طرزِ سخن کے علمبردار ہیں۔

چمن زارِ شعر وسخن کا گلِ سر سبد، ادبیاتِ فارسی کا سرمایۂ افتخار، عظیم آباد کی سرزمین سے اُبھرنے والے عظیم الشان سخنور، ابوالمعانی، عارفِ ربّانی مرزا عبدالقادر بیدل رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق بھی اسی طرزِ سخن سے ہے ؏

دل بسیار است بیدلے را دریاب

مرزا عبدالقادر بیدل اقلیمِ سخن کا تاجدار ہے۔ وہ ادبِ فارسی میں نادرہ زائی اور معنی آفرینی کے باعث منفرد ہے۔ فطرتِ الٰہی نے اسے جودتِ طبع اور نُدرتِ فکر سے نوازا تھا۔ اس کا اندازِ بیان حقائقِ کائنات سے لے کر معارفِ تصوّف وعرفان تک وسیع ہے۔ مزید برآں اس نے عالمِ ہست وبود کی ناپائداری، حسن وعشق کے معاملات مقاماتِ فقر واستغنا اور اس قسم کے دوسرے موضوعات کو جس شان وشوکت اور استحکام وجزالت سے بیان کیا ہے، وہ روزِ ازل سے اسی کا مقدّر تھا۔

بیدل نے تمام اصنافِ سخن، قصیدہ، غزل، مثنوی، مستزاد اور رباعیات پر طبع آزمائی کی ہے اور لطف یہ ہے کہ ہر صنفِ سخن میں اس کی انفرادیت اور امتیازی شان نمایاں نظر آتی ہے۔ اس نے فکر و زبان کو شاہانِ روزگار کی مدح و ستائش سے آلودہ نہیں کیا۔ جس طرح اس کی زندگی کا انداز قلندرانہ اور بے نیازانہ تھا، وہی شانِ استغنا اس کے کلام کا طرۂ امتیاز ہے۔ ایک مرتبہ امیرالامراء سید حسین علی خان نے مرزا بیدل کو ۳ لاکھ روپے پیش کیے۔ بیدل نے یہ رقمِ خطیر قبول کرنے کے فوراً بعد ان الفاظ کے ساتھ لوٹا دی کہ ایک درویش کی جھونپڑی میں اس قدر گراں بہا نعمت کی گنجائش نہیں ہے۔

بیشتر قصائد حمدِ باری تعالیٰ عزّ اسمہٗ نعتِ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی منقبت میں ہیں۔ پہلا نعتیہ قصیدہ خاقانی کی زمین میں ہے، لامیہ قصیدہ حکیم انوری کے جواب میں لکھا ہے، جو عرفان و حکمت کی گوہر آمائی کے باعث انوری کے قصیدہ سے کسی صورت کم مرتبہ نہیں، یہ قصیدہ مناقبِ جنابِ حیدرِ کرّار رضی اللہ عنہٗ میں ہے۔ شینیہ قصیدہ بھی آپ کے مناقب میں ہے، یہ قصیدہ اس زمین میں ہے جس میں خاقانی، عرفی، امیر خسرو اور دیگر اساتذۂ سخن نے طبع آزمائی کی ہے۔ بطورِ نمونہ چند اشعار پیشِ خدمت ہیں۔

کدامیں شیرِ یزداں، مرتضیٰ آں صفدرِ غالب — کہ می خوانند مردانِ حقیقت شاہِ مردانش

دو طاقِ منظرِ رحمت، خمِ محرابِ ابرویش — دو مصراعِ درِ علمِ نبیؐ لبہائے خندانش

چو ذاتِ حق بجنبدیں دستگاہِ عالمِ اسما — بجود گنجیدہ چندانکے کہ نتواں یافت پایانش

رائیہ قصیدہ جو ۲۸۸ اشعار پر مشتمل ہے، حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہے یہ قصیدہ گلہائے عقیدت و احترام کا چمن زار ہے اور ادبیاتِ فارسی کا ایک زندہ شاہکار، چند اشعار ملاحظہ فرمائیں ؎

نشستہ ایم بیادِ تو یا رسول اللہ ۔ بہ کنجِ نیستی از عجز روی بر دیوار
ترحمِ تو اگر دستِ عجزِ ما گیرد ۔ سرِ فگندہ ببالد ھزار گردوں وار
تو ہر طرف کہ ہدایت کنی ہماں قبلہ ۔ بسوئے ہر چہ اشارت کنی ہماں دیدار
توئی کہ باغِ ربوبیت از تو دار د رنگ ۔ توئی کہ سازِ الوہیت از تو بند د تار

اطاعتِ تو ہماں برگِ طاعتِ معبود
شفاعتِ تو ہماں سازِ رحمتِ غفار

اس کے علاوہ دیگر قصائد، قطعات، مستزادات اور مخمسات کے ذخائر ہیں ان سے پہلے ترکیب بند اور ترجیع بند ہیں، جو معارفِ الٰہیہ سے لبریز ہیں۔

مرزا بیدل کی جولانیٔ طبع کا اظہار خاصی حد تک پردۂ غزل میں ہوا ہے۔ اس کی غزل کے اکثر مضامین عرفانِ خداوندی اور سیر و سلوک پر مشتمل ہیں۔ جن کے بیان کے لیے بیدل نے مختلف تراکیب اور پیرائے ایجاد کئے ہیں۔ اس نے حیرت، آئینہ، حباب، موج، گہر، دریا، منزل، جرس اور اسی قبیل دیگر الفاظ کو ان کی بھرپور اضافی و کنایاتی شان کے ساتھ استعمال کیا ہے اور ماہرانہ فنکاری سے ان کی نقش طرازی کی ہے۔ اس کی نگاہ حجاباتِ مجاز سے آنِ واحد میں گزر جاتی ہے اور جو اسرار و غوامض کہ عامۃ الناس سے ورا ہیں۔ انہیں اپنی گرفت میں لانا چاہتی ہے۔ عربی[^] کا ایک مشہور شعر اس حقیقت کا مظہر ہے کہ ہر شے میں آیاتِ الٰہیہ پوشیدہ ہیں، جو اپنے خالق کی یکتائی پر دال ہیں۔ بس یوں سمجھیے کہ وہ آیاتِ الٰہیہ جو انفس و آفاق پر جلوہ ریز ہیں۔ بیدل کا فکر ان کی تجلیات سے مستنیر ہے، اسے وہ لطیف انوار بھی نظر آجاتے ہیں۔ جہاں عام آدمی کے تخیل کی رسائی محال ہے۔ حقائق و معارفِ ربانیہ کا سیلاب جو اس کے اشعار میں موجزن ہے، در اصل انہی تجلیات کی بوقلمونی کا انعکاس ہے۔ مثال

[^] ففی کُلِّ شیءٍ لَہٗ آیۃٌ ۔ تَدُلُّ علیٰ اَنَّہٗ واحِدٌ

کے طور پر گوہر کے لفظ پر غور کریں تو اس کی چمک دمک کا تصور ہمارے ذہن میں آئے گا لیکن بیدل نے بے شمار لطیف نکات اور معارف کا استنباط ،وران کی وضاحت لفظِ گوہر کی وساطت سے کی ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے ؎

ا۔ منصبِ گوہر فروشی نیست مخصوصِ صدف
هر نوائے کز لبِ خاموش جوشد ، گوہر است

ب ۔ سہل نبود در محیطِ دہر پاسِ اعتبار
آبروئے چوں گہر ہمراہِ سرداریم ما

ج ۔ ناتواں آزاد بودن' دامنِ عزلت مگیر
موج را در ہر تپش بر وضعِ گوہر خندۂ ایست

د ۔ جمعیّتِ گوہر نکشند زحمتِ امواج
بیدل بہ خموشاں نکشد اہلِ زباں بحث

ہ ۔ زاں تبسّم کہ حیا زیرِ لبش پنہاں داشت
چہ شناہا کہ نہ در موجِ گہر می کردم

اسی طرح حیرت ، آئینہ ، حباب اور دیگر الفاظ کو جہاں جہاں بیدل نے استعمال کیا ہے ۔ ان کی فراہم آوری مسلّماتِ حیات کی نشاندہی کے مترادف ہے ۔ چمن زارِ حیات میں امحا و اثبات کا قانون جاری وساری ہے ۔ پلک جھپکنے کی دیر میں ایک عالم مٹ جاتا ہے اور دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے ۔ اسی طرح بیدل الفاظ کے قالب اور پیکر سے حیرت انگیز طور پر بے شمار موافق اور جداگانہ الوان کی تصویر کشی کرتا ہے ، اس کے ہاں قدما، کا اساطیری اندازِ بیان نہیں جس میں قد و رخسار و گیسو کو تصوّراتی و معروضاتی صورت میں پیش کیا جاتا تھا ۔ اس کی پاک باطنی ، رفعتِ فکر کے ساتھ یکرنگ ہو کر معنی آفرینی اور عرفان پیرائی کرتی ہے ، اس کے

دل میں سوز و گداز، آنکھ میں اہل اللہ کی محبّت کا نور، طبع میں استغنا، عمل میں اخلاص اور فکر میں ملاءِ اعلیٰ کی طرف پرواز کی ہمّت موجود ہے۔ جب یہ تمام قرینے مہیّا ہوں تو اس کے رشحاتِ قلم نگارستانِ معانی کیونکر نہ بن جائیں۔ جس طرح قاآنی کے بارے میں مشہور ہے کہ الفاظ فوج در فوج اس کے سامنے ایستادہ رہتے تھے بعینہٖ حقائق و معارف کی فوج مرزا بیدل کے جنبشِ خامہ کی منتظر رہتی ہے۔ اس کی ہمہ گیر شخصیّت آفاقی ہے، جو شاہانِ عصر کے جنگ و جدل، گردشِ ایام کی ناہمواری اور عسرت و فلاکت سے بے نیاز اور غیر متزلزل ہے، وہ مرزا غالب کے دور میں بھی ہوتا تو بیدل ہی ہوتا۔ یہ امر بدیہی ہے کہ کوئی فنکار بیدل کے ظاہری و باطنی محاسن کا حامل ہی باحسن طریق اس کے تتبع پر قادر ہو سکتا تھا۔ اس کے کلام کو محض مجموعۂ تراکیب اور مرقعِ تشبیہات گردانے کے باعث اس کی روش کے دلدادہ مہمل گو ثابت ہوئے اور نتیجۃً ژولیدگیٔ فکر کا شکار ہو کر رہ گئے۔

اس کے جواہر پاروں میں سے چند ایک بطورِ تمثیل پیش کیے جاتے ہیں، جن کا ذکر بلاشبہ ایمان افروزی کا موجب ہو گا:۔

ذاتِ باری تعالیٰ کا ادراکِ تام انسانی فکر سے بالاتر ہے حضرت امامِ ربّانی مجدّد الف ثانی علیہ الرحمہ نے اس مقام پر فرمایا کہ انہٗ، تعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء۔ اس کے ادراک سے عجز ہی اس کا صحیح ادراک ہے۔ فکر و نظر کی تمام شاہراہیں اس کے مظاہر تک پہنچ سکتی ہیں، ذات ان سب سے آگے ہے، بالفاظِ دیگر نگاہ کی رسائی محمل تک ہی ممکن ہے اور لیلیٰ مقصود اس سے وراء ہے۔ بہرکیف استادِ سخن مرزا عبدالقادر بیدل رحمہ اللہ نے اسے کس طرح بیان کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں ؎

زبرقِ ایں تحیر آب شد آئینۂ دلہا
کہ رہ تا محمل و لیلیٰ ست بیروں تازِ محملہا

عرفانِ الٰہی کا دوسرا عظیم موضوع سیر و سلوک میں صداقتِ طلب ہے کہ سالک

کا مقصود صرف اور صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہو۔ تجلیات و مشاہدات محمود ہیں مگر انہیں کسی صورت مقصود قرار نہیں دیا جا سکتا اور معرفتِ حق کا کوئی مقام ان سے متعلق نہیں، یہ ایسے حجابات ہیں کہ اکثر سالکین ان میں گرفتار ہو کر رہ گئے اور شاہدِ معنیٰ تک نہ پہنچ سکے۔ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا کہ جو کچھ دیکھا اور سنا گیا، تمام غیرِ ذات ہے، کلمۂ لا سے اس کی نفی ضروری ہے۔ دیکھئے مرزا بیدل نے اس مضمون کو کیسے دل نشیں انداز میں بیان کیا ہے۔

آگہی مستغنی ست از فکرِ سودائے شہود — دیدۂ بینا اگر نبود، دلِ دانا بس است

اس کے سینے میں عشقِ الٰہی کا سمندر موجزن ہے، افکار میں وہ طوفان اور تلاطم ہے کہ ایک غزل لکھنے کے بعد روح کا جوش نہیں تھمتا۔ چنانچہ حصولِ تسکین کے لیے بیدل بسا اوقات دوسری غزل لکھتا ہے۔ عرفی و نظیری کی زمین میں اکثر دوغزلہ کہا ہے۔ حافظ شیرازیؒ کی زمین میں جس کا مصرع "اگر آں ترک شیرازی بدست آرد دلِ مارا" ہے، بیدل کی چار، پانچ طویل غزلیں ہیں۔ مضمون آفرینی اور جولانیٔ فکر میں کہیں کمی واقع ہوتی نظر نہیں آتی، کہیں کوئی بھرتی کا شعر یا بوسیدہ خیال نہیں، کبھی یہ گمان نہیں گزرتا کہ شاعر کا فکر کسی مقام پر عاجز ہو کر رہ گیا ہے۔ اس نے اکثر طویل بحور کا انتخاب کیا ہے، جو غالباً اس کی وسیع المشربی اور وسعتِ قلب کی زیادہ آئینہ دار ہیں۔ عام طور پر بحرِ طویل میں شعر لکھتے ہوئے اہلِ فن کو رطب و یابس کا سہارا لینا پڑتا ہے، لیکن بیدل کا طرزِ بیان یہاں بھی قابلِ ہزار ستائش ہے کہ اس پر تنقید کی گنجائش مشکل ہے۔ سہل ممتنع قسم کی چھوٹی بحور میں بھی وہ لگاتار تصوف کے اسرار و رموز بیان کرتا چلا جاتا ہے اور وہاں بھی داد و تحسین کا مستحق ہے۔ اس کی لطافتِ طبع کے مقابل سنگلاخ قوافی یا کسی ردیف کی غرابت کبھی حائل نہیں ہوتی۔ سبحان اللہ، بیدل کا اپنا شعر ہی حسبِ حال معلوم ہوتا ہے۔

بلند و پست خارِ راہِ عجز مانمی گردد　　　بہ پہلو قطع سازو سایہ چندیں کوہ و صحرا را

اس کی ندرتِ افکار اس پر بھی اکتفا نہیں کرتی اور جدّت طرازی کی وہ شان دکھلاتی ہے کہ اس کی انفرادیت اور نبوغ کا انکار گناہ معلوم ہوتا ہے ۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ بیدل نے چند ایک ایسی بحور بھی وضع کی ہیں جن کا فارسی شاعری میں سرے سے وجود ہی نہیں تھا، یہ بحور اس نابغۂ روزگار ہستی کے وقّاد ذہن کا نتیجہ ہیں ۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات عام اور متداول بحر ہے[۱] ، بیدل نے اس کے آغاز میں کلمۂ فع (ہر دو حرف متحرک) کا اضافہ کر کے اسے فعلاتن مفاعلن فعلاتن مفاعلن کا حسین و جمیل پیکر بخشا، اس کے دو شعر درج ذیل ہیں ؎

بادائے تکلّمے، بفسونِ تبسّمے ۔ شکرے را قوام دہ، نمکے را گداز کن
چو غبارِ شکستہ در سرِ راہت نشستہ ام ۔ قدمے بر زمین گزار و مرا سرفراز کن

مفاعلن[۲] فعلاتن مفاعلن فعلن کی بحر فارسی شاعری میں بکثرت متداول ہے[۳] ۔ اساتذۂ فن نے اس کے آخر میں ایک سببِ خفیف کا اضافہ کر کے اس میں جدّت طرازی کی ہے اور آخری رکن فعلن کو فعلاتن[۴] بنا دیا ہے ، اس کی مثالیں فارسی و اردو میں بھی دستیاب ہیں ۔ مرزا غالب نے لکھا ہے ؎

قضا نے تھا مجھے چاہا خرابِ بادۂ الفت　　　فقط خراب لکھا بس نہ چل سکا قلم آگے

بیدل نے اس بحر میں بھی کئی غزلیات کہی ہیں ۔

دنیوی حیات کے نشیب و فراز، سیر الی اللہ کے معاملات، نفسِ انسانی کی ریشہ دوانیاں

---

[۱] بحر مثمّن اخرب مکفوف مقصور

[۲] سببِ ثقیل

[۳] بحر مجتث مثمّن، مخبون مقصور

[۴] مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن ۔ بحر مجتث مثمّن مخبون۔

تسلیم و رضا، فقر و استغنا اور دیگر غوامضِ تصوف جنہیں بیدل نے پیرایۂ سخن میں بیان کیا ہے، اگر انہیں یکجا جمع کر دیا جائے تو قافلۂ زلیت کو ایک گنجِ گراں مایہ میسر آ جائے اور طالبانِ حق اس سے دیدۂ دل کی روشنی حاصل کریں۔

بیدل کی معنیٰ آفرینی اور ترکیب سازی نے اکثر ناقدینِ فن کو ورطۂ حیرت میں ڈال رکھا ہے، ان کے نزدیک بیدل کی یہ روش ابہام کی حامل ہے اور اس سے زبان و محاورہ کی روانی مجروح ہوتی ہے۔ اس اشکال کا ازالہ اشد ضروری ہے۔ کچھ اس طرح یاد ہے کہ ایک مرتبہ راقم الحروف اپنے سابق رفیقِ کار پروفیسر معراج الدین صاحب کی معیت میں حضرت مولانا غلام رسول مہر مرحوم کے مکان پر حاضر ہوا۔ شعر و سخن پر گفت گو چل نکلی۔ مہر صاحب مرحوم نے بتایا کہ انہوں نے ایک دفعہ علامہ اقبال علیہ الرحمہ کے سامنے رومیؒ کا یہ شعر پڑھا ؎

اے خدا! بنما تو مارا آں مقام　　کاندر آں بے حرف می روید کلام

حضرت علامہ علیہ الرحمہ نے فرمایا: اچھا! تم نے رومیؒ کو پڑھنا شروع کر دیا ہے رومیؒ کے ہاں اس طرح کے اور جواہر پارے بھی تمہیں بکثرت ملیں گے۔

مہر صاحب مرحوم نے تبصرہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا: حرف کے بغیر کلام کا تصوّر ممکن نہیں، پھر روئیدگیٔ کلام ایک حیرت انگیز مابعد الطبیعاتی امر ہے، لیکن رومیؒ جس لاہوتی مقام سے نغمہ پیرا ہے، وہاں یہ سب کچھ مرئی ہے اور اس میں کچھ استبعاد نہیں۔

مہر صاحب مرحوم نے مزید فرمایا کہ علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے عرفی پر اپنے خیالات کا اظہار فرماتے ہوئے لکھا ہے ؏ فضائے عشق پر تحریر کی اس نے نوا ایسی اب فضا میں نوا کا تحریر کرنا بظاہر عجیب معلوم ہوتا ہے لیکن جس روحانی و عرفانی مقام سے شاعر متکلّم ہے، اس کی لطیف فضا میں وہ اس نوائے جگر گداز کو تحریر شدہ

صورت میں نگاہِ تخیل سے مشاہدہ کرتا ہے، لہٰذا اس خاص وجدانی کیفیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

رفعِ ابہام کے سلسلے میں یہ مبادیات اگر پیشِ نظر رہیں تو مرزا بیدل کی ترکیب سازی اور تشبیہات و استعارات کی نیرنگی کو سمجھنے میں کوئی دقّت پیش نہیں آتی، کیونکہ جو الٰہیاتی مضامین وہ بیان کر رہا ہے اور جس عظیم مقام سے گویا ہے، وہاں کیفیات و واردات کے اظہار کے لیے حرف و صوت کا دامن تنگ ہے۔ یہ اس کی درّاک طبیعت کا کمال ہے کہ ان وجدانی کیفیات کو جنکی شان سماوی ہے، انہیں خاص مہارت اور چابکدستی سے اہلِ زمین کے لیے قابلِ فہم بنا دیتا ہے۔

اصنافِ سخن میں رباعی کو ایک خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ وہ ترانہ اور دوبیتی کے نام سے بھی مشہور ہے۔ اسے رودکی نے دریافت کیا تھا۔ قریباً ہر دور کے شعراء نے اس میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ رباعی کا وزن لاحول ولاقوۃ الّا باللہ بھی قرار دیا جاتا ہے، اس میں نو زحاف ہیں۔ جن سے چوبیس اوزان پیدا ہوتے ہیں۔ رباعی نگاری کے سلسلے میں ایک بڑی دلچسپ حقیقت بھی دیکھنے میں آتی ہے، وہ یہ کہ کثرتِ زحافات کے باعث کسی مصرعے کے ساقط الوزن ہونے کا امکان بہت کم ہوتا ہے، پھر بھی کوئی قادر الکلام شاعر ہی رباعی لکھ سکتا ہے۔ جن شعراء نے رباعی کو اپنایا اور ان میں بقائے دوام حاصل کی، ان کی تعداد بہت قلیل ہے۔ معروف شعراء میں ابوسعید ابوالخیر، حکیم عمر خیام اور سحابی استرآبادی ہیں۔ حضرت بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی رباعیات کہی ہیں۔ متاخرین میں مرزا بیدل، غالب اور مولانا گرامی شامل ہیں۔ مرزا غالب کی رباعیات کی تعداد ایک سو ستائیس ہے۔ مولانا گرامی کے کلیات حال ہی میں پیکجز سے شائع ہوئے ہیں، جن کے آخر میں رباعیات شامل ہیں۔ مرزا بیدل کی رباعیات کوئی چار ہزار کے لگ بھگ ہیں۔ بیدل نے جس قوّت اور مہارت سے رباعی کے تمام

تغیرات اور زحافات کو استعمال کیا ہے، اس نے رباعی کو زندۂ جاوید کر دیا ہے اور اس کے دامن کو گلہائے رنگارنگ سے مزین کیا ہے۔ اس کی رباعیات کے مضامین بالعموم وہی ہیں، جو اس کی غزلیات کا طرۂ امتیاز ہیں، مگر یہاں ان کا تیور نہایت تیکھا، روشن اور سریع الاثر ہے، یہ اس لحاظ سے ضروری بھی ہے کہ کائنات کی کسی مسلّمہ حقیقت کو مختصر ترین پیرائے میں بیان کرنا رباعی کے مقتضیات میں سے ہے پہلے دونو مصرعے تمہیدی انداز کے حامل ہوتے ہیں، تیسرے مصرع میں سابقہ تمہید کا ارتقا پیش کیا جاتا ہے اور چوتھے میں جو رباعی کی روح کہلاتا ہے حقیقت کی اصلی ہیئت کو پیش کیا جاتا ہے۔ یہ ایک بنیادی اصول ہے، اس کے علاوہ جس قدر محاسن اور خصائص رباعی کے پیکر میں موجود ہیں، بیدل کی رباعیات بہ تمام و کمال ان سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔ اس کی رباعیات کے مطالعہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ بیدل کو جس قدر عبور اس صنفِ سخن پر حاصل ہے، اس کی نظیر متقدمین و متاخرین میں بمشکل ملے گی۔

بطورِ نمونہ ایک رباعی ہدیۂ ناظرین ہے ؎

استعداد تا ہوش ساماں نشود　　　　از جہد کسے صاحب عرفاں نشود
صد سال اگر حلقہ زند بر درِ چشم　　　　اندازِ نظر نصیبِ مژگاں نشود

اب چند مصرعے پیشِ خدمت ہیں، جو تغیراتِ زحاف کے حامل ہیں اور صنفِ رباعی میں وسعت و اضافہ کا موجب ہیں:-

ا۔ اے پیراں! ظرفِ طربے ساز کنید
ب۔ خواب امنی را آشیاں داشت کجاست
ج۔ بیدل کارِ دیگر ندارد اینجا
د۔ آگاہی در آتش دامن زدہ است

بیدل کی مثنویوں میں محیطِ اعظم فارسی ادب کا گراں بہا سرمایہ ہے۔ یہ مثنوی آٹھ ادوار پر منقسم ہے۔ ہر دور کسی خاص موضوع سے شروع ہوتا ہے، جس کی توضیح میں حکایات نظم کی ہیں۔ دورِ اوّل کا عنوان جوشِ اظہارِ خمستانِ وجود ہے، جبکہ دوسرا دور جامِ تقسیم حریفانِ شہود ہے۔ دوسرے دور میں مرزا بیدل نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تک خاص جلیل القدر انبیاء کے مقامات، ان کے احوال و آثار اور ارشادِ خلائق کے طریقوں کو فصوص الحکم کے انداز پر لکھا ہے۔ ہر مقام کو خمستانِ وجود اور حریفانِ شہود کی ترکیبی رعایت کے باعث جام کے کنایاتی سابقہ سے بیان کیا ہے جیسے جامِ یوسفی، جامِ داؤدی، جامِ سلیمانی اور جامِ موسوی وغیرہ۔ یہ دور جناب سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلّم پر منتہی ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں مرزا بیدل نے لکھا ہے ؎

محمدؐ شہِ محفلِ قدس ذات — محیطِ خمِ ہستیٔ کائنات
ترحّم بہارِ علاماتِ او — کرم ہمچو حق لازمِ ذاتِ او
دو عالم از و مستِ پیرایہ بود — کہ شخصِ وجودش عدم سایہ بود
ز لفظِ محمدؐ گر آگہ شوی !!! — ادا فہمِ الحمد للہ شوی !
شیونات ذات اللہ افعالِ او — ظہورِ کلام اللہ اقوالِ او
گلستانِ رحمت، بہارِ قدم — بہشتِ شفاعت ز سر تا قدم

تیسرا دور موجِ انوارِ گہرہائے ظہور ہے۔ اس میں کیفیتِ عقائد و اوضاع، کیفیتِ نقص و کمال کا بیان ہے اور آخر میں منظوم حکایات ہیں۔

چوتھا دور شورِ سرجوشِ شرابِ بے قصور ہے۔ اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے اور نظمِ حکایت ہے۔

پانچواں دور رنگِ اسرارِ گلستانِ کمال ہے، اس میں باغ و بہار، سبزہ و گل، رنگ و بُو

درنمو وطراوت کی تصویرکشی کی ہے اورحسبِ سابق اختتام پرحکایات ہیں۔

چھٹا دور بزمِ نیرنگِ اثر ہائے خیال ہے، اس میں شراب وشاہد ومینا وساغر اور چنگ دف پر اشعار لکھتے ہیں۔

ساتویں اور آٹھویں دور کے عنوان بالترتیب حلِّ اشکالِ خم وپیچِ زبان اور ختمِ طومارِ تگاپوئی زبان ہیں۔ اِن کے تحت زبان وبیان کے مختلف اشکال بیان کیے ہیں، ان کا حل اور مختلف فوائد منظوم ہیں۔ آٹھویں دور میں تہذیب وتمدن اور اکل وشرب کی بعض چیزوں پرخیالات کا اظہار کیا ہے، جن میں کیفیتِ پان، صفتِ بیرہ، سپاری اور چونہ خاصے دلچسپ ہیں۔

طلسمِ حیرت مرزا بیدل کی نہایت جامع اور معلومات افزا مثنوی ہے۔ یہ مثنوی ہمیں بیدل کی ہمہ گیر شخصیّت سے روشناس کراتی ہے، اس کی عظمت کے بہت سے پنہاں گوشے اس مثنوی سے آشکارا ہوتے ہیں۔ بیدل کی شان یہاں ایک اعلیٰ پایہ کے ماہرِ نفسیات اورنظامِ جسمانی کے فاضل کی حیثیت سے ہمارے سامنے متشکل ہوتی ہے۔

مثنوی طورِ معرفت صنائع بدائع، تشبیہات واستعارات اور معنی آفرینی کا چمن زار ہے۔ مرزا بیدل نے اس مثنوی کو جو قریباً ۱۲۰۰ اشعار پر مشتمل ہے، صرف دو دن میں نظم کیا۔ یہ کوہِ بیراٹ اور اس کے حسین وجمیل مناظر سے رنگین ہے نواب شکراللہ خاں نے بیدل کو علاقہ میوات کی سیر وتفریح کے لیے بلایا تھا۔ مرزا بیدل کو موسمِ برسات میں اس خلد زار سے لطف اندوز ہونے کا موقع میسّر آیا۔ ایک وسیع وعریض سبزہ زار اور گل ریز خطّے نے شعر وسخن کی تحریک کی اور یہ مثنوی قلیل ترین عرصے یعنی دو روز، تمام پذیر ہوئی مرزا بیدل نے اس مثنوی کو خود یک عالم چراغاں وصد ہزار گوہر بداماں، سے یاد کیا ہے

مثنوی عرفان گیارہ ہزار ابیات پر مشتمل ہے۔ اس میں بیدل نے کرۂ ارض پر زندگی کے آغاز، اس کی نشو و نما اور دیگر ارتقائی ہیئتوں پر بحث کی ہے، اس کے نزدیک ذاتِ باری تعالیٰ کے اسماء و صفات کی تجلیات سب سے پہلے جمادات پر ظاہر ہوئیں، جن کے فیضان کے تحت زندگی کے تمام آثار اور اس کی کامل توانائی ان کے اندر موجود ہے۔ اس کے بعد مختلف دھاتوں کے خواص کا بیان ہے۔ بیدل کے نظریئے کے مطابق سونے میں اسمِ بصیر کی تجلیات کا انعکاس ہے جس کے باعث سونا مقویٔ بصر ہے، اسی طرح چاندی بھی مقویٔ قلب ہے۔ بعد ازاں وہ عالمِ نباتات کے ارتقا کی سلسلہ جنبانی کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ جس طرح انسانی عقل و فکر اور شعور علم سے فائدہ اٹھاتے اور زجر و توبیخ سے متاثر ہوتے ہیں، بعینہ زبانی تنبیہہ اور بدنی سزا کا اثر شجار اور دیگر نباتاتِ ارضی پر ہوتا ہے۔

حاصل الامر ہم جہانِ نبات　　　علم دارد ہزار رنگ آیات

اس کے بعد حیاتِ انسانی پر بحث کرتے ہوئے اسے عالمِ خلق کی حقیقتِ جامعہ قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ انسان خلاصۂ موجودات ہے، اس کی فطرت کا اعتدال قابل ہزار ستائش ہے۔ عقائد اور اس کے محرکات پر بحث ہے۔ بیدل نے ہندوؤں کے مسئلہ تناسخ کی نہایت شدت سے نفی کی ہے اور اس کے مقابلہ میں امتِ محمدیہ کی عظمت اور شان بیان کی ہے جو اس قسم کے توہماتِ فاسدہ سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

بیدل کی نثر مرصّع، پرشکوہ، ولولہ انگیز اور صوری و معنوی محاسن سے لبریز ہے مرکبات سلسلہ در سلسلہ ہیں اور اکبری دور کے انشاء کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے تاہم بیدل کی نثر میں سابقہ دور کے انشاء پر ایک اضافہ بھی نظر آتا ہے، وہ یہ کہ اس کا اسلوبِ نثر تخیلاتی بادپیمائی پر مبنی نہیں، اس میں ایک کسک، دردمندی اور روح میں اتر جانے والی لہر موجود ہے جو عبارت آرائی کے ہاتھوں اکثر متقدمین کے ہاں دب

جایا کرتی ہے۔ بیدل نے اپنے نثری ادب پاروں میں شوکتِ الفاظ کے ساتھ دردمندیٔ دل کو بھی یکساں طور پر سمویا ہے اور کہیں نفسِ مضمون کو شکوہِ عبارات پہ قربان کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس کی نثر نظم کی طرح رفیع و وقیع ہے۔ ہر مرکّب کے تلازمات باہم مربوط ہیں اور متکلم کے فکر و نظر کی وضاحت کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ سب مختلف رنگ مل کر ایک جاذبِ نگاہ فن پارے کو ہمارے سامنے ابھارتے ہیں۔

اس کی تالیفات میں چہار عنصرِ بیدل، نکاتِ بیدل اور رقعاتِ بیدل فارسی نثر میں یادگار ہیں۔

چہار عنصر کی اہمیت و افادیّت اس اعتبار سے امتیازی ہے کہ اس کے مندرجات بیدل کے احوال و آثار، شبانہ روز مصروفیات، صلاحیت و استعداد، شعر و سخن کے ارتقائی مراحل اور اہل اللہ کی بارگاہ سے کسبِ فیض کے بارے میں مستند اور معلومات افزا ماخذ بہم پہنچاتے ہیں جس طرح انسانی وجود میں اربعہ عناصر کا امتزاج کارفرما ہے، اسی رعایت سے بیدل نے اپنی تالیف کو چہار عنصر پر منقسم کیا ہے۔

بیدل کی دوسری تصنیفِ لطیف جواہر اور معارفِ لدّینہ سے تابناک ہے، نکاتِ بیدل ہے۔ کل نکات کی تعداد ۷۵ ہے۔ خصوصی اور اہم موضوعات نبوّت، ولایت، تقویٰ اور اس کے متعلقات اور رباعیات ہیں، بعض مقامات پر اشارات اور حکایات بھی نظم کی ہیں، کہیں کہیں غزل بھی ملتی ہے۔ مثال کے طور پہ نکتہ نمبر ۱۳ ملاحظہ فرمائیں :-

قربِ الٰہی جنوں دارد و قربِ دنیا ہوش، در اینجا دانشہا مصروفِ تعلّق اسباب است و آنجا ہرچہ غیرِ اوست فراموش۔ پس معاملاتِ اہلِ دنیا بہ اہل اللہ راست نیاید و اطوارِ اصحابِ شعور ہم نسبتِ مجنون نشاید۔

اس کے نیچے ایک نعت بھی لکھی ہے جو ۱۳ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کا پہلا

شعر ضرب المثل کی حد تک درست اور دلآویز ہے ۔

زبانم قابلِ حمدِ خدا شد　　　　که با نامِ محمدؐ آشنا شد

رقعاتِ بیدل جامعیت و اختصار کے باعث خاصے معروف ہیں ۔ اکثر و بیشتر رقعات نواب شکر اللہ خاں کے نام ہیں ۔ نواب صاحب موصوف اور ان کے تینوں صاحبزادے مرزا بیدل کے عقیدت مند تھے ۔ مرزا بیدل کو بھی ان سے دلی انس تھا ، شفقت و مودت کا یہ احساس رقعاتِ بیدل کے پس منظر میں نمایاں نظر آتا ہے ۔ ایک رقعہ میں مثنوی طلسمِ حیرت کا ذکر ہے جو بیدل نے نواب شکر اللہ خاں کو بھیجی تھی ۔ بعض میں تہنیتِ عید الضحیٰ اور ارسالِ قند و نبات کا ذکر ہے ۔ کچھ رقعات عاقل خاں اور مولانا عبد العزیز عزّت کے نام بھی ملتے ہیں ۔ ایک رقعہ شاکر خاں کے نام ہے ۔ جس میں دکن کی جاگیر قبول نہ کرنے کا بیان ہے ۔ سیاقِ عبادت اس طرح ہے ۔

بہ شاکر خاں ہنگامی کہ از دکن از پادشاہ برائے فقیر ملک گرفتند ۔ اگرچہ فقیر قبول نکرد ، امّا شکرِ احساں بجا آورد ۔

بیدل مددِ جمیع کارت زخداست　　　　از سعیٔ کسی دگر نمی آید راست

در صورتِ نہر و چشمہ و جوی و سحاب　　　　اے مزرعِ تشنہ آبیارت دریاست

بیدل کے فلسفیانہ افکار بے تاب ہیں کہ اہلِ فن کی نگاہ ان سے درسِ حیات لے ۔ ایران میں ہنوز اس کے افکار کی پذیرائی کما حقہٗ نہیں ہوئی ، مگر جب رفتہ رفتہ نشر و اشاعت کا سلسلہ زمین کے ایک خطے سے نکل کر قریبی ممالک تک پہنچے گا تو انشاء اللہ مرزا بیدل کے کلام و معارف سے اہلِ زبان اور دیگر اہلِ درد مستفیض ہوں گے ۔ ملک الشعراء بہار کے اس ارشاد سے ؏

بیدلے چوں رفت ، اقبالے رسید

یہ مترشح ہوتا ہے کہ موصوف جہاں بیدل و اقبال کی عظمت اور قادر الکلامی کے معترف تھے، وہاں علامہ اقبال کو مرزا بیدل کا بدل سمجھتے تھے، آرزو ہے کہ دورِ جدید میں ملک الشعراء بہار جیسا کوئی نکتہ ور اور نکتہ شناس سرزمینِ ایران سے اٹھے اور ایک غیر جانبدارانہ جائزہ لیتے ہوئے مرزا بیدل کے نکات و معارف سے اہلِ ذوق کو آگاہ کرے۔

۱۹ جمادی الاول ۱۳۹۸ھ

حافظ محمد افضل فقیر
لاہور

مُدّعی بگذر از دعویٔ طرزِ بیدل

سِحرِ مُشکل که بکیفیّتِ اعجاز رسد

به عون خالق زمین و زمان و صبور راز انس و جان نسخهٔ

مجموعهٔ کلام معجز نظام جناب شاعر ساحر میرزا عبدالقادر بیدل یعنی

دیوان بیدل

مع مثنوی محیط اعظم

نکات بیدل

و چهار عنصر

سنه ۱۲۹۹ھ

باهتمام شیخ نور الدین جیوخان تاجر کتب و مالک مطابع حیدری و صفدری

در مطبع صفدری واقع بمبئی بلباس انطباع تلبس پوشید

دیوان بیدل

بسم الله الرحمن الرحیم

باوج کبریا کز پهلوی عجز است راه آنجا
سر مویی گر اینجا خم شوی بشکن کلاه آنجا

ادب‌گاه محبت ناز شوخی بر نمیدارد
چو شبنم سر بمهر اشک میبالد نگاه آنجا

بیاد محفل نازش سحر خیز است اجزایم
تبسم تا کجاها چیده باشد دستگاه آنجا

مقیم دشت الفت باش خواب ناز سامان کن
بهم می‌آورد چشم تو مژگان گیاه آنجا

بسعی غیر مشکل بود زآشوب دویی رستن
سری در جیب خود دزدیدم و بردم پناه آنجا

خوشا بزم وفا کز خجلت اظهار نومیدی
شرر در سنگ دارد پرفشانیهای آه آنجا

ز طرز مشرب عشاق سیر بینوایی کن
شکست رنگ کس آبی ندارد زیر کاه آنجا

ز بس فیض سحر میجوشد از گرد سواد دل
همه گر شب شود روزت نمیگردد سیاه آنجا

بکنعان هوس گردی ندارد یوسف مطلب
نگر در خود فرو رفتن کند ایجاد چاه آنجا

خیال جلوه‌زار نیستی هم عالمی دارد
ز نقش پا سری باید کشیدن گاه گاه آنجا

دل از کم‌ظرفی طاقت نبست احرام آزادی
بسنگ آید مگر این جام و گردد عذرخواه آنجا

زمینگیرم بافسون دل بی مدعا بیدل
در آن وادی که منزل نیز می‌افتد براه آنجا

گر باین وحشت دهد دستی جنون سامان ما
تا سحر گشتن گریبان میدرد عریان ما

فیضها میجوشد از خاک بهار بیخودی
صبح میریزد گل خورشید در دامان ما

در تماشایت برنگ شمع هرجا میرویم
دیدهٔ ما یکقدم پیش است از مژگان ما

محو گردیدن علاج اضطراب دل نکرد
از تحیر سربسر یک موج شد طوفان ما

از شهادت انتظاران بساط حیرتیم
زخمها وا ماندن چشمیست در میدان ما

منزل مقصود گام اول افتادگیست
همچو اشک ایکاش لغزیدن شود جولان ما

درد جامی زین چمن چون گل نصیب ما نشد
رنگ ناگردانده آخر میشود دوران ما

سوخت بیش از ما درین محفل چراغ انتظار
دیدهٔ یعقوب تا بالیست در کنعان ما

مطرب ساز تظلم پرده دار خوی کیست
شعله ملبوشد جهان از نالهٔ عریان ما

هستی موهوم غیر از نفی اثباتی نداشت
رفتن ما گرد پیدا کرد از دامان ما

چشم تا برهم زنیم اشکی بخون غلطیده است
بسمل ایجاد است بیدل جنبش مژگان ما

ز چشم بی نگه بودم خراب آباد غارتها
بحیرانی مژه برداشتم کردم عمارتها

سواد نامه‌ام کم نیست در منع صفای دل
غبار معنی الفت نباشد از عبارتها

بذوق کعبه مگذر از طواف کلبهٔ مجنون
ز دل هرجا سویدا جوش زد دارد زیارتها

هجوم داغ شوقت کرد ایجاد سرشک از من
عرق ریز است هرجا جمع میگردد حرارتها

شکست برگ گل هم از تبسم عالمی دارد
خم آورد ابروی ناز تو از بار اشارتها

بخاک خود تیمم ساحل امن دگر دارد
مشو چون زاهدان طوفانی آب طهارتها

ز کسب خلق بیدل تا توان در جنت آسودن
چه حاجت در دل دوزخ نشستن از شرارتها

زهی نظاره را از جلوهٔ حسن تو زیورها
رگ برگ گل از عکس تو در آئینه جوهرها

سر سودائی ما را غم دستار کی باشد
که همچون غنچه از بوییت بطوفان میرود سرها

زبان خامهٔ من نغمه ساز که شد یارب
که خط پرواز دارد چون صدا از تار مسطرها

حوادث عین آسایش بود آزاده مشرب را
که موج بحر دارد در شکست خویش جوهرها

اگر طالع بکام تست منشین ایمن از گردش
ز گردش زهر در زیر نگین دارند اخترها

گشاد عقدهٔ دل بی گداز خود بود مشکل	که نگشاید بجز سوزن گره از تار گوهر ها

محو بیدل علاج سرنوشت از گریهٔ حسرت
بموج باده نتوان شست هرگز خط ساغر ها

غیر وحدت بر نتابد همت عرفان ما	دامن خویش است چون صحرا گل دامان ما
شوق در بند دست و پائی نیست مایوس طلب	چون قلم شق قدم میبالد از مژگان ما
معنی اظهار صبح از وحشت انشا کرده ‌اند	نامهٔ آهیم بیتابی همان عنوان ما
زین دبستان مصرع زلف مسلسل خوانده ‌ایم	خامشی مشکل که گردد مقطع دیوان ما
یار در آغوش و نام او نمیدانیم چیست	سادگی ختم است چون آئینه بر نسیان ما
در طپید نگاه امکان شوخی نظاره ایم	از غباری میتوان ره بست بر جولان ما
مغتنم دارای شرر جولانکه آغوش سنگ	تنگی فرصت بغل وا کرده در میدان ما
جلوه درکار است ما با خود قناعت کرده ‌ایم	به که بر روی تو باشد چشم ما حیران ما
مدعا از دل بلب نگذشته میسوزد نفس	اینقدر دارد خموشی آتش پنهان ما

بیدل از حیرت زبان درد دل فهمیده ‌است
آئینه میپوشد امشب نالهٔ عریان ما

بهر ما درگیستی مکش رنج امید اینجا	که خونها میخورد تا شیر میگردد سفید اینجا
مقیم نارسائی باش پیش از خاک گردیدن	که مغز هر دو عالم چون عرق خواهد چکید اینجا
محیط از جنبش هر قطره طوفان جنون دارد	شکست رنگ امکان بود گر یکدل طپید اینجا
گذار نیستی از انتظارم بر نمیدارد	ز خاکستر شدن گل میکند چشم سفید اینجا
زساز الفت آهنگ عدم در پردهٔ گوشم	نوائی میرسد کز بیخودی نتوان شنید اینجا
درین وحشت سرا آئینهٔ اشک یتیمانم	که در بی دست و پائیها مرا باید دوید اینجا
کباب خام سوز آتش حسرت دلی دارم	که ما را بینوائی سوخت دودش سر کشید اینجا
نیاز سرکشان حسن آشوب دگر دارد	کمینگاه تغافل شد اگر ابرو خمید اینجا
طپشهای نفس از پردهٔ تحقیق میگوید	که تا از خود اثر داری نخواهی آرمید اینجا

بلند است آنقدرها آشیان عجز ما بیدل
که بی سعی شکست بال و پر نتوان رسید اینجا

گرده‌ام سرمشق حیرت سرو موزون ترا
ناله میخوانم بلندیهای مضمون ترا

شام پرورد غمم با صبح اقبالم چکار
تیره‌بختی سایهٔ بیداست مجنون ترا

خاکپای این چمن می‌بایدم بر سر زدن
بسکه گل پوشید نقش پای گلگون ترا

ساز محشر گشت آفاق از نگاه حیرتم
در نی مژگان چه فریاد است محزون ترا

سور ا غنا برون از پرده‌های عجز نیست
رشتهٔ ما سخت پیچیده است قانون ترا

فهم یکتا نیست شوق اعتبارات دوئی
عمرها شد خوانده‌ام بر خویش افسون ترا

هر چه می‌بینم سراغی از خیالت میدهد
هر دو عالم یکسر زانوست مجنون ترا

ای دل دیوانه صبری کز سویدا چاره نیست
دیدهٔ آهو فرو برداست هامون ترا

بیدل آنروز که استقبال آغوشت کند
آنقدر واشو که نتوان بست مضمون ترا

سی در بند غفلت مانده چون من ندید اینجا
دو عالم یکدر باز است میجویم کلید اینجا

سراغ منزل مقصد مپرس از ما زمینگیران
بسعی نقش پا راهی میگردد سفید اینجا

طپیدن رو ندارد در تجلی گاه حیرانی
توان گر پای تا سر اشک شد نتوان چکید اینجا

تحیر گر بچشم انتظار ما نه پردازد
چه وسعت میتوان چیدن ز آغوش امید اینجا

بدل نقشی نمی‌بندد که با وحشت نه پیوندد
نمیدانم کدامین بیوفا آئینه چید اینجا

مرا از بی‌پری هم راحتی حاصل نشد ورنه
بهار سایه رنگین از گل و آب است و بید اینجا

کفن در مشهد ما بینوایان خونبها دارد
ز عریانی برون آ گر توانی شد شهید اینجا

هجوم درد پیچیده است هستی تا عدم بیدل
تو هم گر گوش داری نالهٔ خواهی شنید اینجا

ز بید پردهٔ فانوس دیگر شمع سودا را
مگر در آب چون یاقوت گیرند آتش ما را

دل آسودهٔ ما شور امکان در قفس دارد
گهر در دیده است اینجا عنان ضبط دریا را

بهشت عافیت رنگ بهار آبروباشی
در آغوش نفس گر خون کنی عرض تمنا را

غبار احتیاج آنجا که دامان طلب گیرد
روانست آبرو هر که برفتار آوری پا را

بعرض بیخودیها گرم کن هنگامهٔ مشرب
که می نامیده اند اینجا شکست رنگ مینا را

درین محفل پریشان جلوه است انجمن پرجائی
شکستن کو که پردازی دهد آئینهٔ ما را

سبکروحست شوق اما من آن ذوق مینگیرم
که در سنگ شرار از خویش خالی میکنم جا را

بداغ بی نگاهی رفت ازین محفل چراغ من
شکست آئینهٔ رنگی که گم کردم تماشا را

هوس چون نارسا شد نسیه نقد حال میگردد
امل را رشتهٔ کوته سازد عقبی گیر دنیا را

زشور بی لسانی بی نشانی شد نشان بیدل
که گم گشتن زگم گشتن برون آورد عنقا را

باز آب شمشیرت از بهار جوشیها
داد مشت خونم را یاد گلفروشیها

ناله تا نفس وزدید من بسرمه خوابیدم
گرد شمع زین محفل داغم از خموشیها

یا تغافل از عالم یا ز خود نظر بستن
زین دو پرده بیرون نیست ساز عیب پوشیها

مایه دار هستی را یاد ما و من کفر است
بی بضاعتان دارند عرض خودفروشیها

زاهدی نمیدانم تقوی نمیخواهم
سینه صافئی دارم نذر درد نوشیها

ساز محفل هستی بر گسستن آهنگست
از نفس که میخواهد عافیت سروشیها

محرم فنا بیدل زیر بار کسوت نیست
شوق جامهٔ دارد از برهنه پوشیها

کیست از راه تو چون خاشاک بردارد مرا
شعله جاروبی کند تا پاک بردارد مرا

نشئه از دود مخموری بخاک افتاده ام
شوق میخواهد بدست تاک بردارد مرا

هستیم عهدی بنقش سجدهٔ او بسته است
خاک خواهم شد اگر از خاک بردارد مرا

پیکرم گرد غبار یاس و برخیزد ز خاک
به که دست منت افلاک بردارد مرا

صبح بی سرمایهٔ احرام بر خود رفتنم
کو گریبان تا بدوش چاک بردارد مرا

گه از موی میان شهرت دهد نازک خیالی را
گهی از چین ابرو سکته خواند بیت عالی را

دل از خود میرود بگذار تا مست فغان گردد
جرس آخر بمنزل میکند گم هرزه نالی را

پر پروانهٔ آتشخانه شور عافیت باشد
ز خاکستر طلب کن راحت افسرده بالی را

در آن وادی که خاکست اعتبار جهل دانشها
غباری بر هوا کن فیض فطرتهای عالی را

قناعت پیشه کن از کاین حرص غنا دشمن
کمینگاه هوسها کرده وضع بی سؤالی را

بچنگ اغنیا دامان جاه آسان نمی افتد
که چینی خاک گردد تا شود قابل سفالی را

چه امکانست بیدل منعم از غفلت برون آید
هجوم خواب خرگوش است اینجا شبه قالی را

در خموشی همه صلح و همه جنگست اینجا
غنچه شو دامن آرام بچنگ است اینجا

دیده بر بند اگر ذوق تماشائی هست
صافی آینه در کسوت زنگ است اینجا

چرخ پیمانه بدور افکن یک جام تهی است
مستی ما و نوا آواز ترنگ است اینجا

شوق دل همسفر آئینهٔ بیهوشی است
قدم راهروان گردش رنگ است اینجا

طرف دیدهٔ خونبار نگردی هرگز
اشک چون آینه شد کام نهنگ است اینجا

منزل عیش بوحشت کدهٔ امکان نیست
چمن از سایهٔ گل پشت پلنگ است اینجا

از ستمدیدگی طالع من هیچ مپرس
آنچه پیش تو نگاه است خدنگست اینجا

دو جهان ساغر تکلیف ز خود رفتن ماست
دل هر کس بطپید قافیه تنگ است اینجا

بیدل افسرده گیم شوخی آهی دارد
تا شرر نیست ز خود رفتن رنگ است اینجا

صبح پیری اثر قطع امید است اینجا
تار و پود کفن از موی سپید است اینجا

غنچهٔ واشده مشکل که دلی بگشاید
بستگی چون رود از قفل کلید است اینجا

بگذر از زنگ که آئینهٔ اقبال صفاست
دود بر چهرهٔ آتش شب عید است اینجا

هر که تسکین ندهد منتظر وصل ترا
پای تا سر ز کفن چشم سفید است اینجا

جهد تعطیل صفت نقص کمال ذات است
یا بگو یا بشنو گفت و شنید است اینجا

در جنون عشرت عیش دگر از بیجبریست — موی ژولیده همان سایهٔ بید است اینجا
زین چمن هر رگ گل دامن خون آلود است — حیرتم کشت ندانم که شهید است اینجا

بوی یاس از چمن جلوهٔ یاس است امکان
دگر ای بیدل غافل چه امید است اینجا

نیست با مژگان تعلق اشک وحشت پیشه را — دانهٔ ما دام راه خویش داند ریشه را
عشق بردارد سر مهر از زبان عاجزان — نالهٔ یک نی بآتش میدهد صد بیشه را
عیش ترک خانمان از مردم آزاده پرس — کس ندارد جز صدا قدر شکست شیشه را
گر نباشد بی تمیزیها مآل کار عشق — کوهکن بر صورت شیرین نراند تیشه را

مفلسانرا بیدل از مشق خموشی چاره نیست
تنگدستی باز میدارد ز قلقل شیشه را

زهی سودای شوق تو به مذهبها و مشربها — بیادت آسمان پرطپیدن جوش یاربها
چو آهنگ جرس ما و سبکروخانه جولانی — که از یک نعره وارش میطپد آغوش قالبها
غبار جنبش مژگان ندارد چشم قربانی — قلم محو است اینجا در صفای نقش مطلبها
ز گرد وحشت وامانده بختان فیض میبارد — تبسم پاشی صبح است چین دامن شبها
بخاموشی توان شد ایمن از انداز کج بختان — نفس دزدیست اینجا بس فسون نیش عقربها
زبان در کام دزدیدم وداع گفتگو کردم — سخن را گوش رخصت بود گویا بستن لبها

بهار بی نشان عالم نومیدیم بیدل
سراغم میتوان کرد از شکست رنگ شبها

در این وادی چسان آرام باشد کاروانها را — که همدوش است باریک روان سنگ نشانها را
بتدبیر از غم کونین دشوار است وارستن — مگر سوزد فراموشی متاع این دکانها را
چو رنگ رفته تا آسمان سودی نمی بخشد — که برگشتن از این وادی نمی باشد عنانها را
نفس سرمایهٔ بیتابی است افسردگی تا کی — نکن شمع مزار زندگانی استخوانها را
بجز کشتی شکستن ساحل امنی نمیباشد — که از وسعت فرو برد است این دریا کرانها را

من و عرض نیاز از عزت و خواری چه میپرسی
که نقش سجده پیش از صد خواهد آستانها را

چنین کز خامه‌ها گلهای معنی میچکد بیدل
توان گفتن رگ ابر بهار این ناودانها را

ز برق این تحیر آب شد آئینهٔ دلها
که ره تا محمل لیلی است بیرون تاز محملها

کجا راحت چه آسودن که از نایابی مطلب
بپای جستجو چون آبله خون گشت منزلها

چه دنیا و چه عقبی سد راه تست ای غافل
بیا بگذر که از بهر گذشتنهاست حائلها

دماغی میرسانم از شکست نالهٔ رنگی
بخون رفته پرواز دگر دارند بسملها

درین مزرع چه لازم خرمن آرای هوس باشی
دلی باید بدست آری همین تخمست و حاصلها

چو اشک از کلفت پندار هستی در گره بودم
چکیدم تا که از چشم خود و حل گشت مشکلها

زبان شمع فهمیدم ندارد غیر این حرفی
که در خود گر توان آتش زدن مفتست محفلها

کنار عافیت گم بود در بحر طلب بیدل
شکست از موج ما گل کرد و بیرون ریخت ساحلها

هر کجا تسلیم بندد بر میان شمشیر را
میکند چون موج گوهر بیزبان شمشیر را

بسمل فوج منم زخمم همان خمیازه است
در لب ساغر کن ای قاتل نهان شمشیر را

جوهر تجرید قطع الفت خویش است و بس
بر سر خود میتوان کرد امتحان شمشیر را

زائل از زینت نگردد جوهر مردانگی
قبضهٔ زر از برش مانع مدان شمشیر را

بر شجاعت پیشه ننگست از شجاعت دم مزن
حرف جوهر بر نیاید بر زبان شمشیر را

ای فغان بگذر ز چرخ و لامکان تا تیر باش
چند در زیر سپر کردن نهان شمشیر را

عاشقان بسمل آهنگت مهیا کرده اند
جبههٔ شوقی که داند آستان شمشیر را

نوبهار عشرتم بیدل که با این لاغری
خون صیدم کرد شاخ ارغوان شمشیر را

به برگ و غنچه سودای خط پیچیده دلها را
رگ گل رشتهٔ شیرازه شد جمعیت ما را

خرامت بال شوقم داد در پرواز حیرانی
که چون قمری قدح در چشم دارم سرو مینا را

نگه شد شمع فانوس خیال از چشم پوشیدن / فنا مشکل که از عاشق برد شوق تماشا را

درین محفل سراغ گوشهٔ امنی نمی یابم / چو شمع آخر گریبان میکنم نقش کف پا را

کف خاکی ندارم قابل تعمیر خود داری / جنون افشانده بر ویرانه ام دامان صحرا را

بغیر از هستی لوح عدم صورت نمی بندد / که گم کردیم در آغوش دی امروز و فردا را

ندارد حال ما اندیشهٔ مستقبل و دیگر / اگر خواهی که گردی جلوه گر آئینه کن ما را

نه از موج نسیم آسیب اینقدرها جوش بیتابی / اگر آزادهٔ با نالهٔ پیوند اعضا را

خموشی غیر افسردن چه گل ریزد بدامانت / تب شوق کسی در رقص دارد نبض دریا را

اقامت تهمتی در محفل کم فرصت هستی / چو عکس از خانهٔ آئینه بیرون گرم کن جا را

مآل شوق هم داغست اگر آسودگی خواهی / بصد گردن مده از کف جبین سجده فرسا را

نشانها نیست غیر از نام آنهم ناتوان بیدل
جهان دیدهٔ بشمار نقش بال عنقا را

خاکسار تو طپیدن کند آغاز چرا / جرس آبله بیرون دهد آواز چرا

جیب حسنت گره از بیضهٔ فولاد گشود / دیدهٔ ما بجمال تو نشد باز چرا

دل بدست تو و ما از تو دگر مانع چیست / خود نمائی نکند آینه پرداز چرا

سیل بنیاد جهانست نظر واکردن / هوش ما هم نشود خانه برانداز چرا

ساز بیتابی دل گرنه عروج آهنگست / نفس از بیم طپش میشود آواز چرا

گر نه سازیست یقین رابطهٔ هر بم و زیر / شکوه شد زمزمهٔ طالع ناساز چرا

بی نیازی اگر از عیب و هنر مستغنی است / حیرت آئینه دارد لب غماز چرا

نیست جز خود شکنی دامن اقبال بلند / آخر ای مشت غبار اینهمه پرواز چرا

بیدل آئینهٔ معشوق نما در برتست
این نیازی که تو داری نشود ناز چرا

گذشت از چرخ و بگرفت آبله چشم ثریا را / هوا یت تا کجا از پا نشاند نالهٔ ما را

نگردد مانع جولان اشکم پنجهٔ مژگان / پر ماهی نگیرد دامن امواج دریا را

نه از عیش است اگر چون شیشهٔ می قلقل آهنگم
شکست دل صلائی میزند رنگ تماشا را

سراغ کاردان دارم دم از عالم مشو غافل
ببین داغ دل و دریاب نقش پای غمها را

نه بندی بر دل آزاد نقش تهمت حیرت
که پیش از بیخودی مستان تهی کردند مینا را

شکوه کبریائی و ز عجز ما چه میپرسی
نگه هم زیر پا باشد سر افتادهٔ ما را

بیکبارد متاع هوش با یوسف خریداران
عدم افسون خودداری نگاه جلوه سودا را

مقام ظالم آخر بر ضعیفان است ارزانی
که چون آتش ز پا افتد بخاکستر دهد جا را

غبار ماضی و مستقبل از حال تو میجوشد
در امروز است گم کرده تکافی دی و فردا را

با این کثرت زمانی غافل از وحدت مشو بیدل
خیال آئینه ها در پیش دارد شخص تنها را

هستی بطپش رفت و اثر نیست نفس را
فریاد کزین قافله بردند جرس را

ل مائل تحقیق نگردید و گر نه ×
از کسب یقین عشق توانکرد هوس را

رفع هوس زندگیم باد فنا کرد
اندیشهٔ من آب زد این آتش خس را

آزادی ما سخت پر افشان فنا بود
دل عقده شد و آبله پا کرد نفس را

تا رمز گرفتاری ما فاش نگردد
چون صبح به پرواز نهفتیم قفس را

هر دل نبرد چاشنی از داغ محبت
این آتش بیرنگ نسوزد همه کس را

بیدل نشوی بیخبر از سیر گریبان
اینجاست که عنقا ته بال است مگس را

تأمل گرچه در گوش افکند پیمانهٔ ما را
نوائی نیست در خاطر شکست رنگ مینا را

ندارد شور امکان جز بکنج فقر آسودن
اگر ساحل شوی در آب گوهر گیر دریا را

درین دریا زبس فرش است اجزای وجود من
بهر سو میروم چون موج بر خود می نهم پا را

بتدبیر دگر نتوان ز داغ کلفت آسودن
مگر آبی زند خاکستر ما آتش ما را

بحال خویشتن نگذاشت دلرا شوخی آهم
هوای گردباد از جای برد اجزای صحرا را

درین ویرانه همچشم نگاهم کز سبکروحی
درون خانه ام و ز خویش خالی کرده ام جا را

بهشتی از دل هر ذره در پرواز می آید
اگر بر خاک ریزد حیرتم رنگ تمنا را

بهر سو چشم وا کردم نگه وقف خطا کردم
نمیدانم چه پیش آمد من غفلت تقاضا را

همین درد است ترک عشرت خونین دلان بیدل
هجوم گریه مست و خنده دارد طبع مینا را

دریای خیالیم و نمی نیست در اینجا
جز وهم وجود و عدمی نیست در اینجا

رمز دو جهان در ورق آئینه خواندیم
جز گرد تحیر رقمی نیست در اینجا

عالم همه مینا گر بیداد شکست است
وین طرفه که سنگ ستمی نیست در اینجا

بر نعمت دنیا چه هوسها که نه پختیم
هر چند غذا جز قسمی نیست در اینجا

بر هم نزنی سلسلهٔ ناز کریمان
محتاج شدن بی کرمی نیست در اینجا

ما بیخبران قافلهٔ دشت خیالیم
رنگیست بگردش قدمی نیست در اینجا

از حیرت دل بند نقاب تو گشودیم
آئینه گری کار کمی نیست در اینجا

بیدل من و بیکاری و معشوق تراشی
جز شوق برهمن صنمی نیست در اینجا

خط آوردی و ننوشتی برات مطلب ما را
بخود کردی دراز آخر زبان درد دلها را

هوایت نکهت گل را کند داغ دل گلشن
تمنایت نگه در دیده خون سازد تماشا را

سفید از حیرت این انتظار است استخوان من
که یارب ناوکت در کوچهٔ دل کی کند جا را

غبار رنگ ما را عاجزی بالی نزد ورنه
شکست طرهٔ عمریست پیدا میکند ما را

حریف وحشت دل دیدهٔ گریان نمیگردد
گهر مشکل فراهم آورد اجزای دریا را

سخن تا در جهان باقیست از محرومی آرام
زبان گفتگوها بال پرواز است عنقا را

خزان چهره بس باشد بهار آبروی من
گواه فتح دل دارم شکست رنگ اعضا را

بلند و پست خار راه عجز ما نمی گردد
بپهلو قطع سازد سایه چندین کوه و صحرا را

الهی از سر ما کم نگردد سایهٔ مستی
که به صهبا به پیشانی سجودی نیست مینا را

ببزم وصل از شوق فضول ایمن نیم بیدل
مبادا ابرام تمهید تغافل گردد ایما را

بوی وصلت گر بپالاید دل ناکام را
صحن این کاشانه زیر سایه گیرد بام را

طائر آزادگی گر بال وحشت واکند
گردباد آئینه سازد حلقه‌های دام را

دیدن هنگامهٔ هستی شنیدن بیش نیست
وهم ما تا کی وصال خود دهد پیغام را

منعم از نقش نگین چون نی خیالی میکند
مفت حیرتها اگر سیراب سازد نام را

ساقیا چون موج می امشب پریشان دفترم
رشتهٔ شیرازهٔ ما ساز خط جام را

پختگی راهی ندارد بی‌نوائی صبر کن
آسمان سرسبز دارد میوه‌های خام را

تیره بختی نیز مفت اعتبار زندگیست
شمع صبح عالم اقبال داند شام را

موج دریا را بساحل همنشینی صحبت است
بیقراران بند منزل کرده‌اند آرام را

شعلهٔ ما دور گرد الفت خاکستر است
دوش وحشت برندارد جامهٔ احرام را

شوق میبالد بقدر کم نگاهیهای حسن
ورنه دام دلبری کو آهوان رام را

در چمن هم از گزند چشم بد ایمن مباش
پردهٔ زنبوریست اینجا دیدهٔ بادام را

چون خط پرگار بیدل منزل ما جاده شد
جستجوهای غرض آغاز کرد انجام را

نقش آشفته میدارد چو گل جمعیت ما را
پریشان مینویسد کلک موج احوال دریا را

درین وادی نمیباید گذشت از هرچه پیش آید
خوش آن رهرو که در دامان وی افکند فردا را

ز درد مطلب نایاب باید گریه سر کردن
تمنا آخر از خجلت عرق کرده‌ست سودا را

باین فرصت مشو شیرازه بند نسخهٔ هستی
سحر هم در عدم خواهد فراهم کرد اجزا را

گداز درد الفت فیض اکسیر دگر دارد
ز خون گشتن توان در دل گرفتن حجلهٔ عنقا را

بجای ناله میخیزد غبار از خاکسار انت
صدا گردیست یکسر ساغر نقش قدمها را

با آگاهی چه امکانست گردد جمع خودداری
که با هر موج میباید گذشت از خویش دریا را

درین گلشن چو گل یک پرزدن رخصت نمیباشد
مگر از رنگ یابی نسخهٔ بال افشانی ما را

فلک تکلیف جاهت گر کند لاف حماقت زن
که غیر از گاو نتواند کشیدن بار دنیا را

چرا مجنون ما را در پریشانی وطن نبود
که از چشم غزالان خانه بردوشست صحرا را

ز راکتهاست در آغوش مینا خانهٔ حیرت
مژه برهم مزن تا نشکنی رنگ تماشا را

سیه روزی فروغ تیره بختان بس بود بیدل
ز دود خویش باشد سرمه چشم داغ دلها را

از طلب تا چند ریزی آبروی کام را
یک سبق شاگرد استغنا کن این ابرام را

داغ بودن در خمار مطلب نایاب چند
پخته نتوان کرد در آتش آرزوی خام را

بگذر از موقع شناسی ورنه در عرض نیاز
پیش ز آروغ است نفرت آه بی هنگام را

میخراشد پیش پیش دل طپشهای نفس
وحشت از نخجیر هم پیش است اینجا دام را

دوری وصلت بقدر دستگاه جستجواست
قطع کن وهم خیال قاصد و پیغام را

حسن مطلق داشتم خود بینیم آئینه کرد
اینقدرها هم اثر بیهوده است اوهام را

چون غبار شیشهٔ ساعت تسلی دشمنیم
از مزاج خاک ما هم برده اند آرام را

زندگی تا کی هلاک کعبه و دیرت کند
به که از دوش افکنی این جامهٔ احرام را

از تغافل تا نگاه چشم خوبان فرق نیست
نشئه یکرنگست اینجا درد و صاف جام را

کی رود فکر مضرت از مزاج اهل کین
مار نتواند جدا از زهر دیدن کام را،

عرض مطلب دیگر و اظهار صنعت دیگر است
بیدل از آئینه نتوان یافت وضع جام را

بود سر مشق درس بیخودی باریک بینیها
ز مو انگشت حیرانی بلب دارند چینیها

مرا از ضعف پرواز است سیر آشیان ورنه
نفس گیرم چو بوی غنچه از خلوت گزینیها

نیاز من عروج نشئهٔ ناز دگر دارد
بسهو آورده ام بر آستانت از زمینیها

دل رم آرزو مشکل بود محبوس نومیدی
که سنگ اینجا شرر میگردد از وحشت کمینیها

نفس دزدیدنم شد باعث جمعیت خاطر
بدام افتاد صید مطلبم از دانه چینیها

غبار فقر رنگ سرکشی را میشود صیقل
سیاهی میبرد از شعله خاکستر نشینیها

بشوخی آمد از بیدستگاهی احتیاج من
درازی کرد دست آخر ز کوتاه آستینیها

خروش اهل جاه از خفت ادراک میباشد / تنکظرفیست یکسر علت فریاد چینیها

طریق دلربائی یک جهان نیرنگ میخواهد / بحسن محض نتوان پیش بردن نازنینیها

دوتا گشتیم در اندیشهٔ یکسجده پیشانی / براه دوست خاتم کرده مارا بی نگینیها

مگر از فکر عقبی باز گردم تا بخود آیم / که از خود سخت دور افتاده‌ام از دوربینیها

دم تیغ است بیدل راه باریک سخن سنجی / زبان خامه هم شق دارد از حرف آفرینیها

کی بود سیری ز ناز آن نرگس خودکام را / باده پیمائی گرانی نیست طبع جام را

من هلاک طرز اخلاقم چه خلق و کو عتاب / بوی گل آئینه دار است از لبت دشنام را

ضبط آداب وفا گر رنگ طپش خجلت دهد / چون پر طاوس در پرواز دارم دام را

نیست بی افشائی راز عاشقان پرواز رنگ / بال و پر باید شکستن طایر پیغام را

حلقهٔ زلف تو رونق از غبار دل گرفت / دود آه صید باشد سرمه چشم دام را

پیش چشمت جز شکست خود نمی‌بیند امان / گر زره جوهر شود بر استخوان بادام را

از کشاکشهای موج بحر ماهی فارغ است / ز انقلاب غم چه پروا مردم ناکام را

ای خسیس از ساز شهرت هم نوایت پست ماند / از نگین کنده خوش در گور کردی نام را

خاک هستی یکقلم در دامن دشت فناست / من ز روی خانه می‌یابم هوای بام را

دل ز عشقت آب چون شد نشئه می‌آید بجوش / احتیاج باده نبود رند خون آشام را

چون سپندم آرزو وحشت کمین آتش است / تا بدوش ناله بندم محمل آرام را

بسکه مخمور گرفتاریست بیدل صید من / جوش ساغر می‌شمارم حلقه‌های دام را

ای آرزوی مهر تو سیلاب کینه‌ها / برهم زن کدورت سنگ آبگینه‌ها

آتش پرست شعلهٔ اندیشه‌ات جگر / آئینه دار داغ هوای تو سینه‌ها

از حیرت صفای تو خون نیست میچکد / اشک روان سطر ز چشم سفینه‌ها

در کارگاه حکم تو بهر گداز سنگ / آتش برون دهد نفس آبگینه‌ها

آنجا که مهر عشق کند ذره پروری
چو نشد گل شرافت ذات از کمینها

تا پایهٔ قصر محبت نشان دهد
چو نصیح چاک دل بفلک پرده زینها

بیدل بخاکساری خود ناز می کند
ای در غبار دل ز خیالت دفینها

ای آئینهٔ حسن تمنای تو جانها
اوراق گلستان ثنای تو زبانها

در پردهٔ دل غیر خیالت چه توان یافت
جولانکدهٔ پرتو ماه اند کتانها

از شوق تمنای تو در سینهٔ صحرا
همچون دل بیتاب طپان ریگ روانها

بی زمزمهٔ حمد تو قانون جهان را
افسرده چو خون رگ تار است بیانها

آنجا که بود جلوه‌گه حسن کمالت
چون آئینه محو است یقینها و گمانها

از مرحمت عام تو در کوی اجابت
گمگشته اثرها بتکاپوی فغانها

با قوت تائید تو تحریک نسیمی
بر بحر کشد از شکن موج کمانها

در چارسوی دهر گذر کرد خیالت
لبریز شد از حیرت آئینه دکانها

بیتاب بصالست دل اما چه توان کرد
چشم است براهت گره رشتهٔ جانها

در سینهٔ بیدل نبود یکدل پرخون
بی داغ هوای تو درین لاله ستانها

نقاب عارض گل جوش کردهٔ مارا
تو جلوه دادی و مدهوش کردهٔ مارا

ز خود تهی شدگان گر نه از تو لبریزاند
دگر برای چه آغوش کردهٔ مارا

خراب میکدهٔ عالم خیال تو ایم
چه مشربی که قدح نوش کردهٔ مارا

ز تاب قطره همین جز محیط نتوان یافت
تو می تراوی اگر جوش کردهٔ مارا

نمود ذره طلسم حضور خورشید است
چه گفته نیست فراموش کردهٔ مارا

اگر بناله نه ارزیم رخصت آهی
به نیم شعله که خاموش کردهٔ مارا

برنگ آتش یاقوت و باد خاموشی
که حکم خون شده خاموش کردهٔ مارا

چه بار کلفتی ای زندگی که همچو حباب
تمام آبله بر دوش کردهٔ مارا

چو چشمِ چشمهٔ خورشید حیرتے داریم
تو ای مژه ز چه خس پوش کردهٔ ما را

نوائے پردهٔ خاکیم یک قلم بیدل
کجاست عبرت اگر گوش کردهٔ ما را

ای گردِ تگاپوی سراغِ تو نشانها
واماندهٔ اندیشهٔ راهِ تو گمانها

حیرت نگهِ شوخیِ حسنِ تو نظرها
خامش نفسِ عرضِ ثنای تو زبانها

در کنهِ تو آگاهی و غفلت همه معذور
دریا ز میان غافل و ساحل ز کرانها

عمریست که نه چرخ برنگِ گل تصویر
واکرده بخمیازهٔ بوی تو دهانها

آن کیست شود محرمِ اظهار و خفایت
آئینهٔ خولشند عیانها و نهانها

بر اوجِ عنایت نرسد هیچ کمندے
بیهوده رسن تابِ خیالند فغانها

آنجا که فنا نشهٔ اسرار تو دارد
پیمانه کشِ جوشِ بهارست خزانها

هر سبزه درین دشت شد انگشتِ شهادت
تا از گلِ خودرو بتو دادند نشانها

از شوقِ تمنای تو در سینهٔ صحرا
همچون دل بیتاب طپان ریگِ روانها

جز نالهِ ببازار تو دیگر چه فروشیم
اینست متاعِ جگر خسته دکانها

بیدل ره حمد از تو بصد مرحله دورست
خاموش که آوارهٔ وهم اند بیانها

ای موج زنِ بهار خیالت ز سینه ها
جوش پری نشسته برون ز آبگینه ها

جور تو پنبه کارِ گلستانِ داغِ دل
تیغت زبان دهِ دهنِ زخمِ سینه ها

سودائیِ تو با گهرِ تاجِ خسروان
جوید ز جوشِ آبلهٔ پا قرینه ها

از فضل و رحمتِ تو لبِ اشک میگزد
بر ناخنِ شکسته کلیدِ خزینه ها

در خرقهٔ نیازِ گدایانِ درگهت
نازد ز شوخیِ پرِ طاؤس پینه ها

نازک دلانِ باغِ تو چون شبنمِ سحر
بر روئے برگِ گل شکنند آبگینه ها

در قلزمِ خیالِ تو نتوان کنار جست
خلقے در آبِ آئینه دارد سفینه ها

دل را محبتِ تو همان خاکسار داشت
ویرانه را غنا نرسد از دفینه ها

چون بیدل آنکه مهر رخت دلنشین اوست
نقش نگین نمی‌شود دلش حرف کینه ها

ای داغ کمال تو عیانها و نهانها / معنی به نفس محو و عبارت بزبانها
خلقی بهوای طلب گوهر وصلت / بگسسته چو تار نفس موج عنانها
بس دیده که شد خاک و نشد محرم دیدار / آئینهٔ ما نیز غباریست ازانها
تا دم زند از خرمی گلشن صنعت / حسن از خط نوخیز برآورده زبانها
دریاد تو هوی زد و بر ساغر دل ریخت / درد نفس سوخته سرجوش فغانها
آنجا که سجود تو دهد بال خمیدن / چون تیر توان جست بپرواز کمانها
طوفان غبار عدمیم آب بقا کو / دریا بمیان محو شد از جوش کرانها
پیداست بمیدان ثنایت چه تتابد / دامن ز شق خامه شکستست بیانها
تا همچو شرر بال گشودم بهوایت / وسعت ز مکان کم شد و فرصت ز زمانها

بیدل نفس سوختهٔ ما چه فرو شد
حیرت همه جا تخته نمود است دکانها

جوش اشکیم و شکست آئینه دار است اینجا / رقص هستی همه دم شیشه سوار است اینجا
عرصهٔ شوخی ما گوشهٔ ناپیدائیست / هر که رو تافت ز آئینه دوچار است اینجا
عافیت چشم ز جمعیت اسباب مدار / هر قدر ساغر و میناست خمار است اینجا
بغرور من و ما کلفت دلها مپسند / ای جنون تار نفس آئینه زار است اینجا
نفی خود میکنم اثبات برون می آید / تا بکی رنگ توان باخت بهار است اینجا
هرچه آید به نظر آن طرفش موهوم است / روز و شب صورت پشت و رخ کار است اینجا
سایه ام با که دهم عرض سیه بختی خویش / روز هم آئینه دار شب تار است اینجا
دامن چیده درین دشت تنزه دارد / خاک صیاد گل از خون شکار است اینجا
عشق می داند و بس قدر گران جانی من / سنگ شیرازهٔ اجزای شرار است اینجا
چند بیدل بهوا دست و گریبان بودن / جیبت از کف ندهی، دامن یار است اینجا

جام امید نظرگاه خمار است اینجا
حلقهٔ دام تو خمیازه شکار است اینجا

بیشه‌ها غیر تماشای زبان کاری نیست
درخور باختن رنگ قمار است اینجا

عافیت میطلبی منتظر آفت باش
سر بالین طلبان تحفه‌دار است اینجا

فرصت برق و شرر با تو حسابی دارد
امتیاز یکه نفس در چه شمار است اینجا

چه جگرها که بنومیدی و حسرت بگداخت
فرصتی نیست وگرنه همه کار است اینجا

پردهٔ هستی موهوم اثرها دارد
که حبابیم و نفس آئینه‌دار است اینجا

انجمن در بغل و ما همه بیرون دریم
بحر چندانکه زند موج کنار است اینجا

عجز طاقت همه دم شاهد معدومی ماست
نفس سوخته یک شمع مزار است اینجا

سجده ام از عرق شرم رهی پیش نبرد
از قدم تا بجبین آبله‌زار است اینجا

بیدل اجزای جهان پیکر بی‌مثالی است
حیرت آئینه با خویش دوچار است اینجا

گداز گوهر دل بادهٔ نابست شبنم را
نم چشم تحیّر عالم آبست شبنم را

نگردد جمع نور آگهی با ظلمت غفلت
صفای دل نمک در پردهٔ خوابست شبنم را

بهر جا میروم در اشک نومیدی وطن دارم
ز چشم خود جهان بگذشت سیلابست شبنم را

نگردی غافل ای اشک نیاز از ترک خودداری
که بر دوش چکیدن سیر مهتابست شبنم را

تماشا نیست کم چشم هوس گر شرمناک افتد
حیا آئینهٔ گلهای سیرابست شبنم را

گل اشکم اگر منظور جانان شد عجب نبود
که رو در چشم خورشید جهانتابست شبنم را

خط خوبان کمند غفلت اهل نظر باشد
رگ گلهای این گلشن رگ خوابست شبنم را

فضولی میکنم در انتظار مهر تابانش
گرفتم پرده بردارد کجا تابست شبنم را

بوصل گلرخان نتوان کنار عافیت جستن
که در آغوش گل خون در جگر آبست شبنم را

ضعیفی تهمت چندین تعلق بست بر حالم
زپا افتادگی یکعالم آبست شبنم را

میخورد خون نفس این دل غم پیشهٔ ما
جوهر تیغ بود خار و خس بیشهٔ ما

بسکه چون شمع بغم نشو و نما یافته ایم
شعله زا موج طراوت ثمر دلریشهٔ ما

سختی دهر ز دست دل ما زنهار رسیت
آب شد طاقت سنگ از جگر شیشهٔ ما

قد خم گشته همان ناخن فرهاد غم است
سعی بیجاست بجز جان کنی از تیشهٔ ما

شغل رسوائی و دلسوزی احوال بلاست
نکهت زلف که پیچیده بر اندیشهٔ ما

چشم امید نداریم ز گشت دگران
دل ما دانهٔ ما نالهٔ ما ریشهٔ ما

خامشیها سبق مکتب بیتابی ماست
یکقلم نالهٔ ما بود نئی بیشهٔ ما

نشئهٔ مشرب یکرنگی از آن صاف تر است
که شود موج پری دردتهٔ شیشهٔ ما

بیدل از فطرت ما قصر معانیست بلند
پایه دارد سخن از کرسی اندیشهٔ ما

صورت وهمی بهستی متهم داریم ما
چون حباب آئینه بر دوش عدم داریم ما

محمل ما چون جرس جوش طپشهای دل است
شوق پندارد در هوا د زام داریم ما

آنقدر فرصت کمین قطع الفتها نه ایم
عمر صبحیم از نفس تیغ دو دم داریم ما

میتوان از پیکر ما کجهان محراب ریخت
همچو ابرو بر سر موقف خم داریم ما

دل متاعی نیست کز دستش توان انداختن
گر همه خون نقشبند مغتنم داریم ما

شوخ چشمی رنج استغنای ارباب حیاست
هر قدر نظاره میبالد دوم داریم ما

گر بخود سازد کسی سیر و سفر در کار نیست
اینکه هر سو میرویم از خویش رم داریم ما

رنگها دارد بهار عالم نیرنگ عشق
حسن اگر دارد هنر آئینه هم داریم ما

گر نباشد اشک خجلت هم تلافی میکند
بهر عذر چشم تر رنگ جبهه نم داریم ما

دیدهٔ حیران سراغ هرچه خواهی میدهد
خلقی از خود رفته و نقش قدم داریم ما

چند باید بود رحمت پرور بار امید
بیدل از سامان نومیدی چه کم داریم ما

نخل شمعیم که در شعله دود ریشهٔ ما
عافیت سوز بود سایهٔ اندیشهٔ ما

بسکه چون جوهر آئینه تماشا نظریم
میچکد خون تحیر ز رگ و ریشهٔ ما

یک نفس ساکن دامان خیالیم امروز
ورنه چون آب روانست همان پیشهٔ ما

گر به تسلیم وفا پا فشرد طاقت عجز
باده از خون رگ تاک کشد ریشهٔ ما

از گل راز بمرغان هوس نوبدهد
غنچهٔ خامشی گلشن اندیشهٔ ما

گرد صحرای ضعیفی گره دام وفاست
ناله دامن نفشاند ز نی بیشهٔ ما

باغ جان سختی ما سبزهٔ جوهر دارد
آب از جوی دم تیغ خورد ریشهٔ ما

نفس گرم بر آتش صفتان برق فناست
بیستون میشود آب از شرر تیشهٔ ما

دل گمگشته سراغی است ز کیفیت شوق
نشه بالد اگر از دست رود شیشهٔ ما

وادی عشق سموم دل گرمی دارد
تب شیر است اگر گرم کند بیشهٔ ما

نخل نظارهٔ شوقیم سراپا بیدل
همچو خط در چمن حسن دود ریشهٔ ما

ست جوبر آئینهٔ دل تابها
چون مژه سرگشته چشم سیاهت خوابها

عذر نیرنگ تعظیم خم ابروی کیست
حیرتست از قبله رو گرداندن محرابها

یست آشوب حوادث در بنای رنگ عجز
سایه را اجزا نسازد قوت سیلابها

سخت دشوار است ترک صحبت روشندلان
موج با این سعی نتواند گذشت از آبها

بستن چشمم شبستان خیال دیگر است
از چراغ گشته سامان کرده ام مهتابها

گر نفس زیر و زبر گردیده باشد دل است
بر ندارد تهمت خط نقطه از اعرابها

زلف او ناختیاری نیست در تسخیر دل
خود بخود در رشته می افتد گره از تابها

کج سرشتان را کشاکش دستگاه ابروست
موج در بحر کمان میخیزد از قلابها

فرش محمل هم بساط بوریای فقر نیست
چون صف مژگان گشاید محو گردد خوابها

ساغر سرگشتگی را نیست بیم احتساب
بی خلل باشد ز گردون گردش گردابها

بیدل از ما نیستی هم خجلت هستی نبرد
بر نمیدارد هوا گشتن تری از آبها

چون غنچه همان به که بدزدم نفس اینجا
تا نشکند افشاندن بالم قفس اینجا

از راه هوس چند دهی عرض محبّت
مکتوب نه بندند بهبال مگس اینجا

خواهی که شود منزل مقصود مقامت
از آبله پای طلب کن جرس اینجا

آن به که بدل محو کنی معنی بیداد
اظهار بخون میطپد از داد رس اینجا

بیهوده نباید چو شرر چشم گشودن
گرد عدم است آئینهٔ پیش و پس اینجا

در کوی ضعیفی که تواند قدم افشرد
اینجاست که دارد دهن شعله خس اینجا

با گردش چشمت چه توانکرد و گرنه
یکدل بدو عالم ندهد هیچکس اینجا

چون دل ندود در چمن زخم که بیدوست
کار دم شمشیر نماید نفس اینجا

چون نقش قدم قافلهٔ ماست زمینگیر
باشد ره خوابیده صدای جرس اینجا

در کوچهٔ الفت دل صاف آینه دار است
غیر از نفس خویش نگیرد عسس اینجا

سرمایهٔ هستیّ کسان عرض مثالی است
ای آئینه دیگر ننمائی هوس اینجا

بیدل نشود در رام کسی طائر وصلش
تا از دل صد چاک نباشد قفس اینجا

ای ز شوخیهای حسنت موج پیچ و تابها
حیرت اندر آئینه چون موج در گردابها

بیخراش زخم عشق اسرار دل معلوم نیست
خواندن این لفظ موقوفست بر اعرابها

صاحب تسلیم را هر کس تواضع میکند
گر کنی یک سجده پیدا میشود محرابها

فکر صید عشرت از قدّ دوتا جهلست جهل
موج چون ماهی نیفتد در خم قلّابها

رنجش روشن ضمیران لمعهٔ تیغ بلاست
موج میگردد نمودار از شکست آبها

دانهٔ دلرا شکست از آسیای چرخ نیست
سوده کی گردد گهر از گردش گردابها

گرد غفلت موج زد چندانکه وا کردیم چشم
همچو مخمل بود در بیداری ما خوابها

مدّ عابر باد رفت از آمد و رفت نفس
نغمه گم شد در غبار وحشت مضرابها

میدهد زخم دل از بیداد شمشیرت نشان
میتوان فهمید مضمون کتاب از بابها

گاه آهم میرباید گاه اشکم می برد
نقد من یکمشت خاک و اینهمه سیلابها

آنقدر بر یاس پیچیدم که امیدم نماند
پای تا سر یک گره شد رشته ام از تابها

کاروان عمر بیدل از نفس دارد سراغ
جنبش موجست گر در رفتن سیلابها

از نام اگر نگذری از ننگ برون آ
ای نکهت گل اندکی از رنگ برون آ

عالم همه در بال پری آئینه دار است
گو شیشه نمودار شو و سنگ برون آ

زین عرصهٔ نیرنگ مکش رنگ فسردن
گیرم همه تن صلح شوی جنگ برون آ

تا شهرت واماندگیت هرزه نباشد
یک آبله وار از قدم لنگ برون آ

آب رخ گلزار وفا وقف گداز است
خونی بجگر جمع کن و رنگ برون آ

تا شیشه ته سنگ نشسته است براهست
از خویش برون شو ز دل تنگ برون آ

یک لغزش پا دره تحقیق طلب کن
از زحمت چندین ره و فرسنگ برون آ

وحشتکدهٔ ما و منت گرد خرابیست
زین پرده چه گویم بچه آهنگ برون آ

اف [illegible] نیست باوهام تعلق
هرچند شرر نیستی از سنگ برون آ

در[illegible]انه خامش نفسان مصلحتی هست
ای صافی مطلب نفسی زنگ برون آ

زندانی اوهام تعلق نتوان بود
بیدل دلت از هرچه شود تنگ برون آ

بداغ حسرتم واسوخت آخر خود نمائیها
برآورد از دلم چون ناله اظهار رسائیها

غبار انگیز شهرت نیست وضع خاکسار من
خروشی داشتم گم کرده ام در سرمه سائیها

چو رنگم بسکه سرتاپا طلسم ساز خاموشی
شکستن هم نپرداز پیکر من بیصدائیها

درین وادی بتدبیر دگر نتوان زدن گامی
مگر نذر ز خود رفتن کنی بیدست و پائیها

مباش ای غنچه از اوراق گل مغرور جمعیت
که این پیوستگیها در بغل دارد جدائیها

تو از سر رشتهٔ تدبیر زاهد غافلی ورنه
ندارد فسق خلوتخانهٔ جز پارسائیها

کسی یارب مبادا فسردهٔ نیرنگ خودداری
شرارم سنگ شد از کلفت سنگ آزمائیها

اثر گم کرده آهنگم مپرس از عندلیب من
درین گلشن نفس میسوزم از آتش نوائیها

بدل گفتم کدامین شیوه دشوار است در عالم
نفس در خون طپید و گفت پاس آشنائیها

ز طوف آستانش تا نسیم سجده بردارم
برنگ سایه ام محمل بدوش جبهه سائیها

چه کلفتها که دل در بیخودی دارد نهان بیدل
بود آئینه را حیرت نقاب بی صفائیها

تا درین گلزار چون شبنم گذر داریم ما
بادهٔ در جام عیش از چشم تر داریم ما

سهل نبود در محیط دهر پاس اعتبار
آبروئی چون گهر همراه سر داریم ما

چون صدا هر چند در دام نفس وامانده ایم
از شکست خاطر خود بال و پر داریم ما

کی بسیل گفتگو بنیاد ما گیرد خلل
کوه تمکین خانهٔ از گوش کر داریم ما

کس بتیغ سرکشی با ما نمیگردد طرف
از زمین گیری چو نقش پا سپر داریم ما

شعلهٔ ما فال خاکستر زد و آسوده شد
ای هوس بگذر سری در زیر پر داریم ما

رنگ ما از خاکساری بر نمیدارد شکست
چون علم گردی ز دامان ظفر داریم ما

از گداز دل توان در کائنات آتش زدن
ساز چندین گلخنیم و یک شر یم ما

ناله را ای دل بباد غم مده کین رشته ایست
کز پی شیرازهٔ لخت جگر داریم ما

فتنها از دستگاه زندگی گل کرده است
از نفس صبح قیامت در نظر داریم ما

میرسیم آخر بهمان با نقش پای خویشتن
گر سراغ رنگهای رفته بر داریم ما

بیدل اندر جلوه گاه چین ابروی کسی
کشتی نظاره در موج خطر داریم ما

آئینهٔ چندین تب و تابست دل ما
چون داغ جنون شعله نقابست دل ما

عمریست که چون آینه در بزم خیالت
حیرت نگه یکمژه خوابست دل ما

ماییم و همین موج فریب نفسی چند
سرچشمه مگوئید سرابست دل ما

پیمانهٔ ما پر شود آندم که بنالیم
در بزم تو هم ظرف حبابست دل ما

آتش زن نظارهٔ بیتابی ما کن
جز سوختن آخر بچه بابست دل ما

لعل تو بحرف آمد و دادیم دل از دست
یعنی بسؤال تو جوابست دل ما

ما جرعه کش ساغر سرشار گدازیم
شبنم صفت از عالم آبست دل ما

تا چیست سرانجام شمار نفس آخر
عمریست که دریای حسابست دل ما

حسرت ثمر کوشش بیحاصل خویشیم
از بسکه نفس سوخت کبابست دل ما

باغی که بهارش همه شکست دل اوست
دشتی که غبارش همه آبست دل ما

با خاک ز جا بردهٔ سیلاب جنونیم
سرمایهٔ صد خانه خرابست دل ما

پیراهن ما کسوت عریانی دریاست
یک پرده تنک تر ز حبابست دل ما

در بزم خیالت که حیا جام بدست است
گر آب شود بادهٔ نابست دل ما

منظور بتان هر که شود حیرتش از ماست
یار آینه می بیند و آبست دل ما

تا آئینه باقی است همان عکس محالست
ای یاس خروشی که نقابست دل ما

تا چشم گشودیم بخویش آینه دیدیم
دریاب که تعبیر چه خوابست دل ما

ای آه اثر باخته آتش نفسی چند
خون شو که ز دست تو کبابست دل ما

ب نکشد خجلت محرومی دیدار
عمریست که آئینه خطابست دل ما

صد سنگ شد آئینه و صد قطره گهر بست
افسوس همان خانه خرابست دل ما

آئینه همان چشمهٔ طوفان خیالی است
بیدل چه توان کرد سرابست دل ما

بسکه از ساز ضعیفها خبر داریم ما
خشک میگردیم اگر یک ناله بر داریم ما

عاشقانرا صندل آسودگی درد سر است
تا بسر دردی نباشد درد سر داریم ما

از کمال ما چه می پرسی که مانند چنار
در خود آتش میزنیم از بس اثر داریم ما

هر قدر افسرده گردد شعله از خود میرود
در شکست بال پرواز دگر داریم ما

شش جهت آئینه دار شوخی اظهار اوست
نیست جز مژگان حجابی را که برداریم ما

هیچ آهی سر نزد کز ما گدازی گل نکرد
همچو دل پر آب گردیدن جگر داریم ما

ما و صبح از یک مقام احرام وحشت بسته ایم
از نفس غافل نخواهی بود پر داریم ما

انفعال از هستی ما بر ندارد مرگ هم
خاک اگر گردیم آبی در نظر داریم ما

رفع کلفت از مزاج تیره بختان مشکل است
همچو داغ لاله شام بی سحر داریم ما

سجدهٔ بالینم از سامان راحتها بس است / همچو اشک خود جبین در زیر سر داریم ما

بیدل از ما ناتوانان دعوی جرأت مخواه / کم زدن از هر چه گوئی بیشتر داریم ما

بسازگی نکشد عافیت دماغ مرا / مگر شکستن دل پر کند ایاغ مرا

زبرق یأس جگرسوز ناله داریم / که شعله نیز نبوسد لب ایاغ مرا

نشاط باده به مینای غنچه‌ها بود / شگفتگی همه خمیازه کرد باغ مرا

خمار شیشهٔ چرخ از نگونیش پیداست / چسان علاج کند کلفت دماغ مرا

در ابروی تو شکن پرور تغافل چند / مقام فتنه مکن گوشهٔ فراغ مرا

هزار رنگ ز بخت سیاه من گل کرد / زمانه شوخی طاوس داد زاغ مرا

چو میل سرمه نهادم بچشم خویش نگهان / ز حلقهٔ رم آهو طلب سراغ مرا

فسردگی مطلب از دلم که در ایجاد / به تیغ شعله بریدند ناف داغ مرا

مگر ز ناله تهی گشت سینه‌ام بیدل / که خامشی است سبق عندلیب باغ را

گر بجا مدار خیالت در دل آرد تیر را / هر بن مو چشم امیدی شود نخجیر را

یا در خسارت جبین فکر را آئینه ساخت / حرف زلفت کرد سنبل رشتهٔ تقریر را

بر نمیدارد عمارت خاک صحرای جنون / خواهی آبادم کنی برباد ده تعمیر را

سخت دشوار است پرواز شکست رنگ من / بشکن ای نقاش اینجا خامهٔ تصویر را

گر باین وجد است شور وحشت دیوانه‌ام / داغ حیرت میکند چون نقش پا زنجیر را

چون ره خوابیده زین خوابی که فیضش کم مباد / تا بمنزل برده‌ام سر رشتهٔ تعبیر را

تا کی از غفلت بقید جسم پردازد دلت / یک نفس برباد ده اینخاک دامنگیر را

موج خون من که آتش داغ گرمیهای اوست / میکند بال سمندر جوهر شمشیر را

صبح عشرتگاه هستی از شفق آبستن است / نیست جز خون گریه پالاید کسی این شیر را

دست از دنیا بدار و دامن آهی بگیر / تا بدانی همچو بیدل قدر دار و گیر را

خط جبین ماست هم آغوش نقش پا
دارد هجوم سجدهٔ ما جوش نقش پا

راه عدم بسعی نفس قطع می کنیم — افگنده ایم بار خود از دوش نقش پا
چون جاده ها براه رضا سر نهاده ایم — موج گلست بر سر ما جوش نقش پا
ماییم و آرزوی جبین سائی دری — افسر چه میکند سر مدهوش نقش پا
چشم اثر بدیده ز رفتار ما نشان — چون سایه ایم خواب فراموش نقش پا
هر سر که پخت دیگ خیال رعونتی — پوشیدش آسمان ته سرپوش نقش پا
مستانه میخرامی و ترسم که در رهت — با رنگ چهره ام ببرد هوش نقش پا
در هر قدم ز شوق خرام تو می کشد — خمیازهٔ فغان لب خاموش نقش پا
گاه خرام میچکد از پای نازکت — رنگ حنا بگرمی آغوش نقش پا
ست بنایم از خط تسلیم ریختند — یک جبهه سجده است بر دوش نقش پا

بیدل ز جوش آبله ام در ره طلب
گوهر فروش شد صدف گوش نقش پا

پاس کار خود بناشد صاحب تدبیر را — دست بر قید صد اشکل بود زنجیر را
نفع زین بازار نتوان بردبی جیب فریب — ایکه سود اندیشه سرمایه کن تزویر را
نیست آسان راه بر قصر اجابت یافتن — احتیاطی کن کمند نالهٔ شبگیر را
ساده دل از کبر دانش ترشروئی میکشد — جوهر اینجا چین ابرو میشود شمشیر را
بینوائی بین که در همراهی درس جنون — سرمه شد بخت سیاهم حلقهٔ زنجیر را
در بیابان تحیر نم ز چشم ما مخواه — بی نیاز از اشک میدان دیدهٔ تصویر را
وعظ مردم غفلت ما را قوی سرمایه کرد — خواب ما افسانه فهمید این همه تعبیر را
در محبت داغدار کوشش بیجا صلم — برق آه من نسوزد مگر تاثیر را
نقش هستی سرخط لوح خیالی بیش نیست — هم بچشم بسته باید خواند این تحریر را
نغمهٔ قانون وحدت بر تو ساز تنها کند — گر برنگ تار ساز از بم ندانی زیر را

راست بازان از حکم کج سرتابان چاره نیست
باکمان بیدل اطاعت لازم آمد تیر را

چو شمع یکمژه واکن ز پرده مست برون آ
بگیر پنبه ز مینا قدح بدست برون آ

هنوز هست خرابات بی نیاز حقیقت
تو خواه سبحه شمر خواه می پرست برون آ

قدت خمید و ز پیری دگر خطاست اقامت
ز خانهٔ که بنایش کند شکست برون آ

امید و یاس وجود و عدم غبار خیال است
از آنچه نیست مخور غم وز آنچه هست برون آ

مباش محو گمان خانهٔ فریب چو بیدل
خدنگ نازشکاری ز قید شست برون آ

نباشد یاد اسباب طرب وحشت گزینی را
شکست خاطرم بر طاق نسیان ماند چینی را

ز احسان جفا تمهید گردون نیستم ایمن
که افغان کرد اگر برداشت از آهم حزینی را

محبت پیشه از درد بیدردی تبرا کن
همین داغ است اگر زیبنده باشد دلنشینی را

حسد تا کی بغفلت چند اگر درد دلی داری
نیاز زاهدان بیخبر کن درد دینی را

درین گلشن چه لازم محو چندین رنگ و بو بودن
ز نام جلوهٔ آئینه کن حیرت گزینی را

شرر در سنگ برق خرمن مردم نمی گردد
غنیمت می شمر از زاهدان خلوتگزینی را

ورق گردانده است از کجنگهیها نسخهٔ گردون
مگر از چشمت آموزد کنون سحرآفرینی را

ز دل برگشته مژگانت تغافل بسته پیمانت
تبسم چیده دامانت سازم نازنینی را

خروش ناتوانی می تراود از شکست من
زبان سرمه آلوده است موی خویش چینی را

بکمتر سعی نقش از سنگ زایل میتوان کردن
ولیکن چاره نتوان ساختن نقش جبینی را

نشاط اینجا بهار اینجا بهشت اینجا نگار اینجا
تو گر خود غافلی صرف عدم کن دوربینی را

مجو تمکین عالی فطرت از دون همتان بیدل
ثبات رنگ آخر نیست گلهای زمینی را

تا بکی در پرده دارم آه بی تاثیر را
از وداع آرزو پر میدهم این تیر را

رنگ زرد ما عیار قدرت عشق است و بس
این طلا برنگ دارد جوهر اکسیر را

ما تحیر پیشگان را اضطراب دیگر است
پر زدن در رنگ باشد بسمل تصویر را

آسمان با آن کجی شمع بساط راستی است
حلقهٔ چشم کمان نظاره داند تیر را

نیست در بیداری هم هوم ما بیحاصلان
آنقدر خوابی که کس زحمت دهد تعبیر را

پوشش حال است بیدل ساز حفظ آبرو
بی نیامی میکند جوهر این شمشیر را

جولان ما فسرد بزنجیر خواب ما
وا مانده نیست حاصل تعبیر خواب ما

ممنون غفلتیم که بی منت طلب
ما را بما رساند شبگیر خواب ما

واماندگی ز سلسلهٔ ما نمیرود
چون جاده ایم یکسر و زنجیر خواب ما

نتوان بسعی آبله افسرده گی کشید
خشتی نچیده ایم بتعمیر خواب ما

اظهار غفلتی طلبم کار عقل نیست
نقاش عاجز است بتصویر خواب ما

بیدل اگر طلب هوس آهنگ منزلیست
ما و شکست پوشش و تعمیر خواب ما

ز لغت و گو نیاید صید مقصودی به بند ما
مگر از سعی خاموشی نفس گیرد کمند ما

اگر از خاک ره تا سایه فرقی میتوان کردن
چرا اینقدر نتوان یافت از پست و بلند ما

ز سیر برق تازان شرر جولان چه میپرسی
که بود از خود گذشتن اولین گام سمند ما

تو خواهی پرده رنگین ساز و خواهی چهره گلگون کن
بهر آتش که باشد سوختن دارد سپند ما

از آن چشم عتاب آلود ذوق زندگانی کو
غم با دام تلخی برد شیرینی ز قند ما

ز جوش باده میباید سراغ نشاو پرسیدن
همان نیرنگ بیچون نیست عرض چون و چند ما

اگر با صانع از مصنوع راهی میتوان بردن
چرا در بند نقش ما نباشد نقشبند ما

چو شمع از جیب خود رفتیم تا سر منزل داغی
تلاش نقش پائی داشت شبگیر بلند ما

شکار غیرتیم اما درین صحرای بیحاصل
حریف صید گیرائی نمیگردد کمند ما

نگردد هیچ کافر محو افسون غلط بینی
غبار خویش شد در جلوه گاهش نقشبند ما

جهان طوفان رنگ و دل همان مشتاق بیرنگی
چه سازد جلوه با آئینهٔ مشکل پسند ما

کمند نالهٔ داریم در گرد عدم بیدل
زخاکستر صدای رفته میجوید سپند ما

ای خیال قامتت آه ضعیفان را عصا
بر رخت نظاره ها را لغزش از جوش صفا

نشئهٔ صد خم شراب از چشم مستت غمزهٔ
خونبهای صد چمن از جلوه هایت یک ادا

همچو آئینه هزارت چشم حیران روبرو
همچو کاکل یکجهان جمع پریشان در قفا

تیغ مژگانت زآب ناز دامن میکشد
چشم مخمورت بخون تاکی می بندد حنا

ابروی مشکینت از بار تغافل گشته خم
مانده زلف سرگشت ز اندیشهٔ دلها دوتا

رنگ خالت سرمه در چشم تماشا می کشد
میدهد گرد خطت آئینهٔ دل را جلا

بسته بر بال اسیرت نامهٔ پرواز ناز
خفته در خون شهیدت جوش گلزار بقا

از صفای عارضت جان میچکد گاه عرق
وز شکست طره ات دل میدمد جای صدا

لعل خاموشت گر از موج تبسم دم زند
غنچه سازد در چمن پیراهن از خجلت قبا

از نگاهت نشئه ها بالیده هر مژگان زدن
وز خرامت فتنها جوشیده از هر نقش پا

هر کجا ذوق تماشایت براندازد نقاب
کیست گردد یکمژه برهم زدن صبر آزما

گر جمالت عام سازد رخصت نظاره را
مردمک از دیده ها پیش از نگه گیرد هوا

آخر از خود رفتنم راهی بفهمم یار برد
سوختم چندانکه با خوی تو گشتم آشنا

عمرها شد در هوایت بال عجزی میزنند
تا کجا پرواز گیرد بیدل از دست دعا

اگر گلشن زناز گردد قد بلند تو جلوه فرما
ز پیکر سرو موج خجلت شود نمایان چو می زمینا

ز چشم مست تو گر نیابد قبول کیفیت نگاهی
طپد ز مستی بروی آئینه نقش جوهر چو موج صهبا

نخواند طفل جنون مزاجم خطی ز پست و بلند هستی
شوم فلاطون ملک دانش اگر شناسم سر از کف پا

ز صفحه زار این دبستان ز نسخه رنگ این گلستان
نگشت نقش دگر نمایان مگر غباری ببال عنقا

بهیچ صورت ز دور گردون نصیب ما نیست سربلندی
ز بعد مردن مگر نسیمی غبار ما را برد ببالا

نه شام ما را سحر امیدی نه صبح ما را دم سفیدی
چو حاصل ماست ناامیدی غبار دنیا بفرق عقبی

رمیدی از نوید بی تامل گذشتی آخر بصد تغافل
اگر ندیدی طپیدن دل شنیدنی داشت ناله ما

باولین جلوه‌ات ز اظهار میدمید صبر و گداخت طاقت
کجاست آئینه تا بگیرد غبار حیرت ازین تماشا

بدرد پیمانهٔ نگاهت اگر زند لاف می فروشی
نفس برنگ کمند پیچد ز موج می در گلوی مینا

ببوی ریحان مشکباری بخویشتن پیچیده‌ام چو سنبل
ز هر رگ گل برنگ دامم چو صید طاوس رشته بر پا

بهر کجا ناز سر برآرد نیاز هم پا کمی ندارد
تو و خرامی و صد تغافل من و نگاهی و صد تمنا

ز عارض او دمید بیدل بهار خط نظر فریبی
بمعجز حسن گشت آخر رگ زمرد ز لعل پیدا

داغم از سودای خام غفلت وهم رسا
او سپهر و من کف خاک او حباب و من کجا

عجز ما گر در جناب سرفرازیها رسی است
اینقدر ها بس که در کویش رسد فریاد ما

نیست برق جانگدازی در تغافلهای یار
پیش ازین آتش مزن در خانهٔ آئینها

هر کرا الفت شهید چشم مخمور کسیست
نشتر انگیزد ز خاکش گرد تار رگ جدا

نیست در بنیاد آتشخانهٔ نیرنگ دهر
آنقدر خاکستری کائینه گیرد جلا

زندگی محمل کش وهم دو عالم آرزوست
می طپد در هر نفس صد کاروان بانگ درا

هر چه می بینیم طپش آمادهٔ صد جستجو است
زین بیابان نقش پا هم نیست بی آواز پا

آرزو خون گشتهٔ نیرنگ قطع ناز کیست
غمزه دارد دور باش و جلوه میگوید بیا

کی جز امید سدا از اهل حیا سرکش را
آب آئینه محال است کشد آتش را

بر زبان راست سوال از دو حرف خطا
خامهٔ ظاهر نکند سخن دلکش را

استخوانم نشود سد ره ناوک یار
شمع ناچار بخود کوچه دهد آتش را

کینه سازی المی نیست که زایل گردد — روز و شب سینه پر از تیر بود ترکش را
از چه پرواز بزرگی نفروشد زاهد — ریش بر تافته کم نیست بز اخفش را
بگذر از خرقه اگر صافی مشرب خواهی — از نمد میگذرانند می بیغش را
ناله کم نیست اگر گریه عنان کوته کرد — ابر از برق چه راهی بکند ابرش را
مژدهٔ باز کن از چاک کتان هستی — نتوان دید بچشم دگر آن مهوش را

دام ما گرم روان نیست تعلق بیدل
خار پا مانع جولان نشود آتش را

چو اشک آنکس که میچیند گل عیش از طپیدنها — بود لغزش اگر گوهر شود از آرمیدنها
زبس عام است در وحشت سرای دهر بیتابی — دل هر ذره دارد در قفس چندین طپیدنها
مجو آوازهٔ شهرت ز پرواز سبکروحان — صدای بال مرغ رنگ نبود در پریدنها
نگه در دیدهٔ حیران ما شوخی نمیداند — برنگ چشم شبنم درد این میناست دیدنها
دوتا کردیم آخر خویش را در خدمت پیری — رسانیدیم بار زندگانی با خمیدنها
ز رونق باز می ماند چو مینا شد ز می خالی — شکست رنگ ظاهر میشود در خون کشیدنها
مرا از پیچتاب گرد باد این نکته روشن شد — که در راه طلب معراج دامانست چیدنها
ز قطع الفت دلها حسود آسوده ننشیند — شود خمیازهٔ مقراض افزون در بریدنها
گداز درد نومیدی تماشای دگر دارد — برنگ اشک ناسورم نظر باز چکیدنها
حباب از موج هرگز صرفهٔ طاقت نمی بیند — زبال ما گره وا می کند آخر طپیدنها
ز هستی گر برون تازی عدم در پیش می آید — درین وادی مقامی نیست غیر از نارسیدنها

مجو از طفل خویان فطرت آزادگان بیدل
بپرواز خطر کی می رسد اشک از دویدنها

چو سایه چند بهر خاک جبهه سودنها — که زنگ بخت نگردد کم از زدودنها
غبار غفلت روشندلی نگردد جمع — کجاست دیدهٔ آئینه را غنودنها
دمی که جلوه ادا فهم مدعا باشد — کشودن مژده هم مفت لب کشودنها

مخواه ز آئینهٔ حسن رفع جوهر خط ‌‌ ‌ که بیش میشود این زنگ از زدودنها
گر آبرو بود از حادثات کاهش نیست ‌ ‌ زیان نمیرسد الماس را ز سودنها
کجاست عشرت اندوختن براحت مرگ ‌ ‌ مجو چو کاشتن آسائی از درودنها
مباش هرزه نوای بساط کج فهمان ‌ ‌ که ترسم آفت نفرین کند ستودنها
تغافل از بد و نیک اعتبار اهل حیاست ‌ ‌ که سرخ روئی چشم آورد غنودنها
چو ماه نو مشو از آفت کمال ایمن ‌ ‌ همان بکاستنت می برد فزودنها
فریب فرصت هستی مخور که همچو شرار ‌ ‌ نهفتنی است اگر هست وانمودنها
درین محیط که نقد فسوس گوهر اوست ‌ ‌ کفی پر آبله کن چون صدف ز سودنها
سراغ جیب سلامت نمیتوان دریافت ‌ ‌ مگر ز کسوت بیرنگ هیچ بودنها
زامتحان محبت در آتشم همه عمر ‌ ‌ چو عود سوختن ماست آزمودنها

گره گشای سخن در سخن بود بیدل
بناخنی نفتد کار لب گشودنها

چو شمع از خجالت ره نوردنا رسیدنها ‌ ‌ بجای نقش پا در پیش پا دارم چکیدنها
زرنگ تخم شررصد کشت عبرت کرده ام حرمن ‌ ‌ درین مزرع درودن میدمد پیش از دمیدنها
گلستان جنون را آن نهال شوق در بارم ‌ ‌ که چون آهم برون می آرد از خود قد کشیدنها
در آن وادی که طاقتها بعرض امتحان آید ‌ ‌ نگاه ما ز خود رفتن سر شک ما دویدنها
چه دست و پا تواند زد کسی در بند جسمانی ‌ ‌ ندارد این نفس بیش از نفس واری طپیدنها
بسر بردیم در شغل تأسف مدت هستی ‌ ‌ رهی کردیم چون مقراض قطع از لب گزیدنها
دیم از ساز هستی دست در فتراک بیتابی ‌ ‌ نفس ما را برنگ صبح شد دام رمیدنها
زنیرنگ نفس پردازی الفت چه میپرسی ‌ ‌ تو در آغوشی و من گشته ام از دور دیدنها
زاوج اعتبار آواره کرد از وادی فقرم ‌ ‌ نباشد دامن کوتاه من مغرور چیدنها
گردی محرم راز محبت بی شکست دل ‌ ‌ که چون گل خواندن این نامه میباشد دریدنها
از حسرت صبح بناگوش تو میگریم ‌ ‌ که در مهتاب دارد ریشه از شبنم چکیدنها

درین گلشن که رنگش ریخته‌اند از گفتگو بیدل
شنیدنها است دیدنها و دیدنها شنیدنها

گر کنم با این سر پرشور بالین سنگ را — از شرر پرواز خواهد کرد تمکین سنگ را
من به رونارسائیها چسان دزدم نفس — میکند بیدست و پائی ناله تلقین سنگ را
از حسد رنگش گداز دل توان دید آشکار — گر شود دامن بخون لعل رنگین سنگ را
چون صدا هر کس برنگی میرود زین کوهسار — آتشم فهمید آخر خانهٔ زین سنگ را
از شکست ما صدای شکوه نتوان یافتن — شیشه اینجا میگشاید لب بتحسین سنگ را
دیدهٔ بیدار را بخت گران زیبنده نیست — ای شرر تا چند خواهی کرد بالین سنگ را
ساز این کهسار غیر از ناله آهنگی نداشت — آرمیدن آنقدرها کرد سنگین سنگ را
صافی دل مفت عیش است از حسد پرهیز کن — هوش اگر جامت دهد بر شیشه بگزین سنگ را
فیض سودا مشربان از بسکه عام افتاده است — همچو مجنون میکند دامان گلچین سنگ را
ظالم از ساز حسد بیدستگاه عیش نیست — از شرر دایم چراغان در دلست این سنگ را
تا نفس دارد تردد جسم را سرگشتگی است — تا نیاساید فلاخن نیست تسکین سنگ را
گر همه بر خاک پیچد عشق حسن آرد برون — کوشش فرهاد آخر کرد شیرین سنگ را
عافیتها نیست غیر از پردهٔ ساز شکست — شیشه می‌بیند نگاه عافیت بین سنگ را

خواب غفلت میشود پا در رکاب از موج اشک
درمیان آب بیدل هست تمکین سنگ را

فلک سرگشتگی چند از خمار آرمیدنها — نمیبایست از خاک اینقدر دامن کشیدنها
محو رای شمع از هستی فریب محفل آرائی — که یک گردن نمی‌ارزد بچندین سر بریدنها
همان بهتر که عرض ریشه در خاک عدم باشد — برنگ صبح برق حاصلست ایجاد میدنها
بساز محفل نیرنگ هستی سخت حیرانم — که نبض ناله خاموشیست دل مست شنیدنها
شبی در بیخودی نظارهٔ آن بیوفا کردم — کنون چشمم چو شمع کشته داغ است از ندیدنها
مقام وصل نایابست را سعی ناپیدا — چه میکردیم یارب گر نبودی نارس

کف خاک هوا افسرده‌ای نخجیر سرمشقی — بگردون چند چون صحبت برد بر خویش چیدنها
چو اشکم ناتوانی رخصت جرات نمی‌بخشد — مگر از لغزش پا بندم احرام دویدنها
سرشکم داشت از شوق گداز آلوده تحریری — ببال موج بستم نامه در خون طپیدنها
شرارم شعله‌ام زنگم گدا این طایرم یارب — که میخواند شکست بالم افسون پریدنها
زشرم نرگس مخمور او چندان عرق کردم — که سر تا پای من میخانه شد از شیشه چیدنها

زاحوال دل غمدیدهٔ بیدل چه میپرسی
که هست این قطره خون چون غنچه محروم از چکیدنها

ای ز چشم می‌پرستت موج می در جامها — حلقهٔ زلف گره‌گیرت بگوش دامها
در تبسم کم نشد زهر عتاب از نرگست — کی بشهد قند ریزد تلخی بادامها
دامنت نایاب و من بیتاب عرض اضطراب — خواهد از خاکم غبار انگیخت این ابرامها
صید محرومی چو من در مرغزار دهر نیست — رهزن آغاز من شد کلفت انجامها
بسکه بنیادم ز آشوب جنون جز وهم نیست — میتوان از آستانم ریخت رنگ بامها
از بلای عافیت هم اینقدر ایمن مباش — آب گوهر طعمهٔ خاکست از آرامها
پیچتاب شعلهٔ دل نامهٔ پیچیده است — میفرستم از نفس سوی عدم پیغامها
این شبستان جز غبار دیدهٔ بیتاب نیست — جمع شد دود چراغ و ریخت رنگ شامها

بیجمالش بسکه بیدل بزم ما را نور نیست
ناخنه از موج می آورد چشم جامها

عبث تعلیم آگاهی مکن افسرده طبعان را — که بینائی چو چشم از سرمه ممکن نیست مژگان را
بغیر از باد پیمائی چه دارد پنجهٔ منعم — ز وصل زر همان یکحسرت آغوشست میزان را
بهر جا عافیت رو داد نادان در تلاش افتد — دویدن ریشهٔ گلهای آزادیست طفلان را
حسد را ریشه نتوان یافت جز در طینت ظالم — سر دنباله دایم در دل تیر است پیکان را
درشتان را ملایم طینتیها می خجل دارد — زبان از نرم گوئی سرنگون افکند دندان را
اگر سوز و نفس از شور محشر باج میگیرد — خموشیهای این نی در گره دارد نیستان را

کتاب پیکرم از موج می شیرازه میخواهد
نم آبی فراهم میکند خاک پریشانرا

فغان کین نوخطان ساده لوح از مشق بیتابی
بآب تیغ میشویند خط عنبر افشانرا

دگر کو تحفهٔ تا گلرخان فهمند مقدارش
ز نقش پا بخاک افکنده اند آئینهٔ جانرا

چو بوی گل لباس راحت ما نیست عریانی
مگر در خواب بیند پای مجنون وصل دامانرا

به بیسامانیم وقتست اگر شور جنون گرید
اگر دستی کنم پیدا نمییابم گریبانرا

بچشم خونفشان بیدل توان بحر گهر ریزی
که لاف آبرو چیست گداز ابر نیسانرا

گفتگو صد رنگ ناکامی دماند از کامها
وصل هم موهوم ماند از شبهٔ پیغامها

غیر دیر و کعبه هم صد جا تمنا می کند
زندگی یک جامه وار دارد اینهمه احرامها

ریشهٔ نشو و نما از دانهٔ ما گل نکرد
ماند چون حرف خموشی در طلسم کامها

قطرهٔ ما تا کجا سامان خودداری کند
بحر هم از موج اینجا می شمارد گامها

گل کند گر وحشت درد سر فرماندهی
چون شرر از سنگ ریزد زین نگینها نامها

چون باگاهی فتد کار اهل دنیا ناقصند
ورنه در تدبیر غفلت پخته اند این خامهای

لاله و گل بس که لبریزند از صهبای رنگ
در شکستن هم صدائی سر نزد زین جامها

از طپش آواره های ریشهٔ جرات مباش
در زمین ناتوانی گشته اند آرامها

بیدل از آئینه زنگار فرسودم مپرس
داشتم صبحی که غارت کرد رنگ شامها

هوس مشتاق رسوائی مکن سودای پنهانرا
بروی خندهٔ مردم مکش چاک گریبانرا

ز برق ناله آتش در نهاد رنگ بو افکن
چو شبنم آبروئی نیست اینجا چشم گریانرا

درین محفل نظر واکردنم چون شمع می سوزد
تبسم در نمک خوابانده این زخم نمایانرا

کفی افشانده ام چون صبح لیک از رنگ بیکاری
بوحشت دسته می بندم شکست رنگ امکانرا

بعرض ناز معشوقی کشید از گریه کار من
سرشک آخر سر انگشت حنائی کرد مژگانرا

نقاب از آدمن بردار و چاک دل تماشا کن
حجابی نیست جز گرد نفسها صبح عریانرا

له از نشان هستی ما بسکه نامی بیش نیست * صید ما حکم صدا دارد بگوش دامها

غباری دیدهٔ دیگر ز حال ما چه میپرسی
شکست آئینه پرداز است رنگ ناتوانانرا

ز محو جلوه ات شوخی سر موئی نمی بالد
نگه در جوهر آئینه خون شد چشم حیرانرا

ز گرد رنگ این گلشن نبود امکان بر جستن
برنگ صبح آخر بر خود افشاندیم دامانرا

ز بیتابی است بر خار تعلق دامن افشاندن
نگاه آن به که بردارد ز راه خویش مژگانرا

درین گلشن باین تنگی نباید غنچه گردیدن
چو گل یکچاک دل واشو بدامن کش گریبانرا

مجو از هرزه طبعان جوهر پاس نفس بیدل
که حفظ بوی خود مشکل بود گلهای خندانرا

پیش آن چشم سخنگو موج می در جامها
چون زبان خامشان پیچیده سر در کامها

رنگ خوبی را ز چشم او ثبات دیگر است
روغن تصویر دارد حسن ازین بادامها

موج دریا را طپیدن رقص عیش رنگ نیست
بسمل او را به بی آرامیست آرامها

از مذاق ما اگر غافل نباشد کام شوق
میتوان صد بوسه لذت برد از دشنامها

چون خط پرگار اگر مقصد دلیل عجز نیست
پای آغاز از چه می بوسد لب انجامها

از گرفتاری ما با عشق زیب دیگر است
بال مرغان میشود مژگان چشم دامها

شهرهٔ عالم شدن مشکل بود بی دردسر
روز و شب چین بر جبین دارد نگین از نامها

سخت دشوار است قطع راه تسلیم عدم
همچو یک عمر باید از نفس زد گامها

مقصد وحشت خرامان نفس فهمیده نیست
بی سراغی میستیند این بوی گل اجزاها

نشئهٔ عیشی که دارد این چمن خمیازه ایست
بر پر طاوس می بندم برات جامها

هیچکس در عالم اقبال فارغ بال نیست
رخش نتوان تاختن بیدل ز پشت بامها

شدی پیر و همان در بند غفلت میکنی جانرا
بپشت خم کشی تا کی چو گردون بار امکانرا

ریاضت غره دارد زاهد ار لیک ازین غافل
که از خود گر تهی گشتند پر کردند همیانرا

بود ساز تجرد لازم قطع تعلقها
که می آرد بعرض بی نیامی تیغ عریانرا

مروت گر دلیل همت اهل کرم باشد
چرا بر خاک ریزند آبروی ابر نیسانرا

جهان از شور دلها نالهٔ زنجیر خواهد شد
میفشان بی تکلف دامن زلف پریشان را

بذوق کامرانیهای عیش آباد رسوائی
زشادی لب نمی آید بهم چاک گریبان را

دل از سطر نفس یکسر پیام جبهه میخواند
دبیر ناز بر مکتوب ما ننوشت عنوان را

مروت کیشی الفت وفا مشتاق بود اما
غرور حسن رنگ ما تصور کرد پیمان را

بمضراب نفس آهنگ اسرارم نمی بالد
بریدنهای چشمم پای نگرفته است مژگان را

بجز تسلیم ساز جرأت دیگر نمی بینم
خمیدن میکشد بیدل کمان ناتوانان را

داغ شوقم نیست الفت با تن آسانی مرا
پیچ و تاب شعله باشد نقش پیشانی مرا

بی سبب در پردهٔ او نام تلافی میکشم
شد نفس آخر لب انگشت حیرانی مرا

از نفس بر خویش می پیچد بنای غنچه ام
نیست غیر از لب گشودن سیل ویرانی مرا

خلعت خونین دلان تشریف دردی بیش نیست
بس بود چون غنچه ام زخم گریبانی مرا

راز دار بینوا معنی کوس شهرت بوده است
چون حیا از پوشش عیب است عریانی مرا

پر سبکروحم ز فکر سخت جانی فارغم
چون شرر در سنگ نتوان کرد زندانی مرا

گرد بیتاب از طواف دامنی محروم نیست
زد بصحرای جنون آخر پریشانی مرا

میروم از خویش در اندیشهٔ باز آمدن
همچو عمر رفته یارب بر نگردانی مرا

همچو موجم سودن دست ندامت کار کرد
بعد ازینم کاوشش بگذارد پشیمانی مرا

غیر الفت بر نتابد صافی آئینه ام
میکند تا خار و خس در دیده مژگانی مرا

این چمن یارب بخون غلطیدهٔ مژگان کیست
کرد حیرانی چو شبنم چشم قربانی مرا

جلوه مشتاقم بهشت و دوزخی در کار نیست
میروم از خویش در هر جا که میخوانی مرا

چون شرارم ساز پیدائی حیا ارشاد کرد
یعنی از خود چشم پوشانید عریانی مرا

میرود از موج بر باد فنا نقش حباب
تیغ خونخوار است بیدل چین پیشانی مرا

چو تخم اشک بکلفت سرشته اند مرا
بنا امیدی جاوید کشته اند مرا

طلسم حیرتم و یکنفس قرارم نیست　باب آیینهٔ دل سرشته اند مرا
بفرصت نگهی آخر است تحصیلم　برات رنگم و برگل نوشته اند مرا
کجا روم که شوم ایمن از لب غماز　بعالم آدمیانم فرشته اند مرا
چگونه تخم شرارم بریشه دل بندد　که هم بعالم پرواز کشته اند مرا
فلک شکار کمندیست سرنگونی من　ندانم از خم زلف که هشته اند مرا
طپیدن نفسم بار کسوت شوقم　که در هوای تو بیتاب رشته اند مرا
ز آه بی اثرم داغ خامکاری خویش　باتشی که ندارم سرشته اند مرا

چو چشم بسته معمای راحتم بیدل
بلغزشی نی مژگان سرشته اند مرا

دام یکعالم تحیر گشت حیرانی مرا　عاقبت کرد این دیدِ واکرده زندانی مرا
محو شوقم بوی صبح انتظاری برده ام　سرو وای حیرت همان در چشم قربانی مرا
جوش زخم سینه ام کیفیت چاک دلم　خرمی هفت نوای گل گر بخندانی مرا
ای ادب ساز خموشی نیز بی آهنگ نیست　همچو مژگان ساز موسیقار حیرانی مرا
مد عمرم یکقلم چون شمع در وحشت گذشت　آشیان هم بر نیاورد از پرافشانی مرا
عجز هم چون سایه اوج اعتباری داشتست　گرد فرش آستانت نقش پیشانی مرا
پردهٔ ساز جنونم خامشی آهنگ نیست　ناله میکردم بهرنگی که گردانی مرا
ناله داری هم ز جیب دل برون آورده ام　شعلهٔ شوقم مباد ای یاس بنشانی مرا
احتیاج خودشناسی جوهر آئینه است　من اگر خود را نمیدانم تو میدانی مرا

بیدل افسون جنون شد صیقل آئینه ام
آب داد آخر برنگ اشک عریانی مرا

جلوهٔ او داد فرمان نگاه آئینه را　ناله کرد آخر بروی همچو ماه آئینه را
منع پرواز خیالت در کف تسلیم نیست　تا کجا جوهر نهد بر دیده گاه آئینه را
از شکست رنگ عجز اندود خود غافل مباش　بشکنند تمثال تا طرف کلاه آئینه را

بسکه ما آزادگان از تعلق وحشت است
عکس ما چون آب داند قعر چاه آئینه را

امتیاز جلوه از ما حیرت آغوشان مخواه
دور گرد دیده میباشد نگاه آئینه را

فرش نادانیست هر جا آبرنگ عشرتیست
ساده‌لوحی داد عرض دستگاه آئینه را

گفتگو سیل بنای ساده‌لوحی میشود
امتحانی میتوان کردن بآه آئینه را

عرض هستی بر دل روشن غبار ماتم است
از نفسها خانه میگردد سیاه آئینه را

اینزمان ارباب جوهر دام تزویرند و بس
میتوان دانست آب زیرکاه آئینه را

با صفای دل چه لازم اینقدر پرداختن
جلوه بی‌رنگست اینجا نیست راه آئینه را

جز بجیب دل سراغ امن نتوان یافتن
چون نفس از هرزه‌گوئی کن تباه آئینه را

بیدل اندر جلوه‌گاه حسن طاقت سوز داشت
جوهر حیرت زبان عذرخواه آئینه را

عمریست شعله تازی اشک روان ما
گوگرد حیرتی که بگیرد عنان ما

شمشیر آب دادهٔ رنگ ملامتیم
باشد درشت گوئی مردم فسان ما

ما را نظر بفیض نسیم بهار نیست
اشکی است شبنم گل رنگ خزان ما

این رشته تا بحشر نبیند کوتهی
شمعی است در گرفتن نامت زبان ما

چشم تری بگوشهٔ دل واخریده‌ایم
شبنم صفت زغنچه بستست آشیان ما

شمع از حدیث شعله نبرداشت صرفهٔ
آتش مزن بخویش و مشو ترجمان ما

لخت جگر بدیدهٔ ما رنگ اشک ریخت
یاقوت آب گشته طلب کن زکان ما

از درد نارسائی پرواز ما مپرس
چون نی گره شده است بصد جا فغان ما

در شعله‌زار داغ هوا نیز آتش است
ای باد صبح مگذری از بوستان ما

از رنگ رفته گرد سراغی ندیدنیست
پی تاخته چو وحشت خون روان ما

صبح نفس متاع جهان نداشتیم
تاچیده رفته است بغارت دکان ما

بیدل ره دیار فنا بسکه روشن است
چون شمع چشم بسته رود کاروان ما

نبود بغیر نام تو ذکر زبان ما ... یکحرف بیش نیست زبان در دهان ما
چون شمع دم ز شعلهٔ شوق تو میزنیم ... خالی مباد زین تب گرم استخوان ما
عرض فنای ما نبود جز بنای رنگ ... چون شعله برگ ریز ندارد خزان ما
گرد رمی بروی شراری نشسته ایم ... ای صبر بیش ازین نکنی امتحان ما
از برگ و ساز قافلهٔ بیخودان مپرس ... بی ناله میرود جرس کاروان ما
میخواست دل ز شکوهٔ خوی تو دم زند ... دود سپند گشت سخن در دهان ما
تا معنی مسلسل زلف تو خوانده ایم ... مشکل که مرگ قطع کند داستان ما
چون سیل بیخودانه سوی بحر میرویم ... آگه نئیم و سست که دارد عنان ما

مارا عجوز دهر دوتا کرد از فریب
زه شد بتار چرخ ز سستی کمان ما

عیش داند دل سرگشته پریشانی را ... ناخدا باد بود کشتی طوفانی را
اشک در غمکدهٔ دیده ندارد قیمت ... در بن چاه مدار این مه کنعانی را
باریابی چو بخاک در صاحب نظران ... چین دامان ادب کن خط پیشانی را
زیر گردون نتوان غیر کسافت اندوخت ... ناخن و موست رسا مردم زندانی را
لاف آزادگی اهل فنا زیباست ... دامن چیده چه لازم تن عریانی را
جاهل از جمع کتب صاحب معنی نشود ... نسبتی نیست بشیرازه سخندانی را
نتوان یافت از آن طرهٔ شبرنگ سراغ ... مگر آئینه کنی دیدهٔ قربانی را
عشق نبود بعمارتگری عقل شریک ... سیل از کف ندهد دامن ویرانی را

بازگشتی نبود پای طلب را بیدل
سیل ما نشنود آواز پشیمانی را

نمود هستی بی اثر چه نقاب شق کنم از حیا ... تو بمن نظری کنی دمی که مگر عرق کنم از حیا
اگرم دهد خط امتحان هوس کتاب نه آسمان ... مژه برهم آورم از این ورق آن همه یکورق کنم از حیا
چکنم ز شوخی طبع دون قدحی نزد عرقم بخون ... که بهوسم آن لب لعلگون سحری شفق کنم از حیا

ز تخیلی که براه دین غم باطلم شده دلنشین
بمن این گمان نبرد یقین که خیال حق کنم ازحیا

چو ز خاک لاله برون زند قدح شکسته بخون زند
بهوسی اگر بجنون زند بهمین نسق کنم ازحیا

ز کمالم آنچه بهم رسد نه ز لوح و نی ز قلم رسد
خط نقش پا برقم رسد که منش سبق کنم ازحیا

بامید وصل تو نازنین همه را نیاز دل است و دین
من و بیدل و عرق جبین که چه در طبق کنم ازحیا

ستم است اگر هوست کشد که بسیر سرو و چمن درآ
تو ز غنچه کم ندمیده‌ٔ در دل گشا بچمن درآ

چو هوا ز هستی مبهمی بتأملی زده‌ام خمی
گره حقیقت شبنمی بشکاف و در دل من درآ

نفست اگر نفسون دمد بتعلق هوس حسد
زه دامن تو که میکشد که بعالم تو و من درآ

هوس تو نیک و بد تو شد نفس تو دام دد تو شد
که باین جنون بلد تو شد که درین رباط کهن درآ

پی نافهای رمیده بو مپسند زحمت جستجو
بخیال حلقهٔ زلف او گرهی خور و بختن درآ

غم انتظار تو برده‌ام بره خیال تو مرده‌ام
قدمی بپرسش من گشا نفسی چو جان ببدن درآ

چه کشی ز کوشش عاریت الم شهادت بیدیت
ببهشت عالم عافیت در جستجو بشکن درآ

ز سروش عالم کبریا همه وقت میرسد این ندا
که بخلوت ادب و وفا ز در برون نشدن درآ

نه هوای اوج پستیت نه خروش عقل بهیمیت
چو سحر چه حاصل هستیت نفسی شو و بسخن درآ

بکدام آینه مایلی که ز فرصت اینهمه غافلی
تو نگاه دیدهٔ بسملی مژه واکن و بکفن درآ

بدر ای بیدل ازین قفس اگر انطرف کشدت هوس
تو بغربت اینهمه خوش نه‌ٔ که بگومیت بوطن درآ

ردیف الباء

بسکه دارد برق تیغت در گذشتنها شتاب
رنگ نخجیر تو میگردد ز پهلوی کباب

یار اگر افسون نخواند مانع آنجلوه کیست
در بنای وهم غیر آتش زن و در خود بتاب

هستی ما پردهٔ ساز تعلقهای اوست
سایهٔ مژگان بود هر جامه پوشد آفتاب

در عدم بیکاری ما شغل هستی بیش نیست
صنعت او نام کشتی راند در موج سراب

از گداز من عیار عشق میباید گرفت
از جبین دارد عرق تا چشمهٔ خورشید آب

رفته از خود آنقدر کانجلوه استقبال کرد
گردش رنگم فکند آخر ز روی او نقاب

زندگی در قدر جمعیت نفهمیدن گذشت
ای شعورت دور باش عافیت تلخی بخواب

آه از آن روزیکه عرض مدعا سایل شود
بیصدا زین کوهسارم سنگ می آید جواب

در طلسم حیرت این تحریک دام بسته نیست
موج هم دارد گره بر بال پرواز حباب

حسن و عشقی نیست زینجا تا چه بردارد کسی
خانهٔ لیلی سیاه و وادی مجنون خراب

عالم معنی شدیم و داغ جهل از ما نرفت
کرد بیدل علمهای بی عمل ما را خراب

فال تسلیم زن و شوکت شاهی دریاب
گردنی خم کن و معراج کلاهی دریاب

یوسفی کن گرت اسباب مسیحائی نیست
بفلک گر نرسیدی بن چاهی دریاب

نامرادی صدف گوهر اقبال رساست
غوطه در جیب گدائی زن و شاهی دریاب

چه وجود و چه عدم بست و گشاد مژه ایست
چون شرر هر دو جهان انگاهی دریاب

سیل بنیاد دو عالم شدی ای آتش عشق
ما گیاهیم و ز ما هم پرکاهی دریاب

خلوت عافیت شمع گداز است اینجا
پی خاکستر خود گیر و گیاهی دریاب

دامن دیده بهر سرمه میالا بیدل
انتظاری شو و گرد سر راهی دریاب

بگو میت بخطا ساز یا صواب طلب
کمین گر است ز خود رفتنت شتاب طلب

اگر حقیقت انجام در نظر داری
بهر کجا گهرت میرسد حباب طلب

نیاز و ناز همان درد و صاف یک صدفند
چو پای او سر ما هم از آن رکاب طلب

تو قاصد هوسی از عدم بسوی وجود
حقیقت نفست خوانده شد حساب طلب

برفع کلفت هر آفتی است تدبیری
گر آتشی بدل افتد ز دیده آب طلب

جهان ز خویش تهی گشت تا تو بالیدی
بقدر نه فلک از صفر خود حساب طلب

ز جنبش مژه درس اشارتت اینست
که هرزه است نگه اندگی حجاب طلب

بهار می شنوی سیر رنگ کن بیدل
ز جلوه آنچه طمع داری از نقاب طلب

سایه انداز د اگر بخت سیاه من در آب
فلس ماهی دیدهٔ آهو کند خرمن در آب

کی توانم در دل سنگین خوبان جا کنم
من که نتوانم فرو بردن سر سوزن در آب

گر جبین نازد عرق از هرزه تازیهای من
نسخهٔ ما را خجالت خواهد افکندن در آب

ظاهر و باطن بعرض گرد یکدیگر کم است
آب در گلشن نمایان است چون گلشن در آب

صحبت روآشنایان سر بسر آلودگیست
آینه از عکس مردم میکشد دامن در آب

بوالهوس از نشاء می میشود طاوس مست
میکند ایجاد رنگ مختلف روغن در آب

نرمی گفتار ظالم بی فسون کینه نیست
صنعتی دارد جدا از شعله پروردن در آب

هوش میباید قوی با چشم مینا کار نیست
جز حیا ممکن نباشد زیر پا دیدن در آب

طبع روشن نیست بی وحشت ز اوضاع جهان
صورت دام است بیدل عکس پرویزن در آب

بخاک راه که گردید قطره زن مهتاب
که چون گلاب فشاندم به پیرهن مهتاب

بصد بهار سر و برگ این تصرف نیست
جهان گرفته بیک برگ یاسمن مهتاب

در آن بساط که شمع طرب شود خاموش
ز پنبهٔ سر مینا برون فکن مهتاب

سراغ عیش ازین انجمن نمییابم
مگر چو شمع دمانم ز سوختن مهتاب

بگلشنی که حیا شبنم بهار تو بود
گداخت آینه چندانکه شد چمن مهتاب

مباش بیخبر از فیض گریه ام بیدل
که شسته است جهان را باشک من مهتاب

باز در گلشن ز خویشم می برد افسون آب
در نظر طرز خرامی دارم از مضمون آب

بر نمیدارد دورنگی طینت روشندلان
در رگ موجش همان آبست رنگ خون آب

آرزو گر تشنهٔ رفع غبار حیرتست
با وجود تیغ او نتوان شدن ممنون آب

وحدت از خودداری ما تهمت آلودهٔ دوئیست
عکس در آب است تا استادهٔ بیرون آب

صاف طبعانند بیدل بسمل شوق بهار
جادهٔ رگهای گل دارد سراغ خون آب

ز درد تشنه لبیها درین محیط سراب
دلی گداخته ایم و رسیده ایم بآب

بجیب ساخت هوس تا تلاش پیش گرفت
کمند موج ز بحر آرمید و شد گرداب

حصول ریشهٔ آمال سر بجز پوچ است
تلاش موج چه خرمن کند بغیر حباب

فسانهٔ دل پرخون شنیدنی دارد
بدوش شعله جرس بسته است اشک کباب

بفیض دیدهٔ تر هیچ نشئه نتوان یافت
تو ساز میکده کن ما و این دو شیشه شراب

ز موج پرده بروی محیط نتوان بست
تو چشم بستهٔ ای بیخبر کجاست نقاب

فضای بیخودیت خالی از بهاری نیست
برون خرام ز خود رنگ رفته را دریاب

بطبع قطره طپش آرمید و گوهر شد
چه فیضها که ندارد طریقهٔ آداب

ز بس که محو تماشای او شدم بیدل
هزار آینه از حیرتم رسید بآب

گر درین بحر اعتباری از هنر میدارد آب
قطرهٔ بیقدر ما بیش از گهر میدارد آب

آفت ممسک بود تقلید ارباب کرم
کاغذ ابری کجا چون ابر بر میدارد آب

تا نمیری تشنه کام نا امیدی گریه کن
خاک این وادی بقدر چشم تر میدارد آب

صاف طبعان انفعال از ساز هستی میکشند
بی تریها نیست از خود تا اثر میدارد آب

ظالمان را دستگاه آرد پی کسب فساد
مشق خونریزی کند تا نیشتر میدارد آب

زندگانی هم نماند آنجا که افسرد اعتبار
از شکست رنگ گلها بال و پر میدارد آب

در محبت از هجوم گریه بیقدرم مدان
عاقبت چون خشکیم از خاک بر میدارد آب

فقر صاحب جوهر آثار کمال غزت است
تیغ در هر جا که باشد بیشتر میدارد آب

شرم بیدردی تری در طبع ما می پرورد
تا تهی از ناله شد نی در شکر میدارد آب

تختهٔ مشق کدورتها مباش از اعتبار
تیغ در زنگست بیدل هر قدر میدارد آب

هر کجا بیرویت از چشمم برون میگردد آب
گر همه در پردهٔ خوابست خون میگردد آب

تاب خودداری ندارد صاف طبع از انفعال
میشود مطلق عنان چون سرنگون میگردد آب

عرض خامی میگذارد جوهر ناموس فقر	گاه گاهی احتیاج طبع دون میگردد آب
دل بضبط گریه چندین شعله پیدا میکند	تا سر این چشمه می بندم فزون میگردد آب
همچو اشک شمع سیرم سر بدامان فناست	در گلستان محبت سرنگون میگردد آب
کیست از مرکز جدا گردید نش رنگی نباخت	خون دل از دیده تا گردد برون میگردد آب
زین خمارآباد حسرت باده پیدا نشد	شیشه ام از درد نومیدی کنون میگردد آب

دل بطوفان رفت هر جا جوهر طاقت گداخت
خانه سیلابیست بیدل گر ستون میگردد آب

یا حسن گیر صورت آفاق یا نقاب	فرش است امتیاز تو از جلوه تا نقاب
حرف مجاز جز بحقیقت نمی کشد	لبیک گو هست جلوه بفریاد تا نقاب
معنی بغیر لفظ مصور نمی شود	افتاده است کار دل و دیده با نقاب
اظهار زندگی عرق خجلتست و بس	شبنم صفت خوش آنکه کنم از هوا نقاب
نیرنگ حسن عالمی از پا فگنده است	شکل که خیزد از رخ او بی حیا نقاب
ای عشق جذبه که قدم بیشتر زنیم	یعنی رسانده ایم پی خویش تا نقاب
از دور باشی ادب محرمی مپرس	با غیر جلوه ساز دو با آشنا نقاب
شاید عدم بمطلب نایاب وارسد	ای دیده خاک شو که فرسودست با نقاب

بیدل گمان مبر که چه دارد بهار وهم
رنگ پریده است ز تصویر ما نقاب

بزم ما را نیست غیر از شهرت عنقا شراب	کز صدای جام نتوان فرق کردن تا شراب
ظرف مظروف تو هم کاهستی حیرتست	کس چه بندد طرف هستی زین پری مینا شراب
دور وهمی میتوان طی کرد چو اوراق گل	ساغر این بزم رنگست و شکستنها شراب
عمرها بودیم مخمور سمندر شرر بی	هست انصاف این اگر ریزی بخاک ما شراب
مست ما مخمور این میخانه محتاجست و بس	وهم ننگ است این که گوئی دارد استغنا شراب
صبح از خمیازه آخر جام شبنم می کشد	حسرت مخمورم از خود میکند پیدا شراب

ما بزور می پرستی زندگانی میکنیم
چون حباب می بنای ماست سرتاپا شراب

عشرتی گر هست دلها را بهم جوشیدنی است
کم شود انگور را یکدانه تنها شراب

خون شدن سرمنزلیم از جستجوی ما مپرس
تا که میدارد حیا در پیش دامد باشراب

همیشه سنگدلانند نامدار طرب
زخنده نقش نگین را بهم نیامده لب

زبان حاسد و تمهید راستی غلطست
کجی برون نتوان برد از دم عقرب

قدح پرستی اسباب فارغم دارد
کتاب دردسری شسته ام بآب عنب

سر از ره تو چسان واکنم که بی قدمت
رکاب باد دل سنگین تهی کند قالب

بدشت عجز بتحریر متاع قافله ایم
اگر بر آینه محمل کشیم نیست عجب

چو چشمه زندگی ما باشک موقوفست
دگر زگریهٔ ما بیخودان مپرس سبب

به پیش جلوهٔ طاقت گداز او بیدل
گزید جوهر آئینه پشت دست ادب

ممسک اگر بعرض سخا جوشد از شراب
دستی بلند میکند اما بزیر آب

اینست اگر سماجت ارباب احتیاج
رحم است بر مزاج دعاهای مستجاب

افسانه سازی شرر و برقها یکی است
گر مرد این رهی تو هم از خود برون شتاب

دل آنقدر گداخت که غم هم بسیل رفت
آتش در آب غوطه زد از اشک این کباب

خواهی نفس خیال کن و خواه گرد وهم
چیزی نموده ایم در آئینهٔ حباب

معنی چه وا نماید ازین لفظ های پوچ
بربسته است جلوهٔ آئینها سراب

جمع از نفس دو مصرع برجسته خواند و رفت
دیوان اعتبار همین بیتش انتخاب

بیدل ز جوش سبزه درین ره فتاده است
بی چشم یکجهان مژه تهمت پرست خواب

تا زند فال گهر حباب آهنگ است آب
لعل در آتش بجستجوی این رنگ است آب

محمل ما عاجزان بردوش لغزش بسته اند
صد قدم از موج اگر پیدا کند لنگ است آب

چشمهٔ خضرم بیاد آمد عرق کردم چو شمع
تشنهٔ تیغ فنا را اینقدر تنگ است آب

آبرو نتوان به پیش ناکسان چون شمع ریخت
ای طمع شرمی که اینجا شعله در چنگ است آب

حرف ارباب نصیحت بر دل گرمم آفتست
شیشه چون در آتش افتد اینقدر تنگ است آب

عجز پیری جرأتم را در عرق خوابانده است
نغمه از شرم ضعیفیهای این چنگ است آب

زندگی از وهم و وهم از زندگی بالیده است
عالم آبست تنگ و عالم تنگ است آب

از کجا یابد کسی بیدل سراغ خون من
در دم شمشیر نازش سخت بیرنگ است آب

ای خنده نقش پای تو دکان آفتاب
در سایهٔ تو ریخته سامان آفتاب

ای جلوهٔ تو سرشکن شان آفتاب
خندیده مطلع تو بدیوان آفتاب

پیغام عجز من زغرورت شنیدنیست
مکتوب سایه وارم و عنوان آفتاب

شب محو انتظار تو بودم دمید صبح
گشتم بیاد روی تو قربان آفتاب

چون ماه نو ز شهرت رسوائیم مپرس
چاکی کشیده ام زگریبان آفتاب

همت بجهد شبنم ما ناز می کند
بستیم اشک خویش بمژگان آفتاب

بیدل بحسن مطلع نازش چسان رسم
ما را چو ذرّه ساخته حیران آفتاب

گر باین گرمیست آه شعله زای عندلیب
شمع روشن میتوان کرد از صدای عندلیب

عجز هم ما را درین گلشن بجائی می برد
نیست کم از ناله بال نارسای عندلیب

مانع قتل ضعیفان جز مروت هیچ نیست
ورنه از گل کس نخواهد خونبهای عندلیب

در چمن رفتیم و ساز ناله سیر آهنگ شد
جلوهٔ گل کرد ما را آشنای عندلیب

ریشهٔ دلبستگی در خاک این گلشن نبود
رفت گل هم در قفای نالهای عندلیب

ای که خواهی پاس ناموس محبت داشتن
شرم دار از دیدن گل بیرضای عندلیب

آه مشتاقان نسیم نوبهار یاد اوست
رنگها رفته است بیدل در صدای عندلیب

هر کرا کرد ندراحت محرم احسان شب / چون سحر بر آه محمل بست در هجران شب
لمعهٔ صبحی که میگویند در عالم کجاست / انقدرها خواب غفلت نیست در برهان شب
گوشه گیر وسعت آباد غبار جهل باش / پرده پوش بحجهان عیبست هندستان شب
آسمان نشناخت موقع ورنه در تحریر فیض / بر بیاض صبح بایستی خط ریحان شب
بهر منع شکوه بختم بسر رسائی میکند / لیک ازین غافل که میباشد سحر افغان شب
باچنین بختی که خوابم مایه دار نقد اوست / میتوان کردن پر از زر دامن تاوان شب
الفت بخت سیه چون سایه داغم کرده است / شش جهت روزست و من دارم همان دامان شب
بیدل از یادش بترک خواب سودا کرده ایم / ورنه جز مخمل قماشی نیست در دکان شب

ردیف التاء

از بس قماش دامن دلدار نازکست / دستم زکار گر برود کار نازکست
مشکل بنفی خود کنم اثبات مدعا / آئینه و هم خاطر دلدار نازکست
وحدت بهیچ جلوه مقابل نمیشود / بیرنگ شو که آئینه بسیار نازکست
اندیشه در مقابلهٔ عشق داغ شد / آئینه اوست با من و اظهار نازکست
اظهار ناز حوصله آخر بعجز ساخت / چندانکه ناله خون شده منقار نازکست
فرصت کفیل اینهمه غفلت نمی شود / خواب گران و سایهٔ دیوار نازکست

بس که برق یاس بنیاد من ناکام سوخت / میتوان از آتش سنگ نگینم نام سوخت
الفت فقر از هوسهای غنایم باز داشت / خاک این کاشانه در مغزم هوای بام سوخت
شعله جواله گرد آلود خاکستر نشد / گرد خود گردیدنم صد جامهٔ احرام سوخت
وحشت عمر از هوای نامه ام هادی بدو / گرمی رفتار قاصد جوهر پیغام سوخت
ای شرر بر سنگ جهدی کن ز افسردن برآ / بیش ازین نتوان بداغ منت آرام سوخت
گرد نومیدی علاج زخم چشم هستیم / عطسهٔ صبحم سپندی در دماغ شام سوخت
بیدل از شست شرار ما چه عشرت ممکن است / یعنی آغازیکه ما داریم بی انجام سوخت

سرخط درس کمالت منتخب دانی بس است
از کتاب ما و من سطری اگر خوانی بس است

تا درین محفل چراغ عافیت روشن کنی — پردهٔ فانوس رازت چشم قربانی بس است
امتیاز محو او بر آب و گل موقوف نیست — عنصر کیفیت آئینه حیرانی بس است
ناتوان از خجلت اظهار هستی آب شد — از لباس نیستی یک جامه عریانی بس است
رفته از خود اقامت آرزو هیهات چند — نقش پائی گر درین ویرانه بنیانی بس است
عجز بنیادت گر از انصاف دارد مایهٔ — از رعونت اینکه خود را خاک میدانی بس است
ای حباب اجزای موجی سازت از خود رفتنست — یک تامل وار اگر در خود فرو مانی بس است

سرخط تسلیم شو بیدل که مانند هلال
پای سیر آسمانت نقش پیشانی بس است

بس که اجزایم چمن پروردهٔ نیرنگ اوست — گر همه خونم بجوش شوخی آید رنگ اوست
جذبهٔ عشقش شرار از سنگ می‌آرد برون — من بآن وحشت گر از خود بر نیایم ننگ اوست
بی محبت زندگانی نیست جز ننگ عدم — خاک کش بر فرق آن سازی که بی‌آهنگ اوست
عضو عضوم را محبت مرغ دست آموز کرد — گر کند پرواز رنگم چون حنا در چنگ اوست
حسن از ننگ طرف با جلوه نپسندد صلح — خلوت آئینهٔ دل عرصه گاه جنگ اوست

کیست زین گلشن بگوی معنی او وارسد
غنچه‌ام بیدل نمیدانم چه گل در چنگ اوست

جنس ما با این کسادی قیمتی فهمیده است — هیچ هم در عالم امید می‌ارزیده است
تا کجا انجامد آخر ماجرای داغ و دل — بر کباب خام سوزی اخگری پیچیده است
دود دل آخر بچندین شعله خواهد موج زد — شمع این بزمم هنوزم کمره پیچیده است
کار سهلی نیست بر هستی تماشای عدم — بر نخیزد ناز دارد هر که ما را دیده است
آرزو از فیض عام بیخودی نومید نیست — من اگر گردش نگشتم رنگ من گردیده است
حلقهٔ زنجیر تصویرم مپرس از حیرتم — ناله دارم که جز گوشم کسی نشنیده است

زین گذرگاه نزاکت بی تأمل مگذری
عالمی خورد است برهم تا مژه لغزیده است

نیست بیدل گوشهٔ چشمم جز پاس ناموس جنون
کسوت عریانی تنها دامن از من چیده است

خلق را بر سر هر لقمه زبس سرشکنی است
نا شناساگر شکنی قلعهٔ خیبر شکنی است

مگذر از ذوق جلا و تکدهٔ محفل دهر
ناله پردازی نی عالم شکر شکنی است

نفس از ضبط طپش معنی دل می بندد
گوهر آرائی این بحر بجو در شکنی است

سخت کاریست که با کلفت دل ساخته‌ایم
رنگ آئینه شدن سد سکندر شکنی است

مبرد سوی فلا تنگی آغوشش حباب
وسعت مشرب ما مانع ساغر شکنی است

محو کن عرض کمال و دل روشن دریاب
صافی آئینهٔ آئینهٔ جوهر شکنی است

ترک جمعیت دل سخت ندامت دارد
بحر یکسر عرق خجلت گوهر شکنی است

بیدل از خویش بجز نفی چه اثبات کنم
رنگ را شوخی پرواز همان پر شکنی است

گل کردن هوس زدل چاک تهمت است
موج حباب چشمهٔ آئینه حیرتست

اینست اگر حقیقت اسباب اعتبار
نگذشتنت زهستی موهوم همتست

بر دوش عمر چند کشی محمل امل
ای بیخبر شرر چه قدر رام فرصت است

عامست بسکه نسبت بی ربطی جهان
مژگان بخواب گر بهم آری غنیمت است

عمریست دل بغفلت خود گریه میکند
این نامهٔ سیه چه قدر ابر رحمت است

بیدل بیاد محشر اگر خون شوم رواست
بازم دل شکسته دمیدن قیامت است

بیتو امجای نگه جنبش مژگانی هست
یعنی از ساز طرب دود چراغانی هست

غنچهٔ این چمنی کلفت دلتنگی چند
ای چمن محو گلت سیر چراغانی هست

عذر بیدردی ما خجلت ما خواهد خواست
اشک اگر نیست عرق هم نم مژگانی هست

بتظلم نتوان داد فلک داد اما
گر لب از ناله به بندی بخود احسانی هست

جرأتی کو که بروبیت مژه باز کنیم / چشم قربانی و نظارهٔ پنهانی هست
گر تامل نفسی بیضهٔ طاوس شود / در شبستان عدم نیز چراغانی هست

نشوی منکر سامان جنونم بیدل
که اگر هیچ ندارم دل ویرانی هست

آفت سر و برگ هوس آرائی جاه است / سر باختن شمع ز سامان کلاه است
مشکل که شود وحشی ما رام تعلق / در خانهٔ دل هر نفسی مژدهٔ راه است
آئینه ام و طاقت دیدار ندارم / این باده ندانم چه قدر حوصله خواه است
آنجا که تکبر منشان باده فروشند / ماییم و شکستی که سزاوار کلاه است
هر چند جهان وسعت یک گام ندارد / اما اگر از خویش برآئی همه راه است
زانجلوه بخود ساخت جهانی چه توان کرد / شب پرتو خورشید در آئینهٔ ماه است
افسوس که در غنچه و بو فرق نکردیم / دل رفت و من دلشده پنداشتم آه است

از جلوه کسی ننگ تغافل نه پسندد
بیدل مژه برهم زدنت عجز نگاه است

حیرت دمیده ام گل باغم بهانه ایست / طاوس جلوه زار تو آئینه خانه ایست
دردسر تکلف مشاطه برطرف / موی میان ترک مرا ابله شانه ایست
حسرت کمین مژدهٔ وصل است حیرتم / چشمم بهم نیامده گوش فسانه ایست
آنجا که زه کنند کمانهای امتیاز / منظور این و آن نشدن هم نشانه ایست
در یاد عمر رفته دلی شاد میکنم / رنگ پریده ام بخیال آشیانه ایست
ضبط نفس نوید دل جمع میدهد / گر فال کوتهی زند این ریشه دانه ایست

بیدل ز برق وحشت آزادیم مپرس
این شعله را برآمدن از خود زبانه ایست

شب که طاوس مرا شوق تو بال افشان داشت / یکجهان چشم بهم بر زدن مژگان داشت
رمز بیرنگی ما فاش شد از شوخی رنگ / شیشه آورد برون آنچه پری پنهان داشت

تا ز هستی اثری هست محبت رسواست جرس ناله بزنجیر قفس نتوان داشت
همه جا دیدهٔ یعقوب غبار انگیز است یارب اقلیم محبت چه قدر کنعان داشت
هیچ روشن نشد از هستی ما غیر حجاب شخص تصویر همین پیرهن عریان داشت

حیرتم شش جهت از درد دل آئینه گرفت
ورنه هر موبه تنم صد مژه بال افشان داشت

زندگانی در جگر خار است و در ما سوزنست تا نفس باقیست در پیراهن ما سوزنست
زحمت تدبیر هم بیش از کلفت واماندگیست زخم خار این بیابان را مداوا سوزنست
سر بکسوتها فرو بردیم و عریانی بجاست وضع رسوائی که ما داریم گویا سوزنست
میکشد سر رشتهٔ کار غرور آخر بعجز گر همه امروز شمشیر است فردا سوزنست
ماجرای اشک و مژگان تا کجا گیرد قرار ما سراپا آبله عالم سراپا سوزنست
ترک هستی گیر و بیرون آ ز تشویش امل ورنه یکسر رشته باید تافتن تا سوزنست

لاف آزادیست بیدل تهمت آزادگان
شوخی نام تجرد بر مسیحا سوزنست

جهان قلمرو طوفان اعتبار تو نیست ز هر چه رنگ توان باختن غبار تو نیست
کمند همت وحشت سوار عشق رساست هوس اگر همه عنقا شود شکار تو نیست
ز لاف ترک میفکن خلل بهمت فقر شکست هر دو جهان یک کلاه دار تو نیست
شرر بچشم تغافل اشارتی دارد که این بساط هوس جای انتظار تو نیست
سحر چه کرد درین باغ تا تو خواهی کرد بهوش باش که فرصت نفس شمار تو نیست
کجاست آئینه کز نفس نباخت صفا هوای عالم هستی همین غبار تو نیست
کدام موج درین بحر بی تردد ماند بخود مناز ز جهدی که برکنار تو نیست
کدام رمز و چه اسرار خویش را دریاب که هر چه هست نهان غیر آشکار تو نیست
مثال شخص در آئینه گرد حیرت اوست تو گر ز خود بروی هیچکس دوچار تو نیست
دلیل خویش پس از مرگ هم توئی بیدل چو شمع کشته کسی جز تو بر مزار تو نیست

شوخ زیبائی که رنگ عیش هر کاشانه ریخت
خواست شمع بر فروزد آتشم در خانه ریخت

شب خیال پرتو حسن تو زد در انجمن
شمع چندان آب شد کز دیدهٔ پروانه ریخت

سر بصحرا دادهٔ نیرنگ سودای توام
میتوان از مشت خاکم عالمی دیوانه ریخت

سخت پابرجاست درد نشاهٔ مخموریم
چون کمانم باید از خمیازه خشت خانه ریخت

درد معشوقان ز عاشق بیشتر دارد اثر
شمع تا اشکی بیفشاند دو پر پروانه ریخت

ظالم از بیدستگاهی نیست بی تمهید ظلم
در حقیقت اره شمشیر است چون دندانه ریخت

حیرتی بودیم اکنون خار خار حسرتیم
صنعت عشقت ز ما آئینه برد و شانه ریخت

التفات بی غرض سررشتهٔ تسخیر ماست
صید ما خواهی برون از دام باید دانه ریخت

هر کجا بیدل مکافات عمل گل می کند
دیدهٔ دام از هجوم اشک باید دانه ریخت

بفکر دل لبم از ربط قیل و قال گذشت
چسان نفس زنم آئینه در خیال گذشت

بهار یاس ز سامان بی نیازیها
چه مایه داشت که بالیدن از نهال گذشت

خمی بدوش ادب بند و سیر عزت کن
ز آسمان همین نردبان هلال گذشت

طریق فقر جنون تازی دگر دارد
دلیل حاجت اگر باید از سؤال گذشت

عرق ز جبههٔ ما بی فنا نشد زایل
فغان که عمر چو شبنم بانفعال گذشت

ز هیچ جلوه بتحقیق چشم نگشودیم
شهود آینه در عالم مثال گذشت

خمش نوائی موج تکلم از لب یار
اشاره ایست که نتوان ازین زلال گذشت

بعالمی که ز پرواز کار نگشاید
توان چو رنگ بسعی شکست بال گذشت

دلم ز خجلت بی ظرفی آب شد بیدل
بیاد باده تهیها برین سفال گذشت

ز جاه مایهٔ عصیان نه مال غفلت رست
همین نفس که تواش صید الفت دنیاست

جنون پیامی او نام یأس داغم کرد
امید میطپد و نامه در پر عنقاست

زور د بی اثری فال اشک زد آہم
شراب ساغر شبنم گداز عشق ہواست

جفاکشان ہمه مصروف کار دیگرند
ز پا فتادن اشک از برای ناله عصاست

بوہم نشاه آزادگی گرفتاریم
چو صبح گرچه نفس موج میزند پر ماست

عنان لغزش ما بیخودان که می گیرد
چو اشک وحشت ما را ہجوم آبله پاست

کجاست نفی جز اثبات ذات یکتائی
توئی در آئینه دار منی که از تو جداست

زبس گذشته ام از عرض کارگاه ہوس
گرم بخود نظر افتد نگاه رو بقفاست

مگیر دامن اندیشهٔ دگر بیدل
که دست باده کشان وقف دامن میناست

بس که امشب بی تو ام سامان اعضا آتش است
گر همه اشکی فشانم تا ثریا آتش است

شمع تصویریم از سوز و گداز ما مپرس
پرتوی از رنگ تا باقیست در ما آتش است

غرق وحدت باش اگر آسوده خواهی زیستن
ماهیان را هرچه باشد غیر دریا آتش است

جز بگمنامی سراغ امن نتوان یافتن
ورنه از پرواز ما تا بال عنقا آتش است

بی تو چون شمعی که افروزند بر لوح مزار
خاک بر سر کرده ایم و بر سر ما آتش است

شاخ از گلبن جدا مصروف گلخن میشود
زندگی با دوستان عیش است و تنها آتش است

نشاه صهبا نمی ارزد بتشویش خمار
ور گذار امروز آبی را که فردا آتش است

با دو عالم آرزو نتوان حریف وصل شد
ما بجائی خار و خس بردیم کانجا آتش است

گریه گر شد بی اثر از نالهٔ ما کن حذر
آب ما خون گشت اما آتش ما آتش است

نیست جز رقص سپند آئینه دار وجد خلق
لیک بیدل کیست تا فهمد که دنیا آتش است

سعی ناپیدا و حیرتها دویدن آرزوست
شمع تصویریم و اشک ما چکیدن آرزوست

کیسه گاه زندگی از نقد جمعیت تهی است
خاک میباید شدن گر آرمیدن آرزوست

آتشی کو تا سپندم ترک خودداری کند
ناله داری دارم و خلقی شنیدن آرزوست

منزل اینجا نیست جز قطع امید عافیت
ای ثمر از نخل بگذر گر رسیدن آرزوست

وصل هم بیدل علاج وعدهٔ دیدار نیست
دیدها چندان که محو اوست دیدن آرزوست

فنا مثالم و آئینه بقا اینجاست | کجا روم ز در دل که مدعا اینجاست
کسی نداد نشان از کمال شوکت عجز | جز اینقدر که همه سرکشی دوتا اینجاست
دلیل مقصد ما بس که ناتوانی بود | بهر کجا که رسیدیم گفت جا اینجاست
پس از مطالعهٔ نقش پا یقینم شد | که هرزه تازم و جام جهان نما اینجاست
خوشا که سایه صفت محو آفتاب شویم | که سخت نامه سیاهیم و عفو ما اینجاست
چو چشم آینه حیرت سراغ نیرنگیم | ز خویش رفته جهانی و نقش ما اینجاست
غبار رفته بباد سحر بگوشم گفت | که خلق بیهده جان میکند هوا اینجاست

بوصل لغزش پائی رسیده ام بیدل
بیا که داد رس سعی نارسا اینجاست

باز درس خاشاکم نذر شعله خوانیهاست | صفحه میزنم آتش عذر پرفشانیهاست
کیست ضبط خود داری تا کشد عنان من | خون بسمل شوقم ساز من روانیهاست
گوش کر مهیا کن ناله جز خموشی نیست | یک نگه تماشا کن جلوه بی نشانیهاست
هر طرف گذر کردیم هم بخود سفر کردیم | ای محیط یکتائی این چه بیکرانیهاست
از غرور وهم ایجاد هرزه رفتهٔ برباد | ای غبار بی بنیاد این چه آسمانیهاست
محو یاس کن حاجت ورنه نزد غیر تنها | در طلب عرق کردن زیر تر زبانیهاست
آه بی پر و بالیم اشک عجز تمثالیم | هر کجاک میمالیم سعی ناتوانیهاست
ما ز سیر این گلشن عشوهٔ طرب خوردیم | ورنه چشم واکردن عبرت امتحانیهاست
ساز ما شکست دل یار ازین نوا غافل | به که پیش خود نالیم ناله بیزبانیهاست

مایهٔ خرد بیدل منشاء فضولی نیست
خود فروشی عالم از جنون دکانیهاست

در وصلم و هجرم بگریبان خیال است | چون آینه پرواز نگاهم ته بال است

بیقدری من نیست جز آهنگ غرورش
تا چینی ما خاک نگشته است سفال است

از مائده بی نمک حرص مپرسید
هر چیز که جز غصه نخوردیم حلال است

آئینه دل از بغل غنچه جدا نیست
گر دل شکند بستر آغوش خیال است

جهدی که ز کلفت کدهٔ جسم برآئی
هر دانه که از خاک برون جست نهال است

بگذار برنگی که پرے داغ تو گردد
چون شیشه گر از سنگ برائی چه کمال است

بیدل دل ما گرچه نبوده است مقابل
نقشی که درین پرده نوشتیم خیال است

دل بسعی آب گردیدن طرب پیمانه است
خود گدازی تر دماغیهای این دیوانه است

چون حباب آخر نفس آشوب هستی بشنود
خانهٔ ما سیل بنیادش هوای خانه است

در دماغ هر دو عالم سوختن پر میزند
شمع این پروانها خاکستر پروانه است

عضو عضوم گرد کیفیت مژگان او ست
دست اگر برهم فشانم لغزش مستانه است

مخور زنجیر نفس بودن دلیل هوش نیست
هر که می بینی بقید زندگی دیوانه است

از نفس یکسر طپشهای دلم باید شمرد
سبحهٔ دارم که سرتا پای او یکدانه است

غفلت من کم نشد از سرگذشت رفتگان
چون ره خوابیده ام آواز پا افسانه است

در خراب آباد امکان گرد این معمور نیست
نوحه کن بر دل که این ویرانه هم ویرانه است

تهمت الفت بنقش کارگاه دل مبند
آشنای عالم آئینه پر بیگانه است

گر بخود دستی فشانم فارغ از آرایشم
پرفشانیهای رنگ این شمع را پروانه است

خیالی سد راه غیرت ماست
گر این دیوار نبود خانه صحراست

هوس تعبیری خواب امل چند
ز فرصت غافلی امروز فرداست

درین محفل گداز اشک شمعیم
نشاط از هر که باشد کاهش از ماست

سحر در پرتو خورشید محو است
بهر جا طبع روشن شد نفس کاست

شدم خاک و غبارم هیچ ننشست
هنوزم ناله بی درد رعناست

برنگ آبله عمریست بیدل
زخجلت دیدهٔ ما در تهٔ پاست

آخر از عجز طلب اشک دواندیم بچشم / پای خوابیدهٔ ما آبله در مژگان داشت
عاقبت کسوت مجنون بعرق گشت بدل / فصل تاثیر جنون این همه تابستان داشت
تنگی حوصله شد ترک علایق بیدل / باد گردیکه بهم چیدن او دامان داشت

بی ادب بنیاد هستی عافیت دربار نیست
غیر ضبط خود شکست موج را معمار نیست

مفت چشم ماست سیر این چمن اما چه سود / اینقدر رنگی که میبالد کم از دیوار نیست
دل بذوق وعدهٔ فرداست مغرور امل / عشق گوید چشم واکن فرصت اینقدار نیست
از کمین عیب جویان گاه باید دم زدن / گوشههای عاجزان جز در پس دیوار نیست
هر کس اینجا سود خود در دیده پوشی دیده است / خود فروشان غیرت آئینه دربار نیست
حرص خلقی را درین محفل بمخموری گداخت / غیر جام سیرچشمی هیچکس در کار نیست
اختلاط خود فروشان گر باین بیحاصلی است / خانهٔ آئینه را قفلی به از زنگار نیست
غافل از سیر گداز دل نباید زیستن / نیست در خون گشته رنگی که در گلزار نیست
هر کجا او جلوه سازد عرض هستی مفت ماست / عکس را آئینه می باید نفس در کار نیست

بس که مردم دامن احسان بهم برچیده اند
بیدل از خشت کسی را پشت بر دیوار نیست

خامش نفسم شوخی آهنگ من اینست / سرجوش بهار ادیم رنگ من اینست
موج من و آرایش گوهر چه خیال است / ناموس جهان طلسم ننگ من اینست
بیتاب هوا سنجی عمرم چه توان کرد / میزان خیال نفسم سنگ من اینست
با هر که طرف گشته ام آرایش اویم / آئینه ام و خاصیت جنگ من اینست

نامحرم آنجلوه ام از بیدلی خویش
آئینه ندارم چکنم زنگ من اینست

زندگی شوخی کمین رمی است
فرصت گیرودار صبحدمی است

عجز خمش استقامتی دارد
بار نه آسمان بدوش خمی است

بسر خود که خاک پای تو ایم
خاک پای ترا بخود قسمی است

هم بخود یک نگه تغافل زن
اگر آیینه مایل ستمی است

پوست بر تن دریدن ممسک
همچو ماهی دریدن شکمی است

هر کجا عشق چهره پرداز است
سایه هم صورت سیه قلمی است

بیدل از دامگاه صحبت خلق
سر کشیدن بجیب خویش رمی است

چو لاله هستو ز بس رنگ اعتبارم سوخت
خزان بباد فنا داد و نوبهارم سوخت

بعشق نیز اثر کرد شرم ناکسیم
عرق فشانی این شعله خاکسارم سوخت

ز تخته پاره ام ای ناخدا چه میپرسی
فلک کشید ز گرداب و بر کنارم سوخت

ببزم یار جنون کردم ای ادب معذور
سپند سوخت بوجدی که اختیارم سوخت

غبار دشت محبت سراغ غیر نداشت
برق جلوهٔ او هر که شد دوچارم سوخت

هنوز از کف خاکسترم اثر باقی است
گداز عشق چه مقدار شرمسارم سوخت

دگر مپرس ز تاثیر آه بی اثرم
باتشی که ندارم هزار بارم سوخت

شهید ناز تو پروانه کرد عالم را
جهان بسوخت چراغی که بر مزارم سوخت

مباد شام کسی محرم سحر بیدل
دماغ نشه در اندیشهٔ خمارم سوخت

آنچه در بال طلب رقص است در دل آتش است
همچو شمع ایجاز سر تا پای بسمل آتش است

از عدم دوری جهانی را بداغ وهم سوخت
محو دریا باش ای گوهر که ساحل آتش است

میروم جائی که جز معدوم گشتن چاره نیست
کاروانها خار و خس در بار و منزل آتش است

میگداز و جوهر شرم از هجوم احتیاج
ای کرم معذور در بنیاد سائل آتش است

هر دو عالم لیلی بی پرده است اما چه سود
غیرت مجنون ما را نام محمل آتش است

زندگی بیدل و لیس منزل آرام نیست
چون نفس در زیر پا دارم دل و دل آتش است

عمرها شد عجز طاقت سوی جسمم رهبر است
در ره تسلیم دل پائی که من دارم سر است

راحت جاوید فقر از جاه نتوان یافتن
خاک ساحل قیمت خود گر شناسد گوهر است

گاه گاهی گریه منع انفعالم میکند
جبهه کم دارد عرق روزیکه مژگانم تر است

راز ما صافی دلان پوشیده نتوان یافتن
هر چه دارد خانهٔ آئینه بیرون در است

دست بر دل نه ز نیرنگ سراغ ما مپرس
کاروان ناله ایم و آتش ما دیگر است

ساز آزادی همان گرد شکست آرزوست
هر قدر افسرده گردد رنگ سامان تر است

هر سخن کز پردهٔ تسلیم خارج گل کند
ناملایم تر ز آهنگ و فغان چنبر است

سعی ناپیدا نشان گاهی بهمواری برد
هر خطی کز خامهٔ مجنون دمید مسطر است

بیدل از پرواز خجلت دارم اما چاره نیست
ذره موهوم گل کردیم تا بال و پر است

صبح هستی نیست نیرنگ هوس بالیده است
اینقدر طوفان که می بینی نفس بالیده است

چون نفس عاجز نوای درد نومیدی هم
ناله دارم که تا فریادرس بالیده است

دستگاهی داری ای منعم ز افسردن ترا
پرفشانی مفت عشرتها قفس بالیده است

نقش وهم و ظن تو هم چند آنکه خواهی وا نما
عالمی آئینه دارد دل ز بس بالیده است

باکدامین ذره خواهی تو هم پرواز کرد
چون تو اینجا حسرت بسیار کس بالیده است

یاس مطلب نیست بیدل مانع ابرام خلق
آرزو در سایهٔ بال مگس بالیده است

سوز استغنای عشق از حسرت دل بوده است
کوس ارباب کرم فریاد سایل بوده است

گر فنا خواهم غم قطع امیدم می کشد
مرگ همچو زندگانی بیتو مشکل بوده است

گرد آخر واصل بزم تو از خود رفتنم
سایه را در خانهٔ خورشید منزل بوده است

تا لب افسردهٔ ما در غبار وهم سوخت
غرقهٔ بحری که ما بودیم ساحل بوده است

بیخودی کرد از حضور لیلی دل غافلم — ورنه هر اشکی که رفت از دیده محمل بوده است
نیست نیرنگی که نقش اعتبار خاک نیست — نیست گردیدن بصد حسرت مقابل بوده است
امتداد عجز بیدل سختی از طبعم ربود — گردش حال آسیای دانهٔ دل بوده است

ز خود رمیدن دل بس که شوخی انگیز است — چو شبنم آبلهٔ ما شرار آمیز است
هزار سنگ شرر گشت و بال نار افشاند — هنوز سعی گداز من آبرو ریز است
سر هوای اقامت درین چمن مفراز — بهوش باش که تیغ گذشتنی تیز است
دمیده ایم چو صبح از دل گرفتاری — غبار عالم پرواز ما قفس بیز است
بطبع سنگ فسردن شرار می بندد — هوای عالم آسودگی جنون خیز است
شکست ظرف محیط از حباب خالی نیست — ز خود تهی شده از هر چه هست لبریز است
کباب عافیتی مگذر از هوس بیدل — دلیل صحت بیمار سعی پرهیز است

بس که بیقدری دلیل دستگاه عالم است — چون پر طاوس یکعالم نگین بی خاتم است
درس عشرتهای ما را نسخهٔ در کار نیست — چشم آهو را سواد خویش سرمشق رم است
بیش از آفت منت تدبیر آبم می کند — خون زخمم را چکیدن انفعال مرهم است
دوستان حاشا که ربط ساز الفت بگسلند — موجها از رفتن از خود هم در آغوش هم است
سعی آبی از عرق میریزد اما سود نیست — چون نفس از سوختنها آتش ما مبهم است
از تعلق یکسر مو قطع ننمودیم حیف — تیغ تسلیمی که ما داریم پر صاحبدم است
آب گردیدن ز ما بی انفعالیها نبرد — طبع ما را چون گداز از شیشه برگشتن کم است
بیدل از عجز و غرور و فقر و جاه ما مپرس — تا نفس باقیست این آهنگ صد زیر و بم است

دوش از نظر خیال تو دامن فشان گذشت — اشک آنقدر دوید ز پی کز فغان گذشت
دارد غبار قافلهٔ نا امیدیم — از پا نشستنی که ز عالم توان گذشت

دلدار رفت و من بوداعی نسوختم
یارب چه برق بر من آتش بجان گذشت

تمکین کجا بسعی خرامت رضا دهد
کم نیست اینکه نام تو ام بر زبان گذشت

طی شد بساط عمر بنای شکست رنگ
بر شمع یک بهار گل زعفران گذشت

واماندگی ز عافیتم بی نیاز کرد
بال آنقدر شکست که از آشیان گذشت

یک نقطه مل ز آبلهٔ پا کفایت است
زین بحر همچو موج گهر میتوان گذشت

بیدل چه مشکل است ز دنیا گذشتنم
کم ناله داشتم که ز هفت آسمان گذشت

زبس بخلوت وصل تو یار آئینه است
نگاه هر دو جهان در غبار آئینه است

صفای دل طلبی دیده در خم مژه بند
نمد ز گرد کدورت حصار آئینه است

نگاشتیم بسر شکی که جلوه بارنداد
گداز دل چه قدر آبیار آئینه است

تو هم ز خود برو و چند نقش بند بیاز
که روی کار جهان پشت کار آئینه است

چراغ انجمن شوق جز تحیر نیست
نهان پردهٔ دل آشکار آئینه است

ز زندگی همه گرد رنگ رفته داریم
بامتحان نفسی در فشار آئینه است

ز بی نشانی انجلوه سر مکن بیدل
هنوز رنگ تو صرف بهار آئینه است

شب که حیرت با خیالت رنگ قیل و قال ریخت
همچو شمع از پیکرم یکسر زبان لال ریخت

یک سحر تا نقشبندم صد چمن رنگم شکست
تا بپروازی رسد اندیشه چندین بال ریخت

رفته ام از خویش چندانی که می آیم هنوز
بیخودی از ماضیم طوفان استقبال ریخت

آبم از شرم سماجت پیشگان این چمن
بهر یک لب خنده نتوان خویش را هر سال ریخت

عمر بگذشت و همان ما قدردان ناله ایم
هستی آئینهٔ ماسخت بی تمثال ریخت

یکنفس چون سایه غافل گشتم از خورشید عشق
بر سر ایامم سواد نامهٔ اعمال ریخت

تا پری افشانده ایم از آسمانها برتریم
بسمل رنگیم و نتوان خون ما پامال ریخت

کار ما عشق است بیدل ورنه در میدان لاف
بوالهوس هم میتواند خون اقبال ریخت

محرم حسن ازل اندیشهٔ بیگانه نیست
رنگ میگردد بگرد شمع ما پروانه نیست

هر قدر خواهد دلت اسباب حیرت جمع کن / چون نگاه اینجا بجز خمیازه رخت خانه نیست
عمرها شد در خیال نقش هستی سرخوشیم / بادهٔ ما جز گداز شیشه و پیمانه نیست
هر نفس فرصت پیام مژدهٔ دیدار اوست / صد مژه بر خواب میباید زدن افسانه نیست
دل بماند از غبار ناله از خود رفته است / ریشهٔ ما هر قدر بر خویش بالد دانه نیست
داغ نیرنگ تغافل سیر تنهایی خودیم / عالمی با ما آشنا میگردد و بیگانه نیست
ای هجوم بیخودی زخمی که در ضبط شعور / لغزش وا ماندهٔ ما اینقدر مستانه نیست

جان پاک از قید تن بیدل ندامت میکشد
گنج را جز خاک بر سر کردن از ویرانه نیست

شوکت شاهیم از فیض جنون در قدم است / چشم زخمی گر رسد آبله هم جام جم است
ما جنون شیفتگان الفت آشفتگیم / وضع ما را ببر زلف پریشان قسم است
آنقدر نیست درین عرصه نمایان گشتن / یکسر مو اگر از خویش برآیی علم است
مرگ شاید دل از اسباب هوس بردارد / ورنه در ملک نفس صافی آئینه کم است
رحم بر شبنم ما کن که درین عبرتگاه / آب گردیدن و از خود نگذشتن ستم است
دیده در خواب عدم هم مژه بر هم نزند / گر بداند که تماشا چه قدر مغتنم است
نفس صبح ز شبنم بتأمل نرسد / رشتهٔ عمر ز اشکم بگره متهم است
حسن بی‌عشق تماشا نگذشت از دل پاک / صفحهٔ حیرت آئینه عجب خوش قلم است

میچکد سجده ز سیمای نمودم بیدل
شاهد حال من آئینهٔ نقش قدم است

هر سو نگرم دیده بدنبال حجاب است / ای تار نظر پیرهنت این چه نقاب است
آسان نتوان چشم بپای تو نهادن / ای گل مژهٔ دیدهٔ بیخواب رکاب است
پرواز نباید برافشانی مژگان / ای هیچ بکاریکه نداری چه شتاب است

گیرم نشدم قابل پیمانهٔ راحت
آئینهٔ آبم چه کم از عالم آب است

ما هیچکسان بیهده مغرور خیالیم
گر ذره بافلاک پره در چه حساب است

تا سرمه نگشتیم بجنبش نرسیدیم
در بزم خموشان نفس سوخته باب است

خاموشی آن لب بحیا داشت سوالی
دادیم دل از دست و نگفتیم جواب است

بیدل ز دوئی چاره محال است درین بزم
پرداز تو هم آینه چندانکه نقاب است

رنگ گل خون جوش زخم تیغ گلچین بوده است
باغ تسلیم محبت طرفه رنگین بوده است

غنچه گردیدیم و گلشن در گریبان ریختیم
عشرت سربسته در دلهای غمگین بوده است

دل مصفا کردم و غافل که در بزم نیاز
صاحب آئینه گشتن کار خودبین بوده است

از شرر در آتش افتاده است لعل کوهسار
سنگ هم اینجا مقیم خانهٔ زین بوده است

وصل جستم رفتن از خود شد دلیل مقصدم
این دعا را در شکست رنگ آمین بوده است

با همه شوخی خیالش را ز دل پرواز نیست
خانهٔ آئینه ام بسیار رنگین بوده است

پشت دست آینه دندان جوهر میگزد
سایهٔ دیوار حسرت سخت سنگین بوده است

حیرت محضیم بیدل هر کجا افتاده ایم
سر گرانیهای ما آئینه بالین بوده است

شب که شور بلبل ما ریشه در گلزار داشت
بوی گل چون غنچه رنگین ناله در منقار داشت

نغمهٔ جولان صد نیرنگ ازین صحرا گذشت
نرگس چشم بتان فریاد موسیقار داشت

چون حباب از نیستی چشمی بهم آورده ایم
در خرابی خانهٔ ما سایهٔ دیوار داشت

گر همه کفر است نتوان سر ز همواری کشید
سبحه را دیدیم طوف حلقهٔ زنار داشت

از مروت عزت گل را سبب فهمید نیست
سر شد آن پائی که پاس آبروی خار داشت

عجز هم کافی است هر جا مقصد از خود رفتن است
سایهٔ پست عدم یک لغزش هموار داشت

نارسائی صد خیال هرزه انشا میکند
طینت بیکار از کم بیشتر در کار داشت

دانهٔ تاکی بچندین خط ساغر ریشه کرد
در گداز سبحهٔ ما عالمی زنار داشت

بوی گل صد انجمن بی پرده است اما چه سود   التفات رنگ ما را در پس دیوار داشت
عمرها شد چون گهر تهمت کش بیدردیم   یاد ایامیکه چشم یکید و شبنم وار داشت

آسمانی از کف خاک اختران غفلت است
بیدل از فجری که ما داریم باید عار داشت

راحت کجاست گر دلت از خویش رستنیست   در آتش است نعل سمندی که جستنیست
جز وحشت از متاع جهان بر نداشتیم   بر ما مبند تهمت باری که بستنیست
دل جمع کن بحاصل اسباب پر مناز   گل را حضور غنچه در آغوش رستنیست
افسردگی بشعلهٔ همت چه می کند   خورشید زیر خاک هم از پا نشستنیست
صد رنگ جسته غنچهٔ دل وا شکفتیم   رنگی که مثل الفت دلهای خستنیست
درکارخانهٔ که شکست آب و رنگ یافت   کار دگر چو بستن دل دست بسته نیست

بیدل بطبع بیخودیت بوی راحتست
رنگ شکستهٔ که برنگ شکسته نیست

باز وحشی جلوهٔ در دیده جولان کرد و رفت   از غبار رم دست برهم سوده سامان کرد و رفت
اخگری بودم میان شعلهٔ خاکستری   خودنمائی زین لباسم نیز عریان کرد و رفت
رنجها در عالم تسلیم راحت می شود   شمع از خار قدم سامان مژگان کرد و رفت
رنگ گرداندن غبار دست برهم سوده بود   بیخودی آگاهم از وضع پشیمان کرد و رفت
بی تمیزی دامن نازی بصحرائی فشاند   شوخی اندیشهٔ ما را گریبان کرد و رفت
سعی بیرون تازیت زین بحر پر دشوار نیست   میتوان چون موج گوهر ترک جولان کرد و رفت
خاک عبرت پرور بنیاد این ویرانه ایم   هر که آمد اندکی ما را پریشان کرد و رفت
بود در طبع گهر رنگ شبنم سازئی   تنگی فرصت نفس را اشک غلطان کرد و رفت

جای دل بیدل درین محفل سپندی داشتم
بس که تنگ آمد پری افشاند افغان کرد و رفت

موج جنون میزند اشک پریشان کیست   ناله بدل میخلد بسمل مژگان کیست

لخت دلی در نظر اینهمه چاک جگر
حیرتم آئینه کرد شانه گریبان کیست

رشتهٔ امواج را عقدهٔ گرد حباب
آبله در راه شوق مانع جولان کیست

دل ز پیش رفت و من میروم از خویشتن
عیب جنونم مکن ناله بفرمان کیست

حسن بتان اینقدر نیست فریب نظر
گرنه توئی جلوه گر آئینه حیران کیست

غیر محبت دگر دین چه و آئین کدام
امت پروانه باش سوختن ایمان کیست

بیدل ازین مائده دست هوس شسته ایم
پهلوی دل خورده را آرزوی نان کیست

سادگی دل را اسیر فکرهای خام داشت
تا تحیر بود در آئینه عکس آرام داشت

عیشها کردیم تا اجزای ما بر باد رفت
خانهٔ ما بعد ویرانی هوای نام داشت

ما ز خودداری عبث خون طلبها ریختیم
در صدای بال بسمل عاقبت پیغام داشت

بی پروبالی طپش افسردهٔ پیغام نیست
هر کسی اینجا بقدر عاجزی آرام داشت

در نقاب اشکم آخر حسرت دل قطره بود
رنگ صهبا پای گردیدن بطبع جام داشت

ناله را روزی که اوج اعتباری بوده است
چون جرس بیدل بجای باده دل در جام داشت

وحشت مدعا جنون ثمر است
ناله بال فشاندهٔ اثر است

وضع این بحر سخت بی پرواست
ورنه هر قطره قابل گهر است

سایه تا خاک پر تفاوت نیست
از بقا تا فنا همین قدر است

سنگ در دامن امید بلند
فرصت آئینه داری شرر است

شوق واماندگی نصیب مباد
دل افسرده ناله دگر است

فال راحت مزن کزین کف خاک
هرچه آسوده تر فسرده تر است

اشک اگر دام مدعا طلبی است
چشم ما زین قماش گریه تر است

همچو آئینه بس که دل تنگیم
خانهٔ ما برون نشین در است

بیدل از کلفت شکست منال
بزم هستی دکان شیشه گر است

در بهار گریه عیش بیدلان آماده است
اشک ما تا گل کند هم شیشه و هم باده است

در خرابیها بساط خواب نازی چیده ایم – سایه گل کرده است تا دیوار ما افتاده است

چون نگاه چشم بسمل بی تأمل میرویم – قاصد بی مطلبیم و نامهٔ ما ساده است

تهمت آلود تک و پوی هوسها نیستیم – همچو گوهر طفل اشک ما تحیرزاده است

هر نفس چندین هوس می زاید از اندیشه ای – شرم دار از لاف مردیها طبیعت ماده است

گوهر ما کاوش از تنگ فسردن خون شود – میرود دریا ز خویش و موج ما استاده است

نافه شد گلبرگ تر تا العافلها بجاست – دور چشم بد هنوز آن نوخط ما ساده است

بی شکست رنگ بیدل گرد پیدم جولان عجز
رفتن از خویشیم قدم در هیچ جا ننهاده است

بی نقش چین ز حسن فرنگ آفریدن است – بهزادی تو دست ز دنیا کشیدن است

ما را برنگ شمع در عافیت زدن – از چشم خود همین دو سه اشکی چکیدن است

از عالمی که شش جهتش گرد وحشت است – دامن نچیدن تو چه هنگامه چیدن است

فرصت بهار نیست چرا خون نمی شوی – ای بیخبر دگر بچه رنگت رسیدن است

در وادئیکه دوش ادب محفل وفاست – خار از قدم چو شمع بمژگان کشیدن است

حیرت دلیل عافیت هیچکس مباد – اشک گهر زمان زدهٔ نا چکیدن است

بیدل بمزرعی که امل آبیار اوست
بی برگ تر ز آبلهٔ پا دمیدن است

عشرت فروز انجمن هستیم حیاست – چون شبنمم گلم عرق آئینه بقاست

کو مشتری که سرمهٔ عبرت کشد بچشم – یعنی شکست قیمتم اجزای توتیاست

از بس گذشته ام ز فریب خیال رنگ – آئینه گر بپیش کنم عکس بر قفاست

محو جمال ننگ فضولی نمی کشد – نظاره در قلمرو آئینه نارواست

میجوشم از طبیعت آفات روزگار – گوهر شکست موج زند حیرتم صداست

تا چشم باز کردهٔ از خود گذشتهٔ / زین بحر تا کنار همین یک بغل شناست

عمریست در طلسم کدورت نشسته‌ایم / بیدل غبار خاطر ما آستان ماست

بر طپیدنهای دل هم دیدهٔ واکرد نیست / رقص بسمل عالمی دارد تماشا کرد نیست

پیکر خاکی ندارد چارهٔ عرض نیاز / نسخهٔ ما بس که بی‌ربط است اجزا کرد نیست

هر کف خاکی بجوش صدکه راز آماده است / یکقلم اجزای این میخانه صهبا کرد نیست

بی نشانی میزند موج از طلسم کائنات / گر همه رنگست هم پرواز عنقا کرد نیست

از ورق گردانی شام و سحر غافل مباش / زیر گردون آنچه امروز است فردا کرد نیست

خاک ما خون گشت و خونها آب گردید و هنوز / عشق میداند که در دنیا چه با ما کرد نیست

یا بخود آتش توان زد یا دلی باید گداخت / گر دماغ عشق باشد اینقدرها کرد نیست

حیرتی دارم سراغ از پردهٔ زنگار چشم / شاید این آئینه دلرا مصفا کرد نیست

منزل درد تو دارم سیر عالم کرده‌ام / گر همه یکقطرهٔ خونست دل جا کرد نیست

قامت خم گشته میگوید آشوب فناست / ناخنی گل کرده‌ام این عقده را وا کرد نیست

شکل تصویریم بیدل از کمال ما مپرس / حرف ما ناگفتنی و کار ما ناکرد نیست

هما سرا غنم و زیر فلک مگس هم نیست / چه جای کس که درین خانه هیچکس هم نیست

بوهم خون مشو ای دل که مطلب عنقاست / بعالمی که توان سوخت مشت خس هم نیست

گذشته است زهم گرد کاروان وجود / کسی که پیش نیفتاده است پس هم نیست

شرار من بچه امید فال شعله زند / که دامنم ته سنگ آمد و نفس هم نیست

بدرد بیکسیم خون شوای پر پرواز / کز آشیان بدرم کردی و قفس هم نیست

باین دو روزه تماشای زندگی بیدل / کدام شوق و چه عشق اینقدر هوس هم نیست

تا جنون نغمه بهار عشرتم در چنگ داشت / طفل اشکی هم که میدیدم بدامن سنگ داشت

دل شکستم شور طوفان هم سبوها از آمید / شیشهٔ ما خورد بر سنگ انجمن را ننگ داشت
اینهمه دام خیالاتی که برهم چیده ایم / نیست جز رم ما و تو معجون، هستی بنگ داشت
عمر همچون سایه در اندیشهٔ غفلت گذشت / تا نمودی داشتم آئینهٔ من زنگ داشت
کاش هجران داد من میداد گر وصلی نبود / شمع تصویرم که از من سوختن هم ننگ داشت
عشق هم دارد تلافیها که چون مینا زمی / هر قدر خون بود در دل چهرهٔ ما رنگ داشت
سعی هستی صبح ما را بر نیاورد از عدم / آتش ما هر کجا زد شعله جا در سنگ داشت
نیست جوش لاله و گل غیر افسون بهار / هر قدر ما رنگ گردانیدیم او نیرنگ داشت
شمع را افروختن دارد ز داغ دل بری / منت صیقل چه مقدار انفعال زنگ داشت

نقش پرتو برنمیدارد جبین آفتاب
غیر او هم بود لیک از نام بیدل ننگ داشت

چشم بیدار طرب سایهٔ سامان گلست / در نظر خوابت اگر سوخت چراغان گلست
ای خوش آن دیده که در انجمن ناز و نیاز / بال بلبل بنظر دارد و حیران گل است
در گلستان وفا سعی کسی ضایع نیست / رنگ هم گر رود از خود پی سامان گلست
داغ بیطاقتی کاغذ آتش زده ایم / رفتن از خود چه قدر سیر خیابان گلست
غنچه سان غفلت ما باعث جمعیت ماست / ورنه بیداری گل خواب پریشان گلست
فرصت عیش درین باغ نچیده است بساط / رنگ گردیست زمانی که بدامان گلست
نشوی بیهده تهمت کش جمعیت دل / غنچه هم همشکن بستن پیمان گلست
تو هم از نالهٔ بلبل نه نشستن آموز / صحن این باغ پر از خانه بدوشان گلست

بیدل از یاد رخش غوطه بگلشن زده ایم
سر اندیشهٔ ما محو بدامان گلست

اضطراب نبض دل آهنگ تمهید فناست / شعله در هر پرفشانی اندکی از خود جداست
سایه را هم بقا در عجز خوابانیده است / ورنه یک گام از خودت آن سو جهان کبریاست
عافیت خواهی وداع آرزوی جاه کن / شمع این بزم از کلاه خود بکام اژدهاست

بی خمیدن از زمین نتوان گهر برداشتن
آنچه بردارد دولت زین خاکدان قد دوتاست

شبنم این باغ مژگانی ندارد در نظر
گر تو برخیزی ز خود برخاستنها بی عصاست

اوج دولت شعله‌طبعان از دو روزی بیش نیست
خاک اگر امروز بر فرق است فردا زیر پاست

میکند هر جزوم از شوق تو کار آیینه
خامه تصویرم و هر موی من صورت نماست

دهر خلقی را ببرگ اغنیا می‌پرورد
یک نهنگ مرده اینجا بهر صد ماهی غذاست

احتیاجست آنچه بیماری مقرر کرده‌اند
درد اگر بر دل گرانست از تقاضای دواست

هیچکس چون ما اسیر بی‌تمیزیها مباد
مشت خاکی در گره داریم کین آب بقاست

سایه‌ایم از دستگاه مایه بختان مپرس
آنکه روشن‌تر از دل شب برنیاید روز ماست

قامت پیری ز حرص شد کمینگاه امل
ورنه خم گردیدنت بر هر دو عالم پشت پاست

عجز طاقت سد راه رفتن از خویشم نشد
بیدل از واماندگی سر تا بپای شمع پاست

حذر ز راه محبت که پرخطرناک است
تو مشت خار ضعیفی و شعله بیباک است

توان به بیکسی ایمن شد از مضرت دهر
سموم حادثه را بخت تیره تریاک است

چه وانمایدت از چشم بند عالم وهم
که خودنمائی آیینه از دل پاک است

نیامد است شرابی بعرض شوخی رنگ
جهان هنوز سیه مست سایهٔ تاک است

طپیدن آیینهٔ ماست ورنه این دریا
حساب موج بیک آرمیدنش پاک است

بغیر وهم دگر چیست مانعت بیدل
تو پرفشانی و از ششجهت نفس چاک است

یار دور است ز ما تا بنظر نزدیک است
امتیاز آئینهٔ دوری همه نزدیک است

همه مقصد طلبان دامن لغزش گیرند
گر بدانند که منزل چه قدر نزدیک است

دود دل مژدهٔ خاکستر ما داد و گذشت
یعنی این شب که تو داری بسحر نزدیک است

ای هوس اینهمه مغرور اقامت نشوی
نسبت سنگ هم اینجا بشرر نزدیک است

دوری آب و گهر برهمن و دلدار مبند
آنقدر نیست که گویم چه قدر نزدیک است

غیر بسمل همه کس جست و ندادند سراغ
آشیانی که بافشاندن پر نزدیک است

بیدل آئینه به پرواز غم دوری چند
آسمان نیز باندازِ نظر نزدیک است

گو خلوت و چه انجمن آثار جاه اوست
هر جا مژه بلند کنی بارگاه اوست

از ریشه کاریِ دلِ وحشت ثمر مپرس
زین عرصه هر چه گرد برآرد سپاه اوست

ته جرعهٔ شراب غرور است عجز ما
رنگ شکسته سایهٔ طرف کلاه اوست

با محرمان عجز حوادث چه میکند
سرهای جیب الفتِ ما در پناه اوست

حسرت شنیدنم بهوس داغ کرده است
در خاک خون سری که ندارم براه اوست

حیرت نگاه شوکت نومیدی خودم
کین هفت عرصه یک کف بیدستگاه اوست

امشب غبار حیرت بیدل کوفته ایم
هر اشک بوئهٔ زگداز نگاه اوست

تنم ز بند لباس تعلق آزاد است
برهنگی برم خلعت خداداد است

نه دام دانم و نی دانه اینقدر دانم
که دل بهر چه کند التفات صیاد است

سپند هرزهٔ شوخی ندید ازین محفل
حذر که جرأت فریاد سرمه ایجاد است

جنون بی ثمری چاک سینه میخواهد
شرار تیشه چراغ امید فرهاد است

بدرد حیرت دیدار مرده ایم هنوز
نفس در آئینه دنباله دار فریاد است

نکرد زندگیم یکدم از فنا غافل
ز خود فراموشی ما همیشه در یاد است

مکن بآئینه تکلیف نامه پیغامت
که در حضور نویسی تحیّر استاد است

جنون رنگ مسیحا درین چمن بیدل
شراب غنچه ته شیشهٔ پریزاد است

مست عرفان را شراب دیگری در کار نیست
جز طواف خویش دور ساغری در کار نیست

عالم عجز است اینجا جاه کو شوکت کدام
تا توانی ناله کن کرّ و فری در کار نیست

خشت بنیاد تو بر هم چیدن مژگان بس است
در تغافل خانه بام و منظری در کار نیست

شعلها در پردهٔ سعی جهان خوابیده است
گر نفس سود کسی آتش گری در کار نیست

مشت خاک ما سراپا فرش تسلیم است و بس
سجدهٔ ما را جبینی و سری در کار نیست

زهد و تقوی هم خوشست اما تکلف برطرف
دست دل را بنده ام دردسری در کار نیست

حرص مانع نیست بیدل ورنه از ساز معاش
آنچه ما در کار داریم اکثری در کار نیست

دل مضطرب یاس و نفس ناله بچنگ است
دریاب که خون رگ ساز تو چه رنگ است

تا راه سلامت ببری محو عدم باش
آسودگی شیشه همان در دل سنگ است

هرگه مژه وا شد چو شرر رفته ام از خویش
از چشم بهم بسته شتاب تو درنگ است

از وحشت این بزم بعشرت نتوان زیست
هر چند چراغانش کنی پشت پلنگ است

دل تا نکنی از ضبط نفس آب نگردد
بر سنگ هم از جوش شرر قافیه تنگ است

ایمن مشو از خواهش خون ناشدهٔ دل
موجی که بگوهر نخزیده است نهنگ است

با یاد توام نیست غم از کلفت امکان
گردی که بود در ره گلشن همه رنگ است

ای ناله مبادا بخیالم روی از خویش
چون اشک دماغ طپشم شیشه بچنگ است

بیدل شرر بال تعلق چه فروشد
ما و سر تسلیم که عمریست بسنگ است

یاد آن جلوه ز چشمم گرهٔ اشک گشاست
شوق دیدار پرستان چه قدر آئینه زاست

از سر دل نگذشتیم بچندین وحشت
نالهای جرس ما جرس آبله پاست

غره منشین بکمالی که کند ممتازت
پیشتر قطره ز گوهر شدن یکدریاست

آتش از چهرهٔ زرین اثر زر ندهد
دین بدنیا مفروشید که دنیا دنیاست

اینقدر سعی بآبادی ما لازم نیست
خانهٔ چشم بامداد نگاهی برپاست

همه واماندهٔ عجزیم اگر کار افتد
نفس سوخته اینجا زره زیر قباست

نغمهٔ انجمن یاس بشوخی نزنند
سودن دست ندامت زدگان نرم صداست

سجدهٔ دانه چمن ساز نهال است اینجا
عجز اگر دست تو گیرد سر افتاده عصاست

یاد او کردی و از خویش نرفتی بیدل
گر عرق ریخت بسیلت بدهد جای حیاست

ساز تو کین نغمهٔ بیداد شکستی است — در شیشهٔ این رنگ پریزاد شکستی است
تصویر بجز رنگ سلامت نفروشد — صورتگر ما خانهٔ بهزاد شکستی است
گوهر ز حباب این همه تفریق ندارد — هر جاست سری در گرهٔ باد شکستی است
تنها دل عاشق طپش یاس ندارد — هر شیشهٔ تنک مشرب بنیاد شکستی است

بیدل نخوری عشوهٔ تعمیر سلامت
ویرانی بنیاد تو آباد شکستی است

عمریست بحیرت نفس سوخته رام است — این مستی آسوده ندانم ز چه جام است
بیتاب فنا اینهمه کوشش نه پسندد — فرداست که پرواز تو فرسودهٔ دام است
ای شعلهٔ امید نفس سوخته تا چند — آسودگی از جادهٔ بسمل دو سه گام است
مغرور کمالی ز فلک شکوه چه لازم — کار تو هم از پختگی طبع تو خام است
مگذر ز غنا تا نشوی دشمن احباب — اول سبق حاصل زر ترک سلام است
گویند بهشت است همان راحت جاوید — جائی که بداغی نطپید دل چه مقام است
بیطاقت شوقیم و جبین داغ سجود است — بتخانه درین راه چه و کعبه کدام است
نومیدیم از قید جهان شکوه ندارد — با دام و قفس طایر پر ریخته رام است

بیدل بگمان محو یقینم چه توان کرد
کم فرصتی وصل پرستان ز پیام است

حیرتم عمری بامید ندامت شاد داشت — جان گنهکار ریشهٔ در تیشهٔ فرهاد داشت
برده ام تا جلوهٔ الفت خرابیهای دل — این عمارت جای خشت آئینه در بنیاد داشت
آنچه بر دل رفت از یاد برهمن زادهٔ — کافرم گر هیچ کافر این قیامت یاد داشت
عالمی بر باد رفت و ریشهٔ عجزم بجاست — ناتوانی در مزاجم ریشهٔ فولاد داشت
دل بکلفت راست مجبور است از قسمت مپرس — آه ازین آئینه کز جوش نفس امداد داشت

حیف اوقاتی که صرف کوشش بیجا شود ... تیشهٔ عمر تو بر جان کندن فرهاد داشت

بیتو در ظلمت سرای عمر کی بودی فروغ ... پرتو مهر تو این ویرانه را آباد داشت

یاس مطلب نالهٔ ما را نفس فرسا نکرد ... بی بری این سرو را از ریشه ام آباد داشت

بس که پیکان بود بیدل غنچهٔ این گلستان ... زهر خند زخم چون گل خاطر ما شاد داشت

چنین که نیک و بد ما بعجز وابسته است ... قضا بدست حنا بستهٔ نقش پا بسته است

حریف نسخهٔ افتادگی نهٔ ورنه ... هزار آبله مضمون بنقش پا بسته است

بذوق عافیت آن به که هیچ ننمائی ... کف غباری و آئینه بر هوا بسته است

مکر بر آتش دل التجا برم چو سپند ... که بیزبانم و کارم بناله وابسته است

بکعبه می کشم از دیر محمل آرام ... نفس بدوش من ناتوان چها بسته است

چو سنگ چاره نداریم جز زمنگیری ... زدست عجز که ما را بپای ما بسته است

چو موج هرزه تلاش کنار عافیتیم ... شکست دل بکمر ما هزار جا بسته است

چو صبح بر دو نفس آنقدر محن بیدل ... که تا نگاه کنی محمل دعا بسته است

دوری از اسباب ما و من بحق پیوستن است ... قطره را از خود گذشتن دل بدریا بستن است

ناتوانی گاه گاهی بی تکلف زیستن ... زین تعلقها که داری اندکی وارستن است

تا کی ای بیدرد دلرا خوار خواهی داشتن ... شیشه داری که بر سنگش زدن بشکستن است

نشئهٔ آزادئی دارد غرور عاشقان ... ناله را گردن کشی از قید هستی رستن است

سعی بیدردان بباد هرزه گردی میرود ... موج خون شوای نفس گر با دلت پیوستن است

همچو دریا بیدل آسان نیست اوج اعتبار ... در خور امواج اینجا رو بناخن خستن است

رنگم درین چمن بهوس پر زننده نیست ... یعنی پر شکسته بجائی رسنده نیست

حسرت بنام بوسه عبث فال میزند ... نقش تبسمی بنگین تو کنده نیست

گرد نیازم از سر کویت کجا رود بسمل اگر پری بفشاند پرنده نیست
ای بیکسی بنال بدردی که خون شوی عمریست رنگ باخته ایم و پرنده نیست
چون صبح این دری که برویت گشوده اند پوشیدن غبار نفسهای خنده نیست
بلبار داز قفائی هم اجزای کائنات بگذشت خاک و غیر غبار فکنده نیست

بیدل چه انتظار و کدام آرزوی وصل
چشم بخواب رفتهٔ بختم پرنده نیست

بس که ساز این بساط آشفتگیهای دل است بی شکست شیشهٔ امید چراغان مشکل است
چشم واکردن کفیل فرصت نظاره نیست پرتو این شمع آغوش وداع بسمل است
در ره تسلیم پر بی خانمان افتاده ایم بر سر ما سایهٔ گر هست دست قاتل است
از سر مستی بذوق گریه نتوانم گذشت تا نمی در چشم دارم خاک این صحرا گل است
نیست از دست تو بیرون اختیار صید ما پنجهٔ رنگین چو گل تا غنچه میسازی دل است
عرض نیرنگ طپشهای مرا درکار نیست اشک بر مژگان زدن در رنگ دیگر بسمل است
امتیاز حسن و عشق و شوق از دل برده ام میرود از کف دل و در چشم مجنون محمل است

تا به بیدردی توانی ساعتی آسوده نیست
بیدل از الفت سرای ما که الفت قاتل است

برگ طربم عشرت بی برگ و نوائی است چون آبله بالیدنم از تنگ قبائی است
تا رنگ قبولی بدل از نقش تمناست گر خود همه آئینه شوی کار گدائی است
اینجا که نشین کسب ادب مفت سفالت اندیشهٔ چینی مکن این کار خطائی است
اندیشه چمن طرح کن سجدهٔ شوق است امروز ندانم کف پای که حنائی است
فریاد که یک عمر غبار نفس ماست زد بال و ندانست که پرواز کجائی است

مجموعهٔ امکان سخنی بیش ندارد
بیدل مرو از خویش که این ساز نوائیست

عشق از خاک من آنروز که وحشت میبیخت رفت گردی ز خود و آئینهٔ مجنون ریخت

اشک بیتابم و از شوق سجودت دارم
آنقدر صبر که بر خاک توانم آمیخت

چشم عبرت ز پریشانی خاکم روشن
هیچکس سرمه ز کیفیت این گرد نبیخت

زین بیابان سر خاری نشد از من رنگین
پای خوابیدهٔ من آب رخ آبله ریخت

بزم فرصت سبب قطع امید است اینجا
تار سازم ز پرافشانی این نغمه گسیخت

یکقلم عرصهٔ تسلیم فنائیم چو صبح
بیدل از پای نفس سر نتوان کرد انگیخت

گوهر دل ز سخن رنگ صفا باخته است
رنگ این آئینه یکسر بصفا ساخته است

جلوه ها مفت تو ای ناله چه فرصت طلبی
گر نفس هم نفس آئینه پرداخته است

از قمار من و ما صرفه نبردیم افسوس
رنگ حسنی است بآن کش همه جا باخته است

پیش از ایجاد نفس قطع هوسها کردیم
صبح هستی دم تیغی بخیال آخته است

هر دو عالم چو نفس در جگرم سوخته اند
شعلهٔ وادی مجنون چه قدر تاخته است

هیچ پرواز ز خاکستر خود بیرون نیست
بیدل این هفت فلک بیضهٔ یک فاخته است

زندگی سدّ ره جولان ماست
خاک ما گل کردهٔ آب بقاست

آه بی تاثیر ما را کم مگیر
هر کجا دودیست آتش در قفاست

خاک گشتیم و همان محو تو ایم
آئینه رفت از خود و حیرت بجاست

در شرر آئینهٔ اشیا گم است
ابتدای هر چه دیدی انتهاست

این صدفها یکقلم بی گوهر اند
عالمی دل داد اما دل کجاست

یاد روی کیست عید گریه ام
طفل اشکم صد چمن رنگین قباست

بیدل از آئینهٔ عبرت گیر و بس
تا نفس باقی بود دل بی صفاست

تو مست وهم و درین بزم بوی صهبا نیست
هنوز جز بدل سنگ جای مینا نیست

خیال عالم نیرنگ رنگها دارد
کدام نقش که تصویر بال عنقا نیست

دلت بعشوهٔ عقبی خوشست ازین غافل
که هرکجا که تو آنجا بغیر دنیا نیست

بهرچه وارسی از خود گذشتنی دارد
بهوش باش که امروز رفت و فردا نیست

اگر ز وهم برآئی چه موج و کو گرداب
جهان بخویش فرو رفته است و دریا نیست

بنا امیدی ما رحمی ای دلیل فنا
که آشیان هوائیم و در چمن جا نیست

حساب هیچکس ما کجا توان دادن
بقا کدام و چه هستی فنا هم از ما نیست

چو موج اگر بشکستن رسی غنیمت دان
درین محیط که جزو است عجز بالا نیست

بآرمیدگی شمع رفته ایم از خویش
دلیل مقصد از خود گذشتگان پا نیست

حریر کارگه وهم را چه تار و چه پود
قماش تار لطافت تمیز فرسا نیست

تو جلوه ساز کن و مدعای دل دریاب
زبان حیرت آئینه بی تقاضا نیست

غریق بحر ز فکر حباب مستغنی است
رسیده ایم بجائی که بیدل آنجا نیست

دی بشبنم گریهٔ ما نو گلی خندید و رفت
از زبان اشک هم درد دلی فهمید و رفت

شمع محفل بر خموشی بست و مینا بر شکست
هرکسی زین انجمن طرز دگر بالید و رفت

عالمی صد ناله پیش آهنگی امید داشت
یک نگاه واپسین ناگاه برگردید و رفت

هیچ شبنم بر نیارد سر ز جیب نیستی
گر بداند از چه گل خواهد نظر پوشید و رفت

زان دهان بی نشان بوی سراغی برده ام
تا قیامت بایدم راه عدم پرسید و رفت

ای سحر در اشک شبنم غوطه میباید زدن
گر شکست رنگ ما بر عافیت خندید و رفت

تا بهارت از خزان پر بی تامل نگذرد
هر قدم میبایدم چون رنگ برگردید و رفت

چشم عبرت هرکه بر اوراق روز و شب گشود
همچو بیدل معنی بیحاصلی فهمید و رفت

اشک یک لحظه بمژگان بار است
فرصت عمر همین مقدار است

شیشه سا ز نم اشکی نشوی
عالم از سنگدلان کهسار است

دل جمعی که توان گفت کجاست
غنچه هم یکسر و صد جا خار است

نارسائی نفس شکوهٔ کیست
خامه‌ام هیچش صد طومار است

حسن نادیده تماشا دارد
مژه بر داشتنت دیوار است

پیش پا میخورم از کلفت دل
از نفس آئینه ناهموار است

بشمار من و ما خرسندیم
چه توانگرد نفس بیکار است

چون جرس کاش بمنزل برسیم
نالهٔ ما ز اثر بیزار است

مرده هم فکر قیامت دارد
آرمیدن چه قدر دشوار است

بیدل از صنعت تقدیر مپرس
زلف یاریم و شب ما تار است

بس که راز عجز ما بالید پنهان زیر پوست
عاقبت چون آبله گشتیم عریان زیر پوست

عیب ما بی پرده است از کسوت افلاس ما
نیست پنهان استخوان ناتوانان زیر پوست

میروم چون آبله مژگان خاری بر کنم
در رهت تا چند دزدم چشم گریان زیر پوست

تا نگردد قابل ما جز بگلچینی بشر
همچو گل اسباب پر کردیم سامان زیر پوست

گفتم آفتهای امکان زیر گردون نیست و بس
زندگی بالید و گفت اینجمله پنهان زیر پوست

ایمن از حرف لباس خلق نتوان زیستن
بیشتر خونهای فاسد رهست جولان زیر پوست

عضو عضوم حیرت دیدار می‌آرد ببار
نخل بادامم سراپا چشم حیران زیر پوست

جیب ما چون غنچه آخر فال صحرا میگشاد
بر سر ما سایه افگنده است دامان زیر پوست

هیچکس آتش نزد بر صفحهٔ بیجا ضلم
ورنه من هم داشتم بیدل چراغان زیر پوست

بجاست شکوهٔ ما تا رهِ فغان خالیست
زمین پر است ز ما بس که آسمان خالیست

ز جیب هر مژه آغوش میچکد اینجا
بیا که جای تو در چشم دوستان خالیست

فریب منصب گوهر مخور که همچو حباب
هزار کیسه درین بحر بیکران خالیست

ترشحی بمزاج سحاب و بحر نماند
که آستین کریمان چو ناوه‌دان خالیست

کدام جلوه که نگذشت ازین بساط غرور
تو هم بناز که میدان امتحان خالیست

جهان چو شیشهٔ ساعت طلسم فقر و غناست ... پرست وقت دگر گرچه این زمان خالیست

برنگ نقش نگین بیدل از سبکروحی
نشسته‌ایم و زما جای ما همان خالی است

بس که الفت ما ضعیفان را حصار آهن است ... چشم زخمی گر هجوم آرد دعای جوشن است

از حیا با چرب طبعان بر نیاید هیچکس ... آب در هر جا که دیدم زیر دست روغن است

از وداع غنچه آغوش گل انشا کرده‌ام ... بی گریبانی تماشاگاه چندین دامن است

نبض امکان را ندارد شور چندین اضطراب ... همچو تار ساز در دل هیچ و بر لب شیون است

مگذر از اسباب اگر آگاهی از ذوق فنا ... چون شود منزل نمایان گرد ره افشاندن است

غفلت و تحقیق بر ما تار و پود وهم بافت ... ورنه در مهتاب احوال کتان پیدوشن است

هیچکس از معنی مکتوب شوق آگاه نیست ... ورنه جای نامه پیش یار ما را خواندن است

از امل جمعیت دل وقف غارت کرده‌ام ... ریشه گر افسون بخواند دانه ما خرمن است

این که مجنونم زبان درد من فهمیده نیست ... در چکیدنها قطره تا دامنم یک شیون است

آتش کارت نخواهد اینقدر گرمی فروخت ... ای تو هم خاک بر سر کن نفس بی دامن است

تا توانی ناز کن بیدل که در کیش جنون
خواهش صبح قیامت در نفس پروردن است

دارم ز نفس ناله که جلاد من اینست ... در وحشتم از عمر که صیاد من اینست

چون صبح بگبرد رم وحشت نفسم سوخت ... آن سرمه که شد رهزن فریاد من اینست

گردی شوم و گوشهٔ دامان تو گیرم ... گر بخت بفریاد رسد داد من اینست

با هر نفسی سخت دلی میرود از خویش ... جان میکنم و تیشهٔ فرهاد من اینست

چون اشک ز سر گشتگیم نیست رهائی
بیدل چه کنم نشئهٔ ایجاد من اینست

برق با شوقم شراری بیش نیست ... شعله طفلم نی سواری بیش نیست

ای شرار از همرهان غافل مباش ... فرصت ما تیزباری بیش نیست

دست از اسباب جان بر داشتن — سعی اگر مردیست کاری بیش نیست
غرقهٔ وهمیم ورنه این محیط — در تنک آبی کناری بیش نیست
چون سحر گردیکه در دامان تست — گر بفیشانی غباری بیش نیست
چند در بند نفس فرسودنت — محو آن دامی که ماری بیش نیست
بیدل این کم همتان بر عز و جاه — فخرها دارند عاری بیش نیست

گر جنونم هوس قطع منازل میداشت — خوشتر از ریگ روان آبله محمل میداشت
دیده گر رنگی از آن جلوه برومی آورد — یک تحیر بصد آئینه مقابل میداشت
پاس آئین ادب گر نشدی مانع اشک — نا بکویش همه جا پا بسر دل میداشت
عقدهٔ دل اگر از سعی طپش وا می شد — جوهر آئینه هم حیرت بسمل میداشت
شرم نایابی مطلب عرق ساز نکرد — تار و کوشش مقصد طلبان گل میداشت
قطع کردیم بتدبیر خموشی چون شمع — جادهٔ را که ادب در دل منزل میداشت
داغم از حوصلهٔ شوخ نگاهان بیدل — کاش در بزم بتان آئینه هم دل میداشت

هر کرا دستی ز همت بود جز بر دل نداشت — دستگاه پرتو این شمع یک محفل نداشت
انفعالی نیست دلرا ورنه در کیش حیا — سنگ هم گر آب میشد عقدهٔ مشکل نداشت
زندگی در پیچ و تاب سعی بیجا مردن است — از طپیدن عالمی بسمل شد و قاتل نداشت
خیرگیهای نظر محو حجاب آرزوست — ورنه هرگز لیلی آزاد این محمل نداشت
همچو شبنم گریهٔ ما راه جولان بسته است — چشم ما تا بود بی نم این بیابان گل نداشت
سرو گلزار تمنا طوق قمری در پاست — گل نکرد از سینه ام آهی که داغ دل نداشت
اشکم و گم کرده ام از ضعف راه اضطراب — ورنه این ره لغزش پا داشت گر منزل نداشت
نقش آواز اضطرابم در نظر صورت نبست — حسن را آئینه میبایست این بیدل نداشت

در وادئی که قدرت عجزم کمال داشت
بالیدگی چو آبله ام پایمال داشت

سیراب نازم از دل بیمدعای خویش
گوهر بجیب صافی مطلب زلال داشت

در بحر احتیاج که موجش طپیدنست
آسایشی که داشت لب بی سؤال داشت

رازم ز بی نقابی اظهار اشک ریخت
عریانی آنقدر عرق انفعال داشت

غارتگر نشاط بهارم شگفتگی است
تا غنچه بود گل چمنی در خیال داشت

بیهوده همچو صبح دمیدیم و سوختیم
فصل بهار بی نفسی اعتدال داشت

شور طلب ز وهم فنا سر بجیب داشت
ورنه بخاک نیز جنون احتمال داشت

اکنون علاج شبههٔ هستی که میکند
در سنگ نیز آئینهٔ ما مثال داشت

یارب شفق طراز کدامین بهار شد
رنگی که چون شکسته شدیم زیر بال داشت

هرکس بقدر همت خود ناز می کند
بیدل غم تو دارد اگر خواجه مال داشت

صاف طبعانرا غبار از خارخار کینه نیست
زحمت مژگان بچشم گوهر و آئینه نیست

در محبت ره نورد جادهٔ دردیم بس
چون سحر جولان ما بیرون ز چاک سینه نیست

چند روزی شد ز هستی ریشه پیدا کرده ایم
میتوان کندن ز زمین نخلی که پر دیرینه نیست

بهر درد بینوائی صبر تسکین است و بس
دست بر دل زد که دیگر رونق پارینه نیست

سعد و نحس دهر بیدل کی دهد تشویش ما
همچو طفلان کار ما با شنبه و آدینه نیست

برگ و سازم جز هجوم گریهٔ بیتاب نیست
خانهٔ چشمی که من دارم کم از سیلاب نیست

رشتهٔ قانون پاسم از نواهایم مپرس
در گسستن عالمی دارم که در مضراب نیست

از فروغ این شبستان دست باید شست شمع‌آسا
آب گردیده است سامان طرب مهتاب نیست

حال دل پرسیده بیطاقتی آماده باش
شوخی افسانهٔ ما دستگاه خواب نیست

دست و پا از آستین و دامن آنسو میزنم
مشرب دیوانگی زندانی اسباب نیست

بعد کشتن خون ما زنگست در پرواز شوق
آب و خاک بسملم از عالم اسباب نیست

سایه را آئینهٔ خورشید بودن مشکل است
خود بخود در جلوه باش اینجا کسی را باب نیست

آنچه میگویند عنقا ای زخود غافل توئی
گر توانی یافت خود را مطلبی نایاب نیست

شوخی تمثال هستی برندارد پیکرم
آنقدر خاکم که در آئینهٔ من آب نیست

زاهدا لاف محبت میزنی غافل مباش
زخم شمشیر است این خمیازهٔ محراب نیست

بیدل از ارباب دنیا چشم سرسبزی مدار
کشت این شطرنج بازان دغل سیراب نیست

طوق چون فاخته شیرازهٔ مشت پر ماست
حلقهٔ دود کمند کف خاکستر ماست

شوق غارت زدهٔ انجمن دیداریم
هر کجا آئینهٔ خون شده چشم تر ماست

از دلیران جنون تازه بساط یاسیم
قطع امید دو عالم پرش خنجر ماست

راحت شمع باندازگداز است اینجا
هر قدر پیکر ما خاک شود بستر ماست

ما بیک صفحه زصد نسخه فراغت داریم
دل آشفته اگر جمع شود دفتر ماست

بس که داریم درین باغ کدورت بیدل
لاله سان آئینهٔ زنگار نشین در ماست

گرم رفتاری که سر در راه آن یکتا گذاشت
گام اول چون شرر خود را بجای پا گذاشت

گر عروج از دهر خواهی جوش زن در بیخودی
می سراپا نشئه شد تا دامن مینا گذاشت

بعد ازین مانند گوهر خاک میباید شدن
قطرهٔ ما رقص شوقی داشت در دریا گذاشت

بی نیازی های یاس از بهر ما سامان نکرد
آنقدر دستی که نتوان دامن دلها گذاشت

سجدهٔ شکر فنا خاص جبین شمع نیست
هر که طی کرد این بیابان سر به پیش پا گذاشت

شب ز برق بیخودی چون کاغذ آتش زده
سوختم چندانکه داغت بر تن من جا گذاشت

هر که زد بیدل بسیر وادی وحدت قدم
گام اول جرات رفتن چو نقش پا گذاشت

دل را گشاد کار زصد عقده بدتر است
آزادی طبیعت این مهرهٔ ششدر است

بالا دو نیست آبله پای بر بساط
اینجا چو شمع گر قدمی هست بر سر است

یک روی گرم در همه عالم ندیده ایم
خورشید هم بکشور ما سایه پرور است

ولہ ایضا

گر همه در سنگ بود آتش چرا پرید و سوخت
وقت آنکس خوش که از مرکز جدا گردید و سوخت

دی من و دلدار ربط آب و گوهر داشتیم
این زمان باید ز قاصد نام او پرسید و سوخت

خاک عاشق جامهٔ احرام صد درد سر است
برهمن زین درد صندل بر جبین مالید و سوخت

از تپ و تاب سپند این بساط آگه نیم
اینقدر دانم که بر یاد کسی نالید و سوخت

شبنم از خورشید تابان صرفه نتوانست کرد
عالم آئینه با رویت مقابل دید و سوخت

هر کجا گل کرد داغی بر دل دیوانه سوخت
این چراغ بیکسی تا سوخت در ویرانه سوخت

عالم خاکستر از ما موج ساغر میزند
چشم مخموری که ما را اینقدر مستانه سوخت

دور باش از زلفش ای مشاطهٔ گستاخ دست
آتش این دود نزدیک است خواهد شانه سوخت

عشق هر جا در خیال مجلس آرائی نشست
هر دو عالم در چراغ خلوت پروانه سوخت

دور چشم بد زیانکار زین الفتم
مزرعی دارم که باید چون سپندم دانه سوخت

تا سواد رمزی از سطر وفا روشن شود
صد نفس باید بتحقیق پر پروانه سوخت

عالمی بیدل بحرف یکدگر آرام یافت
غفلت ما هم دماغ خواب و هم افسانه سوخت

عرق فشانی شبنم درین حدیقه گواه است
که هر طرف نگرد دیده انفعال نگاه است

حساب سایه و خورشید و صبح راست نیاید
متاع منتظران رنگ حسن آئینه کاه است

چو در قفس همه پرواز آرزوی تو دارم
تبسمی که غبار هزار قافله آه است

بغیر ترک تماشا مخواه نشئهٔ راحت
هجوم خواب بچشمت شکست رنگ نگاه است

بهر طرف چه خیال است سر کشیدن بیدل
پر شکسته همان آشیان عجز پناه است

هستی برنگ صبح دلیل فنا بس است
بهر وداع ما نفس آغوش ما بس است

یکدم زدن بخاک نشاید سپند را
هرچند ناله هیچ ندارد بما بس است

زین بحر چون حباب بکمال نمود ما
آئینه داری دل بهمدعا بس است

یارب مکن بناز دگر امتحان ما
برداشتیم پیش تو دست دعا بس است

واماندگی بهر قدم اینجا بهانه جو است
گر خار نیست آبله هم زیر پا بس است

خود بینئی که آئینهٔ هیچکس مباد
بر خلق شاهدی که بود نارسا بس است

گر در خور کفایت هر کس نصیبه ایست
آئینه کو بهر که رسد دل بما بس است

ما را چو رشته که بسوزن وطن کنند
چندانکه بگذریم ازین کوچه جا بس است

بیدل دماغ درد سر این و آن کراست
با خویش هم اگر شده ایم آشنا بس است

واژگونی بس که با ضعفم قرین گردیده است
سر نوشتم نیز چون نقش نگین گردیده است

این املهائی که احرام امیدش بسته
تا بخود جنبی نگاه واپسین گردیده است

نارسائیهای طاقت انتظار او مباد
ایکه در جولانگه از سستی کمین گردیده است

جلوهٔ هستی غنیمت دان که فرصت بیش نیست
حسن اینجا یک نگه آئینه بین گردیده است

رفتن از خود سایه را آئینهٔ خورشید کرد
رنگ ما بیدست و پایان اینچنین گردیده است

بیدل از بیدستگاهی سرنگون خجلتیم
دست ما از بس تهی شد آستین گردیده است

بس که در راهت عرق ریز خجالت برده ایم
گر ز خاک ما تیمم آب بردارد وضو است

ابر رحمت آبیار مزرع عشاق نیست
چون رگ یاقوت اینجا ریشه در خون نمو است

برق خورشید است اینجا گریهٔ سر کرده ایم
با کمال آب بازی طفل اشکم شعله خو است

فکر نازک گشت بیدل مانع آسایشم
در بساط دیده اینجا دورباش خواب مو است

ولہ ایضاً

شعلهٔ بی پا و سر سجده گه اخگر است
سعی چو پستی گرفت آبلهٔ پا سر است

رشتهٔ ساز امید در گرهٔ عجز سوخت
شوق چو شوخی کند ناله نفس پرور است

چاک گریبان ما سینهٔ صحرا گشاد / تنگی خلق جنون اینهمه وسعت گر است
نیست بساطِ جهان قابل دلبستگی / ریشهٔ ما چون نفس در چمن دیگر است
شیوهٔ تغافل خوشست ورنه باین برق حسن / تا تو نظر کردهٔ آئینه خاکستر است
غیر فنا نگسلد بند غرور نفس / رشتهٔ این شمع را عقده گشا دیگر است
بیدل از آشوب دهر سر نکشیدن بجیب / زورق طوفانیت بیخبر از لنگر است

نه منزل نه نشان نی جاده تنگ است / براهت پای خواب آلوده لنگ است
بصد گلشن دواندی ریشهٔ وهم / نفهمیدی گل مقصد چه رنگ است
درین گلشن سراغ سایهٔ گل / همان بر ساخت پشت پلنگ است
طرب کن ای حباب از ساز غفلت / که گر وا شد مژه کام نهنگ است
مکش رنج نگین داری که اینجا / سر وا ماندهٔ نامت بسنگ است
بپرهیز از بلای خودنمائی / مسلمانی تو و عالم فرنگ است
بگفتن وا رساند فرصت گل / شتاب آسمان ساز درنگ است
عدم هستی شد از وهم من و ما / خیال آنجا که زور آورد بنگ است
منه بر نقش بالش جبهه بیدل / برین آئینه عکس سجده زنگ است

زهی مخموری عالم گلی از حسرت جامت / زبانها چون نگین ساغر کش خمیازهٔ نامت
که میداند حریف ساغر وصلت که خواهد بود / که ما پیمانه پر کردیم از سر جوش پیغامت
بفکر چارهٔ سودای ما یا رب که پردازد / دو عالم یکجنون زار است از شور دو بادامت
نگه را خانهٔ چشم است زنجیر گرفتاری / نمیباشد برون پرواز ما از حلقهٔ دامت
بچشم کم که می بیند سیه روزان زلفت را / بصد خورشید مینازد سحر پروردهٔ شامت
کنون گز پردهٔ رنگم بچندین جلوه عریانی / چه مقدار آن قبای ناز تنگ آمد بر اندامت
بطوفان بهار نو خطیها غوطه زد آخر / جهان از سایهٔ سرو تو تا پشت لب بامت

یکدم زدن بخاک نشاید سپند را
هر چند ناله هیچ ندارد بما بس است

زین بحر چون حباب بکمال نمود ما
آئینه داری دل بهمه عا بس است

یارب مکن بناز دگر امتحان ما
برداشتیم پیش تو دست دعا بس است

واماندگی بهر قدم اینجا بهانه جو است
گر خار نیست آبله هم زیر پا بس است

خودبینئی که آئینهٔ هیچکس مباد
بر خلق شاهدی که بود نارسا بس است

گر در خور کفایت هر کس نصیبه ایست
آئینه کو بهر که رسد دل بما بس است

ما را چو رشته که بسوزن وطن کنند
چندانکه بگذریم ازین کوچه جا بس است

بیدل دماغ درد سر این و آن کراست
با خویش هم اگر شده ایم آشنا بس است

واژگونی بس که با ضعفم قرین گردیده است
سر نوشتم نیز چون نقش نگین گردیده است

این املهائی که احرام امیدش بسته
تا بخود جنبی نگاه واپسین گردیده است

نارسائیهای طاقت انتظار او مباد
ایکه در جولانگه از سستی کمین گردیده است

جلوهٔ هستی غنیمت دان که فرصت بیش نیست
حسن اینجا یک نگه آئینه بین گردیده است

رفتن از خود سایه را آئینه خورشید کرد
رنگ ما بیدست و پایان اینچنین گردیده است

بیدل از بیدستگاهی سرنگون خجلتیم
دست ما از بس تهی شد آستین گردیده است

بس که در راهت عرق ریز خجالت برده ایم
گر ز خاک ما تیمم آب بردارد وضو است

ابر رحمت آبیار مزرع عشاق نیست
چون رگ یاقوت اینجا ریشه در خون نمو است

برق خورشید است اینجا گریه سر کرده ایم
با کمال آب بازی طفل اشکم شعله خو است

فکر نازک گشت بیدل مانع آسایشم
در بساط دیده اینجا دور باش خواب مو است

وله ایضاً

شعلهٔ بی پا و سر سجده گه اخگر است
سعی چو پستی گرفت آبلهٔ پا سر است

رشتهٔ ساز امید در گره عجز سوخت
شوق چو شوخی کند ناله نفس پرور است

چاک گریبان ما سینهٔ صحرا گشاد
تنگی خلق جنون اینهمه وسعت گر است

نیست بساط جهان قابل دلبستگی
ریشهٔ ما چون نفس در چمن دیگر است

شیوهٔ تغافل خوشست ورنه باین برق حسن
تا تو نظر کردهٔ آئینه خاکستر است

غیر غبار نگسلد بند غرور نفس
رشتهٔ این شمع را عقده گشا دیگر است

بیدل از آشوب دهر سر نکشیدن بجیب
زورق طوفانیت بیخبر از لنگر است

ز منزل نشان نی جاده تنگ است
براهت پای خواب آلوده لنگ است

بصد گلشن دواندی ریشهٔ وهم
نفهمیدی گل مقصد چه رنگ است

درین گلشن سراغ سایهٔ گل
همان بر ساخت پشت پلنگ است

طرب کن ای حباب از ساز غفلت
که گر وا شد مژه کام نهنگ است

مکش رنج نگین داری که اینجا
سر وا ماندهٔ نامت بسنگ است

بپرهیز از بلای خودنمائی
مسلمانی تو و عالم فرنگ است

بگفتن وارساند فرصت گل
شتاب آسمان ساز درنگ است

عدم هستی شد از وهم من و ما
خیال آنجا که زور آورد بنگ است

منه بر نقش پالش جبهه بیدل
برین آئینه عکس سجده زنگ است

زهی مخموری عالم گلی از حسرت جامت
زبانها چون نگین ساغر کش خمیازهٔ نامت

که میداند حریف ساغر وصلت که خواهد بود
که ما پیمانه پر کردیم از سر جوش پیغامت

بفکر چارهٔ سودای ما یارب که پردازد
دو عالم یکجنون زار است از شور دو بادامت

نگه را خانهٔ چشم است زنجیر گرفتاری
نمیباشد برون پرواز ما از حلقهٔ دامت

بچشم کم که می بیند سیه روزان زلفت را
بصد خورشید مینازد سحر پروردهٔ شامت

کنون کز پردهٔ رنگم بجنبید این جلوه عریانی
چه مقدار آن قبای ناز تنگ آمد بر اندامت

بطوفان بهار نو خطیها غوطه زد آخر
جهان از سایهٔ سرو تو تا پشت لب بامت

چه می‌پیچی ز روی جهل بر طول امل بیدل
که موهوم است چون تار نظر آغاز و انجامت

داغ اگر حلقه زند ساغر صهبای دل است
ناله گر بال کشد گردن مینای دل است

دهر گو تنگتر از حلقهٔ نونم گیرد
گرهٔ آبله میدان طپشهای دل است

ظرف و مظروف خیال آئینهٔ یکدگرند
هر کجا از تو تهی هست همان جای دل است

نوبهار عجب از وهم خزان باخته‌ایم
عجز امروز من آیینهٔ فردای دل است

ریشهٔ تخمی است بهر جا ز درون ماند
نفس از ضبط من و ما گهر آرای دل است

نیست حرفی که ازین نقطه بیاید بیرون
شور ساز دو جهان اسم معمای دل است

چون طلب سوخت نفس گریه روان میگردد
اشک یکسر قدم آبله فرسای دل است

درد مشکل که ازین دایره بیرون تازد
آنچه دریای جگر آمده پهنای دل است

بحر بر موج گهر حکم روانی میکرد
گفت معذور که در دامن من پای دل است

بیدل احیای معانی بخموشی کردیم
نفس سوخته اعجاز مسیحای دل است

عشرت موهوم هستی کلفت دنیا بس است
رنگ این گلزار خون گردیدن دلها بس است

در بساط دهر کم فرصت چه پرواز کسی
بحر خجلت گر نباشد حاجت استغنا بس است

هرزه زین طوفان برای آب نتوان آمدن
کوهها را گداز عافیت دریا بس است

عرض هستی گر باین فرصت گشاید بال ناز
گرد پروازت همان در بیضهٔ عنقا بس است

داغ نیرنگیم تاب آتش دیگر کراست
دوزخ امروز ما اندیشهٔ فردا بس است

حاجت سنگ حوادث نیست در آزار ما
موی سر چون کاسهٔ چینی شکستها بس است

حسن بی‌پرواست ورنه قاصدی در کار نیست
نامهٔ احوال مجنون طرهٔ لیلی بس است

یک شرر برق جنون کار دو عالم می‌کند
انتقام از هر چه خواهی آتش سودا بس است

سلطنت وهم است بیدل خاکسار عجز باش
افسر ما چون زمین خوابیده نقش پا بس است

سر شکم نسخهٔ دیوانهٔ کیست
جگر آئینه دار شانهٔ کیست

خموشی ناله میگردد مپرسید
که آن نا آشنا بیگانهٔ کیست

زخود رستم ولی بوئی نبردم
که رنگم گردش پیمانهٔ کیست

سپند آهی کشید و چشم پوشید
با این تکلیف خواب افسانهٔ کیست

شرارم تازه خواهد کرد خرمن
برون از ریشه چینی دانهٔ کیست

زچاک دل نوائی می تراود
که میفهمد زبان شانهٔ کیست

دل عاشق باستغنا نه ارزد
خموشی وضع گستاخانهٔ کیست

به پیری هم نفهمیدیم افسوس
که دنیا بازی طفلانهٔ کیست

بذوق بیخودی مردیم بیدل
شکست رنگ صورتخانهٔ کیست

عجز بینش با تعلقهای امکان آشناست
اشک ما تا چشم بگشودن بمژگان آشناست

دستم از دل برنمیدارد گداز آرزو
سخت جانی با دل صبر آزمایان آشناست

نیستم آگه چو گل می چینم از باغ جنون
سیل عمری شد که با این خانه ویران آشناست

بزم وصل و هستی عاشق خیالی بیش نیست
قطره دست از خود بشو هرچند طوفان آشناست

سوختن خاشاک را همرنگ آتش میکند
بر قدر بیگانه ایم از خویش جانان آشناست

بی ندامت نیست اسباب نشاط این چمن
مفت الفتها اگر مژگان بمژگان آشناست

درچنین بزمی که سازش پردهٔ بیگانگی است
گل هم از شبنم کف دستی بدندان آشناست

شمع گو در دیده ام دکان رعنائی مچین
عشرتی دارم که با چندین چراغان آشناست

بیدل این محفل نهان در گریهٔ شمع است وبس
داغ آن زخمی که با لبهای خندان آشناست

دل از غبار نفس زخم خفتهٔ در نمک است
ز موج پیرهن این محیط پر خسک است

ز عرض شبهه تهی نیست نقطهٔ تحقیق
تو آنچه کردهٔ از خویش انتخاب شک است

بعالم بشری غیر خود نمائی نیست
کسی که بگذرد از وهم این صفت ملک است

قد خمیده کند تن پرست را هموار / مدار راست روبهای فیل از کجک است

فزوده ایم بوحدت ز شوخ چشمی خویش / دمی که محو شد این صفر هرچه هست یک است

عروج آگهیت بر زبان نمی آید / نگاه تا مژه برداشته است بر فلک است

اگر ز سوختگانی سواد دفتر گزین / که شام چهرهٔ زرین شمع را محک است

دگر مپرس ز سامان وصل ما بیدل
زشور اشک خود اینجا کباب را نمک است

تیره بختی چون هجوم آرد سخن مُهر لب است / سرمهٔ لاف جهان گل کردن دود شب است

جز شکست بیضه تعمیر پر پرواز نیست / گر خودداری دلت وارست مذهب مشرب است

ناچکیدن اشک را باید بمژگان ساختن / چون روان شد درس طفل از برون مکتب است

احتیاج ما سماجت پیشگان اظهار نیست / آنچه ما گم کرده ایم از عرض مطلب مطلب است

همچو عکس آئینه دار وهم را سرمایه ام / رفتن زنگم تهی گردیدن صد قالب است

بی نیازانرا بسیر دور اختر کار نیست / آسمان اوج همت سیر چشم کوکب است

ناله ام بیدل بقدر دود دل سر میزند
نبض را گر اضطرابی هست در خود تب است

فغان که فرصت دام تلاش چیدن رفت / پی گذشتن عمر آن سوی رسیدن رفت

چو شمع سر بهوا سوخت جوهر تحقیق / چه جلوه ها که نه در پیش پای دیدن رفت

درین چمن سر تسلیم آفتیم همه / گلی که برق خرامش نزد بچیدن رفت

زبس گداز تمنا بدل گره گردیم / نفس چو اشک بدریوزهٔ چکیدن رفت

خیال هستی موهوم ریشه پیدا کرد / بفکر خواب چنین فصل آرمیدن رفت

مجوز مردم بی معرفت سر تسلیم / ز سرو از ره بیجا صلی خمیدن رفت

قضا برفع بلاهای آسمان سپر است / بسوختن ز سر شمع سر بریدن رفت

زبس بلند فتاد آسمان خاموشی / رسید ناله بجائی که از رسیدن رفت

مرا به بیکسی اشک گریه می آید / که در پی تو بامید نارسیدن رفت

بجهد مسند عزت نمیشود حاصل
نمیتوان بفلک بیدل از دویدن رفت

در تماشائی که باید صد مژه در پا شکست
خواب غفلت چون نگه ما را بچشم ما شکست

شوق بیتاب قدم لبریز جوش آبله است
تا کجا ما بایدم مینا بزیر پا شکست

بر فریب نسیه نقد خرمیها باختیم
ساغر امروز ما بدمستی فردا شکست

باغ امکان یک گل آغوش فضا پیدا نکرد
رنگها در یکدگر از تنگی اینجا شکست

عمرها شد از دعاهای سحر شرمنده ایم
چین آهی داشتیم در دامن شبها شکست

صافی وحدت مکدر گشت و کثرت جلوه کرد
موج شد تمثال تا آئینهٔ دریا شکست

کیست دریابد عروج دستگاه بیخودی
رنگ ما طرف کلاه ناز بر بالا شکست

هرزه تا کی پیش پیش بحر باید تاختن
موج ما از شرم در دامان گوهر ما شکست

پیش از آن بیدل که هستی آشیان پیرا شود
نام ما بال هوس در دامن عنقا شکست

تا حیرت نگاه تو سامان دیده است
چندین قیامت از مژه ام سر کشیده است

از آدمم از توهم نیرنگ روزگار
طاؤس این چمن ز خیالم پریده است

صورت نگار انجمن بی نیازیم
در شش جهت تغافلم آئینه چیده است

غافل مباش از دل مایوس انتخاب من
این قطره از گداز دو عالم چکیده است

پیچیده است بیخودیم دامن حیات
یعنی دماغ گردش رنگم رسیده است

کل جام خود عبث بشکستن نمیدهد
صاف طرب بشیشهٔ رنگ پریده است

این انجمن جنون کدهٔ انتظار کیست
آئینه تا نفس شمرد و دل رسیده است

همچون نفس نیامده از خویش رفته ایم
سامان این بهار ز گلهای چیده است

عشق غیور اگر بستم ناز میکند
دل نیز خون شد و جگری آفریده است

بیدل بطبع آبله پا نهفته ایم
آسایشی که بر دو جهان خط کشیده است

غزال امن که الفت خیال مبهم اوست
بهر کجا که نفس گرد می کند رم اوست

امل کجاست که از فرصت آگهی باشد
قصور فطرت ما بیش فهمی کم اوست

درین بساط جنون شوکتان عریانی
شکسته اند کلاهی که آسمان خم اوست

بهشت خرّمی ماست مجمع امکان
ولی چه سود که شخص مروّت آدم اوست

مروّت آب شد از شرم چشم قربانی
که عید عشرت آفاق در محرّم اوست

بچشم کم منگر بیدل ستم زده را
که آبروی محبّت بدیدهٔ نم اوست

صفای حال ما معشوق رنگست
عدم را نام هستی سخت ننگ است

جهان گرد سویدای که دارد
ز جوش لاله این صحرا پلنگ است

سراپا بالم و از عجز طاقت
چو گل پروازم از رنگی برنگ است

نوای پردهٔ عجز یم بیدل
درین دریا خم هر موج چنگ است

شوق دیدار توام چشم کسان راه من است
هر کجا گرد نگاهی است کمینگاه من است

داغ تاثیر وفاتم که با آن افسردن
جگر بی اثری سوختهٔ آه من است

عجز رنگم بفلک بال همائی دارد
کهکشان سایهٔ اقبال پر کاه من است

حیرتم آبله پا کرد که چون موج گهر
هر طرف گام نهم دل بسر راه من است

حرف بیرنگ مپرسید که چون شمع ز جوش
رفته ام از خود و واماندگی افواه من است

محو نسیان کدهٔ عالم گمگشتگیم
هر که از خود بتغافل زند آگاه من است

در غم و عیش تفاوت نگرفتیم چو شمع
خنده و گریه همان آتش جانکاه من است

موج گوهر سر موئی به بلندی نرسید
شوخی چین خجل از دامن کوتاه من است

بیدل آن به که دود ریشهٔ من هر دل چاک
ورنه چون تاک هزار آبله در راه من است

باکمال بی نقابی پرده دارم شیون است
همچو درد از دل برون جوشیدنم پیراهنست

سجده ریزی دانه را آسایش نشو و نماست
در طریق سرکشیها خاکساری هم فن است

عافیت گم کردهٔ تا چند خواهی تاختن
هوش اگر داری دماغ جستجویت رهزن است

ره نورد عجز را سعی دگر در کار نیست
شمع را سر در گریبان نیز از خود رفتن است

اعتباری نیست گردش از نظرها بگذرد
در تماشاگاه عبرت چشم ما پرویزن است

وحشتی باید اسباب جنون آماده است
صد گریبان چاکیست موقوف چین دامن است

چشم بر هم نه اگر آسوده خواهی زیستن
در هلاکتگاه امکان ربط مژگان جوشن است

بیدل از بس در شکنج عاجزی فرسوده‌ام
نالهٔ داغ دل خون گشته طوق گردن است

ردیف ثای مثلثه

بیمغزی و داری بمن سوخته جان بحث
ای پنبه مکن هرزه با آتش نفسان بحث

از یک نفست اینهمه شور من و مائی
بر یک رگ گردن چه قدر چیده دکان بحث

گر بیخردی ساز کند هرزه درائی
بگذار که چون شعله بمیرد بهمان بحث

از مدرسه دم مازده بگریز وگر نه
برخاست رگ گردن و آمد بمیان بحث

در معرکهٔ هوش که خون باد بساطش
تا رنگ نگرداند نگردید عیان بحث

تا خصم دم تیغ بود صحبت مردان
زن شوهر مردیکه کند همچو زنان بحث

گر درس خموشی سبق حال تو باشد
بیدل نرسد بر تو ز ابنای زمان بحث

جمعیت گوهر نکشد زحمت امواج
بیدل بخموشان نکند اهل زبان بحث

ردیف جیم تازی

مباد چشمهٔ شوق مرا فسردن موج
چو اشک عرض گهر چیده‌ام بدامن موج

ز بیقراری ما فارغ است خاطر یار
گل گهر چه خبر دارد از طپیدن موج

فساد ما بتحمل صلاح میگردد
سری ز تیغ کشیده است آرمیدن موج

توان بضبط نفس معنی دل انشا کرد
حباب شیشه نهفته است در شکستن موج

ز بیدلان مشو ایمن که تیره آب حیات
بیک نفس گذرد از هزار جوشن موج

چو غنچه دست بسر رشتهٔ نفس زده‌ایم
شنیده‌ایم شکن پرور است دامن موج

دماغ یاس محیط من آب شد یارب ‌‌‌‌‌ ‌ ‌ خط شکسته دمید از بیاض گردن موج

چو گوهر از سر تسلیم کن سپر بیدل
درین محیط که تیغ است سرکشیدن موج

عمریست سرشکی نزد از دیدهٔ تر موج ‌ ‌ ‌ این بحر نهان کرد در آغوش گهر موج

ما را طپش دل نرسانید بجائی ‌ ‌ ‌ پیداست که یکقطره زند تا چه قدر موج

مطرب نفست زمزمهٔ لعل که دارد ‌ ‌ ‌ در نالهٔ نی میزند امروز شکر موج

مشکل که نفس بر دل مایوس بر آید ‌ ‌ ‌ دارد ز حباب آئینه در پیش نظر موج

تا بر سر خاکستر هستی ننشینیم ‌ ‌ ‌ چون شمع نه ایم ایمن ازین شکّ شرر موج

وحشت مده از دست بافسانهٔ راحت ‌ ‌ ‌ زین بحر کسی صرفه نبرده است مگر موج

فریاد که جز حسرت ازین ورطه نبردیم ‌ ‌ ‌ تا چند زند دامن دریا بکمر موج

بیدل دم اظهار حیا پیشه خموشیست
از خشک شدن چاره ندارد بگهر موج

ردیف حامی حطی

بی پرده است جلوه ز طرف نقاب صبح ‌ ‌ ‌ تا کی روی چو دیدهٔ انجم بخواب صبح

از زخم ما و لمعهٔ تیغ تو دید نیست ‌ ‌ ‌ خمیازه کاری لب مخمور و آب صبح

از چشم نو خطان بحیا میدهد نگاه ‌ ‌ ‌ گرمی نجو شد آنقدر از آفتاب صبح

چون سایه ام سیاهی دل آب کرده است ‌ ‌ ‌ شبها گذشت و من نگشودم نقاب صبح

در عرض هستیم عرق شرم خون گرفت ‌ ‌ ‌ شبنم تری کشیده ز موج شراب صبح

رفتیم و هیچ جا نرسیدیم وای عمر ‌ ‌ ‌ گم شد بشبنم عرق آفتاب صبح

تا بوئی از قلمرو تحقیق واکشیم
بیدل دوانده ایم نفس در رکاب صبح

نداشت دیدهٔ من طاقت خندهٔ صبح ‌ ‌ ‌ ز اشک داده چو شبنم جواب خندهٔ صبح

بعیش گر نفسی میکشی مباش ایمن ‌ ‌ ‌ که میکشند ز شبنم گلاب خندهٔ صبح

درین قلمرو وحشت کجاست فرصت عیش ‌ ‌ ‌ مگر کشی نفسی در رکاب خندهٔ صبح

غبار رفته بیادم نفس شمار فناست | بمن کنند عزیزان خطاب خندهٔ صبح
درین چمن که امید نشاط نومیدیست | ز رنگ باخته دارم شراب خندهٔ صبح

رسید نشئهٔ پیری چو خفتهٔ بیدل | بگریه زن قدحی از شراب خندهٔ صبح

باز م از فیض جنون آماده شد سامان صبح | میدهد چاک گریبان بر کفم دامان صبح
تخم شبنم ریشهٔ عشرت درین گلشن دماند | خنده توام میدمد از ریزش دندان صبح
ما بکلفت قانعیم اما ز بس کم فرصتیم | شام ما هم میزند پیمانهٔ دوران صبح
تا بکی خواهد هوس گرد خیال انگیختن | در نفس رفته است فرصت عرصهٔ جولان صبح
بیخودی سرمایهٔ ما موسم آگاه وحشتیم | میتوان داد از شکست رنگ ما تاوان صبح
فتحبابی آخر از چاک جگر گل کرده است | سایه جز چشم سفیدی نیست در کنعان صبح
ترک غفلت شاهد اقبال فیض ما بس است | چشم اگر از خواب واشد نیست جز برهان صبح
آنچه آغازش فنا باشد ز انجامش مپرس | میتوان طومار امکان خواند از عنوان صبح
نسخهٔ شمعم که از برجستگیهای خیال | مطلعم برتر گذشت از مطلع دیوان صبح
محو انجامم دماغ سیر آغازم کجاست | بر فروغ شمع کی دارد نظر حیران صبح

تخم اشکی می‌فشاند آه و از خود میرود | غیر شبنم نیست بیدل را ز همراهان صبح

ردیف خای معجمه

باز از پان گشت لعل نوخط دلدار سرخ | غنچه‌اش آمد برون از پردهٔ زنگار سرخ
زین گلستان در کمین لاله زار دیگرم | عالمی محو گل و من داغ آن دستار سرخ
آن بهار تازه دارد محو حیرت خانه‌ام | میتوان کردن چو برگ گل در و دیوار سرخ
شوق خون شد کز جگر رنگی بدامان آورم | لیک کو اشکی که باشد یک چکیدن وار سرخ
پیکرم از ناتوانی یک رگ گل خون نداشت | تا دم تیغ تو میکردیم این مقدار سرخ
رنگها دارد فلک مغرور آسایش مباش | جامه‌ات زین خم نمی‌آید برون هر بار سرخ
اینچنین گر ناله خون آلود خواهد کرد گل | عندلیب ما چو طوطی میکند منقار سرخ

رنگ وهمی اگر جوشد ز هستی مفت ماست ... کین لباس تیره نتوان ساختن همواره سرخ

عافیت رنگی ندارد در بهار اعتبار
بیدل از درد است چشم اهل این گلزار سرخ

ردیف دال مهمله

چه ممکن است که عاشق گل و سمن گوید ... مگر بیاد تو خون گردد و چمن گوید
بعشق عین طلب شو که دیدهٔ یعقوب ... سفید ناشده سهل است پیرهن گوید
زبان حیرت دیدار سخت موهوم است ... نفس در آئینه گیریم تا سخن گوید
بحرف راست نیاید پیام مشتاقان ... مگر طپیدن دل بی لب و دهن گوید
ز حرف و صوت بآن رنگ محو معنی باش ... که دم بگوش خورد گر کسی بدن گوید
مآل کار من و ما خموشی است اینجا ... ز شمع می شنوم آنچه انجمن گوید

ز بس بعشق تو گم گشته خودم بیدل
بیاد خویش کنم ناله هر که من گوید

همچو مینا غنچهٔ زارم بهار آهنگ شد ... پرتوی از خون دل بیرون دوید و رنگ شد
کوه تمکینی باین افسردگیها حیرت است ... بس که زیر دل قدم ماندم صدا هم سنگ شد
در طلسم بستن مژگان فضائی داشتم ... تا نگه آغوش پیدا کرد عالم تنگ شد
آنقدر وامانده ام کز الفتم نتوان گذشت ... اشک هم در پای من افتاد و عذر لنگ شد
جوهر خط آخر از آئینه ات میگون دمید ... دود هم از شعلهٔ حسن تو آتش رنگ شد
کسب آگاهی کدورت خانه تعمیر است و بس ... هر قدر آئینه شد گل زیر مشق زنگ شد

بیدل از درد وطن خون گشت ذوق غربتم
بس که یاد آشیان کردم قفس هم تنگ شد

جمعی که دل بفکر هنر در شکسته اند ... آئینه ها بزینت جوهر شکسته اند
با شوکت جنون هوس تخت جم گراست ... دیوانگان در آبله افسر شکسته اند
گردون غبار دیدهٔ همت نمی شود ... عشاق دامن مژه بر تر شکسته اند
در محفلی که آفت سازش سلامت است ... آسایش از دلی که مکرر شکسته اند

بیماری سواد طمع را علاج نیست
صفرای حرص در جگر زر شکسته اند

پرواز من بدامن نازت نمیرسد
گلهای این چمن چه قدر پر شکسته اند

بیدل همین نه ما و تو نومید مطلبیم
زین بحر قطره ها همه گوهر شکسته اند

باین عجزم که از خاک حیا پرورد برخیزد
اگر مشتی عرق از من بجای گرد برخیزد

ز املاک هوس دل نام کلفت مزرعی دارم
چو زخم اینجا همه گر خنده کارم درد برخیزد

مگو سهلست عاشق را علم گشتن بنومیدی
جهان از پا نشیند تا یک آه سرد برخیزد

بمقصد برد شور یک جرس صد کاروان محمل
مباش از ناله غافل گر همه بیدرد برخیزد

ز سامان جنون جوش سحر خواهم زدن بیدل
گریبان میدرم چندانکه از من گرد برخیزد

اگر معشوق بیپرواست ور عاشق وفادارد
تماشا مفت دیدنها محبت رنگها دارد

درین وادی که قطع الفتست اسباب جمعیت
بنالد بیکسی بر هر که چشم آشنا دارد

سبب کم نیست گر برهم زنی ربط تعلق را
چو مژگان هر که برخیزد ز خود چندین عصا دارد

بخجلتها نباید دام معذوری ادا کردن
نماز محرمان پیش از قضا گشتن قضا دارد

بدل تا گرد امیدست از ذوق طلب مگسل
جهانی را گدا در سایهٔ دست دعا دارد

جهانی میکند شوخی کدام اظهار و کو هستی
هنوز این نقشها در خامهٔ نقاش جا دارد

فنا پرورده گانیم از مزاج ما چه میپرسی
فضای عالم موهوم هستی یکنوا دارد

اگر موجیم با بحریم و گر آبیم با گوهر
دوئی نقشی نمی بندد که ما را از تو وا دارد

حذر کن از تماشاگاه نیرنگ جهان بیدل
تو طبع نازکی داری و این گلشن هوا دارد

بیدلان چند خیال گل و شمشاد کنید
خون شوید آن همه کز خود چمن ایجاد کنید

وضع با منفعلی سخت خجالت دارد
کاش از هرزه دوی هم عرق ایجاد کنید

ما هم از گلشن دیدار گلی می چیدیم
هر کجا آئینه بینید ز ما یاد کنید

موجم از مشق طپش رفت بطوفان گداز
یک گهر معنی افسرده مام از یاد کنید

عمرها شد عرق آلود تلاش سخنیم
به نسیم نفس سوخته ام یاد کنید

بوی گل تا نشوم ننگ رهائی نکشم
نیستم سرو که پا در گلم آزاد کنید

نرگس یار بحالم چه نظرها دارد
معنی منتخبم بر سر من صاد کنید

من و بیدل سبق مدرسهٔ نسیانیم
هرچه گردید فراموش مرا یاد کنید

شبنم آهی ز دل از حسرت قاتل برون آمد
سرشکک اندیده بال افشانتر از بسمل برون آمد

سراغ عافیت گم کرده در وحشتگه امکان
طلب آرامگه خالی ز دو منزل برون آمد

بکوشش ربط نتوان داد اجزای هوائی را
دل از خود جمع کردی عقدهٔ مشکل برون آمد

ندارد صرفهٔ عزت مقام خود نفهمیدن
سخن صد پیش پا خورد از زبان کز دل برون آمد

رهائی نیست از هستی بغیر از خاک گردیدن
ازین دریای عبرت هر که شد ساحل برون آمد

دماغ خاکساری هم عروج نشئه دارد
من امیدی دواندم تا نهال از گل برون آمد

که دارد طاقت همچشمی ظرف حباب من
محیط از خود تهی گردید تا بیدل برون آمد

جمعیت از آن دل که پریشان تو باشد
معموری تن شوق که ویران تو باشد

عشاق بهار چمنستان خیالند
پوشیدگی آئینهٔ عریان تو باشد

هر نقش قدم خمکدهٔ عالم ناز است
هرجا اثری لغزش مستان تو باشد

مپسند که دل در طپش یاس بمیرد
قربان تو قربان تو قربان تو باشد

سرجوش تبسم کدهٔ باد بهار است
چینی که شکن پرور دامان تو باشد

در دل طپشی میخلد از شبههٔ هستی
یارب نفسی جنبش مژگان تو باشد

نظارهٔ کونین بکونین نپرداخت
پیداست که حیران تو حیران تو باشد

بیدل سخنت نیست جز انشای تحیر
گر آئینهٔ صفحهٔ دیوان تو باشد

نگه ز روی تو ناکامیاب میگردد — تحیر آینهٔ آفتاب میگردد
بفهم نسخهٔ هستی چرا نه ناز کنم — که لفظ بی‌شک و ریب انتخاب میگردد
کمند گردن آرام نارسائیهاست — شکسته پائی نظاره خواب میگردد
غرور عشرت ما با شکست نزدیکست — دمی که قطره ببالد حباب میگردد
ز عافیت گره اعتبار خویشتنم — چو نقطه بگذرد از خود کتاب میگردد
ز سیل کاری اشک ندامتم دریاب — که آرزو چه قدر بی‌تو آب میگردد

نفس بسینهٔ بیدل ز شعلهٔ شوقت
چو دود در قفس پیچتاب میگردد

دمی بر دل اگر پیچی کدورتها صفا گردد — ببالد شورش از موجی که گوهر آشنا گردد
طرب وحشی است ای غافل مده بیهوده آوازش — نگردیده است این رنگ آنقدر از خود که واگردد
طواف خاک مجنون و فرا کوهکن تا کی — اگر سودا سری داری بگو تا گرد پا گردد
نم خجلت ز هستی همت من بر نمیدارد — که می ترسم عرق سرمایهٔ آب بقا گردد
هوای هرزه گردی میزند موج از دماغ من — مبادا همچو گردابم سر وامانده پا گردد
سراغ عافیت در عالم امکان نمیباشد — من و رنگ امیدی می ندانم تا کجا گردد
بخاموشی رساند معنی نازک سخنگو را — چو مو از کاسهٔ چینی نماید بی‌صدا گردد
مکن گردن فرازی تا نسازد دهر پامالت — که نی آخر بجرم سرکشیها بوریا گردد

دل آگاه را لازم بود پاس نفس بیدل
بدام ریشه افتد چون گره از دانه واگردد

بلاکشان محبت گل چه نیرنگند — شکسته اند برنگی که عالم رنگند
ز عیب پوشی ابنای روزگار مپرس — یکی گر آینه پرداخت دیگران زنگند
فریب صلح مخور از گشاده روئی خلق — که تنگ حوصلگیهای عالم جنگند
بوادئیکه طلب نارسای مقصد اوست — بهوش باش که منزل رسیدگان لنگند
ز وهم بر سر مینای خود چه میلرزی — هنوز شیشه گران در شکستن سنگند

حباب نیم نفس با نفس نمی سازد — زخود تهی شدگان با خود اینقدر تنگند
نوای پردهٔ بیتابی نفس این است — که عافیت طلبان سخت غفلت آهنگند
زخلق اینهمه بیگانه نیستی بیدل — تو هرزه گردی و این قوم عالم تنگند

عدم زین بیش برهانی ندارد — وجوب است آنچه امکانی ندارد
گشاد و بست چشمت عالم آراست — جهان پیدا و پنهانی ندارد
کسی جز شبه از هستی نخواند — سر این نامه عنوانی ندارد
محبت دستگاه عافیت نیست — تحیر ربط مژگانی ندارد
بخندای صبح بر عریانی خویش — گریبان تو دامانی ندارد
تظلم دوری از اصل است ورنه — نفس در سینه افغانی ندارد
چه دانشها که بربادش ندادیم — جنون هم کار آسانی ندارد
مروت از دل خوبان مجوئید — فرنگستان مسلمانی ندارد
خیال زندگی دردیست بیدل — که غیر از مرگ درمانی ندارد

تا زگرد انتظارت مستفیدم کرده اند — رو سفید الفت از چشم سفیدم کرده اند
نغمه ام اما مقیم ساز موهوم نفس — در خیال آباد پنهانی پدیدم کرده اند
دیدهٔ قربانیم برگ بساط عشرت است — از کفن خلعت طرازیهای عیدم کرده اند
یاس کوتاه همتم سامان آزادی کند — عالمی را دام تسخیر امیدم کرده اند
آرزو تا نگذرد زین کوچه بی تلقین ورد — طفل اشکی چند در پیری مریدم کرده اند
حیرت من میدمد همدوش نبض کائنات — در دل هر ذره صد بسمل شهیدم کرده اند
بیدل از پیری سراپایم خم تسلیم ریخت — سرو این گلزار بودم شاخ بیدم کرده اند

روشندلان چو آئینه بر هر چه رو کنند — هم در طلسم خویش تماشای او کنند

این موجها که گردن دعوی کشیده اند
بحر حقیقتند اگر سر فرو کنند

عنقاست در قلمرو امکان القای عاشقی
اینجا بهار را نفس از رنگ و بو کنند

حیرت متاع گرمی بازار وهم باش
یکسوست آنچه در نظرت چارسو کنند

ای غفلت آبروی طلب پیش ازین مریز
عالم تمام اوست اگر جستجو کنند

جیب مرا به نیستی انباشتست روزگار
چاکیست صبح را که به هیچش رفو کنند

آسوده زی که اهل فنا پیش از انتقام
از وضع خویش خاک بچشم عدو کنند

بر سرکش است حسن همان به که بیدلان
آئینه داری دل بی آرزو کنند

تمثال عافیت نکند گرد ازین بساط
آئینه ها مگر بشکستن غلو کنند

شوخی بسیر عالم ما ره نمی برد
چشمی مگر در آبله پا فرو کنند

بیدل بآن طراوت اگر باشد انفعال
باید جهانیان زجبینم وضو کنند

بعد ازینت سبزهٔ خط در سیاهی میرود
ای ز خود غافل زمان خوشنگاهی میرود

کیست گردد مانع رنگ از طواف برگ گل
خون من تا دامنت خواهی نخواهی میرود

جان به پیش طبع بیباکت ندارد قیمتی
رایگان این گوهر از دست سپاهی میرود

از هوسهای سری بگذر که در انجام کار
شمع این محفل بداغ بی کلاهی میرود

با قد خم گشته فکر صید عشرت ابلهی است
همچو موج از چنگ این قلاب ماهی میرود

شمع تصویرم مپرس از درد و داغ حیرتم
اشک من عمریست تا گردیده راهی میرود

بیدل انجام تماشا محو حیرت گشتن است
اینهمه سعی نگه ها بی نگاهی میرود

ز هر مو دام بر دوشم گرفتار اینچنین باید
ز خاطرها فراموشم سبکبار اینچنین باید

من و در خاک غلطیدن تو و حالم نپرسیدن
بعاشق آنچنان زیبد بدلدار اینچنین باید

نگه خواندم مژه‌ام ریخت دل گفتم نفس خون شد
بدرس عجز مطلب پاس تکرار اینچنین باید

بمردن هم نگردد خواجه از حسرت کشی فارغ
گر از انصاف میپرسی خر و بار اینچنین باید

ز حال زاهد آگه نیستم لیک اینقدر دانم
که در عرض بزرگی ریش و دستار اینچنین باید

زبانی نیست آتش تا نشد خاکستر اجزایش
بسعی نیستی هم غیرت کار اینچنین باید

هوا هر جا برانگیزد غبار از خاک مهجوران
همین آواز می آید که ناچار اینچنین باید

نفس هر دم ز قصر عمر خشتی میکند بیدل
پی تعمیر این ویرانه معمار اینچنین باید

زد نفس فال تن آسانی ولی آراستند
بیدماغی کرد کوشش منزلی آراستند

خواب راحت ارزو کردم طپیدن بال زد
عافیت جستم دماغی بسملی آراستند

ساده بود آئینهٔ امکان ز تمثال دوئی
مشق حق کردند فرد باطلی آراستند

بحر گو بند ز مشتاقان یاس اندیشه گان
بیشتر از خاک گشتن ساحلی آراستند

کعبه و بتخانه نقش مرکز تحقیق نیست
هر کجا گم گشت ره سر منزلی آراستند

چون جرس از بس که پیش آهنگ ساز وحشتیم
گرد ما برخواست هر جا محملی آراستند

دست ها امید محکم داشت دامان ولی
یاس تا بیکس نماند بیدلی آراستند

محرم آهنگ دل شو سرمه بر آواز بند
یکنفس از خامشی هم رشته بر ساز بند

غنچه دیوان در بغل از سر بزانو بستن است
ای بهار فکر مضمونی باین انداز بند

عاقبت بینی نظر پوشیدنست از عیب خلق
آنچه از انجام خواهی بستن از آغاز بند

ناله میگوید پروازش بجائی میرسد
ای اثر مکتوب ما بر شعلهٔ آواز بند

خارج آهنگ بساط کفر و ایمانت چه‌ست
بی تکلف خویش را چون نغمه بر هر ساز بند

دستگاه ما و من بر باد حسرت رفته گیر
هر چه می بندی بخود چون رنگ بر پرواز بند

بر طلسم غنچه تمهید شکفتن آفت است
عقدهٔ از دل اگر واکرده باشی باز بند

بیدل اینجا یاس مطلب فتحباب مدعاست
از شکست دل گشادی بر طلسم ساز بند

به پستی وا نماند هر که از دردی نشان دارد
سحر از چاکهای دل بگردون نردبان دارد

بهر وحشت مهیا بند اجزای جهان گردی / چمن از برگ برگ خویش دامن بر میان دارد
تأمل گر کنی هر کس برنگی رفته است از خود / طپشهائیکه دارد بحر گوهر هم همان دارد
دماغ خون من چون اشک رنگی بر نمیدارد / گر استغنا نگیرد دست مفت امتحان دارد
برنگ آتش یاقوت ناپیداست دود من / بحیرت رفتهٔ شوقت عجب ضبط فغان دارد
در عزلت زدم کز خلق لختی واکشم خود را / ندانستم که دامن از هوس چیدن دکان دارد
بصد گلزار رعنائی بچندین رنگ پیدائی / همان ناموس یکتائی مرا از من نهان دارد

زخود کامی برون آی بی نیاز از خلق شو بیدل
که اوج قصر یکتائی همین یک نردبان دارد

آبرنگ عشرتی صرف بهارم کرده اند / پنجهٔ افسوسم از سودن نگارم کرده اند
برکه بندم تهمت دانش که جمع بیخرد / ترد ماغیهای مجنون اعتبارم کرده اند
هستیم رنگ حنا دارد نمیدانم چو صبح / تهمت آلود نفس بهر چه کارم کرده اند
محملم در قطره گی آرایش صد موج داشت / تا شدم گوهر بدوش خویش بارم کرده اند
با کدامین ذره سنجم آبروی اعتبار / آنقدر هیچم که از خود شرمسارم کرده اند
پیش ازین نتوان ز برق منت هستی گداخت / عالمی را در سراغ خود دو چارم کرده اند
سخت دشوار است چون آئینه خود را یافتن / یک نگاه واپسین نذر مزارم کرده اند
پرفشانیهای چندین ناله ام اما چه سود / از دل افسرده جزو کوهسارم کرده اند
من شرر پرواز و عالم دامگاه هستی / تا دهم عرض پرافشانی شکارم کرده اند

بینوائی نیست بیدل شبنم وامانده ام
از گداز صد پری یک شیشه وارم کرده اند

هر کجا شمع تماشای تو روشن میشود / از زمین تا آسمان آئینه خرمن میشود
بیقراران جنون را منع وحشت مشکل است / ناله را زنجیر هم سامان رفتن میشود
با همه آسودگی دلها امل آورده اند / شوخی موج این گهر را با فلاخن میشود
پای آزادان بزنجیر تعلق بند نیست / نام را نقش نگین کی چین دامن میشود

شیشهٔ و سنگ آتش و آبند دور از کوهسار
عالمی باهم جدا از وصل دشمن میشود

جامهٔ فتحی چو گرد عجز نتوان بافتن
پیکر موج از شکست خویش جوشن میشود

فیض محتاجست اما عجز بر بیدست و پاست
من نخواهم او شدن هر چند او من میشود

پیری و اشک ندامت همچو صبح و شبنم است
بیدل آخر حاصل هر شیر روغن میشود

قماش رنگ ز بس بیحجاب میبافند
بروی گل ز دریدن نقاب میبافند

درین چمن که هوا داغ شبنم آرائیست
نستلئی بهزار اضطراب میبافند

بوهم خون شدهٔ کو چمن کجاست بهار
هنوز رنگ بطبع سحاب میبافند

کمند سعی جهان جز نفس درازی نیست
چو عنکبوت سراسر لعاب میبافند

مباش منکر اسرار سینه چاکی من
بکارگاه سپهر آفتاب میبافند

کباب شد عدم ما ز تهمت هستی
بر آتشی که نداریم آب میبافند

به تیغ یار سر ما بلند شد بیدل
بموج چشمهٔ ماهی حباب میبافند

بیا ای شعله تا دل فال وصلی از تو بردارد
که این شمع خموش امشب نگاهی در سفر دارد

بروی عشرتم نتوان در چاک جگر بستن
نم مژگان من آرایش صبح دگر دارد

تماشاگاه معدومی ز من چیداست سامانی
که هر کس چشم میپوشد ز خود بزم دگر دارد

باین هستی اگر نامی بدست آری غنیمت دان
که بسیار است گردوش هوس آواز بردارد

نخواهد شد سیاهی از جبین اخترم زایل
شب عاشق چو موی کاسهٔ چینی سحر دارد

بقدر اعتباری هست ضبط خویش مردم را
چو سنگی کابدار افتد فسردن بیشتر دارد

نباشد گر تلاش عافیت نقد است آرامت
نفس از سوی راحت آنقدر زیر و زبر دارد

نگه در چشم آهو آب شد از شرم قربانی
که تیغش گر کند زخمی شب ما هم سحر دارد

بنومیدی هوس پروردهٔ صد گلشن امیدم
من و واماندهٔ پروازیکه در هر رنگ پر دارد

بهم چسپیدن مژگان بگنج فقر میگوید
که نی هر چند صرف بوریا گردد شکر دارد

زناهنجاری مغرور جاه ایمن مشو بیدل
لگدانداز ئی در پرده دارد هر که خر دارد

کامجویان اندکی بر مطلب استغنا زنند — یک تغافل بر خیال لوح پشت پا زنند
ذوق حال از نام استقبال باطل مشود — نیست فرصت آنقدر امروز بر فردا زنند
کلفت خمیازه از درد شکستن بدتر است — تا بکی حسرت کشد سنگی بجام ما زنند
خانه پردازی نمی باید پی آرام جسم — این غبار رفته را در دامن صحرا زنند
از پر عنقا صدائی میرسد کای غافلان — موج بسیار است اگر بیرون این دریا زنند
زان پری جز بی نشانی بر نمیدارد نقاب — تا ابد گر شیشه اش تحقیق بر خارا زنند
عمرها شد قطرهٔ ما سرنگون خجلت است — دامن گردیکه دارید اندکی بالا زنند
خاطرم زیر فلک از جوش دلتنگی گرفت — دامن این خیمهٔ کوتاه را بالا زنند

بیدل از ساز نفس این نغمه می آید بگوش
کای اسیران خانه زندانست بر صحرا زنند

صفا داغ کدورت گشت سامان من و ما شد — بسر خاکی فشاند آئینه کین تمثال پیدا شد
گشاد غنچه در اوراق گل خواباند گلشن را — جهان در موج ناخن غوطه زد تا عقدهٔ وا شد
بخاموشی نمک دادم سراغ بی نشانی را — نفس در سینه دزدیدم صفیر بال عنقا شد
ز فکر خود گذشتم مشرب ایجاد جنون گشتم — گریبان تا تأمل صرف دامن گشت صحرا شد
چو بر گردد مزاج از احتیاط خود مشو غافل — سلامت سخت میلرزد بر آن سنگی که مینا شد
حذر کن از قرین بد که در عبرتگه امکان — بجرم زشتی یک رو هزار آئینه رسوا شد
ز تمثال فنا تصویر صبح آواز می آید — که در آئینه وضع جهان نتوان خود آرا شد
ز خود غافل گذشتی فال استقبال زد حالت — نگاه از جلوه پیش افتاد امروز تو فردا شد
دماغ درد دل داری مهیای طپیدن شو — بگوش عافیت نتوان حریف نالهٔ ما شد
بنومیدی نشستم آنقدر از خویشتن رفتم — درین ویرانه چون شمعم بجان واماندگی پا شد
بقدر ناز معشوق است سعی همت عاشق — نگاه ما بلندی کرد تا سرو تو بالا شد

تأمل رتبهٔ افکار پیدا میکند بیدل / بخاموشی نفسها سوخت مریم تا مسیحا شد

سپند بزم تو تا بیقرار گردد و نالد / طپیدن از دل من آشکار گردد و نالد
چه نغمه‌ها که ندارد ز خود تهی شدن من / بذوق آن که نفس نی سوار گردد و نالد
من و تظلم الفت کدام دوست چه دشمن / ستم رسیده بهر کس دوچار گردد و نالد
چو طائری که دبد آشیان بغارت آتش / نفس بگرد من خاکسار گردد و نالد
زساز جرأت عشاق گل نکرد صدای / مگر ضعیفی این قوم تار گردد و نالد
ز روزگار وفا چشم دارم اینهمه فرصت / که سخت جانی من کوهسار گردد و نالد

در آتش افکن و ترک ادب مخواه بیدل / سپند نیست که بی اختیار گردد و نالد

حسرت زلف تو ام بود شکستم دادند / وصل میخواستم آئینه بدستم دادند
فال جولان چه زنم قطرهٔ گوهر شده‌ام / آنقدر جهد که یک آبله بستم دادند
نه فلک دایرهٔ مرکز تسلیم من است / دستگاه عجب از همت پستم دادند
بهر تسلیم غبار بهوا رفتهٔ من / سجده کم نیست بهر جا که نشستم دادند
بیخودی شیوهٔ نازم که بیک گردش چشم / نه فلک ساغر از آن نرگس مستم دادند
ناوک همتم از جوشن اسباب گذشت / بتغافل چه قدر صافی شستم دادند

بیدل از قسمت تشریف ازل هیچ مپرس / آنقدر دامن آلوده که بستم دادند

بیخودی امشب پر و بال فغانی میشود / گر ندارم مدعا باری بیانی میشود
عاجزم چندانکه در عرض ضعیفیهای من / ناله گر بالد نگاه ناتوانی میشود
چون لطافت همت آلود کدورت شد بلاست / سایهٔ هر بال و پر کوه گرانی میشود
بس که گرمیهای صحبت پرفشان وحشت است / آتش این کاروان هم کاروانی میشود
گر چنین باشد فشار صحبت بال هما / مغز تا آخر ز خشکی استخوانی میشود

راحت جاوید در ضبط عنان آرزوست
بال و پر چون جمع گردد آشیانی میشود

در محبت بس که مینایم شکست آماده است
اشک هم بر من دل با مهربانی میشود

اوج عرفان را که برتر از کمند گفتگوست
هر که بر می‌آید از خود نردبانی میشود

تو کار خویش کن اینجا دوئی در من نمی‌گنجد
گریبان عالمی دارد که در دامن نمیگنجد

گرفتم نوبهاری پیش خود نشو و نما سر کن
بساط آرائی ناز تو در گلخن نمیگنجد

بیکتائی است ربط تار و پود بی نیاز را
که در آغوش چاک اینجا سر سوزن نمیگنجد

بساط ماجرای سایه و خورشید طی کردم
در آن خلوت که او باشد خیال من نمیگنجد

ز پرواز غبار رنگ و بو آواز می‌آید
که بال افشانی عنقا درین گلشن نمیگنجد

چو بوی گل وداع کسوت هستی است اظهارت
سر موئی اگر بالی به پیراهن نمیگنجد

به بند از خویش چشمی جلوهٔ مطلق تماشا کن
که چشمی داری و در پردهٔ دیدن نمیگنجد

دل آگاه از هستی نه بیند جز عدم بیدل
بغیر از عکس در آئینه روشن نمیگنجد

ضعیفیها بیان عجز طاقت بر نمیدارد
سجود مشت خاک اظهار طاعت بر نمیدارد

ظرف عشقست غیر از ترک هستی نیست تدبیری
که شمشیر از حریف خود سلامت بر نمیدارد

امل را چند سازی کاروان سالار خواهشها
نفس چون مهلت بیش از دو ساعت بر نمیدارد

دلیل ترک اسبابم مباش ای ذوق آزادی
نگاه بیدماغان بار غیرت بر نمیدارد

مگر چون نقش پا با خاک محشورم کنی ورنه
سری افتاده دارم که خجلت بر نمیدارد

نمی ارزد بتصدیع نگه جنس تماشائی
دو عالم یکسره بار است و همت بر نمیدارد

برنگ رسم پردازان تکلف میکنند بیدل
وگرنه معنی الفت عبارت بر نمیدارد

هر که انجام غرور من و ما می بیند
بفلک نیز همان در ته پا می بیند

زندگیها چه و آسودگی عمر کدام
صبح ما عرض غباری بهوا می بیند

همه ماضی است کجا حال و کدام استقبال / دیده هر سو نگرد رو بقفا می بیند
چه خطاها که ندارد اثر کج نظری / سرو را احول معذور دوتا می بیند
به که ما نیز چو شبنم ز عرق آب شویم / کان گلستان حیا جانب ما می بیند
در مقامی که تماشا اثر نیرنگ است / چشم پوشیدهٔ معنی همه را می بیند
شش جهت آب شد و آئینه ساز نگرد / حسن یارب چه قدر عرض صفا می بیند
جلوهٔ شخص ز تمثال عیانست اینجا / از تو غافل نشود هر که مرا می بیند

غیر در عالم تحقیق ندارد اثری
بیدل آئینهٔ ما صورت ما می بیند

گل نکرد آهی که با ما خنجر قاتل نشد / آرزو بر هم نزد بالی که دل بسمل نشد
دام محرومی دربندست احتیاط آگهی است / وای بر صیدیکه از صیاد خود غافل نشد
ذوق راحت با دوئی در وصل نتوان یافتن / بیخبر مجنون ما لیلی شد و محمل نشد
عافیت گر هست نقش پردهٔ وا ماندگیست / حیف پروازیکه آگاه از پر بسمل نشد
نی گداز دل بکار آمد نه ریزشهای اشک / بیتو مشت خاک من بر باد رفت و گل نشد
در لباس قطره نتوان تلخی دریا کشید / مفت آن خونی که خاکستر شد اما گل نشد

غیر من زین قلزم گوهر حبابی گل نکرد
عالمی صاحبدلند اما کسی بیدل نشد -

مدعا دل بود اگر نیرنگ امکان ریختند / بهر این یکقطره خون صد رنگ طوفان ریختند
سجده گاه همت اهل فنا را بنده ایم / کابروی هر چه هست این خاکساران ریختند
شبنم ما را درین گلشن تماشا مفت نیست / صد نگه شد آب تا یک چشم گریان ریختند
دست و تیغی از ضعیفی رنگ قتلم بر نداشت / خون من چون اشک بر تحریک مژگان ریختند
از گداز پیکرم درد تو گم کرد آشیان / شد ستم بر ناله کاتش در نیستان ریختند
نقد عمر رفته بیرون نیست از جیب عدم / هر چه از کاشانه گم شد در بیابان ریختند
تا توانم گلفروش چاک رسوائی شدن / چون سحر بیدل ز هر عضوم گریبان ریختند

جگری آبله زد تخم غمی پیدا شد
دلی آشفت و غبار المی پیدا شد

صفحهٔ سادهٔ هستی خط نیرنگ نداشت
خیرگی کرد نظر بارقمی پیدا شد

نغمهٔ پردهٔ دل مختلف آهنگ نبود
ناله دزدید نفس زیر و بمی پیدا شد

رشک این برهمنم سوخت که در فکر خیال
گم شد از خویش و بجیب صنمی پیدا شد

قدپیری ثمر عافیت اندیشی ماست
زندگی زیر قدم دید و خمی پیدا شد

هستی و حرف همان غفلت و آگاهی بود
خبر از خویش گرفتم عدمی پیدا شد

خواب ما برد رمِ زحمت جولان بیدل
مشق بیکاری ما را قلمی پیدا شد

ز شوخی چشم ما تا کی بروی غیر وا باشد
نگه باید بخود پیچد اگر صاحب حیا باشد

جهان خفته را بیدار کرد امید دیداری
تقاضای نگاهی بر صف مژگان عصا باشد

ز بیدردیست دل را اینقدر ها رنگ گردانی
گر این آئینه خون گردد بیک رو آشنا باشد

سراغ جلوهٔ در خلوت دل میدهد شوقم
غریبم خانهٔ دلدار پیرسم کجا باشد

ز بس چون گل تنک کردند برگ عشرت ما را
اگر رنگی پر افشاند شکست کار ما باشد

چه امکانست خم بردارد از بنیاد عجز من
اگر زیر بغل چون تار چنگم صد عصا باشد

ندارد عزم صادق انفعال هرزه جولانی
باندوه کجی خون شو اگر تیری خطا باشد

مژه هر جا نهم پای نگاهی خفته است آنجا
نه شامی بی سحر جوشد نه رنگی بیصفا باشد

پی هر آه از خود رفته دارم قاصد اشکی
سحر هر سو خور آید چشم شبنم در قفا باشد

بغیر از ناله سامانی ندارد خانهٔ وحشت
بکام حلقهٔ زنجیر تاثیرش صدا باشد

تامل کن چه مغرور اقامت ماندهٔ بیدل
مباد در نگین نامی که در وی نقش ما باشد

نه هستی از نفسهایم شمار ناله میگیرد
عدم هم از غبار من عیار ناله میگیرد

عدم هر چند محو سرمه گرداند غبارم را
جنون شوق راه انتظار ناله میگیرد

اگر مطلق عنان گردد سپاه اضطراب من
دو عالم شوخی یک نی سوار ناله میگیرد

فغان مشکل که گرد د پرده دار ناکسیهایم
خس من آتش از رنگ بهار ناله میگیرد

نمیدانم کرا گم کرده است آغوش امیدم
که حسرت عالمی را در کنار ناله میگیرد

ز خاکستر گذشت افسانهٔ داغ سپند من
هنوزم آرزو شمع مزار ناله میگیرد

عرق گم کرده ام از شرم مطلب لیک از استغنا
همان موج سرشکم آبیار ناله میگیرد

فلک تا زیست بیدل ترک وضع خویشتن دارے
که هرکس رفت از خود اعتبار ناله میگیرد

صد ابد عیش طربخانهٔ دنیا بخشند
نفسی گر بدل سوخته ام جا بخشند

آرزو داغ امید است خدارا مپسند
که جگر خون شود و نشئهٔ صهبا بخشند

تا فسردن نکشد ریشهٔ جولان امید
به که چون تخم بهر آبله صد پا بخشند

گر مزاج کرم آنست که من میدانم
عالمی را بخطای من بینا بخشند

شیشه میجوشد ازین سحر خط نسخهٔ موج
جرم ما قابل آنست که فردا بخشند

بر پرکاه که بسته است حباب پرواز
دارم امید که بر بیکسی ما بخشند

شهر عافیت آوارهٔ دل تنگ مرا
سنگ هم دامن صحراست اگر جا بخشند

قول و فعل نفس افسانهٔ باد است اینجا
می ندانم که نبخشند مرا یا بخشند

پادشاهی بجنون جمع نگردد بیدل
باج گیرند اگر آبلهٔ پا بخشند

دمی که تیغ تو خون مرا بجل گیرد
هجوم شوق سراپای من بدل گیرد

تحیر است نگاه ادب سرشت وفا
که شمع خلوت آئینه را خجل گیرد

بهار عمر و طراوت زهی خیال محال
مگر حیا عرق از طبع منفعل گیرد

خوشم که ناله ام امروز خصم خود دار است
چو سرو تا بکی آزادگی بدل گیرد

کفیل وحشت هر ذره ام چو سور جنون
کسی که بگذرد از خود مرا خجل گیرد

ز شرم بیدلی خویش آب میگردم
مباد پیش تو آئینه نام دل گیرد

کسی معنی بحر فهمیده باشد
که چون موج بر خویش پیچیده باشد

چو آئینه ساده است این گلستان
خیال تو زنگی تراشیده باشد

باظهار هستی مشو داغ خجلت
همان به که این عیب پوشیده باشد

حنائیست رنگ بهار شکستم
ندانم بپای که غلطیده باشد

حیاپرور آستان نیازت
دلی داشتم آب گردیده باشد

جهان در تماشاگه عرض نازت
نگاهی در آئینه بالیده باشد

زگردی کزین دشت خیزد حذر کن
دلی کس درین پرده مالیده باشد

طراوت درین باغ رنگی ندارد
مگر انفعال ترا دیده باشد

ندانم دل از درس موهوم هستی
چه فهمیده باشد چه فهمیده باشد

اگر بیدل ما دهد عرض هستی
بخواب عدم حیرتی دیده باشد

گو رنگ و چه بو جلوهٔ یار است به بینید
گل نیست همان لاله عذار است به بینید

این برگ گلی چند که آئینهٔ رنگند
آن دست که بیرون نگار است به بینید

زان پیش که بر خرمن ما برق فروشد
آن شعله که امروز شرار است به بینید

در بحر چو گوهر نتوان چشم گشودن
امروز که گوهر بکنار است به بینید

بر نسخهٔ هستی مپسندید تغافل
هر چند خطش جمله غبار است به بینید

از جلوه چه لازم بخیال آئینه چیدن
ای غیر پرستان همه یار است به بینید

بر صفحهٔ آتش زدهٔ عمر منازید
فرصت چه قدر سبحه شمار است به بینید

حرفیست بنقش آمده نیرنگ دو عالم
دیگر نشنیدن چه مدار است به بینید

هر که مژه برهم رسد این باغ خزان است
با فرصت نظاره بهار است به بینید

هر جا نم اشکی که طپد در کف خاکی
ایخوش نگهان بیدل زار است به بینید

رم وحشی نگاه من غبار انگیز جولان شد
سواد دشت امکان شوخی چشم غزالان شد

بهاری در نظر دارم که شوخیهای نیرنگش
مرا در پردهٔ اندیشه خون گردد گلستان شد

بذوق جلوه از راه عدم تا سر برآوردم
چو طوفان بهار از هر کف خاکم گریبان شد

خموشی راز بانی میدهد اعجاز حسن او
بچشمش سرمه تا بر خویشتن بالید مژگان شد

ندانم در شکست طرهٔ مشکین چه پردارد
که گرد امن شکست آئینه دار کجکلاهان شد

بشغل سجدهٔ او گر جبین فرسودگی دارم
جبین در کسوت نقش قدم خواهد نمایان شد

چه امکانست از نیرنگ تمثالش نشان دادن
اگر سر تا قدم حیرت شوی آئینه نتوان شد

بهار صد گلستان مشربم از تازه روئیها
بمحراب گشاد جبهه طرح انداز دامان شد

چو شبنم نشئه دردم بآسانی نشد حاصل
سراپایم ز هم بگداخت تا یک چشم گریان شد

تحیر معنئی دارد که لفظ آنجا نمی گنجد
چو من آئینه گشتم هر چه صورت بود پنهان شد

دو عالم داشت بر مجنون ما بازار دلتنگی
دماغ وقت سودا خوش که آشفت و بیابان شد

سراغ شعلهٔ دیگر ندارد مجمر امکان
تو دل در پرده روشن کن برون خواهد چراغان شد

طبیعت موج همواری زد از نومیدی مطلب
بلند دست ما را دست بر هم سوده سوهان شد

ز کنج فقر نقد عافیت جستم ندانستم
که خواهد بوریا از بهر فریادم نیستان شد

بمژگان بستنی کوته کنم افسانهٔ حیرت
حریف انتظار مطلب نایاب نتوان شد

سراپا معنی دردم عبارت ختم کن بیدل
که من هر جا گریبان چاک کردم نالهٔ عریان شد

طلسم ناز معشوقست سر تا پای من بیدل
غبار رم گر ز ره برخاست زلف او پریشان شد

هر که حرفی از لبت وا می کشد
از رگ یاقوت صهبا می کشد

بس که مخمور خیالت رفته ایم
آمدن خمیازه ها می کشد

خون دل بی پرده است از انفعال
سرنگونی می ز مینا می کشد

زر پرستی میکند دلرا سیاه
آخر این صفرا بسودا می کشد

عالمی را میبرد فرصت فرو
این نهنگ تشنه دریا می کشد

عمرها شد پای خواب آلود من | انتقام از سعی بیجا می کشد
خودگدازی ظرف پیدا کردن است | اشک دریاها بمینا می کشد
بسکه مدّ وحشتم شوق رساست | فکر امروزم بفردا می کشد
میگریزم از اثرهای غرور | اشک هرجا سر کشد پا می کشد
محو عشق از کفر و ایمان فارغ است | خانهٔ حیرت تماشا می کشد

بار ما بیدل بدوش عاجز نیست
سایه را افتادگیها می کشد

شب که در یادت سراپایم زبان ناله بود | خواستم رنگی بگردانم عنان ناله بود
کس نیامد محرم راز نفس در دیدنم | ورنه این شمع خموش از دودمان ناله بود
اینقدر ای محمل آرا از دلم غافل مباش | روزگاری این جرس هم آشیان ناله بود
شوخی اظهار ما از وضع خود شرمنده است | گوش سنگین ادافهمان فسان ناله بود
حیرت دیدار نیرنگ عجب در کار داشت | هر دلی کو آب شد آتش بجان ناله بود
با تظلم پیشه گان خوش دارد استغنای عشق | شیشه گر بر سنگ آمد امتحان ناله بود
ترک هستی شد دلیل یکجهان رسوائیم | عالمی از خود برون چیدن دکان ناله بود
درد عشق از بی نیازی فال معراجی نزد | ورنه چون نی بند بندم نردبان ناله بود

بیدلیها گشت بیدل مانع اظهار شوق
گر دلی میداشتم با خود جهان ناله بود

به که چندی دل ما خامشی انشا باشد | جرس قافلهٔ بی نفسیها باشد
عشرتی در رگ افسردهٔ ما رنگ نیست | خون این شیشه مگر در رگ خارا باشد
طالب افسرده شود همت اگر پیک قضاست | طپش موج باندازهٔ دریا باشد
سعی واماندگیم گشت بمنزل همدوش | گره رشتهٔ ره آبلهٔ پا باشد
زین گلستان مگذر بیخبر از کاوش رنگ | شاید این پرده نقاب چمن آرا باشد
نسخهٔ جسم که برهم زدن آسایش اوست | کم بشیرازه پسندند که اجزا باشد

شعلها زیر نشین علم دود خودند
چه شود سایهٔ ما هم بسر ما باشد

تو و نظارهٔ نیرنگ دو عالم بیدل
من و چشمی که بحیرانی خود وا باشد

شب که طوفان جوشی چشم ترم آمد بیاد
فکر دل کردم بلای دیگرم آمد بیاد

ذره را دیدم پرافشان هوای نیستی
نقطهٔ از انتخاب دفترم آمد بیاد

سجدهٔ منصوریم زد جوش از چین جبین
خاک جولانی که خواهد شد سرم آمد بیاد

بیتو عمری در عدم هم سنگ هستی داشتم
سوختم بر خویش تا خاکسترم آمد بیاد

ای فراموشی کجائی تا بفریادم رسی
باز احوال دل غم پرورم آمد بیاد

تا سحر بی پرده گردد شبنم از خود رفته است
الوداع ای همنشینان دلبرم آمد بیاد

حیرتم از خجلت بیدستگاهی داغ کرد
ناله شد پرواز تا عجز پرم آمد بیاد

با کدامی آبرو خاک درش خواهی شدن
داغ شو ای جبهه دامان ترم آمد بیاد

بیدل اظهار کمالم محو نقصان بوده است
تا شکست آئینه عرض جوهرم آمد بیاد

نشئهٔ یاس غم خمار ندارد
دامن افشانده ام غبار ندارد

نی شرر اظهار و نه ذره فروشم
هیچ کسیهای من شمار ندارد

پیش که نالم ز دور باش تحیر
جلوه در آغوش دیده بار ندارد

کیست که رو تابد از غبار توهم
عرصهٔ شطرنج ما سوار ندارد

خواه بباد م دهند و خواه برآتش
خاک من از هیچ ره غبار ندارد

تا نکشی رنج وحشتی که نداری
نغمهٔ آن ساز شو که تار ندارد

بیدل از آئینه ایم محو نمودن
نیستیم با کسی دو چار ندارد

بار مخمورست دل تا بیخودی انشا کند
جام در حیرت زند آئینه را مینا کند

انجمن پرداز وهمم چون حباب از خامشی
به که نگشایم لبی تا از خودم تنها کند

آسمان دارد ز من سرمایهٔ تعمیرها
بشکند رنگم بهر جا ناله بر پا کنند

زندگانی گو مده از نقش موهوم نشان
عکس را غم نیست گر آئینه استغنا کنند

سخت دور افتاده ایم از آبرنگ اعتبار
زین گلستان هر که بیرون جست سیر ما کنند

بی طواف خویش در بزم وصالش بار نیست
در دل دریا مگر گرداب را پروا کنند

آن سوی ظلمت بغیر از نور نتوان یافتن
روی در خوبیست هر کس پشت بر دنیا کنند

برده ام پیش از دو عالم دعوی واماندگی
آسمان مشکل که امروز مرا فردا کنند

کام عیشم تر نشد از خشک مغزیهای دهر
شیشه بگدازد مگر جامی بنام ما کنند

ای خوش آن سور طرب جوش خمستان فنا
گر گداز من دل هر ذره را مینا کنند

بیدل اسباب جهان را حاجت مشاطه نیست
زشتی هر چیز را نایافتن زیبا کنند

حاصل عافیت آنها که بدامن کردند
چون خموشی نفسی سوخته خرمن کردند

جلوه آنجا که بهار چمن بی رنگی است
صیقل آئینه موقوف شکستن کردند

ای خوش آن موج که در طبع گهر آب شود
عجز بالیدهٔ ما را رگ گردن کردند

چون نفس جرأت جولان چه قدر بیدار است
پای ما را که دل آبله من کردند

زخم در کیش ضعیفی اثر ایجاد رفو است
کشتهٔ رشکم از آن تیغ که سوزن کردند

نوبهار اینهمه مشاطگی خاک نداشت
خاک ما ریخت بآن رنگ که گلشن کردند

یک سپند اینهمه سامان نفروشد بیدل
عقدهٔ داشت دل سوخته خرمن کردند

شب که دل را یاس مطلب باده در جام کرد
یکجهان حسرت بطوفان داد و آهش نام کرد

آنقدر در خویشتن از ناتوانی مانده ایم
رنگ ما شکست عشق و اختراع دام کرد

دل بیاد مستی چشم حجاب آلودهٔ
آب گردید از حیا چندانکه می در جام کرد

شعلهٔ بودم کنون خاکسترم مفت طلب
سوختن عریانیم را جامهٔ احرام کرد

میرود صبح و اشارت میکند کای غافلان
تا نفس باقیست نتوان هیچ جا آرام کرد

چشم ما شد پردهٔ ناصور و بیداری ندید — غفلت آخر خرمی در کسوت بادام کرد
عشرت ما چون نگه از بس تنک سرمایه است — سایهٔ مژگان تواند صبح ما را شام کرد

یکقلم بیدل غبار وحشت نظاره ایم
عشق نتوانست ما را بی تحیر رام کرد

دل بجز سندی اگر ترک هوس میگیرد — کام عشرت ز نشاط همه کس میگیرد
زندگی شبههٔ هستی است که مانند حباب — هر که هست آئینهٔ پیش نفس میگیرد
سرمه رنگست غبار گذر خاموشان — ای نفس ناله بگیر دیکه عسس میگیرد
ناله پابست در آن شهر که ما قافله ایم — سود ما مفت رفیقی که جرس میگیرد
طالب بیخبری باش که در دشت طلب — رفتن از خویش سراغ همه کس میگیرد

بیدل این دامگه از صید تماشا خالی است
مفت چشمی که نگاهش بقفس میگیرد

مطلبی گر بود از هستی همین آزار بود — ورنه در کنج عدم آسودگی بسیار بود
موی چینی دست از امید سفیدی شسته است — صبح ایجادی که ما داریم شام تار بود
گرد حیرت آنقدر سامان بالیدن نبست — ما همان یکناله ایم اما جهان صد تار بود
سطر آهی کز جگر خواندم سواد ناله داشت — مسطر این صفحه یکسر موج موسیقار بود
سبحهٔ زهاد را دیدم بدرد آمد دلم — مرکز این قوم سرگردان تر از زنار بود
شب که بی رویت شرر در جیب دل میریختم — برق آهم لمعهٔ شمشیر جوهردار بود
دست همت کرد از بی جرأتیها کوتهی — ورنه چون گل کسوت ما یک گریبان دار بود
خجلت تردامنی شستیم چون اشک از عرق — سجدهٔ ما را وضوی جبهه در کار بود
غنچهٔ پیدا نشد بوی گلی صورت نبست — هرچه دیدم زین چمن یا ناله یا منقار بود
روزگاری شد که هم بالین خواب راحتیم — تیره بختی بر سر ما سایهٔ دیوار بود
جلوه در پیشم آمد هر قدر رفتم ز خویش — رنگ گرداندن عنان تاب خیال یار بود
نی بهستی محو شد شور دوئی نی در عدم — هر کجا رفتیم بیدل خانه در بازار بود

تا پری بعرض آمد موج شیشه عریان شد
پیرهن ز بس بالید دهر یوسفستان شد

هر کجا نظر کردم فکر خویش را هم زد
غنچه با گل این باغ بهر من گریبان شد

کوشش زمینگیرم بر عروج بینش باخت
خار پای شمع اینجا دستگاه مژگان شد

خامشی بدامانم شور صد قیامت ریخت
کاشتم نفس در دل ریشه نیستان شد

عشق شکوه آلود است تا چه دل فسرد امروز
سر بجیب دزدیدم پا مقیم دامان شد

خاک من بباد آورد چهرهٔ عرقناکش
همچو بیضهٔ طاؤس در عدم چراغان شد

داغ و درد تو بیدل گر گداز بیحاصل
اشک شمع این محفل ریشخند مژگان شد

این حرصها که دامن صد من شکسته اند
عرض کلاه داده و گردن شکسته اند

دارد شراب غفلت ابنای روزگار
بد مستئی که ساغر مردن شکسته اند

امروز نفی هم گل اقبال دوستی است
یاران ز رنگ ما صف دشمن شکسته اند

یارب شکست من بچه افسون شود درست
دارم دلی که بیشتر از من شکسته اند

در عالمی که سنگ شرر خیز وحشت است
گردم مرا چو آب در آهن شکسته اند

سنگی ز ننگ عجز بمینای ما نخورد
ما را همان بدرد شکستن شکسته اند

ما عاجزان ز کوی تو دیگر کجا رویم
در پای رشتها سر سوزن شکسته اند

یک گل درین بهار اقامت سراغ نیست
بیدل ز رنگ ما همه دامن شکسته اند

خاکستری نماند ز ما تا هوا برد
دیگر کسی چه صرفه ز تاراج ما برد

سیل بنای موج همان زندگی بس است
بگذار تا غبار من آب بقا برد

زین خاکدان دگر چه برد ناتوان عشق
خود را اگر هلال بپشت دوتا برد

آخر بدرد و داغ گره گشت پیکرم
صد گونه اشک و یکسره گوهر کجا برد

کو قاصدی که در شکن داغ انتظار
پیغام از تو آرد و ما را ز ما برد

حسن قبول جلوه کمین بهانه ایست — کو دل که جای آئینه دست دعا برد

زاهد ز سبحه نعل یقینت در آتش است — از دیر راه کعبه گرفتی خدا برد

هر کس بدیر و کعبه دلیلش بضاعتی است — بیدل بجز دلی که ندارد کجا برد

شکوه مفلسی ما را انجا موشی علم دارد — سفالین کوزه درویشان ز بس خشکست نم دارد

بترک جاه زن تا در نگیرد ننگ افلاست — که رنج خودفروشی میکشد هر کس درم دارد

نوای عیش گو خون شو دمی با درد سودا کن — نفس با این بضاعت هر چه دارد مغتنم دارد

اگر مردی در تخفیف اسباب تعلق زن — گر انگشت دگر انگشت زنگ بند کم دارد

نگاهی تا بیاری رفته بیرون ازین محفل — چو شمع اینجا همین تحریک مژگان یکقدم دارد

بپرهیز ای هوس از اتفاق پنبه و آتش — مریض حسرتیم و شربت دیدار سم دارد

پریشان نسخه ایم از ضبط این اجزا چه میپرسی — تاملهای بی شیرازگی ما را بهم دارد

نوای خامشان در پرده دود دل است اینجا — نگوئی شمع تنها گریه دارد ناله هم دارد

صدا بر شش جهت می پیچد از یکدامن افشاندن — جهان صید کمند وحشتست گر خویش رم دارد

دماغ آرزوی همتیم از ما چه میپرسی — شراب محفل ما شیشه بر طاق عدم دارد

نوای این نیستان عافیت آهنگ تصویرم — ز ساز خود برون نا آمدنهایم قلم دارد

اگر دشمن تواضع پیشه است ایمن مشو بیدل — بخونریزی بود بیباک شمشیری که خم دارد

دل ز هر اندیشه با رنگی مقابل میشود — در خور تمثال این آئینه بسمل می شود

جرم خودداریست از بزم تو دور افتاده ایم — قطره چون فال گهر زد باب ساحل میشود

کس اسیر انقلاب نارسائیها مباد — دست قدرت چون تهی شد پای در گل میشود

در مدار آنکه بر رویت سپر دارد بلاست — از تنک روئی دم شمشیر قاتل می شود

انفعال هستی آفاق را آئینه ایم — هر که رو تابد ز خود با ما مقابل می شود

گو نسازد آه مجنون بر رخ لیلی نقاب — شرم میبالد بخود چندانکه محمل میشود

لب فرو بندیم تا رفع دوئی انشا کنیم
در میان ما و تو ما و تو حایل می‌شود

قوت پرواز در آسایش بال و پر است
هر قدر خاموش باشی ناله کامل می‌شود

مرگ صاحبدل جهانی را دلیل کلفت است
شمع چون خاموش گردد داغ محفل میشود

شرم حسن از طینت عاشق تماشا کردنیست
روی او تا در عرق زد خاک ما گل میشود

نشئهٔ آسودگی در ساغر یاس است و بس
راحت جاوید دارد هر که بیدل میشود

عشق هر جا ادب آموز طپیدن باشد
خون بسمل عرق شرم چکیدن باشد

شوق مفت است که در راه کسی میپوییم
منزل مقصد ما گر نرسیدن باشد

موج این بحر طپش بسمل سعی گهر است
رنجها در خور راحت طلبیدن باشد

اشک چندی گره دیدهٔ حیران خودیم
تا نصیب که براه تو دویدن باشد

پیکرم مانی صورتکدهٔ نومیدی است
بر رخت هر چه کشم ناله کشیدن باشد

چشم بند است بهار گل بیرنگی عشق
دیدن یار مبادا که شنیدن باشد

از دلیران جنون جرأت یاسم بیدل
چون نفس تیغ من از خویش بریدن باشد

هر کجا عبرت بدرس وعظ رهبر می‌شود
صورت پست و بلند دهر منبر می‌شود

چشم حرص افزود مقدار جهان مختصر
همچو اعداد اقل از صفر اکثر می‌شود

راحت جاوید از پهلوی عجز آماده است
سایه در هر جا برای خویش بستر می‌شود

نیست بر طبع روان ظلمت ز جا برداشتن
بحر میلرزد بران موجی که گوهر می‌شود

حسن و عشق آنجا که باهم جوش الفت میزنند
نور شمع آبرو و پروانه جوهر می‌شود

قامت خم خجلت عمر تلف گردیده است
هر قدر مینا تهی شد سرنگون تر می‌شود

از سلامت آنقدر آواره گرد خفتنم
گرد ما گر بشکنند سد سکندر می‌شود

در محبت بیش ازین ناکام نتوان زیستن
گر گداز آرزو ما زندگی تر می‌شود

شبنم اشکم عرق گل کرده ام تا آینه
گر سراپایم گداز دل مصور می‌شود

در عهد عمر کم و در حسرت تا کی ما موقوف نیست چنانکه مستان از حسرت تاک گرد اندیشه غم باشد

بیدل از بیدستگاهی سر بگردون برده‌ایم
بال ما را ریختن پرواز دیگر می‌شود

حرص آن نیست که هر کس رهِ هوس وا دارد
در کفن نیز همان دامن دنیا دارد

همه از جلوه با نداز تغافل زده ایم
آنچه نادیده توان دید تماشا دارد

هیچکس رمز سواد دل ما نشگافد
نفس سوختهٔ لاله معما دارد

وحشت رنگ روان صیقل این آینه است
که بصحرای جنون آبله هم پا دارد

دم تیغ تو نشد منفعل از کشتن ما
خون عاشق چه قدر آب گوارا دارد

منکر وحشت ما سوخته جانان نشوی
شعله در بال و پر ریختهٔ عنقا دارد

ادب عشق اگر مانع شوخی نشود
خاک ما مرهم ناصور سراپا دارد

لفظ گل کردهٔ آئینهٔ معنی دریاب
پری اسمیست که از شیشهٔ مینا دارد

بیدل از حیرت آئینهٔ ما هیچ مپرس
جوهر نشئهٔ تحقیق اثرها دارد

آرزو سوخت نفس آئینهٔ دل بستند
جاده پیچید بخود صورت محمل بستند

پیش از ایجاد فنا آئینهٔ ما کردند
چشم نگشودهٔ ما برزخ قاتل بستند

هر کجا میروم آشوب طپشهای دل است
شش جهت راه من از یک پر بسمل بستند

ره نبردیم بسیر عدم و هستی خویش
این دو آئینه بهم سخت مقابل بستند

نذر بیتابی دل هر مژه اشکی دارد
بهر یک لیلی شوق اینهمه محمل بستند

جوهر شوخی گل جمله در اجزا صرف است
آنچه از دانه گشودند بحاصل بستند

شعله تا بال کشد دود برون تاخته است
بار ما بیشتر از بستن محمل بستند

نقص سرمایهٔ هستی است عدم نیستیم
کشتئیم داشت شکستی که بساحل بستند

عمر چون شمع بواماندگیم طی گردید
نامهٔ جادهٔ من بر پر بسمل بستند

دوش از جیب عدم همت هستی گل کرد
صبح آراست نفس بر من بیدل بستند

در گلستانی که چشم محو آن طنّاز ماند
نکهت گل نیز چون برگ گل پرواز ماند

خامشی روشنگر آئینهٔ دیدار بود
با سواد سرمه پیوست آنچه از آواز ماند

وحشت صبح از نفس ایجاد شبنم میکند
در گره گم گشت تا ز تار پس از ساز ماند

چشم وا کردیم دیگر یاد پیش و پس کراست
فکر انجام شرار و برق در آغاز ماند

صیقل تدبیر بر آئینهٔ ما زنگ ریخت
شعلهٔ این شمع آخر در دهان گاز ماند

شمع یکسر اشک و آه خویش با خود میبرد
هم بزیر پای ما ماند آنچه از پرواز ماند

جوهر آئینهٔ من سوخت برق جلوه‌اش
حیرتی گل کرده بودم لیک محو ناز ماند

بیدل از برگ و نوای ما سیه‌بختان مپرس
رونگار وصل رفت و طالع ناساز ماند

وداع کلفتم تا گل کند داغ جگر ریزد
شب از پرچیدن دامن گریبان سحر ریزد

درین گلشن چو شبنم از محبت چشم آن دارم
که سر تا پای من بگداز و یک چشم تر ریزد

نیم فرهاد لیک از دل گرانی کلفتی دارم
که تار نالهٔ من بیستون را از کمر ریزد

محبت کشته را سهل است اشک از دیده افشاندن
که عاشق اشک اگر از دیده ریزد از جگر ریزد

غبارم زحمت آن آستان داد از گرانجانی
بگو تا ناله‌ام بردارد و جای دگر ریزد

گریبان چاکئی دارند مشتاقان دیدارت
که تا اشکی بعرض آرند صد چاک جگر ریزد

باندازِ خرامش کبک اگر دوزد نظر بیدل
خجالت از غبار نقش پایش بال و پر ریزد

بشوخی زد طرب غم آفریدند
مکرر شد عسل سم آفریدند

جهان جوش بهار بیدماغی است
بیکصورت دو گل کم آفریدند

عرق گل کرده‌ام از شرم هستی
مرا از چشم شبنم آفریدند

چو ماه نو خم وضع سجودم
ز پیشانی مقدم آفریدند

نه مخموری نه مستی چیست بیدل
دماغت از چه عالم آفریدند

درین ره تا کسی از وصل مقصد کام بردارد ‌ ز رفتن دست میباید بجای گام بردارد

بتکلیف بلندی خوش مکن مشت غبارم را ‌ دماغ نیستی تا کی هوای بام بردارد

چو دل بی مدعا افتاد گو عالم بغارت رو ‌ که ممکن نیست طوفان از گهر آرام بردارد

گران جانرا نباشد طاقت بار سبکروحان ‌ نگینها میکند قالب تهی تا نام بردارد

درین گلشن نزد دورم عشرت فرصت چه پیمایی ‌ که می خمیازه گردیده است تا گل جام بردارد

بقید مصر هم نتوان قناعت بر مگس بستن ‌ گرم مشکل که از طبع گدا ابرام بردارد

دماغ پختگان مشکل شود از خجلت هستی ‌ مگر این ننگ همت از خیال خام بردارد

درین بازار سودی نیست جز رنج پشیمانی ‌ سحر هر کس دکانی چیده باشد شام بردارد

برنگی سرگران افتاده ایم از سخت جانیها ‌ که دشوار است قاصد هم ز ما پیغام بردارد

هوس تسخیر معشوقان بازاری مشو بیدل
کسی تا کی پی وحشی غزالان دام بردارد

گر نه مشت خاکم از اشک ندامت تر شود ‌ شش جهت اجزای بی شیرازه کی دفتر شود

شوخی رنگم همان ناموس اظهار است و بس ‌ آه می بالد اگر مطلب نفس پرور شود

یکدو ساعت بیش نتوان داد عرض احتیاج ‌ قطرهٔ ما ژاله می بندد اگر گوهر شود

صاحب آئینه نتوان گشت بی قطع نفس ‌ بگذر از زندگی تا خضر اسکندر شود

بر شکست هر زیان تعمیر سودی بسته اند ‌ فربهی وقف فنا گر آرزو لاغر شود

در گلستانی که رنگ نقش پا بیت ریختند ‌ بال طاؤس از خجالت حلقه ساز در شود

بی خموشی نیست ممکن پاس تمکین داشتن ‌ موج در گوهر خورد هر جا نفس لنگر شود

عافیتها در کمین حسرت وا ماندگیست ‌ صبر کن ای شعله تا سعی تو خاکستر شود

تیغ موجی بر سرت پیوست تعمیر محیط ‌ ای حباب بی سر و پا خانه ات ابتر شود

عالمی از خود تهی کردیم کاهشها بجاست ‌ پهلوی ما ناتوانان تا کجا لاغر شود

مقصدم چون شمع از محفل سجود نیستی است ‌ سر بزیر پا نهم کاین یکقدم رهبر شود

عالمی بیدل بیابان مرگ ذوق آگهیست ‌ معرفت غول رهست اما کرا باور شود

ذره تا مهر هزار آئینه عریان کردند
ما نگشتیم عیان هرچه نمایان کردند

سعی وا ماندهٔ خلق آنسوی خود راه نبرد
بس که دامن ته پا ماند گریبان کردند

حسن بیرنگی او راز که یابیم سراغ
بوی گل آئینه بود که پنهان کردند

سعی جوهر همه صرف عرض آرائیهاست
سوخت نظاره باین رنگ که مژگان کردند

نقشبند چمن وحشت ما بیرنگی است
با هوا آئینه ناله نمایان کردند

بیدماغی چه گریبان که ندادست بچاک
تنگ شد گوشه دل عرصهٔ امکان کردند

بسراغ غم نتوان جز مژه برهم چیدن
داشتم مشت غباری که پریشان کردند

دام من در گره حلقهٔ افلاک نبود
چون نگاهم قفس از دیدهٔ حیران کردند

جنس بازار وفا رنگ نمیگرداند
دل چه مقدار گران گشت که ارزان کردند

بیخودی حیرت حسن عرق آلود که داشت
که دل و دیده یک آئینه چراغان کردند

الفت از خجلت تعبیر وفا غافل نیست
آب شد آتش گبری که مسلمان کردند

بیدل از کلفت افسردهٔ دلها چو سپند
مشکلی داشتم از سوختن آسان کردند

تمام شوقم ولیک غافل که دل براه که میخرامد
جگر بداغ که می نشیند نفس بآه که میخرامد

غبار هر ذره می فروشد بحیرت آئینه طپیدن
رم غزالان این بیابان بمی نگاه که میخرامد

اگر نه رنگ گل تو دارد بهار موهوم هستی ما
بپردهٔ خاک این کتانها فروغ ماه که میخرامد

ز اوج افلاک گر نداری حضور اقبال بی نیازی
نفس بجیب غبار دارد ببین سپاه که میخرامد

بهرزه در پردهٔ من و ما غبار اوهام پیش کردی
درین گلستان ندانم امروز که کجکلاه که میخرامد

اگر امید فنا نباشد نوید آفت زوال هستی
باین سر و برگ خلق آواره در پناه که میخرامد

نگه بهرجا رسد چو شبنم ز شرم میباید آب گردد
اگر بداند که بیجا با جلوه گاه که میخرامد

نگر ز چشمش غلط نگاهی رسد بفریاد حال بیدل
وگرنه این برق بی نیازی پی گیاه که میخرامد

من وحشی که هر جا یادش از دل سر برون آرد
بدوش هر مژه صد شمع چشم تر برون آرد

کمین گاه دو عالم حیرتم امید آن دارم
نم اشکی که غواصش سر از گوهر برون آرد

کهن شد سیر این گلشن کنون فال تحیر زن
مگر آئینه گردیدن گل دیگر برون آرد

غم اسباب دنیا چیده‌ای اما از آن غافل
که آخر تنگی این خانه‌ات از در برون آرد

ندامت ساز کن هر جا کنی تمهید پیدائی
که بوی گل بصد چاک گریبان سر برون آرد

بنومیدی درین گلشن چو رنگ امید آن دارم
که افسردن ز پروازم پر افشان‌تر برون آرد

ز فیض آبله دارد جنونم اوج اقبالی
که گر بر خاک ره ساید قدم افسر برون آرد

بگلشن گر کند عرض ضعیفی ناتوان او
بهار از هر رگ گل پهلوی لاغر برون آرد

درین محفل سراغ عشرت دیگر نمی یابم
مگر خمیازه بالد بر خود و ساغر برون آرد

فریب جاه از بازیچهٔ گردون مخور بیدل
که میر تسم سر بمغز از افسر برون آرد

دلیل شکوهٔ من سعی نارسا نشود
ز پا فتادگیم ناله را عصا نشود

چه ممکن است که در بوته گداز و فا
دل آب گردد و جام جهان نما نشود

توان شد آئینهٔ بحر عافیت چو حباب
اگر غبار نفس سد راه ما نشود

مرا ز مرگ بخاطر غمی که هست اینست
که خاک گردم و دل محرم وفا نشود

چه ممکن است رود داغ بندگی ز جبین
زمین فلک شود و آدمی خدا نشود

بساط سایهٔ گل سجده‌گاه شبنمهاست
سرم بپای بتان خاک شد چرا نشود

بغیر سرکشی از ابلهان مجو بیدل
که نخل این چمن از بی بری دوتا نشود

فسون عیش که در دست زدای ما نشود
نفس بخانهٔ آئینه‌ها هوا نشود

خروش عیش جهانگرد سرمه پیچیده است
تغافل تو مگر همت آزما نشود

درین هوسکده سامان رنگ بیداری
خجالتی است که یارب نصیب ما نشود

بسعی بی اثری آنچنان پر افشان باش
که شبنمت گره خاطر هوا نشود

بنای وحشت ما کیست تا کند تعمیر
بان غبار که پامال نقش پا نشود

امید صندل درد سر هوسها نیست
مباد دست تو با سودن آشنا نشود

دل شگفته ندارد سراغ جمعیت
باین گره قدری جهد کن که وا نشود

چو سبحه آنقدرم کوته است تار امید
که صدگره اگرش واکنی رسا نشود

طرف اگر همه شوقست ننگ یکتا نیست
شکستیم آئینه تا جلوه بی صفا نشود

بهستی این همه رنگ اثر بباخته ایم
که هر که خاک شود گلفروش ما نشود

بخاک میکشد آخر جنون خرامیها
چو شمع به که سر کس برهنه پا نشود

امید عافیتی هست در نظر بیدل
شکست رنگ مبادا گره گشا نشود

شب که وصل آغوش پرداز دل دیوانه بود
از هجوم زخم شوق آئینهٔ ما شانه بود

یاد آن عیشی که از رنگینی بیداد عشق
سیل در ویرانه ام چون باده در پیمانه بود

عشق میجوشید هر جا گرد شوخی داشت حسن
رنگ شمع پرفشان عالم پروانه بود

بار دل از وسعت مشرب برسوائی کشید
دامن صحرا گریبان چاکی دیوانه بود

جرم آزادیست گر نشناخت ما را هیچ کس
معنی بیرنگ ما را لفظ پربیگانه بود

اختلاط خلق جز ژولیدگی صورت نبست
هر دو عالم پیچش یک گیسوی بی شانه بود

هر کجا رفتیم سیر خلوت دل داشتیم
بیدل آغوش فلک هم روزن این خانه بود

شوق تا گردد دوبالا خویش را احول کنید
نیم رخ کم حیرتست آئینه مستقبل کنید

با بد و نیک جهان زین بیش نتوان شد طرف
یک عرق وار از حیا آئینها را حل کنید

آشنای وحدت از تشویش کثرت ایمن است
درد سر کمتر مفصل را اگر مجمل کنید

سعی دنیا هر قدر کوتاه همتها رساست
پا اگر نتوان شکستن دست قدری شل کنید

گر دماغ آرزو خارد هوای افسری
هم بسر هنگی سر هم مغز خود را گل کنید

نیست جز بیحاصلی عرض مثال ما و من
دست برهم سودن است آئینه صیقل کنید

نفی در تکرار نفی اثبات پیدا میکند
لفظ هستی نیستی دارد اگر مهمل کنید

گرد دل گردید نی سیر کمال اینست و بس
بر دو عالم خط کشیدن صفحه را جدول کنید

صد نگه از یک مژه بستن تغافل میشود
با هوسها آنچه آخر کردن است اول کنید

بجز ز ایجاد حباب آئینه دار وهم گشت
بیدل ما مشکلی در پیش دارد حل کنید

جماعتی که نظرباز آن بر و دوشند
بجنبش مژه عرض هزار آغوشند

ز حسن معنی دیوانگان مشو غافل
که این کبود بتان نیل آن بناگوشند

فریب الفت امکان مخور که مجلسیان
چو شمع تا مژه برهم نهی فراموشند

چه ممکن است حجاب فنا شود هستی
که نقش‌های هوا چون رخ نفس پوشند

تو هر شکست که خواهی حوالت ما کن
حباب موج سراپا خمیدن دوشند

زبان بیخودی رنگ کیست دریابد
شکستگان همه تن نالهای خاموشند

مرا معاینه شد ز اختلاط قمری و سرو
که خاکساری و آزادگی هم آغوشند

ز گل حقیقت حسن بهار پرسیدم
بخنده گفت که این رنگها برون جوشند

کسی بفهم حقیقت نمیرسد بیدل
جهانیان همه یک نارسائی هوشند

باد صحرای جنون هر که گل افشان میشود
جیبم از خود میدرد چندانکه دامان میشود

نالها در پردهٔ دود جگر پیچیده ام
سطر این مکتوب را خواندن نیستان میشود

پردهٔ ناموس دارم ازجا بم چاره نیست
گر گریبان چاک سازم ناله عریان میشود

صافی دلرا زیارتگاه عشرت کرده اند
هر که میرد خانهٔ آئینه ویران میشود

دستگاه هستی از وضع سحر ممتاز نیست
گردی از خود می‌فشاند هر که عریان میشود

شعلهٔ ما هر قدر خاکستر انشا میکند
جامهٔ عریانی ما را گریبان میشود

ترک خود دارسیت مشکل ورنه مشت خاک ما
ظرف دامانی گر افشاند بیابان میشود

تا توانی بیدل از عشق فنا غافل مباش
مشکل هر آرزو زین شیوه آسان میشود

دلدار گذشت و نگه بازپسین ماند
از رفتن او آنچه بجا ماند همین ماند

دیگر چه نثار تو کند مشت غبارم — یک سجده جبین داشتم آنهم بزمین ماند
گر هوش بود شهرت عزت طلبیهاست — خمیازهٔ خشکی که ز شاهان بدفین ماند
گرد نفس تست پرافشان تو هستم — زین انجمن از شوق نه آن رفت و نه این ماند
ما منتخبی در کشم از نسخهٔ تسلیم — چون ماه نوم یک خم ابرو بجبین ماند
هر چند غبارم همه بر باد فنا رفت — امید بکوی تو همان خاک نشین ماند

بیدل بر هش داغ زمینگیری اشکم
سر در ره جانان نتوان خوشتر ازین ماند

از غمت آخر بجای کار بیدادم رسید — گر طپیدن سرمه شد هر کس بفریادم رسید
سینه را از تیر و دلرا نیست از زخم سنان — بیقدت آن آفتی کز سرو و شمشادم رسید
گریه گو خون شو که من از یاس مطلب سوختم — تا کنم سامان آب آتش بفریادم رسید
یار دارد پرسش احوال دور افتادگان — کو فراموشی که گویم نوبت یادم رسید
قاصد شوق از کمین نارسائی ایمن است — نالهٔ دارم که در هر جا فرستادم رسید

شعلهٔ افسرده بیدل شهپر خاکستر است
در فراقت هر که رفت از خود بامدادم رسید

گر نه باد صبح چین طره ات وا میکند — نسخهٔ جمعیت ما را که اجزا میکند
سطر ما تا خود نمایان شد دل از جا رفته است — خامهٔ الفت نمیدانم چه انشا میکند
چون شود بیحاصلی معلوم مطلب حاصلست — حاجت ما را روا نومیدی ما میکند
نسخهٔ هستی ز بس وقف سواد افتاده است — چشم بر هم بسته حل این معما میکند
آستان الفت دل چون نفس در راه ماست — ورنه ما را اینقدر پرواز عنقا میکند
دامن هستی بآسانی نمی آید بدست — باده خونها میخورد تا نشئه پیدا میکند
همت از تدبیر بیجا تا کجا خجلت کشد — ای جنون رحمی که ما را هوش سودا میکند

سنگ بر تدبیر زن کارکس اینجا بسته نیست
یک شکستن صد کلید قفل انشا میکند

رهبر مقصود بیدل وحشت است از خویش و بس
سیل چون مطلق عنان شد سیر دریا میکند

حدیث عشق شود ناله ترجمانش و لرزد
چو شیشه‌ئی که کشد تیغ از میانش و لرزد

بخون طپیدهٔ ضبط شکسته رنگی خویشم
چو مفلسی که شود گنج زر عیانش و لرزد

قیامتی است بر آن بلبلی که از ادب گل
پر شکسته شود خار آشیانش و لرزد

اگر بخار دهم عرض دستگاه ضعیفی
زبان رشته کشد مغز استخوانش و لرزد

بعافیت نیم ایمن ز آفتی که ندارم
چو آن غریق که آرند بر کرانش و لرزد

بوصل وحشتم ار دل نمیرود چه توان کرد
که شست مشق رسد تیر بر نشانش و لرزد

غبار هستی بیدل ز شرم ناکسی خود
بخاک هر که کند یاد آستانش و لرزد

هر کرا اجزای موهوم نفس دفتر شود
گر همه چون تیر پر چرخش برند ابتر شود

تا سراغی واکشم از وحشت موهوم خلق
آتش این کاروانها کاش خاکستر شود

شمع ما را سوختن محرومی نشود نماست
عافیت در مزرع ما آفت دیگر شود

رو ندارد سرکشی در مطلب صاحبدلان
میزند موج رضا آبی که در گوهر شود

هستی ما را تفاوت از عدم جستن خطاست
سایه آخر تا چه مقدار از زمین برتر شود

از شکست خویش دریا می‌کشد سعی حباب
نشئه کمظرف ما هم کاش ازین ساغر شود

خدمت دلها کن اینجا کفر و دین منظور نیست
آئینه از هر که باشد مفت روشنگر شود

انحراف طور خلق از غفلت ایجاد کیست
کج ننیابی سطر ما بیدل اگر مسطر شود

بهر کجا مژه‌ات رنگ خواب میریزد
گداز شرم برویت گلاب میریزد

بهر که دیده گشادیم رنگ ویرانیست
دلی که رنگ جهان خراب میریزد

مباش بیخبر از رو بی ثباتی عمر
که هر نفس ورقی زین کتاب میریزد

صفای خاطر ما آبیار ریشهٔ اوست ... کتان شیشه همان ماهتاب میریزد
زبان نکهت گل از سواد خود خجل است ... لبش زبس که بنرمی جواب میریزد
ذخیرهٔ دل روشن نمی شود اسباب ... که هرچه آئینه گیرد در آب میریزد

بر آتشی که نهادند پهلوی بیدل
صفای اشک شرر زین کباب میریزد

تا دل دیوانه وا ماند از طپیدن داغ شد ... اضطراب این سپند از آرمیدن داغ شد
هیچکس چون نقش پا از خاک راهم بر نداشت ... این گل محرومی از درد پچیدن داغ شد
از جنون همائی طاوس بیتابم مپرس ... پر زدم چندانکه در بالم پریدن داغ شد
غیر عبرت شمع من زین انجمن حاصل نکرد ... آنچه از دیدن گلش بود از ندیدن داغ شد
عاقبت گردنکشان از طوق گردن زیر پاست ... شعله هم اینجا بجرم سر کشیدن داغ شد
آب در آئینه آخر فال حیرت میزند ... آنقدر از پا نشستم کارمیدن داغ شد

ناله کردم بگلشن بیدل از ذوق گلی
لاله ها را پنبهٔ گوش از شنیدن داغ شد

نه فخر میدمد اینجا نه زنگ میبارد ... برین نشان که تو داری خدنگ میبارد
وداع فرصت برق از شرار خرمن کن ... بمزرعی که شتاب از درنگ میبارد
دلیل عشرت دل صبح نادمیده بس است ... که ضبط آه بر آئینه زنگ میبارد
بهار انجمن از بس که وحشت اندود است ... ز داغ لاله جنون پلنگ میبارد
بحیرتم که نگاه از چه جرأت آب دهم ... ز خار و گل همه حسن فرنگ میبارد
بچشم شوق نگاهی که در بهار نیاز ... شکست حال ضعیفان چه رنگ میبارد
خطاست تهمت جرأت بعجز ما بستن ... هزار آبله بر پای لنگ میبارد
بذوق پرورش وهم آب میگردیم ... سحاب ما همه بر کشت بنگ میبارد
زبس بکشت چمن خرمن است آفتها ... دمی که تیر نباشد تفنگ میبارد
ز دام حادثه بیدل نمیتوان رستن ... که قطرهٔ تو بکام نهنگ میبارد

حال دل از دوری دلبر نمیدانم چه شد
ریخت اشکی بر زمین دیگر نمیدانم چه شد

از دمیدن دانهٔ ما کوچه گرد بیکسی است
مشت خاکی داشتم من بر نمیدانم چه شد

از شکست دل نه تنها آبرنگ عیش ریخت
نالهٔ هم داشت این ساغر نمیدانم چه شد

گردش رنگی و چشمکهای اشکی داشتم
اینزمان این چرخ و این اختر نمیدانم چه شد

پاس هستی برد از صد نیستی آنسوترم
سوختم چندانکه خاکستر نمیدانم چه شد

جان بها کم فارغ از تیمار جسمم کرده اند
عیسئی بر چرخ چارم خر نمیدانم چه شد

دی من و صوفی بدرس معرفت پرداختیم
او رقم گم کرد و من دفتر نمیدانم چه شد

بیدماغ طاقت از سودای هستی فارغ است
تا چو اشک از پا فتادم سر نمیدانم چه شد

بیدل اکنون با خودم غیر از ندامت هیچ نیست
آنچه بیخود داشتم در بر نمیدانم چه شد

آهی بهوا چتر زد و چرخ برین شد
داغی بغبار الم آسود زمین شد

بشکست طلسمی دل و زد کوس محبت
پاشید غباری نفس آه حزین شد

نظاره بصورت زد و نیرنگ گمان ریخت
اندیشه بمعنی نظری کرد و یقین شد

آن آئینه کز عرض صفا نیز حیا داشت
تا چشم گشودیم پریخانهٔ چین شد

غفلت چه فسونکرد که در خلوت تحقیق
برگشت نگاهم ز خود آئینه بین شد

دل کرد ز مسجودی من سجدهٔ فروتنی
یعنی چو هلالم خم محراب جبین شد

هر لحظه هوائیست عنان تاب دماغم
رخشی که ندارم بخیال انهمه زین شد

وقتست که بر بیکسی عشق بگرییم
کین شعله ز خار و خس من خاک نشین شد

عنقائیم از شهرت خود گشت فزون تر
آخر پی گمنامی من نقش نگین شد

در غیب و شهادهٔ من و معشوق تمامیم
بیدل تو برآنی که چنان بود و چنین شد

سیه مستی بدور ساغر حسرت بیتاب میگردد
بعرض سرمه گرد چشم مستت خواب میگردد

گداز آلودهٔ کم فرصتی درد دلی دارم
که همچون اشک تا بی پرده شد گرداب میگردد

بعریانی بلند افتاده از بس مدعای من
گریبان هم بدستم مطلب نایاب میگردد

ضعیفی مایهٔ ذوق سجودم در بغل دارد
شکست رنگ چون بی پرده شد محراب میگردد

بکوشش ریشه را میتوان ساز چمن کردن
نفس از پرزدنها عالم اسباب میگردد

بطوف بحر رحمت میبرم خاشاک عصیانی
هجوم اشک اگر نبود عرق سیلاب میگردد

فلک می آورد در بر دماغی شور سودائی
جهانی را سراسر همنفیر ازین دولاب میگردد

گدازم آبیار جلوهٔ معشوق میباشد
کتان می سوزد و خاکسترش مهتاب میگردد

شد از برگ تمنا خار را هم بستر مخمل
بچشم بستهٔ مژگان دستگاه خواب میگردد

در عزم شکست خویش زن گر جرأتی داری
درین ره هر قدر گستاخیست آداب میگردد

بهر جرأت حریف تهمت قاتل نیم بیدل
بکویش می برم خونی که آنجا آب میگردد

شب حیرت دیدار توام دام کمین شد
هر ذرهٔ اجزای من آئینه نگین شد

خاکستر از اخگر چه قدر شور بر آرد
دل سوخت برنگی که کباب نمکین شد

از عالم حیرانی من هیچ مپرسید
آئینه کمین نگهی بود چنین شد

موهومی این لنگر ادبار چه سوداست
چون سایه نباید کلف روی زمین شد

حیرتکدهٔ دهر زبس خصم تسلی است
ای آئینه دل شو که نخواهی به ازین شد

بیدل عدم و هستی ما هیچ ندارد
جز گرد خیالی که نه آن بود و نه این شد

بنظم عمر که سر تا سرش روانی بود
خیال مدت موهوم سکته خوانی بود

چه رنگها که ندارم بباد پیمانی
بهار شمع درین انجمن خزانی بود

پس از غبار شدن گشت اینقدر معلوم
که بارها همه بر دوش ناتوانی بود

فغان که چارهٔ بیتابیم نیافت کسی
برنگ نالهٔ نی دردم استخوانی بود

من از فسرده دلی نقش پا شدم ورنه
بطالع کف خاک من آسمانی بود

طراوت گل اظهار شبنمی میخواست
زخجلت آب نگشتن چه زندگانی بود

نیافت چرخ جفاپیشه قابل ستمی
همیشه بسمل این تیغ امتحانی بود

تلاش موج درین بحر هیچ پیش نرفت
گهر دمیدن ما پاس بیگرانی بود

جهان گذرگه آئینه است و ما نفسیم
تو همچو ما نفسی باش اگر توانی بود

فریب معرفتی خورده بود بیدل ما
چو وارسید یقینها همه گمانی بود

بهار حیرتست اینجا نه گل نه جام میخیزد
زهستی تا عدم یکدیده ما دام میخیزد

کرم در کار رستست ای بخیر ترک فضولی کن
که از دست دعا برداشتن ابرام میخیزد

نه اشک من زمین فرساست نی آهی هواپیما
غبار بیعصائیها باین اندام میخیزد

درین مزرع که دارد ریشه از ساز گرفتاری
اگر یکدانه افتد بر زمین صد دام میخیزد

هوای پختگی داری کلاه فقر سامان کن
که از تاج سرافرازان خیال خام میخیزد

سخن در پرده خوشسازیست از عرض اظهار بس
که از تحسین این بیدانشان دشنام میخیزد

رمیدن بر نمیدارد هوای عالم الفت
زجوش سبزه گرد این بیابان دام میخیزد

نفس در دل شکستم شعله زد دود از دماغ من
هوا در خانه میدزدم غبار از بام میخیزد

جنون آهنگ صید کیست یارب بیتابیها
که چون زنجیر شور از حلقه های دام میخیزد

نفس سرمایهٔ بیدل زسودای هوس بگذر
سحر هم از سر این خاکدان ناکام میخیزد

شور اشکم گر چنین راه طپش سر میکند
تردماغیهای دریا نذر گوهر میکند

حسرت جاوید هم عیب است مخمور ترا
جام میگردد اگر خمیازه لنگر میکند

بیخود از احرام گلزار خیال کیستم
گردش رنگم ره معشوقئی سر میکند

از جنونم عالمی پوشید چشم امتیاز
هر که عریان میشود این خانه در بر میکند

راحت فرشست اگر از وهم طاقت بگذری
ناتوانی هرچه آید پیش بستر میکند

فقر هم در عالم خود سایه پرور غناست
آرمیدنهای ساحل بار گوهر میکند

هیچکس یارب خجالتمند بیدردی مباد
دیدهٔ ما را غبار بی‌نمی تر میکند

جوهر آئینه عرض حیرت احوال ماست
ناله را فکر میانت سخت لاغر میکند

اینکه میگویند عنقا نقش وهمی بیش نیست
ما همان گفتیم اما کیست باور میکند

حسرت ساحل مبر بیدل که در دریای عشق
کم کسی بیخاک گشتن خاک بر سر میکند

کار دنیا بس که مهلک بود عقبی ریختند
فرصت امروز خون شد رنگ فردا ریختند

عیش این محفل نمی ارزد باندوه شکست
بیدماغان هم بطبع سنگ مینا ریختند

قاتل ما چون سحر دامان ناز افشاند و رفت
خون ما چون گل همان در دامن ما ریختند

این گلستان قابل نظارهٔ الفت نبود
آبروی شبنم ما سخت بیجا ریختند

با نم مطلب غبار انگیز چندین جستجو است
آرزو تا خانه ویران گشت و بنیا ریختند

بوی یوسف از تپیدن پیرهن آمد بعرض
شد پری بی بال چندانی که مینا ریختند

بارش ابر کرم در خورد استعداد ماست
گشت بسمل تا شود سیراب خونها ریختند

رنگ تحقیقی زبستم زین حنای نقش پا
اینقدر دانم که خونم را چو صهبا ریختند

تا نفس باقیست همچون شمع باید سوختن
گر افسون هستی آتش بر سر ما ریختند

عاقبت بوئی نبردیم از سراغ عافیت
ساحل گم گشتهٔ ما را بدریا ریختند

اشک ما بیدل ز درد نارسائی خاک شد
ریشهٔ پیدا نکرد این تخم هر جا ریختند

جهان جنون بهار غفلت ز نرگس سرمه ساش دارد
ز هر بن مو بخواب نازم که مخمل او قماش دارد

گشاد و بند نقاب امکان بسعی بینش مگیر آسان
که رنگ هر گل درین گلستان تحیر دورباش دارد

اگر دهم بوی شکوه بیرون ز رنگ تقریر میچکد خون
مپرس از یاس حال مجنون دماغ کفش خراش دارد

چو شد قبول اثر براهم ز خاک گل میکند نگاهم
فلک دو روزی غبار ما هم بزیر پای تو نگاش دارد

بگرد صد دشت در شتابی که قدر عرض رسا نمایی
سر از نفس سوختن نتابی بجو رسیدن تلاش دارد

نشسته‌ایم از لباس بیرون اگرچه لفظ و کدام مضمون
بخامشی نیز ساز مجنون هزار آهنگ فاش دارد

سخن برمی‌دانمودن عرض نیاز خطا نمودن / زوضع شوخی روانمودن کلام نرمی معاش دارد
حذر ز تزویر زهدکیشان مخور فریب صفا از ایشان / وضو نکردند خام ایشان هزار شاش و برش دارد

خطاست بیدل ز تنگدستی بفکر روزی الم پرستی
چو کاسه هر کس بخوان هستی دهن گشود دست آتش دارد

راحت دل ز نفس بال فشان میباشد / آب این آئینه چون باد روان میباشد
سادگی جنس چو آئینه دکانی دارد / زینت ما بمتاع دگران میباشد
ایمن از فتنه نگردی بمدارای حسود / زخمی تیغ تر آفت جان میباشد
کج روا یا نه بارباب مطالب سر کن / راستی بر دل این قوم گران میباشد
غفلت منتظر وصل حبابیست محال / چشم اگر بسته شود دل نگران میباشد
بلبل طفل مزاجیم بجا دل بندیم / گل این باغ ز رنگین قفسان میباشد
چشم تا واکنی از خویش برون تاخته‌ایم / صورت آئینه دامن بمیان میباشد
خاطر نازک ما ایمن از آفات نشد / سنگ در کارگه شیشه گران میباشد
سر تسلیم سبک مایه بقدر بهاست / جنس ما را بکف دست دکان میباشد
ذوق خودبینی ما هم نشود محو فنا / میتوان یافت که آئینه چنان میباشد

صاف مشرب نه پسندد و بیدل
هرچه در دل بلب آب همان میباشد

بیقراری در دل آگاه طاقت میشود / جوهر سیماب در آئینه حیرت میشود
بر شکست موج تنگی میکند آغوش بحر / عجز اگر بر خویش بالد عرض شوکت میشود
غفلت ما شاهد کوتاه بینیهای ماست / گر رسا باشد نگه صیاد عبرت میشود
مجمع امکان که سوز انجمنها ساز اوست / چشم اگر از خود توانی بست غفلت میشود
بس که مد فرصت از پرواز عشرت برده‌اند / بال تا بر هم زنی دست ندامت میشود
شعله گردارد مقام عافیت خاکستر است / سعی ما از خاک گشتن خواب راحت میشود
بیدل این گلشن بغارت داده جولان کیست / کز غبار رنگ و بو هر سو قیامت میشود

سیل غمی که داد جهان خراب داد
خاکم بباد داد برنگی که آب داد

یارب چه شررم که درین شعله انجمن | گردون میم بساغر اشکی کباب داد
اینست اگر شمار تب و تاب زندگی | امروز میتوان بقیامت حساب داد
بر موج آفتیم و امید کنار نیست | تدبیر راحت اینقدرم اضطراب داد
داغم ز اشک منتظری کز هجوم شوق | جان داد گر بقاصد جانان جواب داد
راحت درین بساط هوس خیز مشکل است | مخمل اگر شوی نتوان تن بخواب داد
تا می بلعل او رسد از خویش رفته است | شبنم نمیتوان بکف آفتاب داد
از بس که معنیم رقمی جز فنا نداشت | گردون بنقطهٔ شررم انتخاب داد
انجام کار باده کشان جز خمار نیست | خمیازه های جام میم این شراب داد
پرواز شوقم از عرق شرم گل نکرد | خاکم غبارهای طپیدن بآب داد

بیدل سؤال چشم بتان ناز طرف مشو
یعنی که سرمه ناشده باید جواب داد

نفس با یکجهان وحشت بخاک و آب میسازد | پر افشان نشئهٔ ما کلفت اسباب میسازد
بهجران شوق وصلی دارم و بر خویش میلرزم | در آتش نیز این ماهی همان با آب میسازد
ببرق همت از ابر کرم وضع نظر دارم | ترهیای هوس کشت مرا سیراب میسازد
چنین کز سوز دل خاکستر ایجاد است اعضایم | سر پهلوی من از بوریا سنجاب میسازد
دل بی نشئه داری نثار درد الفت کن | گداز انگور را آخر شراب ناب میسازد
درین محفل ندارد بوی راحت چشم واکردن | نگاه بیدماغان بیشتر در خواب میسازد
ندارد بزم امکان چون ضعیفی کیمیاسازی | که اجزای غرور خلق را آداب میسازد

تواضعهای ظالم مکر صیادی بود بیدل
که میل آهنی را خم شدن قلاب میسازد

آگاهی از خیال خودم بی نیاز کرد | خود را ندید آئینه تا چشم باز کرد

نعل جهان در آتش فکر سلامت است / آن شعله آرمید که مشق گداز کرد

بر زندگیست بار گران جانیم هنوز / قد دو تا مرا خم ابروی ناز کرد

گامی نبود پیش ره مقصد فنا / این رشته را نفس یکشاکش دراز کرد

زین گلستان بحیرت شبنم رسیده ایم / باید دری بخانهٔ خورشید باز کرد

معنی نمای چهرهٔ مقصود نیستی است
بیدل مرا گداختن آئینه ساز کرد

از قضا بر خوان ممسک گر کسی نان بشکند / تا قیامت منتش بی سنگ دندان بشکند

بی مصیبت گر نه بر طبع درشتت خوب نیست / سنگ بر آتش بنه تا آبش آسان بشکند

با درشتان ظالمان هم در حساب عبرتند / سنگ اگر مرد است جای شیشه سندان بشکند

زیر چرخ آرامجا یکسر کمینگاه رم است / گرد ما آن به که بیرون بیابان بشکند

ساغر قربانیان از دست می افتاد کاش / دور مژگان خمار چشم حیران بشکند

بر تغافلخانهٔ ابروی او دل بسته ایم / یارب این مینا همان در طاق نسیان بشکند

هیچکس در بزم دیدار اینقدر گستاخ نیست / اینجا او ز دیدهٔ آئینه مژگان بشکند

بر نمیدارد تأمل نسخهٔ دیوانگی / کم کسی اندیشه بر مضمون عریان بشکند

عجز بنیادی بر اسباب تحمل بار چند / رنگ میباید کلاه ناتوانان بشکند

کم تأمل گر شود صرف خیال نیستی / ای بسا گردن که از بار گریبان بشکند

بر سر بیمغز بیدل تا بکی لرز دولت
خود لوح آن به که هم در دست طفلان بشکند

ناله ام در دل از آغوش اثر میگذرد / بیضه نشگفته پرواز ز پر میگذرد

خط مسطر نشود مانع جولان قلم / تیغ را جاده کند هر که ز سر میگذرد

چون نفس خانه پرستیم و نداریم آرام / عمر آسودگی ما بسفر میگذرد

موج ما بی نم ازین بحر پرآشوب گذشت / همچو نظاره که از دیدهٔ تر میگذرد

نیست در گلشن اسباب جهان رنگ ثبات / همه از دیدهٔ ما همچو نظر میگذرد

در مقامی که قناعت بلد استغناست / کاروان طپش از موج گهر میگذرد

رغبت جلوه چه و نفرت اسباب کدام / زین هوسها بگذر یا مگذر میگذرد

عشق شد منفعل از طینت بیحاصل ما / برق ازین مزرعهٔ سوخته بر میگذرد

خودنمائی چه قدر زحمت دل خواهد بود / آخر این جلوه‌ات از آئینه در میگذرد

انجمن در قدمی هرزه بهرسو مخرام / هر کجا پا فشرد تیغ ز سر میگذرد

بهوس ترک حلاوت نتوانی بیدل
نیست بی ناله اگر نی ز شکر میگذرد

پرهیز از حسد تا وصل یزدان همقرین باشد / که مردودست آدم هر قدر شیطان لعین باشد

کف دست توانائی نبود نهانیها رزد / مکن کاریکه انجامش ندامت آفرین باشد

زچشم تیزبال انتظار شوق پرسیدم / جگر خون گشت و گفت احوال مشتاقان چنین باشد

بصد مژگان کشان گرد اشکی رفته‌ام از دل / من و نقدیکه بیرون رانده صد آستین باشد

بخود پیچیدنها نیست بی انداز پروازی / کمند موج ما را یک نفس گرداب چین باشد

نمایانم برنگ سایه از جیب سیه روزی / چه باشد زنگ من یارب اگر آئینه بین باشد

محال است اینکه عجز از طینت من رخت بر بندد / سحر گر یک فلک بالد بخود آه حزین باشد

درین معبد فنا را مایهٔ توفیر طاعت کن / که چون خاکت دو عالم سجده نقش جبین باشد

گرت جمعیت دامن زنی ور گر شکست برق افکن / محبت حرفهای ما نمیخواهد چنین باشد

ز سیر آبرنگ این چمن دل جمع کن بیدل
که هر جا غنچه گردیدی دلت در آستین باشد

از هجوم کلفت دل ناله بی آهنگ ماند / بوی این گل از ضعیفی در طلسم رنگ ماند

در خرابات هوس تا دور جام ما رسید / بیدماغی از شراب و نکهتی از بنگ ماند

عجز طاقت در طلب ما را دلیل عجز نیست / منزلی کو تا بیاید سر بپای لنگ ماند

منت صیقل مکش درد سر اوهام چند / عکس معدومست اگر آئینه‌ات در زنگ ماند

سوختیم و مشت خاکی هم ز ما روشن نشد / شعلهٔ ما چون نفس در دام این نیرنگ ماند

از حیا موجی نزد هر چند دل در بیم گداخت
آب شد آئینهٔ ما حیرتش در زنگ ماند

نام را نقش نگینها بال پرواز در ساخت
ما ز خود رفتیم اگر پای طلب در سنگ ماند

یکقدم ناکرده بیدل قطع راه آرزو
منزل آسودگی از ما بصد فرسنگ ماند

زبعد ما نه غزل نی قصیده میماند
زخامه‌ها دو سه اشک چکیده میماند

زبلبل و گل این باغ تا دهند سراغ
پر شکسته و رنگ پریده میماند

زیاس شیشهٔ اشکی مگر زنیم بسنگ
وگرنه صبح طرب نادمیده میماند

گداخت حیرتم از نارسائی اشکی
که آب میشود و محو دیده میماند

کجا بریم غبار جنون که صحرا هم
زگرد باد بدامان چیده میماند

بهرچه وانگری سر بدامن خاکست
جهان باشک ز مژگان چکیده میماند

مرا بزم ادب گلفتی که هست اینست
که شوق بسمل دل ناطپیده میماند

بآب چشم صدف نیست موج بیتابی
سرشک ما بدل آرمیده میماند

خوش است تازگی طبع دوستان بیدل
که فطرتت بشراب رسیده میماند

مشتاق تو گر نامه بری داشته باشد
چون اشک هم از خود سفری داشته باشد

ما خود نرسیدیم ز هستی بمثالی
این آئینه شاید دگری داشته باشد

عمریست که ما گمشدگان گرم سراغیم
شاید کسی از ما خبری داشته باشد

افسانه تسلی نفس عشرت ما نیست
این پنبه مگر گوش کری داشته باشد

غیر از عرق شرم مقابل نپسندد
هستی اگر آئینه گری داشته باشد

ای اهل خرد منکر اسرار نباشید
دیوانهٔ ما هم هنری داشته باشد

زین فیض که عامست لب مطرب ما را
خاکستر ما هم شرری داشته باشد

عالم همه گر یکدل بیمار برآید
مشکل که زمن خسته‌تری داشته باشد

چشمیست که باید برخ هر دو جهان بست
گر رفتن ازینجا نه دری داشته باشد

بیدل دل افسرده بعالم نتوان یافت
هر سنگ که بینی شرری داشته باشد

یاد شوقی کز جفاهایت دل ما شاد بود
در شکست این شیشه را جوش مبارکباد بود

وا نگرد آئینه گردیدن گره از کار ما
بند حیرت سخت تر از بخیهٔ فولاد بود

زندگی را مغتنم میداشتم غافل ازین
کز نفس تیغ دودم در دست این جلاد بود

بلبل ما از فسردن ناز گلها می کشد
گر پری میزد چو رنگ از خویش هم آزاد بود

عالم نسیان تماشاخانهٔ عبرت سراست
عکس بود آیینه تا آن جلوه هم در یاد بود

سرمه اکنون نسخهٔ خاموشی از من میبرد
یاد ایامی که هر مو بر تنم فریاد بود

شد نگارستان چین تا بیخودی طی کرده ام
لغزش پایم براهت خامهٔ بهزاد بود

مفت ما گر سعی ناکامی باستغنا زدیم
ورنه دل مستسقی و عالم همه آباد بود

پیریم خبر ساغر تکلیف جان کندن نداد
قامت خم گشته بیدل تیشهٔ فرهاد بود

توان اگر همه دوران آسمان گردید
بگرد خواهش یکدل نمیتوان گردید

چه حرصها که نشد جمع تا بخود چیدیم
هوس متاعی ما عاقبت دکان گردید

زخود برآمدگان یک قلم فلک تازند
نفس دو گام گذشت از خود و فغان گردید

گهر ز غفلت خودداری از محیط جداست
نباید این همه بر طبعها گران گردید

بهار چشمک رنگین نیاز وحشت داشت
شرار کاغذ ما نیز گلفشان گردید

چو طفل اشک مپرس از رسائی طبعم
ز خود گذشتم اگر درس من روان گردید

دلی بدست تو افتاد مفت شوخیها
بروی آئینه صد رنگ میتوان گردید

خوشم که عشق نکرد امتحان پروازم
شکسته بالی من در قفس نهان گردید

عدم سراغ جهان تحیرم بیدل
غبار من بهوائی که ناتوان گردید

وحشت ما را تعلق رام نتوانست کرد
باده ما هیچکس در جام نتوانست کرد

در جنون زاریکه ما حیرت کمین راحتیم
آسمان هم یک نفس آرام نتوانست کرد

گر دلت صافست از گمراهی دنیا چه باک
قبح شخص آئینه را بدنام نتوانست کرد

آرزو خون شد ز استغنای معشوقان مپرس
من دعا کردیم و او دشنام نتوانست کرد

موج گوهر با همه خشکی نشد محتاج آب
طبع استغنا نظر ابرام نتوانست کرد

در عدم هم قسمت خاکم همان آوارگیست
درک آغاز مرا انجام نتوانست کرد

اخگر ما سوز خاکستر دماند از خویشتن
این کمین شد خاک و ترک نام نتوانست کرد

نالها در دل فسرد اما نه بست احرام لب
گرد این کاشانه سیر بام نتوانست کرد

آب زد بیدل براهش عمرها چشم ترم
آن ستم کز یک نگه انعام نتوانست کرد

چون شفق از رنگ خونم هیچکس گلچین نشد
ناخنی هم زین حنای بی نمک رنگین نشد

داغم از وارستگیهای دعای بی اثر
گز فسون مدعا منت کش آمین نشد

با لباس فقر از آلایش دنیا چه باک
این نمد هرگز بآب آئینه تسکین نشد

سینه صافی هم نمیگردد علاج بدگهر
تیغ قاتل را و داغ زنگ دفع کین نشد

تا زهستی در تماشاخانهٔ دل عیب نیست
کیست در سیر بهار آئینه خودبین نشد

سفله را بیدستگاهی خضر راه راستی است
این پیاده کجروی نگرفت تا فرزین نشد

خواب راحت بود وقف بیخودی اما چه سود
رنگ ما پرها شکست و قابل بالین نشد

بس که آزاد است بیدل از غبارات دوئی
ناله هم این مصرع برجسته را تضمین نشد

تا ساز نفسها کم مضراب نگیرد
آهنگ جنون دامن آداب نگیرد

غفلت بکمین دم پیریست حذر کن
کز پرتو صحبت لشکر خواب نگیرد

با تشنه لبی ساز و مخور آب ازین جر
تا حلق ترا تنگ چو گرداب نگیرد

دل هست جنون نیست مگوئید خرد را
کامروز سراغ مس بیتاب نگیرد

آندل که طپیدن فکند قرعه وصلش
حیف است که آئینه بسیماب نگیرد

بی کینه‌ام از خلق برنگی که چو یاقوت — مواز اثر آتش من تاب نگیرد

بنیاد تو تا چند شود دستزره عمر
بیدل کف خاکی ره سیلاب نگیرد

صبحی بگوش عبرتم از دل ندا رسید — کای بیخبر بهار رسید آنچه وارسید
دریاست قطره‌ای که بدریا رسیده است — جز ما کس دگر نتواند بما رسید
قابل اثر نه‌ای ز فلک شکوه‌ات خطاست — غم نیز نعمتی است اگر اشتها رسید
برق شرار دیده‌ام از وحشتم مپرس — بالی فشانده‌ام که ندانم کجا رسید
تا وادی غبار نفس طی نمی‌شود — نتوان بمقصد دل بیمدعا رسید
چون ناله که بگذرد از بند بند نی — صد جا نشست حسرت ما تا بما رسید
قانون خیر باد جهان ساز مفلسی است — هر جا رسید از کف خاکی دعا رسید
تنهانه من جنون اثر بوی وحشتم — گل نیز زین چمن بدماغش هوا رسید
از خود گذشتن است فلک تازی نگاه — تا نگذری ز خود نتوان هیچ جا رسید
رنگ پریده قابل گرد سراغ نیست — جائی رسیده‌ایم که نتوان بما رسید

بیدل من آن سرشک ضعیفم که از مژه
تا خاک هم بلغزش چیدن عصا رسید

شب که از شوق تو پروازم بهار آهنگ بود — استخوان هم در تنم چون شمع مغز رنگ بود
خواب راحت کرد دل آخر بافسون صفا — داشت مژگان هم بآئینه تا در زنگ بود
هر بن مویم به پری آشیان حیرتست — یکسر و چندین گریبان نغمهٔ این چنگ بود
نوحه طوفان کرد بر جا نغمه سر کرده‌ام — ساز ما را خیر باد عیش پیش آهنگ بود
بی نشان بود انجمن گر وسعتی میداشت دل — رنگ ما بیرون دوید از بسکه مینا تنگ بود
اشکم از لغزیدنی بر دوش صد مژگان گذشت — قطع چندین جاده پا انداز پای لنگ بود

قید دل بیدل نفس را هرزه سنج وهم کرد
شوخی نازپری در شیشهٔ بی سنگ بود

قدح می بر کفست و شمع گل در آستین دارد
درین محفل عرق می پرورد هر کس جبین دارد

گره در طبع نی هر چند افزون ناله رعناتر
کمند نارسائی درخور سامان چین دارد

رهائی نیست ما را از فلک با خاک گردیدن
بهر جا دانه هست آسیا زیر نگین دارد

بحیرت کوش گز پردهٔ دل واکشی حرفی
زبان جوهر آئینه آهنگ حزین دارد

نمیخواهد کسی خود را غبار آلود بیدردی
اگر ما درد دل داریم زاهد درد دین دارد

تو هر رنگی که خواهی جلوه کن در تنگنای دهر
سراسر خانهٔ آئینه ام یک گل زمین دارد

اثرهای تعلق نیست مانع وحشت ما را
نفس تا ناله دامن برزند صد رنگ چین دارد

سر شکم دود آهم شعله ام داغ دلم بیدل
چو شمع از حاصل هستی سراپایم همین دارد

عقل اگر صد انجمن تدبیر روشن میکند
فکر مجنون سطری از زنجیر روشن میکند

انتظار فیض عشق از خامی خود میکشم
چوب تر را سعی آتش دیر روشن میکند

از عرق بر جبهه افسون چراغان خوانده ایم
بزم ما را خجلت تقصیر روشن میکند

بگذر از صیادی مطلب که صحرای امید
خانهٔ برق از رم نخچیر روشن میکند

عالمی چشم از مزار ما بعبرت آبداد
خاک ما فیض هزار اکسیر روشن میکند

چون بنای موج پرداز شکستم داده اند
معنی ویرانه ام تعمیر روشن میکند

داغ نومیدی دلی داریم در هر دم زدن
شمعها از آه بی تاثیر روشن میکند

گرمی هنگامهٔ امکان جلال عشق اوست
آتش این بیشه چشم شیر روشن میکند

ای شرر مفت نگاهت جلوه زار عافیت
روزگار آئینهٔ ما دیر روشن میکند

هیچکس بر در نزد بیدل ز زندانگاه چرخ
غنچه با این خانهٔ دلگیر روشن میکند

مگو صبح طرب در ملک هستی دیر می آید
درینجا موی پیری هم بصد شبگیر می آید

من و ما نیست غیر از شکوهٔ وضع گرفتاری
رسا از هر دو عالم نالهٔ زنجیر می آید

بنعمت غرهٔ این گرد خوان منشین که همتایش
دل خود میخورد چندانکه از جان سیر می آید

مبند ای وهم بر معدوم مطلق تهمت قدرت
ز خدمت بی نیازم گر ز من تقصیر می آید

جراحت پرور عشقم بگلزارم چه میخوانی
که در گوشم ز بوی گل صدای تیر می آید

بحیرت رفته ام از سیر گلزارم چه میپرسی
نگاه بیخودان از عالم تصویر می آید

بغفلت تا توانی ساز کن از آگهی بگذر
که از تمکین مجنون ناله زنجیر می آید

صفا کیشان ندارند انتظار رنگ گردیدن
سحر هر گاه می آید بعالم پیر می آید

ندارد صید بیدل طاقت زخم تغافلها
خدنگ امتحان ناز بر دلگیر می آید

بی پاس دل از هر چه ندارد گله دارد
نا سودن دست تو هزار آبله دارد

زنهار پی مشرب مجنون روشان گیر
گر عافیتی هست همین سلسله دارد

بر جا روی از برق فنا جان نتوان برد
عمریست که آتش پی این قافله دارد

یک غنچه بصد رنگ گل افشان خیال است
یکتائی او اینقدرم ده دله دارد

دنیا الم غفلت و عقبی غم اعمال
آسودگی از ما دو جهان فاصله دارد

بگذشته ز سر راه بجائی نتوان برد
هشدار که پای تو همین آبله دارد

دردسر گل چند دهد ناله بلبل
بیدل غزل ما بشنیدن صله دارد

امشب غبار ناله دل سرمه رنگ بود
یارب شکست شیشه من از چه رنگ بود

عالم بخون طپیده نومیدی من است
جستن ز صیدگاه مرادم خدنگ بود

از بس که بیدماغ تماشای فرصتیم
ما را بخود نیامده رفتن درنگ بود

حسن از غبار شوخ نگاهان رمیده است
اینجا هجوم آینه پشت پلنگ بود

در دل برون دل دو جهان جلوه رنگ ریخت
این جامه بر قد تو چه مقدار تنگ بود

از کشتنم نشد شفقی طرف دامنی
خونم درین ستمکده نومید رنگ بود

بوس کفش تبسم صبح امید کیست
اینجا همین بهار حیا گل بچنگ بود

صبری مگر تلافی آزار ما کند
مینا شکست آنچه بدل بست سنگ بود

آهی نکرد گل که دمی از خودم نبرد
رنگ شکسته ام پر چندین خدنگ بود

بیدل بجیب خویش فرو برد حیرتم
چشمم بهم نیامده کام نهنگ بود

داغ نیرنگ جنونم نیست آسان بشگفد
خون خورد صد شعله تا داغی بسامان بشگفد

تنگنای عرصهٔ موهوم امکان را کجاست
آنقدر وسعت که یک زخم نمایان بشگفد

آبیار ما ادب کاران گداز حیرت است
چشم ما مشکل که بر رخسار جانان بشگفد

زین چمن محروم دارد چشم خواب آلوده ام
بی بهاری نیست حیرت کاش مژگان بشگفد

اشک مژگان پرورم از حیرتم غافل مباش
ناله اندوده است آن نی کز نیستان بشگفد

تا قیامت در کف خاکی که نقش پای اوست
دل طپد آئینه بالد گل دمد جان بشگفد

نیست غیر از شرم حاجت ابر گلزار کرم
میکند سایل عرق تا دست احسان بشگفد

بر دل مایوس بیدل پشت دستی میگزم
غنچهٔ این عقده کاش از زخم دندان بشگفد

نقش دوئی بر آئینهٔ من نه بسته اند
رنگ دل است اینکه بروئیم شکسته اند

آفاق نیست مرکز آرام هیچ کس
زین خانهٔ کمان همه یک تیر جسته اند

ابنای روزگار برای گلوی هم
خنجر شدن اگر نتوانند دسته اند

بیگانگی ز وضع نفس بال میزنند
واماندگان در آبله دامن شکسته اند

بیدل نجسته است گهر از طلسم آب
نقدیست دل که در گهر اشک بسته اند

دلدار رفت و دیده بحیرت دوچار ماند
با ما نشان برگ گلی زان دیار ماند

مژگان ز دیده قطع تعلق نمی کند
مشت غبار من بره انتظار ماند

پیری سراغ خجلت عمر گذشته است
مزدور رفت و دوش هوس زیر بار ماند

آنجا که من ز دست هوس عجز میکشم
دست هزار سنگ بزیر شرار ماند

یاسم نداد رخصت اظهار ناله ئی
چندان شکست دل که نفس در غبار ماند

خود داریم بعقدهٔ محرومی امید
در بحر نیز گوهر من در کنار ماند

زنهار خو مکن بگرانجانی آنقدر
شد سنگ نالهٔ که درین کوهسار ماند

بیدل ز شعلهٔ که نفس بر قفای اوست
داغی چو شمع گشته بلوح مزار ماند

از چرخ تیره ابله و نادان گله دارد
جای گله نیست که انسان گله دارد

زنهار بجود نیز ترحم ننمائی
امروز درین انجمن احسان گله دارد

اظهار عرق خجلت دیباچهٔ شرم است
مکتوب من از شوخی عنوان گله دارد

ای بیخبر از کم خردان شکوه چه لازم
انسان نبود آنکه ز حیوان گله دارد

مخمور رضا را چه خموشی چه تکلم
چندانکه نفس میزند انسان گله دارد

در نسخهٔ کیفیت این باغ وفا نیست
مضمون گل از بستن پیمان گله دارد

بیدل بهوس داغ محبت نفروزی
امشب که تو داری ز چراغان گله دارد

شب که در بزم ادب قانون حیرت ساز بود
اضطراب رنگ برهم خوردن آواز بود

صافی دل کرد لوح مشق صد اندیشه ام
یاد ایامی که این آئینه بی پرواز بود

عشق بی پروا دماغ امتحان ما نداشت
ورنه مشت خاک ما هم قابل پرواز بود

نو نیاز الفت داغ محبت نیستیم
طفل اشکم چون شرر در سنگ آتشباز بود

دوری وصلت طلسم اعتبار ما شکست
ورنه این عجزی که می بینی غرور ناز بود

در خور کسوت کنون خجلت کش رسوائیم
عمرها عریانی ما پرده دار راز بود

کاش ما هم یکدو دم با سوختن می ساختیم
شمع در انجام داغ حسرت آغاز بود

یک گهر بی ضبط موج از بحر امکان گل نکرد
بر سری اندوخت جمعیت گریبان ساز بود

هستی ما نیست بیدل غیر اظهار عدم
تا خموشی پرده از رخ بر فکند آواز بود

بهر جا ساز خجلت اضطراب آهنگ میگردد
بموج یکعرق صد آسیای رنگ میگردد

بسعی خود نظر کردن دلیل دوریست اینجا
شمار گام هر جا جمع شد فرسنگ میگردد

فریب آب نتوان خورد از آئینهٔ هستی
که امروزش صفائی نیست فردا زنگ میگردد

دماغ وهم سرشار است در میخانهٔ امکان
می تحقیق تا در جام ریزی بنگ میگردد

نمیدانم هوا پروردهٔ شوق چه گلزارم
که همچون بوی گل رنگم برون رنگ میگردد

ز الفتهای دل بگذر که با آن پرفشانیها
نفس اینجا ز لب ناجسته عذر لنگ میگردد

جنونم جامه واری دارد از تشریف عریانی
که گر بگریسته بر رویش قبائی تنگ میگردد

دل آن بهتر که چون اشک از طپیدن بگذرد بیدل
که این گوهر بیکدم آرمیدن سنگ میگردد

تا گرد ما باوج ثریا نمیرسد
سعی طلب بآبلهٔ پا نمیرسد

دیوانگان بزار گریبان دریده‌اند
دست هوس بدامن صحرا نمیرسد

در جستجوی ما نکشی زحمت سراغ
جائی رسیده‌ایم که عنقا نمیرسد

عبرت نگاه عالم انجام شمع باش
هر جا سریست جز بته پا نمیرسد

زاهد دماغ تو بکوثر رساندهٔ
معذور کین خیال بصهبا نمیرسد

آخر برنگ نقش قدم خاک گشتن است
آئینه پیش ما وکسی وا نمیرسد

بیدل غریب ملک شناسائی خودیم
جز ما کسی به بیکسی ما نمیرسد

رمز آشنای معنی هر بیخبر نباشد
طبع سلیم فیضست ارث پدر نباشد

غفلت بهانه مشتاق خوابست فسانه باید
بر دیده سخت ظلم است گر گوش کر نباشد

خلق و هزار سودا ما و جنون وحشی
کین جا ز بیکسیها خاکی بسر نباشد

ما را برنگ شبنم تا آشیان خورشید
باید بدیده رفتن گر بال و پر نباشد

برقی زدور دارد هنگامهٔ تجلی
ای بیخودان بهبینید دل جلوه گر نباشد

هرچند کار فرداست امروز سخت خود کن
شاید دماغ طاقت وقت دگر نباشد

پیداست از ندامت عذر ضعیفی ما
شبنم چه وا نماید گر چشم تر نباشد

خواهی بخلق روکن خواهی خیال او کن
ای عالم تماشا بر خود نظر نباشد

عجز نپسندید از ما شکوهٔ قاتل بلند
جز مژه گردی نشد از کوشش بسمل بلند

نامهٔ شکر و شکایتهای ما کم فرصتی است
نیست جز گرد نفس از شخص مستعجل بلند

جاه را با آبروی خاکساریها مسنج
نیست ممکن گردن موج از سر ساحل بلند

کاروان یاس هستی را سراغ حیرتم
هر که رفت از خویشتن کرد آتشم در دل بلند

هستی موهوم ما در حیرت انجام سوخت
سایه واری هم نگردیدیم زآب و گل بلند

پای از خود رفتن ما بود سر برداشتن
موج بی تمکین چرا زین بحر شد غافل بلند

با غرور ناز او مشکل بر آمد عجز ما
گرد مجنون نارسا و دامن محمل بلند

ما از صد دیوان بیک مصرع قناعت کرده ایم
نشئهٔ صهبا چه دارد فطرت بیدل بلند

گر شوق براهت قدمی پیش برآرد
چون آبله بالیدنم از خویش برآرد

آنجا که خیال تو دهد عرض تجمل
تنهائیم از هر دو جهان بیش برآرد

نومیدی سود از دگان تیر دعائیست
امید که آن نوخط ما ریش برآرد

با برق سواران چه کند سعی غبارم
واماندگنی نیست اگر پیش برآرد

بیدل چمن آرای گریبان خیال است
یارب نشود آنکه سر از خویش برآرد

جنون اندیشه بگذار تا دل زیر سر پیچد
بدانش نازکن چندانکه سودائی بسر پیچد

تعین هرچه باشد خجلت دون همتی دارد
بکوتاهی است مایل رشته بر خود هر قدر پیچد

نگه محو خیال اوست اما چشم آن دارم
که دل یک قطرهٔ خون گردد و در چشم تر پیچد

چه امکانست طی گردد بساط حیرت عاشق
چو مژگان هر دو عالم را اگر بر یکدگر پیچد

خوشا طبع امید و پرفشانیهای اندامش
که صد عمر ابد در فرصت قرص شرر پیچد

نفس بر هم نمیدارد دماغ صبح نومیدی
دعای ما کنون خود را بطومار دگر پیچد

برنگ شمع مجنون گرفتاری دلی دارم
که زنجیرش گر از پا واکنی چون مو بسر پیچد

ز اسباب هوس بر هر چه پیچی فال کلفت زن
گره پیدا کند در هر کجا نی بر شکر پیچد

جنونم داغ شد در کسوت ناموس خودداری
گریبانی چو گل دامن کنم تا بر کمر پیچد

کسی بیدل بسعی وحشت از خود بر نمی آید
زغفلت تا کجا گرداب بازنجیر سر پیچد

مشرب عشاق بر وضع هوس تنگی کند
عالم عنقا بپرواز مگس تنگی کند

بیدماغی دستگاه مشرب یکتائیم
خانهٔ آئینهٔ ما بر دو کس تنگی کند

انتظار بیخودی ما را جنون پیمانه کرد
حلق مستان از شراب دیررس تنگی کند

واصل مقصد ز خاموشی ندارد چاره
چون بمنزل آمد آواز جرس تنگی کند

عالمی را الفت جسم از عدم دلگیر کرد
بر قفس پرورده بیرون قفس تنگی کند

دیده بی رویت ندارد چارهٔ تشویش غیر
آنچه بر گل واشود بر خار و خس تنگی کند

چون سحر بیدل من و هستی همین پیراهنی
گر حیا بر خویش می بالد نفس تنگی کند

آنروز که پیدا نفسی ما را اثری بود
در آئینهٔ ذره غباری نظری بود

نقشی ندمیدیم بصد رنگ تأمل
نقاش هوس خامهٔ موی کمری بود

دل رنگ امیدی ندمانید که نشکست
عبرتکدهٔ ام کارگه شیشه گری بود

از جرأت پرواز بجائی نرسیدیم
جمعیت بی بال و پری بال و پری بود

نگذاشت فلک با تو مقابل دل ما را
فریاد که آئینه بدست دگری بود

آخر بخودم برد براه تو نشستن
آسودگی شعله کمین سفری بود

دل گشتهٔ یکتائی حسن است وگرنه
در پیش تو آئینه شکستن هنری بود

افسوس که دامان هوائی نگرفتیم
خاکستر ما قابل عرض سحری بود

نیک و بد عالم همه عنقا صفتانند
بیدل خبر از هر که گرفتم خبری بود

گذشتگان که زتشویش ما و من رستند
مقیم عالم پایرند بر کجا جستند

زماهتاب گذشتست مد ابرو یت
کمانکشان زه ناز پر زبر دستند

چه جلوه ها که چو شبنم هوائیان گلیست
شدند خاک و غبار نگاه بشکستند

نمیتوان بکمانخانهٔ فلک آسود
کجا گذشته چه آینده تیر یک شستند

زساز عافیت خاک میرسد آواز
که ساکنان ادبگاه نیستی هستند

کدام موج ندامت خروش طاقت نیست
شکستگان همه آواز سودن دستند

درین زمانه سخن محو یاس شد بیدل
دمیده عقدهٔ دل معنئی که می بستند

هوش با عافیت آئینهٔ هستی نشود
نیست ممکن که کند کاری و عاصی نشود

باخبر باش که نگذشته از عالم وهم
نقش فردای تو با آئینهٔ دی نشود

ضعف سرمایه ام از لاف غرور آزادم
من و آهی که رگ گردن دعوی نشود

خون عشاق وطن در رگ بسمل دارد
نیست این آب درین جوی که جاری نشود

عشق اگر عام کند رسم خود آرائیها
محملی نیست در این دشت که لیلی نشود

نفی خود کرده ام آن جوهر اثبات کجاست
تا کی این لفظ رود از خود و معنی نشود

خامشی پرده بر انداز هزار اسرار است
در غم سرو تو واسوزد و قمری نشود

پا بسیلاب فنا وانگذاری بیدل
باخبر باش که رخت تو نماری نشود

نهال وحشت ما خالی از ثمر نبود
زخود بر آمدن ناله بی اثر نبود

درین محیط که هر قطره نقد باختنی است
خوش آن حباب که آهیش بر جگر نبود

بعالمی که ادب محو بی نشانیها ست
هوس اگر همه عنقاست نامه بر نبود

غبار هر دو جهان در سراغ ما خون شد
زرنگ باخته در هیچ جا اثر نبود

زبسکه الفت مردم عذاب روحانیست
فشار قبر چو آغوش یکدگر نبود

بغیر ساز عدم هرچه هست رسوائیست
مباد سایهٔ شب بر سر سحر نبود

زبان عافیت اندوز از سخن بیدل
زعرض نغمهٔ خود ساز صرفه بر نبود

نسیمی گوئی از گلزار الفت سازمی آید
که مشت خاک من چون چشم در پرواز می آید

من و نظارهٔ شوخی که از بیگانه خوئیها
در آغوش است و دوز از یک نگه انداز می آید

چه حاجت مطرب دیگر او بگاه محبت را
که از یک دل طپیدن کار چندین ساز می آید

فسون ساز عشرت گر نگردد پنبهٔ گوشت
بقدر دست بر هم سوده هم آواز می آید

ز دریا بازگشت قطره گوهر در گره دارد
نیاز من ز طوف جلوهٔ او ناز می آید

هنوز از سخت جانی آنقدر طاقت گمان دارم
که از خود میتوانم رفت اگر او باز می آید

دل هر ذره خورشید است اما جهد کن بیدل
منه آئینه از دستت اگر پرواز می آید

هر نفس دل صد هزار اندیشه پیدا میکند
جنبش این دانه چندین ریشه پیدا میکند

دل وفا بلبل نوا واعظ فسون عاشق جنون
هر کسی در خورد همت پیشه پیدا میکند

اقتضای جلوه دارد اینقدر تمهید رنگ
تا پری بی پرده گردد شیشه پیدا میکند

در زوال عمر وضع قامت پیری نیست
نخل این باغ از خمیدن ریشه پیدا میکند

عرصهٔ آفاق جای جلوهٔ یکتانه نیست
نی گره از تنگی این بیشه پیدا میکند

بیدل از سرمایهٔ میخانهٔ دل نگذری
نقشها این پردهٔ اندیشه پیدا میکند

اگر از گدازم نمی گل کند
دو عالم ز من شیشه پر مل کند

محیط است چون محو گردد حباب
ز خود گم شدن جزو را کل کند

نکش سر ز پستی که آواز آب
ترقی بقدر تنزل کند

چه سیل است یارب دم تیغ را
که چون از سرم بگذرد پل کند

ز بیداد آن چشم نتوان گذشت
ولی ابرو خون کند مل کند

ز بس لطف و قهرش همه خوش اداست
نگه میکند گر تغافل کند

دلت بیدماغ است بیدل مبادا
بتعطیل حکم توکل کند

تسلی کو اگر منظور اسباب هوس باشد
ندارد برگ راحت هر کرا در دیده خس باشد

درین محفل حیا کن تا گلوی ناله نخراشی
نفس هم کم خروشی نیست گر فریادرس باشد

گلی پیدا نشد تا غنچه نگشود زآغوشش
درین گلشن ملال از میوه های نیمرس باشد

بنالیدیم بر خود ذرهٔ در عرض پیدائی
شکنج دل همان مضمون که نتوان بست بس باشد

نه امکانست یاد حیرت پرواز گلزارت
نگاه عاجزان را سایهٔ مژگان قفس باشد

چه لازم تنگ گیرد آسمان ارباب معنی را
مقیم خانهٔ آئینه باید بی نفس باشد

مکن ساز اقامت تا غبار خویش نشکافی
نفس پا بر فشاند شاید آواز جرس باشد

شکسته رنگ امید است سر تا پای من بیدل
ز سیر ما مشو غافل اگر عبرت هوس باشد

شب که جز یاس بکام دل مایوس نبود
ناله هم غیر صدای کف افسوس نبود

سعی پرواز من آخر عرق ریخت بخاک
اشک هم اینقدرش کوشش معکوس نبود

گوش ارباب تمیز انجمن سیماب است
ورنه بیتابی دل نیز کم از کوس نبود

جلوه در محفل ما جمله نقاب آرائیست
شمع از آن رنگ نیفروخت که فانوس نبود

دل بهر رنگ که بستیم ندامت گل کرد
عکس در آئینه هم جز کف افسوس نبود

سیر آئینهٔ دل ضبط نفس میخواهد
ورنه آزادی ما اینهمه محبوس نبود

در تظلم کدهٔ دیر محبت بیدل
ناله فریاد دلی داشت که ناقوس نبود

طرهٔ او در خیالم گر پریشان میشود
از نفس هم دل پریشان تر پریشان میشود

میدهد سرسبزی این مزرع از ماتم نشان
دانه ریزی ریشه موی سر پریشان میشود

جادهٔ سر منزل جمعیت ما راستی است
چون برون افتد خط از مسطر پریشان میشود

هرزه گردی شاهد بی انفعالیهای ماست
خاک ما گر نم کشد کمتر پریشان میشود

چون نفس زنهار ترک آشیان دل مخواه
هر که پا بیرون نهد زین در پریشان میشود

خاکدان دهر بیدل مرکز آرام نیست
خواب ما آخر برین بستر پریشان میشود

دل ما پرسید چرا سوخته یا میسوزد
هر که شد باب وفا سوخته یا میسوزد

تا کی از لاف کند گرم دماغ آههت
نفسی چند که وا سوخته یا میسوزد

نور انصاف گرانیست که شاهان دارند
سایه در بال هما سوخته یا میسوزد

شش جهت سوز سپند است ندانم بیدل
دل آواره کجا سوخته یا میسوزد

نفس تا پرفشان است از تو و من بر نمی آید
کسی زین خجلت و در آتش افکن بر نمی آید

بعریانی چو گردون بایدم ناچار سر کردن
باین رازیکه من دارم نهفتن بر نمی آید

گدائی از نفس گیر انتخاب نسخهٔ هستی
که چون شبنم ز شیر صبح روغن بر نمی آید

زمانی غنچه شو از گلشن صحرا چه میخواهی
بسامان گریبان هیچ دامن بر نمی آید

چو آه بی اثر وا سوختم از ننگ بیکاری
گر از خود برآیم دیگر از من بر نمی آید

ادب فرسوده تر از اشک مژگان پرورم بیدل
من و پانیکه تا کویش ز دامن بر نمی آید

از تغافل سبب ترک ادب باید کرد
روز خود را بغبار مژه شب باید کرد

گرد وارستگئی بوی وفا باید بود
خاک در دیدهٔ اندوه و طرب باید کرد

دیدهٔ را که چمن پرور دیدار تو نیست
بتماشای گل و لاله ادب باید کرد

آنقدر شیفتهٔ نرگس خمار توام
که ز خاکم بقدح آب عنب باید کرد

چیست بر چرخ ادبگاه حضور در اوست
فکر خود کن گرت اندیشهٔ رب باید کرد

نم آب و کف خاکی بهم آمیختهٔ
هر چه آید ز تو کاریست عجب باید کرد

یک تحیر دو جهان در نظرت میسوزد
آتش از خانهٔ آئینه طلب باید کرد

باعث گریه درین دشت اگر خیری نیست
الم بیکسئی هست سبب باید کرد

ترک لذات جهان مفت سلامت شمرند
این شکر قابل آن نیست که تب باید کرد

بیدل این انجمن وهم گران نتوان یافت
در وهم مفت تماشاست طرب باید کرد

نگو رندا زمی و زاهد ز تقوی گفتگو دارد
دماغ عشق سرشار است هر جا گفتگو دارد

عدم در سرمه خوابانده است شور محفل امکان
تأمل کن خموشی تا کجاها گفتگو دارد

زبس برداشت افسون امل از خود جهانی را
گر از امروز بپرسی ز فردا گفتگو دارد

ندارد صرفهٔ غیرت بجنگ سایه رو کردن
خجالت نقد پیکاری که با ما گفتگو دارد

نفس وحشت نگار گرد از خود رفتن است اینجا
حریر خامه‌ها در لغزش پا گفتگو دارد

اثرهای کمال وحدت است افسانهٔ کثرت
برای خود خیال شخص تنها گفتگو دارد

غبار گردش چشمی است سر تا پای ما بیدل
زبان در سرمه گیر دهر که با ما گفتگو دارد

گذشت عمر دل از حرص گر نمیتابد
کسی عنانم ازین راه بر نمیتابد

درای محمل فرصت خروش صور گرفت
هنوز گوش من بیخبر نمیتابد

طلسم خویش شکستن علاج کلفت ماست
که شب نمیگذرد تا سحر نمیتابد

خروش دهر بلند است بر تغافل زن
که این فسانه بجز گوش کر نمیتابد

نگاهم از کمر یار فرق نتوان کرد
کسی دو رشته بهم اینقدر نمیتابد

چو اشک در گره خود طپیدنی دارم
دماغ آبله زین بیشتر نمیتابد

ز خویش میروم اینک تو هم بیا بیدل
که قاصد آمد و هوشم خبر نمیتابد

دلدار مقیم دل ما شد چه بجا شد
جایش بهمین آینه جا شد چه بجا شد

چشمش بغلط سوی دل انداخت نگاهی
تیری که ازان شست خطا شد چه بجا شد

چون سایه سر راه دو رنگی نگرفتیم
روز سیه ما شب ما شد چه بجا شد

چون سرو علم کرد مرا بی بری خویش
دست تهی انگشت نما شد چه بجا شد

زین یکدو نفس عمر میان من و دلدار
گیرم که اداهای بجا شد چه بجا شد

در گرد سحر جوهر پرواز دگر بود
بیدل نفس آئینه نما شد چه بجا شد

حیرتی در دل ما زان لاله قبا می پیچد
که چو دستار چمن بر سر ما می پیچد

نالهٔ تحریر مضامین تمنای تو ام
خامشی کیست که مکتوب مرا می پیچد

چه زمین و چه فلک گوشهٔ زندان دل است
شش جهت جانب این تنگ فضا می پیچد

استخوان بندی اوهام زبس بی مغز است
آرزوها همه بر بال هما می پیچد

وحشتی نیست درین دشت که چون رشتهٔ شمع
جاده بر شعلهٔ آواز درا می پیچد

نالهٔ ما بچه تدبیر تواند برخاست
همچو نی صد گره اینجا بصدا می پیچد

عبرت مرگ کسان سلسلهٔ خجلت ماست
رشته از هر که شود باز بما می پیچد

قدرت افسانهٔ ابرام نخواهد بیدل
نفس از بی اثریها بدعا می پیچد

اگر نظارهٔ گل میتوان کرد
وطن در چشم بلبل میتوان کرد

محیط بیخودی منظور خویش است
بمستی جزو را کل میتوان کرد

نظر بر خویش وا کردن محال است
اگر گوئی تغافل میتوان کرد

اگر اینست عیش خاکساری
ز پستی هم تنزل میتوان کرد

عرق واری اگر از شرم کردیم
بجام عالمی مُل میتوان کرد

پر آسانست زین دریا گذشتن
ز پستیها اگر پُل میتوان کرد

دهان یار ناپیداست بیدل
بفکر خود تأمل میتوان کرد

لعل لب او یکدم بر حالم اگر خندد
تا حشر غبار من بر آب گهر خندد

یک شبنم ازین گلشن بی چشم تماشا نیست
چندانکه حیا بالد سامان نظر خندد

یاد دم شمشیرت هر جا چمن آراید
چون شمع سراپایم یک رفتن سر خندد

افسردگی دلرا از آه گشایش کو
سنگست همان کلفت هر چند شرر خندد

از چرخ کمان بنگر یا وهم تسلی شو
کم نیست ازینخانه یک حلقهٔ در خندد

هر شبنم ازین گلشن تمهید گلی دارد
با گریه مدارا کن چندانکه اثر خندد

آنجا که زهم ریزد خار آئینهٔ مژگان
یک جبههٔ تسلیم صد گل بسحر خندد

از خجلت بیدردی داغ است سراپایم
مژگان بعرق گیرم تا دیدهٔ تر خندد

سامان طلب سهل است زین نقد که ما ورزیم
صبح از دو نفس فرصت بر خود چه قدر خندد

از سعی هوس بگذر بیدل که درین گلشن
گل نیز اگر خندد از پهلوی زر خندد

گر جنونم ناله داری نذر بلبل میکند
شور محشر آشیان در سایهٔ گل میکند

غیر خاکستر دلیل اضطراب شعله نیست
هر قدر پر میزنم افسردگی گل میکند

انتظار بهار استغنا نگاهی می کشم
گر غبار سرمهٔ چشم تغافل میکند

منزلت خواهی مدارا کن که در فوارهٔ آب
اوج دارد آنقدر کز خود تنزل میکند

گریه طوفان وحشت است یا چرخ دست از خود بشو
میل ما خلخال پا از حلقهٔ پل میکند

بر لب ما خنده یکسر شکوهٔ درد دل است
هر قدر خون میخورد این شیشه قلقل میکند

موج چون بر هم خورد بیدل همین بحر است و بس
کم شدن از وهم هستی جزو را کل میکند

چشمی که بر آن جلوه نظر داشته باشد
یا رب بچه جرات مژه بر داشته باشد

ما را بادبگاه حضورت چه پیام است
قاصد مگر از خویش خبر داشته باشد

ما و من حیرت نگهان غیر دوئی نیست
این رشته محال است دو سر داشته باشد

افسانهٔ هنگامهٔ ایام مپرسید
شامی که ندارم چه سحر داشته باشد

ای بیخبر از عشق مجو ساز سلامت
جز سوختن آخر چه هنر داشته باشد

ما کام فسردیم چو خون در رگ یاقوت
رنگی ندمیدیم که بر داشته باشد

از وحشت ما بر دل کس نیست غباری
یکذره طپیدن چقدر داشته باشد

بیدل خلف سلسلهٔ نسبت امکان
جز مرگ چه از ارث پدر داشته باشد

زین گرد خوان که سیری هیچ آرزو نشد — جز لقمهٔ نخورده فشار گلو نشد
وهم ظهور سیر گریبان عجلت است — فکری نداد رو که سر ما فرو نشد
درگشت زار وحشت امکان نگاشتند — تخمی که پایمال غرور نمو نشد
محو هلال گشت مه از شرم سجده ات — آه از جبین ما که در ابرو فرو نشد
پاک آمدیم و خاک شدیم این چه ذلت است — انجام کار هیچکس اینجا نکو نشد
اینها مثال آئینهٔ بی مثالی اند — نشکفت زین چمن گل رنگی که بو نشد
سیر بهار غیر تماشای رنگ نیست — ما را کسی ندید که حیران او نشد
شرم طلب بسیر قناعت زما نرفت — خون شهید ما دیت آبرو نشد

بیدل چو شمع سوخت جبین نیاز ما
یا سجده‌ای که غیر گدازش وضو نشد

کیست از جهد با آن انجمن ناز رسد — سرمه کردیم مگر تا بتو آواز رسد
در خور غفلت دل دعوی پیدائی نیست — همه محویم که آئینه به پرواز رسد
خذر ای شمع ز تشویش جهان آرائی — که مبادا سر حرفت بلب گاز رسد
ما و من آئینه دار چمن رسوائی است — هستی آن عیب ندارد که بغماز رسد
دامن فرصت هر چیز که داری مگذار — مژه و اشک محال است بهم باز رسد
کار آتش همه جا آئینه سوختن است — آه از انجام غروری که بآغاز رسد
خاکساری اثر چون و چرا نپسندد — عجز بر هر چه زند سرمه بآواز رسد

مدعی درگذر از دعوی طرز بیدل
سحر مشکل که بکیفیت اعجاز رسد

بوالهوس از سبک سری حفظ سخن نمیکند — در قفس حبابها یاد وطن نمیکند
از عرقی بطبع خود جمع مکن غرور رنگ — خواهر خویش میشود مرد که زن نمیکند

نیست بعالم جنون گردش رنگ عافیت | هیچ کس از برهنگی جامه کفن نمیکند
زخم تو آنچه میکند بر دل خستگان عشق | صبح نکرد با هوا گل بچمن نمیکند
منع عتاب دلبران نیست بجهد عاشقان | بلبل اگر بخون طپد غنچه سخن نمیکند
سایهٔ دور از آفتاب مغتنم خود است و بس | طالب وصل او شدن صرفهٔ من نمیکند

نیست دمی که شانه وار در خم فکر زلف یار
بیدل سینهٔ چاک ما سیر ختن نمیکند

تا ز عبرت سر مژگان بخمیدن نرسد | آنچه زیر قدم تست بدیدن نرسد
شرر کاغذم آوازهٔ صد پروانه است | صفحه آتش زن اگر مشق پریدن نرسد
نبود حکم قضا مانع تدبیر کسی | بکمان فلک افسون کشیدن نرسد
بی طلب ترک دو عالم همه ساز است اینجا | حرص مشکل که برنج طلبیدن نرسد
شرح حال دلم از عالم تجرید جدا است | آه اگر نامهٔ عاشق بدریدن نرسد
هر کجا پای نهی خاک بزیر قدم است | ما برفتیم بجائی که رسیدن نرسد
چکنم با دو جهان بار ندامت بیدل | قوت من که بیک ناله کشیدن نرسد

جوهر لازم این آئینه عریانی نیست
دامن کسوت دیوانه بچیدن نرسد

شب که یاد جلوه‌ات چشم خیالم آب داد | حیرت بیتابیم آئینه بر سیماب داد
در محبت خودگدازی هم نشاطی بوده است | هر قدر دل آب کردم یادم از مهتاب داد
استقامت در مزاج عافیت خون کرده‌ام | رشتهٔ امید ما بگسسته نتوان تاب داد
خواب امنی در جهان بی تمیزی داشتیم | چشم وا کردن سرم در عالم اسباب داد
غفلت هستی است اینجا نشئهٔ پیدا کجاست | همچو مخمل با بدم با مرگ داد خواب داد
شش جهت راه من از گرد تظلم بسته شد | بر در دل می برم از مطلب نایاب داد
تا توانی لب فرو بند از فسون ما و من | رشتهٔ بی ساز هست نتوان زحمت مضراب داد
گر همه در بزم خاک تیره بارت داده اند | سایه وار از کف نخواهی دامن آداب داد

پاس ناموس وفایم دل بدرد آورده است / پیش خود باید جواب خاطر احباب داد

بی طراوت بود بیدل گرچه باغ انتظار / گریهٔ نومیدی آخر چشم ما را آب داد

فال از داغ زدم دل چمن آیین آمد / ورق لاله بیک نقطه چه رنگین آمد

هیچکس از غم اسباب نیاید بیرون / بار نابسته این قافله سنگین آمد

چه محال است سر از خواب گران بردارم / پهلوی من چو گهر در ته بالین آمد

صفحهٔ سادهٔ هستی رقم غیر نداشت / هر که شد محرم این آئینه خودبین آمد

سایه از جلوهٔ خورشید چه اظهار کند / رفتم از خویش ندانم بچه آئین آمد

خون بدل خاک لب آه بلب اشک بچشم / بیجمال تو چها بر من مسکین آمد

در خزان غوطه زن و عرض بهاری دریاب / عالمی رفت به بیرنگی و رنگین آمد

صبر کردیم و بوصلی نرسیدیم افسوس / دامن ما ته سنگ از دل سنگین آمد

بیدل آسوده تر از موج گهر خاک شدیم / رفتن از خویش چه مقدار بتمکین آمد

بهر جا باغبان دریادمستان تاک بنشاند / بگو از بهر زاهد بید و تا مسواک بنشاند

بساز عافیت چون شعله تدبیر میسازم / ز خود برخاستن شاید غبارم پاک بنشاند

دمی چون صبح میخواهم قفس بر دوش بردارم / چو گل تا کی سپهرم در دل صدچاک بنشاند

اگر چرخت نوازش کرد از مکرش مباش ایمن / کمان چون تیر را در بر کشد بر خاک بنشاند

صفای بادهٔ تحقیق اگر صیقل زند ساغر / برون چون زنگت از آئینهٔ ادراک بنشاند

شکار رحمتم بلیا بیم دارد تماشائی / مبادا جوش خونم الفت فتراک بنشاند

بشوخی مشکل است از طینتم رفع هوس بیدل / مگر آب از صفا گشتن غبار خاک بنشاند

ذره تا خورشید امکان جمله حیرت زاده اند / جز بدیدار تو چشمی هیچگه نگشاده اند

پرسش احوال ما موقف خرام ناز تست / عاجزان چون سایه هرجا پا نهی افتاده اند

راز مستان کیست تا پوشد که این حق مشربان
خون منصور اند و بالا جوش چندین باده اند

مطلب عشاق نافهمیده روشن میشود
در پر عنقاست مکتوبی که نفرستاده اند

یکدل اینجا فارغ از تشویش نتوان یافتن
این منازل یکسر از آشفتگیها جاده اند

جلوهٔ او عالمی را خود پرست وهم کرد
حسن پرکار است این آئینه ها پرساده اند

چون حباب آراده طبعانم درین دریای وهم
در ته باریکه بر دل نیست دوشی داده اند

شمع سان داغ و گداز و اشک و آه سوختن
هم نهایت بارها بنشسته و استاده اند

بی سیاهی نیست بیدل جلوهٔ ایجاد خلق
یک قلم معنی طرازان تیره بختی زاده اند

همه راست زانجمن آبرو که بکام دل ثمری رسد
من و پرفشانی حیرتی که زمانه گل ببری رسد

چقدر ز منت قاصدان بگدازدم دل ناتوان
ببرِ تو نامه برِ خودم اگرم چو رنگ بری رسد

بکدام آئینه جوهری کشم التفات از آن پری
مگر انفعال گداز من بقبول شیشه گری رسد

ز معاملات جهان کد بر دگر اینهمه داد و دد
عف عف سگی بسگی خورد لگد خری بخری رسد

ز کمال نظم فسون اثر بگداخت بیدل بی خبر
چه قیامت است بر آن هنر که بهیچ تو هنری رسد

بطراز دامن ناز او چه ز خاکساری ما رسد
پر دآن مژه به بلندئی که ز گرد سرمه دعا رسد

بفشار تنگی این قفس چو حباب غنچه نشسته ام
پر صبح میکشم از بغل همه گر نفس بهوا رسد

ز خمار فرصت پرفشان غم بهار دیدم و نی خزان
همه جاست نشئه بشرط آن که دماغ ما بهوا رسد

بگشاد دست کرم قسم که درین زیانکدهٔ ستم
نرسد تهمت بستگی ز دریچه نان بگدا رسد

دل بینوا بکجا برد غم تنگدستی و مفلسی
مژه برهم آورم از حیا که برهنه بقبا رسد

مگذر ز خاصیت سخا که سحاب مزرعهٔ وفا
بفتادگی شکند عصا که فتاده بعصا رسد

بدعائی از لب عاجزان نگشوده در امتحان
که ز آبیاری یک نفس اثری به نشو و نما رسد

بقبول آن کف نازنین که کند شفاعت خون من
در صبر میزنم آنقدر که بهار رنگ حنا رسد

سر رشتهٔ طرب آگهان بهار میرسد از خزان
تو خیال بیدل اگر کنی ز تو بگذرد بخدا رسد

زجراحت دل ناتوان بخیال و ندهم نشان
که مبادا آن کف نازنین بفسوس ساید و خون کند

شده مبتلای رنگ و بو نبرآمدم ز خود انفعال کو
مگر آتش غم عشق تو بخرد رسیده زبون کند

چمن تحیر بیدلم که سحاب رشحهٔ خامه اش
بتأمل گهر افکند سر قطرهٔ که نگون کند

ردیف الذال

ای ساز بر دوش تو پیراهن کاغذ
تا چند بهر شعله زنی دامن کاغذ

کس نیست برین خشک طبیعت نستیزد
گر آتش و گر آب بود دشمن کاغذ

در نامهٔ بی مطلب ما جای رقم نیست
قاصد نفسی سوخته در بردن کاغذ

فریاد که در مکتب بیحاصل امکان
یک نسخه نه ارزید بگردیدن کاغذ

چون خامه خجالت کش این مزرع خشکیم
چیدیم نم جبهه بافشردن کاغذ

بر فرصت هستی مفروشید تعین
گو یکدو شرر چین که کشد دامن کاغذ

بیدل سر فوارهٔ این باغ نگون است
تا کی بقلم آب دهی گلشن کاغذ

ردیف الراء

غبار فرصت ازین خاکدان وهم مگیر
که پیر گشت سحر تا دهن گشود بشیر

بجاست با همه وحشت تعلق اوهام
بناله نیست میسر گسستن زنجیر

بعالمی که توئی نارساست کوششها
وگرنه نالهٔ عاشق نمیکند تقصیر

زمین طینت ما نیست کینه خیز نفاق
بآب آتش یاقوت کرده اند خمیر

ز حال ما بتغافل گذشتن آسان نیست
چو آب آئینه داریم خاک دامنگیر

درین چمن نفسی میکشیم و میگذریم
مبر گمان بکمانخانه آرمیدن تیر

زمان فرصت دیدار سخت موهوم است
بسایهٔ مژه نظاره میکند شبگیر

گرفتم اوج پرست اعتبار عنقایت
بنارسائی بال مگس کلاغ مگیر

همین کشاکش اوهام تا ابد باقی است
فنا بجاست تو خواهی بزی و خواه بمیر

نفس درازی اوهام خرات آهنگ است
بسرمه تا نرسد عذر ناله را بپذیر

ز ساز عجز بهر جا نفس زدم بیدل
بقدر جوهر آئینه شد بلند صفیر

در طلسم ورد از ما میتوان بردن اثر
گرد ما چون صبح دارد دامن چاک جگر

زین محیط آخر بجام عافیت خواهیم رفت
موج آرامیده دارد چین دامان گهر

عالم امکان نمی ارزد بچندین جستجو
زین ره آخر میبری خود را دگر زحمت مبر

بیش ازین بر ناز نتوان خفت تمکین کجاست
از خرامت موج گوهر اندکی آئینه بر

سایهٔ گم گشته را خورشید میسازد سرا
قاصدی هم از تو می باید ز ما گیرد خبر

عاقبت مخمور شد تا ساغر جرات زدیم
آشیان خمیازه گشت از دستگاه بال و پر

بر ندارد دست زنگار از کمین آئینه را
هر کرا ذوق نمایش بیش کلفت بیشتر

گر فلک بی اعتبارت کرد جای شکوه نیست
بر حلاوت بسته دل تا در گره شد نیشکر

فکر فردا چند ازین خاک غبار آماده ات
هم تو خواهی بود صبح خویش تا صبح دگر

چند باید شد هوس فرسودهٔ کسب اعتبار
سر هم ای غافل نمی ارزد بچندین دردسر

دود سودای تنزه از دماغ خود برآر
گر پری خواهی تماشا کن دکان شیشه گر

در دکان وهم و ظن بیدل قماش غیر نیست
خود فروشیهاست اینجا غیر را از ما خبر

در عشق به پرواز نفس آئینه بر گیر
هر چند رهت قطع شود باز ز سر گیر

بیحاصلی است آنچه ز تحصیل جنون نیست
دستی که نیابی بگریبان کمر گیر

تا چند زبان گرم کند خجلت لافت
ای شعله دمی با نفس سوخته در گیر

حیرت خبر از زشتی آفاق ندارد
آئینه شو و هر چه بود عیب هنر گیر

آئینه اسرار دو عالم دل جمع است
سر وقف گریبان کن و دریا بگهر گیر

خود داری و اندیشهٔ دیدار محال است
دل را ز طپش آب کن و آئینه بر گیر

در محفل هستی نبود جای اقامت
خمیازه بهار است نفس جام سحر گیر

مزد طرب اهل وفا وقف طلب نیست
ای شمع ز آتش پر پرواز بزر گیر

امید بکوی تو همان خاک نشین است
کو هر سر مویم ره صحرای دگر گیر

حرفی ننوشتم که دلی خون نشد اینجا
از نامهٔ من در پر طاوس خبر گیر

بیدل بره عشق ز منزل اثری نیست
با آبلهٔ گر برسی مفت سفر گیر

گل عجزی تصور کن بناز کبریا بنگر
ز مار نگی تراش و در کف پایش حنا بنگر

ز حیرت خانهٔ اسباب سامان گذشتن کن
درین ره تا ابد از خود رو و رو بر قفا بنگر

چه لازم پرده بردار و حباب از ساز موهومش
گریبان چاکی و عریانی من در قبا بنگر

بسا از رفتن آماده است همچون شمع اجزایت
سراپای خود ای غافل بچشم نقش پا بنگر

حباب بیسرو پایت پیامی دارد از دریا
که ای غافل زمانی خویش را از ناخدا بنگر

خرام سیل در ویرانها دارد تماشائی
ز رفتارت قیامت میرود بر دل بیا بنگر

نگاه ناتوانش سرمه کرد اجزای امکان را
قیامت دستگاهیهای آن مژگان عصا بنگر

زبان بیخودی افسانهٔ تحقیق میگوید
که عرض هرچه خواهی چون نگه از خود برآ بنگر

سواد انتظار جاه تا چشمت کند روشن
بعبرت استخوان کن سرمه و بال هما بنگر

بانصاف حیا تا پرده بر روی جدل بندی
بآن چشمی که خود را دیده باشی سوی ما بنگر

کدورت خیز او هام اند ابنای زمان بیدل
دم حاجت دماغ این عزیزان را صفا بنگر

دمی که شعلهٔ شوق تو داشت سیر جگر
چو اخگرم عرق چهره بود خاکستر

سراغ صبح مهیای عرض کم شدنست
نموده اند مرا در شکست رنگ اثر

طپش کدورتم از طبع منفعل پرور
نمیرود بفشاندن غبار دامن تر

نداشت مائدهٔ عمر بی فنا مزه
نمک زدند کباب مرا ز خاکستر

گرفتم اینکه بخود وارسی چه خواهی کرد
چو عکس پرور آئینه احتیاج مبر

فروغ محفل بی آبروی عمر هواست
بجز نفس نتوان رفت از بساط سحر

درای قافلهٔ رنگ سخت خاموش است
خبر مگیر که از ما گرفته اند خبر

ز نیک و بد مژه بستن هجوم عافیت است
خمار خواب گلش گر کنند از ین بستر

تظلم تو بجائی نمیرسد بیدل / درین بساط بامید بخیه جیب بدر

سیر گلزار که یارب در نظر دارد بهار / گز پر طاوس دامن بر کمر دارد بهار
دبمو از حسرت زحمت تبسم میکند / هر که گردد بسملت بر من نظر دارد بهار
نیست در بار دماغ آشفتگان این چمن / آنقدر صبری که بار رنگ بردارد بهار
زخم دل عمریست در تار نفس خوابانده ام / در گریبانی که من دارم سحر دارد بهار

این بحر را یک آبله دشت سراب گیر / گر تشنهٔ چو آبله از خویش آب گیر
گلچینی خیال بامید واگذار / چون یأس از گداز دو عالم گلاب گیر
کیفیتی به نشئهٔ عرفان نمیرسد / چشمی بخویش واکن جام شراب گیر
جز خاک دل نشیمن عنقای عشق نیست / چون صبح گر نفس شدهٔ آفتاب گیر
خاموشیت نظر بیقین باز کردنست / آئینهٔ بضبط نفس چون حباب گیر
بیدردی از خیانت اعمال زندگیست / از هر نفس که ناله نداری حساب گیر
قاصد سواد نامهٔ عشاق نیستی است / بردار مشت خاک زراه و جواب گیر
از نسیه فیض نقد نبرده است هیچکس / بیدل تو می خور و دل زاهد کباب گیر

خاک ما نامهٔ بجانب یار / می فرستد ولی بخط غبار
ذوق آئینه سازئی داریم / از عرقهای خجلت دیدار
عیش مردم خیال نومیدیست / حیرتی خون کن و بهار نگار
شاهد آئینهٔ بهار آمد / تخم اشکی بیاد جلوه بکار
چون گهر کسب عزت آسان نیست / سر بکف گیر و آبرو بردار
طائر گلشن قناعت ما / دانه دارد ز بستن منقار
فرصتی نیست نقد گیری صبح / ای هوا مایه‌ات نفس بشمار

حیرتت قدر این و آن چشمی است
رنگ تا نشکنی مژه بردار

سخت نتوان گرفت دامن دهر
بیدل از هر چه بگذری بگذار

نه جام باده شناسم نه کاسهٔ طنبور
جز اینقدر که جهان یکسره ست چندین شور

سفال خشک غنیمت شمر که مدتهاست
شکست کاسه و مور ریخت از سر فغفور

وجود عاریت آئینه دار تسلیم است
مخواه غیر خمیدن ز پیکر مزدور

اگر نه کوری غفلت گرفته مژگانت
گشاده چشم مدان جز تبسم لب گور

ز ننگ زاهد ما بگذر ای برودت طبع
بحق ریش دو شاخی که نیست کم ز تنور

اگر رهی باد بگاه درد دل میبرد
شکست شیشهٔ ما خجلتی نداشت ضرور

خلاف قاعدهٔ اصل آفت انگیز است
حذر کنید ز آبی که سر کشد ز تنور

مروت است نگهبان عاجزان ورنه
دیت نخواسته هرگز کسی ز کشتن مور

کشیده اند درین معرض پشیمانی
عسل تلافی نیش از طبیعت زنبور

زیاد دورم و صبری ندارم ای ناصح
دل شکسته همین ناله میکند معذور

سر بریده بجوشد چرا ز پیکر شمع
بخجلت اگر آئینه میدهد منصور

منی بجلوه رساندم که در توئی گم شد
نداشت آئینهٔ عجز بیش ازین مقدور

ز سر دمهری ایام دم مزن بیدل
مباد چون سحرت از نفس دمد کافور

چشم وا کردم بجوش آمد در آغوش شرار
غوطه خوردم در دل خجلت فراموش شرار

داغ نیرنگم که در اندیشهٔ رمز فنا
منتظر من بودم و گفتند در گوش شرار

کسوت دیگر ندارد خلعت عریان تنی
میدمد پوشیدن چشم از بر و دوش شرار

کو وداع الفتی با این و آن پرداختن
گر وداع خویش لبریزم چو آغوش شرار

نیست آسان از طلسم خویش بیرون آمدن
بیدل اینجا محمل سنگ است بر دوش شرار

سیر گلزار که یارب در نظر دارد بهار / گر پر طاوس دامن در کمر دارد بهار

ای خرد بوی گل و دیگر سراغ ما مگیر / در جنون سر درد ما را بیخبر دارد بهار

کهنه درس فطرتیم ای آگهی سرمایه گان / چند روزی شد که ما را از چه بر دارد بهار

ساعتی چون بوی گل از قید پیراهن برآ / گر تو چشم آشنائی اینقدر دارد بهار

زندگی میباید اسباب طرب معدوم نیست / رنگ هر جا رفته باشد در نظر دارد بهار

چند باید بود مغرور طراوتهای وهم / شبنم اسباب است بیدل چشم تر دارد بهار

خیال زلف که واکرده آه در زنجیر / که عجز نالهٔ ما کرده راه در زنجیر

نشانده ام بسر راه انتظار جنون / هزار چشم تهی از نگاه در زنجیر

امل بطبع نفس صبح وحشتی دارد / هنوز ریشه نهفته است آه در زنجیر

چه ممکن است ز سودای طره وارستن / نشسته ایم بروز سیاه در زنجیر

بدستگاه سپهرم فریب نتوان داد / شکسته نالهٔ مجنون کلاه در زنجیر

هجوم ناله ام از راحتم مگو بیدل / کشیده ام نفسی گاه گاه در زنجیر

تا کنم از هر بن مو رنگ مستی آشکار / جام میخواهم درین میخانه یک طاوس وار

سوختن میباله آخر از کف افسوس من / دامنی بر آتش خود میزند برگ چنار

غم نوائی کو که از ما درکشد درد دلی / آب هم در ناله می آید بذوق کوهسار

سر متاب از چاک جیب و دامن دیوانگی / شانهٔ در کار دارد ریشخند روزگار

دل بذوق وصل نقشی میزند بر روی آب / ایهوس آئینه بشکن سخت بیرنگست یار

ای که هوشت نغمه از بال پری وا میکند / بر شکست شیشهٔ ما هم زمانی گوشدار

انتقام از دشمن عاجز کشیدن کار نیست / گر تو مردی این خیال پوچ از خاطر برآر

با تن آسانی زما کم فرصتان نتوان گذشت / برق هم دارد حسابی با خس آتش سوار

از نفس چون صبح نتوان بخیه زد بر جیب عمر / روزن این خانه بیدل تا کجا بندد غبار

از بس که زد خیال توام آب در نظر
مژگان شکسته ام ز رگ خواب در نظر

ای جلوهٔ انتظار پری سیر شیشه
جز لفظ نیست معنی نایاب در نظر

خون شد دل از تکلّف اسباب زندگی
یک نقطه پوچ و اینهمه اعراب در نظر

بیچاره آدمی به تکلف کجا رود
ایّام ور تخیّل و اسباب در نظر

گلها چو شبنمت بسر و چشم جا دهند
گر باشدت رعایت اداب در نظر

دیگر ز سایهٔ دم تیغت کجا رویم
سرها سجود مایل و محراب در نظر

آسوده ایم در کف خاکستر امید
بیدل کراست بستر سنجاب در نظر

تیغ در دستست یار از جیب بیرون آر سر
صبح شد بی پرده از خواب گران بردار سر

فال آهنگ شهادت زن که در میدان عشق
هست بی سعی بریدن پای و بی رفتار سر

از زبان بی نوای شمع می آید بگوش
کای حریفان نیست اینجا عافیت در بار سر

از گزند خلق دل فارغ کن و آسوده باش
چند باید داشت باب کوفتن چون مار سر

حاصل وارستگیهای دلم آشفتگی است
غنچه را بعد از دمیدن میشود دستار سر

در جهان بی نیازی جز شهادت بار نیست
شمع سان چندانکه مقدارت بود بردار سر

با کدامین آبرو گردن توان افراختن
همچو شمعم کاش بودی یک بریدن وار سر

جوش بحر بی نیازی بستهٔ اسباب نیست
چون گهر بی گردن اینجا میدمد بسیار سر

اشک و مژگانست بیدل برگ و ساز این چمن
می نهد هر غنچه بر بالین چندین خار سر

چه رسد ز نشهٔ معنوی بدماغ هیچش بیخبر
ز پری پیامی اگر کشی بدکان شیشه گران گذر

در اعتبار اگر زنی بگذر ز ساز فروتنی
که بکام حاصل مدّعا بتلاش ریشه رسد ثمر

نگه تو در چمن هوس ادب انتظار چه عبرتی
چو سحر ز چاک دل آمده بگلی که خنده رسد بسر

چو سرشک تا نکشی سری بگذر ز جادهٔ خودسری
ستمست رنج قدم بری بخرام آینه در نظر

بشمار عیب گذشتگان مگشای لب تر زبان
اگر از حیا نگذشته‌ئی بفسانه پردهٔ کس مدر

هوس حلاوت این چمن بسر و بجبهه گره زدن
بهوا چه خط که نمی کشد تری از طبیعت شیشه گر

نرسید دامن همتی بتظلم غم بیکسی
زده‌ایم دست بریده بر زمین چو بهلهٔ بی کمر

ردیف الزاء

نرگسش وامیکند طومار استغنای ناز
یعنی از مژگان او قد میکشد بالای ناز

از غبارم میکشد دامن تماشا کردنیست
عاجزیهای نیاز و بی نیازیهای ناز

گرچه رنگ شوخ چشمی بر نمیدارد حیا
در عرق یکسر نگه می پرورد دیبای ناز

سرو او مشکل که گردد مایل آغوش من
خم شدنها برده انداز گردن مینای ناز

بس که آفاق از اثرهای نیاز من پر است
در بساط جلوه نتوان یافت خالی جای ناز

گر تغافل دامنت گیرد بدل خون کن نفس
با تغافل توام افتاده است سرتاپای ناز

چشم کو تا از قماش حیرت آگاهت کند
سخت بیرنگست بیدل صورت دیبای ناز

بی پرده است و نیست عیان راز من هنوز
از خاک میدمد چو گلم پیرهن هنوز

خاکستری ز آتش من گل نکرده است
دل غافل است از نمک سوختن هنوز

یک جلوه انتظار تو در خاطرم گذشت
آئینه میدمد ز سراپای من هنوز

چون شمع خامشی که فروزی دوباره اش
میسوزدم سپهر بداغ کهن هنوز

ای محو جسم دعوی آزادیت کجاست
یعنی ز پرده نیست برون پر زدن هنوز

اندوه غربت آب نکرده است پیکرت
گل نیست ای ستم زده راه وطن هنوز

مرگم نکرد ایمن از آشوب زندگی
جمع است رشته‌های امل در کفن هنوز

از بی نصیبی من غفلت هوا مپرس
در خون طپید شوق و نگشتم چمن هنوز

بیدل غبار قافلهٔ هرزه تازیم
مقصد گم است و میروم از خویشتن هنوز

پوچ است سر بسر فلک بیمار مغز
چون شیشه زین کده مطلب زنهار مغز

سختی کشند چرب سرشتان روزگار
از زخم سنگ چاره ندارد چهار مغز

اصرار در طبیعت کم ظرف آفت است
از استخوان ببسته برآرد دمار مغز

راحت کند بسختی ایام نرم خوی
از استخوان بخویش برآرد حصار مغز

ذوق حضار طینت پاکان نمیرود
چون پوست مشکل است دمد آشکار مغز

نقد است انتقام شکفتن درین چمن
جوش شکوفه می کشد از شاخسار مغز

بی معرفت بفتوی تحقیق گشتن است
از هر سری که مغز ندارد برآر مغز

عمریست آسمان بهوا چرخ میزند
گردش نرفت از سر بی اعتبار مغز

کو سر که فال عشرت سامان کند کسی
نبود حباب قابل یک نقطه دار مغز

ناصح مکش طرائهٔ عشرت بگوش من
دارم سری که کاشته در پنبه زار مغز

بیدل دماغ سوختهٔ طرز فکر ما
مانند نال خامه دمد بار بار مغز

رنگ طاقت سوخت اما وحشت آغازم هنوز
چشم بر خاکستر بال است پروازم هنوز

زین چمن عمریست گلچین تماشای توام
دور از آغوش خیالت یک گل اندازم هنوز

زندگی وصل است اما کو سر و برگ تمیز
چون نفس صیدم بفتراک است میتازم هنوز

کی برم چون صبح کام از عبرت جان باختن
من که چون گل از ضعیفی رنگ میبازم هنوز

رفته ایم عمریست زین محفل بعزم فرصتم
ساده لوحان رشته می بندند برسازم هنوز

سوختن از شعلهٔ من خامی حسرت نبرد
دیده ام انجام کار و داغ آغازم هنوز

یک نفس عمر است از سوز جنون خاکسترم
چون نگه در سرمه هم میبالد آوازم هنوز

مشت خاکم تا کجا چرخم به پستی افکند
نقش پا گر افسرم سازد سرافرازم هنوز

شبنم رم طینتم بیدل افسردم چه باک
میرسد گر یکجهان بیطاقتی تازم هنوز

هر کجا آئینهٔ ما گردد از زنگار سبز
گر همه طوطی شوی نتوان شد اینقدر سبز

جزو ما را مانع کیفیت کل بودن است
سنگ هم در شیشه میغلطد چو شد کهسار سبز

کسوت ما هر چه باشد ناله خون آلوده است
طوطیان را کم شود چون بال و پر منقار سبز

صورت خاکیم و دام اعتباری چیده‌ایم
ریشهٔ ما را دمیدن میکند ناچار سبز

برق حسن نوخطی در گل گرفت آئینه را
جلوه گر اینست گردد تشنهٔ دیدار سبز

زنگ می بندد دولت چندان بعزلت خو مکن
آب هم میگردد از آسودن بسیار سبز

عالمی را دستگاه از مرگ غافل کرده است
خشک گردد هر چه می بینی درین گلزار سبز

چون خط پرگار هستی حلقه در گوشم کشید
گرد آخر گرد خود گردیدنم زنگار سبز

آبروی مرد بیدل با هنر کوشیدنست
نیست از شمشیر با جز تیغ جوهردار سبز

از جیب هزار آئینه سر بر زدهٔ باز
ای گل ز چه رنگ اینهمه ساغر زدهٔ باز

هشدار که پرواز غرورت نرساند
دل بیضهٔ وهم است ته پر زدهٔ باز

بی تیره دلی کس نشود محرم خویش
ای سرمه درین حلقهٔ بی در زدهٔ باز

خون کرد دلت سعی فسردن چه خیالست
خاک دل ما را ته بستر زدهٔ باز

از خاک دمیدن بجا صرفه ندارد
ای گل زگریبان که سر بر زدهٔ باز

بیدل چه خیال است درین راه ملغزی
اشکی و قدم بر مژهٔ تر زدهٔ باز

ای بیخودی ز آئینه وهم زنگ ریز
یعنی غبار من بسر نام و ننگ ریز

شور شکست شیشه درین بزم قلقل است
چندی بجام وهم شراب برنگ ریز

روزی دو در وفاکدهٔ فقر صبر کن
بر شیشه خانهٔ هوسی چند سنگ ریز

ای جستجو اگر هوس آرمیدن است
خون را بجای آبله در پای لنگ ریز

مفت است اگر تو هم بغنا متهم شوی
چون تار ساز آنچه نداری زچنگ ریز

رنگ ادب بریختی از شرم آب شو
گوهر نبسته چو عرق بیدرنگ ریز

آرامگاه وحشت رنگند غنچه‌ها
خونم بر آستانهٔ گلهای رنگ ریز

غارت سرشتهٔ نگه کافر توایم
یاد از غبار ما کن و طرح فرنگ ریز

ما وعده گاه خنجر نازت کشیده ایم
خون فسرده که نگویم چه رنگ ریز

بیدل مآل هستی موهوم ما فناست
این قطره را همان بدهان نهنگ ریز

ردیف سین

درین بساط هوس پیش از اعتبار نفس
همان بدوش هوا بسته گیر تار نفس

شرار آتش کاغذ زده است فرصت عمر
فشاندن پر ما نیست جز شمار نفس

هزار صبح درین باغ بار حسرت بست
گشاده گیر تو هم یکدو دم کنار نفس

بعالمی که من از دست زندگی داغم
نکرد دانش افسرده هم دوچار نفس

غرور هستی ما را اگر انتقامی بود
بس است اینکه خمیدیم زیر بار نفس

اشاره ایست تامل یقین بچشم حباب
که دیده وانشود تا بود غبار نفس

فلک بساغر خمیازه سر خوشم دارد
چو صبح میکشم از زندگی خمار نفس

ساز هستی اقتضای دوری تحقیق داشت
موج هم آخر برآورد از دل جیحون نفس

جز بزیر خاک نتوان گرم آوازی شنید
اغنیا از بس که در دیدند چون قارون نفس

گر نباید باورت از حیرت آئینه پرس
صبح ما آهی است شام ما دمیدن چون نفس

درد انشا میکند کسب کمال عاشقان
مصرع آه است بیدل گر شود موزون نفس

چند نشینی بکلفت دل مایوس
همچو دویدن بطبع آبله محبوس

گل بکف و در غم بهار فسردن
مرد تخیل پرست جلوهٔ محسوس

ساز حجابی نداشت محفل هستی
سوخت دل شمع ما بحسرت فانوس

تا نشد خجلت انفعال تر بها
شبنم ما را هواست پردهٔ ناموس

صد چمن امید و لیک داغ شگفتن
نامهٔ رنگم که بست بر پر طاوس

ناله در اشک زد ز عجز رسائی
آب شد این شعله از ترقی معکوس

چیست مجاز انفعال امر حقیقت
جلوه عرق کرد و گفت آئینه محبوس

بیدل ازین مزرع آنچه در نظر آمد
دانهٔ امل بود و آسیا کف افسوس

کاروان باندارد گردی از صوت نفس
صبح بر دوش شکست رنگ می بندد جرس

از هوس باهیچ قانع شو که اینجا عنکبوت
میکند صید هما در سایهٔ بال مگس

باغ امکان را شکست رنگ میباشد کمال
ای کم فرصتی داری بکام خویش رس

بی غباری نیست هر جا مشت خاکی دیده ام
شد یقین کز بعد مردن هم نمی میرد نفس

لذت درد محبت هم تماشا کردنیست
دل بذوقی میخورد خونم که نتوان گفت بس

چون بآگاهی رسیدی گفتگوها محو گیر
گشت چون منزل نمایان ماند از نالش جرس

تا توانی صبر کن بیدل درین کلفت سرا
چون سحر آخر پر پرواز خواهد شد نفس

زندگی محروم تکرار است و بس
چون شرر این جلوه یکبار است و بس

از عدم جوئید صبح ای غافلان
عالمی اینجا شب تار است و بس

ای سرت چون شعله بر باد غرور
اینکه گردن میکشی دار است و بس

کاری از تدبیر نتوان برد پیش
هر که در کار است بیکار است و بس

ردیف شین

شکست خاطری دارم مپرس از فکر تدبیرش
که موی چینی آنسوی سحر برداشت شبگیرش

نفس می بست بر عمر ابد ساز حباب من
بیک بست و گشاد چشم آخر شد بم و زیرش

سر از سودای هستی اینقدر نتوان تهی کردن
که شست این کاسه را یارب بآب موج شمشیرش

درین صحرای حیرت گرد نیرنگ که می بالد
که مژگان در پر طاؤس دارد گرد نخجیرش

نفسها سوختم در عرض مطلب آب شد حاصل
عرق کرد آه من آخر ز خجلتهای تأثیرش

ز بخت تیره عاشق را چه امکانست آسودن
که چون مژگان بهم آرم سیاهی میکند زیرش

جوانیهای او قامت باین خجلت نمی ارزد
که چون نظاره خم گردیدن مژگان کند پیرش

غبار دل بتاراج طپشهای نفس دارم
صدائی داشت این دیوانه در آغوش زنجیرش

نگاهش تا سر مژگان بچندین ناز می آید — باین تمکین چه امکانست از دل بگذرد تیرش

بچندین سعیها گردم که از خود رفته ام بیدل
رساند این شمع را با نقش پای خویش شبگیرش

آنرا که ز خود برد تمنای سراغش — چون اشک پر از رفتن خود کرد ایاغش
هر چرب زبانی که بشوخی علم افراشت — گردند چو شمع از نفس سوخته داغش
رحم است بر آن خسته که چون آه ندامت — در گوشهٔ دل نیز ندادند فراغش
فریاد که در گلشن امکان نتوان یافت — صبحی که بشبها نکشد بانگ کلاغش
حیرت چمن مستی و مخموری وهمیم — تمثال در آئینه شکستست ایاغش
خاکسترش از دود نفس بال فشانست — آتش قفس فاخته دارد پر زاغش
در مملکت سایه ز خورشید نشان نیست — ای بیخبر از ما نتوان یافت سراغش
از شیوهٔ رنگین وفا هیچ مپرسید — دل آنهمه خون گشت که بردند بباغش

بیدل من و بزمی که ز یکتائی الفت
خاکستر پرواز بود باد چراغش

دل بکام تست چند ایخرمی اظهار باش — ساغری داری شکست رنگ را معمار باش
فیضها دارد سخن بر معنی باریک هیچ — گر دل آسوده خواهی عقدهٔ این تار باش
هیچکس تهمت نشان داغ بی نفعی مباش — چتر شاهی گر نباشی سایهٔ دیوار باش
بی نیازیهای عشق آخر بهیچت می خرد — جنس موهومی دو روزی بر سر بازار باش
بر قد مژگان گشائی جلوه در آغوش تست — ای نگاه مفت فرصت طالب دیدار باش

یک قدم راه است بیدل از تو تا دامان خاک
بر سر مژگان چو اشک استادهٔ هشیار باش

جفاجوئی که من دارم هوای تیر مژگانش — بود چون شبنم گل دلنشین بر زخم پیکانش
بگردش هر نفس باد بهاری دست میمالد — چه لازم آشنایانت کند وضع پریشانش
گشاد دل گداز جوهر تدبیر میخواهد — گره باقی است در کار گهر تا هست دندانش

جهان هرچند در چشمت بساط ناز می چیند — تو بیرون ریز خون را در فشردنهای مژگانش
ادب ابرام را هم در نظر هموار می سازد — بخشکی نیست مکروه از بریشم وضع جنبانش
برنگ بیضهٔ طاوس چشم بسته دارم — که یک مژگان گشودن میکند صد رنگ حیرانش
ندانم واصل بزم یقین کی میشود زاهد — هنوز از سبحه میلغزد بصد جا پای ایمانش

چمن زار جراحت بیدل از تیرش دلی دارم
که حیرت غنچه می بندد بقدر یاد پیکانش

تشخص معدومی پیش وهم خود موجود باش — ای شرار سنگ از انعام نتوان دود باش
مال و جاهت شد مکرر بعد ازین دل جمع کن — یکدو روز ای بیخبر گو حرص ناخشنود باش
جوهر قطع تعلق تاب هر نامرد نیست — ای امل جولاهه فطرت محو تار و پود باش
شکوه درد نارسائی را نمیسازد علاج — گر همه صد رنگ سوزی چون نفس بیدود باش
راحتی گر هست در آغوش سعی بیجودیست — یکقلم لغزش چو مژگانهای خواب آلود باش

خانهٔ آئینه بیدل نیست بر تمثال تنگ
حلقهٔ بر در زن و گوشش جهت مسدود باش

جوانی دامن افشان رفت پیری هم بدنبالش — گذشت از قامت خم گوش بر آواز خلخالش
بدوش زندگی چون سایه دارم بار اندوهی — که نتواند چنین برداشتن از خاک حمالش
وداع ساز هستی کن که اینجا هرچه پیدا شد — نفس گردید بر آئینهٔ تحقیق تمثالش
قفس بشکسته تا وانماید رنگ پرواز — که هر گنجشک پرورداست عنقا در ته بالش
مزاج ناتوان عشق چون آتش تپی دارد — که چون خاکستر بنیاد هستی نیست تبخالش

بهر کلکی که پردازند احوال من بیدل
چو تار ساز نالد تا قیامت ناله از نالش

اگر چو غنچه میسر شود شکستن خویش — توان شنید صدای زدام جستن خویش
چو گل نه صبح کمینیم و نی بهار پرست — شگفته ایم ز پهلوی سینه جستن خویش
برنگ شمع درین انجمن جهانی را — بسر دواند هوای برپا نشستن خویش

کمند صید حواس است گوشه گیر بیا
نشسته ایم چو مضمون بفکر بستن خویش

شکنج دام بود مفت عافیت بیدل
چو بوی گل بگمنی آرزوی رستن خویش

بی نشان حسنی که جز در پرده نتوان دیدنش
عالمی در پرده است از شوخی پیراهنش

فرد چندین قدرت عجز است اگر وامیرسی
دل بیاد آورد تا دل هم بدام آوردنش

نقد عاشق از دو عالم قطع سودا کردن است
چون نگه ربطی ندارد دل بمژگان بستنش

تهمت زنگار غفلت می بری چند از دلت
مهره زن این صفحه را چندانکه سازی روشنش

یک نگه پیش از شرار هوش نگشودیم چشم
عالمی را گرد پنهان کرد از خود رفتنش

در غبار فوت فرصت داغ خجلت میکشم
شمع رنگ رفته می بیند همان پیراهنش

جز عرق بیدل زموی پیریم حاصل نشد
آه ازین شیری که خجلت میکند در روغنش

صبا ای پیک مشتاقان قدم فهمیده نه سویش
که رنگم می پرد گر میطپد خاک سر کویش

درین باغ اتفاق شبنم و گل کرد حیرانم
نگاهم کاش سامان عرق میکرد بر رویش

بزلفش بسته ام دل از مضامینم چه میپرسی
دو عالم معنی باریک قربان سر مویش

نه خلوت مایلم نی انجمن سیر آئینه دردانم
که هر جا سر برآرد شمع در پیش است زانویش

شکست شیشهٔ من تا کجا فریاد بردارد
تغافل رفت بر طاق جمال ماه ابرویش

غبار آلوده هستی گر همه بر آسمان تازد
چو ماه نو همان روزی خور عجز است پهلویش

کباب وحشت اشکم که چون بیدست و پا گردد
سر غلطیدنی زین عرصه بیرون میبرد سویش

بهار آلودهٔ رنگ تمنائیت دلی دارم
که گر سیر گلی در خاطر افتد میکنم بویش

بوصل از ناتوانی رنج هجران میکشم بیدل
ندارم آنقدر جرات که چشمی وا کنم سویش

اشکم قدم آبله فرسا ننهد پیش
تا رفتن دل پای تقاضا ننهد پیش

آنجا که بود تیغ تو خضر ره تسلیم
آن کیست که چون شمع سر از پا ننهد پیش

مفتست غنا چشمی اگر سیر توان کرد
زین بیش کسی نعمت دنیا ننهد پیش

حرصست هم گر قطره تقاضاست حذر کن
تا کاسهٔ دریوزهٔ دریا ننهد پیش

ما و نم اشکی و سجود سر راهی
تسلیم وفا تحفه بهرجا ننهد پیش

بیدل بشمر بند گریبان ندامت
آندست که در خلوت دلها ننهد پیش

متاع هستی دارم مپرس از بود و نابودش
بصد آتش قیامت میکند گرواکنی دودش

توان از حیرتم جام دو عالم نشئه پیمودن
نگاهی سوده ام امشب بلبهای می آلودش

ز سر تا پای من در حسرت دیدار میکاهد
بآن ذوقی که بر آئینهٔ دل باید افزودش

بتقلید سرشکم ابر شوخی میکند اما
که از کم مایگی آخر فشاری میکند جودش

جهانی در تلاشش آبرو ناکام می میرد
نمیدانند بغیر از خاک گشتن نیست بهبودش

درین محفل رموز هیچکس پنهان نمیماند
سیاهی خوردن هر شمع روشن میکند دودش

هر گه روم از خویش بسودای خیالش
طوفان کند از گرد رهم بوی جمالش

از کلفت آئینهٔ عشاق حذر کن
بر جلوه اثر میکند افسون کمالش

سرگشتگی ذره خورشید عیان است
ای عامل ظالم نظری کن بجلالش

هر چند برون جستن ازین باغ محال است
دامن بهوا می شکند سعی نهالش

عمری که ز جستن ثمر رسته نخندد
بگذار که پامال کند گردش سالش

بیدل بقفس کرده ام از گلشن امکان
رنگی که نه پرواز عیانست نه بالش

بهار وضع جهان دیدم و سر کارش
برنگ رفته نوشتم برات گلزارش

بآسمان مژهٔ من فرو نمی آید
بلند ساختهٔ حیرتست دیوارش

رهائی از کف صیاد عشق ممکن نیست
کمند جای قفس میکند گرفتارش

بحیرتم که چه مضمون در آستین دارد
نگاه عجز سرشتست مهر طومارش

زنسخ مغز حقیقت مجو که همچو حباب
سری ندارد اگر وا کنند دستارش

چو شمع بلبل این باغ بسکه عجز نواست
شکستن پر رنگست سعی منقارش

بوضع دهر سراپا ز خلق گوشه گزین
گهر سریست که دریا نمیکشد بارش

خرام یار ز عمر ابد نشان دارد
در آب خضر نشسته است گرد رفتارش

ادب ز شرم نگه آب میشود ورنه
شنیده ایم که بی پرده است دیدارش

ره جنون کدهٔ دل گرفته بیدل
بپا چو آبله نتوان نمود هموارش

چه لازم جوهر دیگر نماید پیکر تیغش
ببست از موج خون بیگناهان جوهر تیغش

در آن محفل که یک خواب فراموش است راحتها
کجا پهلو نهد کس گر نباشد بستر تیغش

بخون بیدلان گو بیند ابرویش سری دارد
سر سودائی منهم بقربان سر تیغش

کند گر داز کدامین کوچه خون بسملم یارب
سراغ نقش پائی کرده ام با جوهر تیغش

درین میدان مشو منکر تلاش ناتوانان را
مه نو هم سری می آرد آخر بر سر تیغش

بقطع زندگی بیدل نفس مهلت نمیخواهد
رموز بی نیامی روشن است از پیکر تیغش

عمرها شد بی نصیب راحتم از چشم خویش
چون نگه پا در رکاب وحشتم از چشم خویش

زین چمن صد رنگ عریانی تماشا کرده ام
همچو شبنم در گداز خجلتم از چشم خویش

خواه دریا نقش بندم خواه شبنم گل کنم
رفتنی پیداست در هر صورتم از چشم خویش

نه فلک را یک نفس می بند د انداز نگاه
تا کجاها در فشار وسعتم از چشم خویش

شوق دیدارم بهر آئینه طوفان کرده ام
عالمی دارد سراغ حیرتم از چشم خویش

غیر مو بمومی دلیل مرکز آرام نیست
میگشاید ذره راه خلوتم از چشم خویش

امتحان آگهی بیدل سراپایم گداخت
همچو شمع افکنده آخر همتم از چشم خویش

ردیف صاد

گرفته است مرا دیده تا بدامان رقص
چنین که داد ندانم بیاد مستان رقص

زخود تهی شو و شور جنون تماشا کن
بکام خویش کند شعله نیستان رقص

مکن تغافل اگر رخصت نگاه هست
شرار کاغذ ما کرده است سامان رقص

باعتماد نفس اینقدر چه مینازی
که اشک صرفه ندارد بدوش مژگان رقص

مگر بباد فروشی غبار ما ورنه
زخاک راست نیاید بهیچ عنوان رقص

باین ترانه صدای سپند مینالد
که تا زخود نتوان رست نیست امکان رقص

تپش زموج گهر گل نمیکند بیدل
نکرد اشک من آخر بچشم حیران رقص

ردیف ضاد

مباد دامن کس گیرم از فسون غرض
کف امید حنا بسته ام بخون غرض

نداشت ضبط نفس نیز عافیت منظور
شنیده ام ازلب خاموش هم فسون غرض

دل از امید بپرواز جهل مفت غناست
جهان تمام فلاطون شد از فنون غرض

حریف پیشهٔ ابرام بودن آسان نیست
حذر کنید ز فرهاد بیستون غرض

زبحر بهرهٔ سیری نبرد چشم حباب
پر است منفعل از کاسهٔ نگون غرض

سراغ انجمن کبریای دل جستم
تپید و گفت همین یکقدم برون غرض

بروی کس مژه از شرم برنداشته ایم
مباش بیدل ما اینقدر زبون غرض

ای بیخبر مسوز نفس در هوای فیض
بی چاک سینه نیست چو صبح آشنای فیض

صبح از نفس پری بتکلف فشاند و رفت
یعنی درین ستمکده تنگست جای فیض

همت چه ممکن است کشد ننگ انتظار
مردن ازین به است که باشی گدای فیض

چشمت زخواب باز نگردیده صبح رفت
ترسم زگریه وانکنی خونبهای فیض

حسن از سواد حیرت الفت نمیرود
لغزیده است در دل آئینه پای فیض

عمریست در کمینگه ساز خموشیم
چین کرده است ناله کمند رسای فیض

آغوش صبح میکند اینجا وداع شب
بیدل بقدر نفی تو خالی است جای فیض

ردیف طاء

گشتم از بیدست و پائیها بخشکی تر محیط
کشتی از تسلیم پیدا کرد ساحل در محیط

چون بعزلت خو گرفتی فکر آزادی خطاست
آب گوهر گشته نتواند شدن دیگر محیط

غیر بیکاری چه می آید ز دست مفلسان
نیست شیر ناتوان را پیکر لاغر محیط

عالمی را میکنی زیر نگین اعتبار
گر شوی بر آبروی خویش چون گوهر محیط

قابل تحریر اشکم نیست طومار دگر
صفحه واری شاید از طوفان کند مسطر محیط

محرم او نیست گرد خویش میگردیده باش
حلقهٔ گردابها دارد برون در محیط

دستگاه هستی ارباب معنی باده نیست
بیدل از چشم تر خود میکشد ساغر محیط

ردیف ظاء

دارد از ضبط نفس طبع هوس پرور چه حظ
جز گرفتاری زنار رشته با گوهر چه حظ

ای که میخواهی چراغ محفل امکان شوی
غیر ازین کز دیده ات آتش چکد دیگر چه حظ

چون کمان میبایدت با گوشهٔ تسلیم ساخت
خانه دار وهم را از فکر بام و در چه حظ

داغ محرومی همان بند غرور سروریست
شمع را غیر از غم جانکاهی دیگر چه حظ

جام قسمت بر تلاش جستجو موقوف نیست
از نصیب خضر جز حسرت با سکندر چه حظ

لذت دنیا نمی ارزد بتلخیهای مرگ
کام زهر اندود را ز غیب از شکر چه حظ

حسن بیرنگی اثر پیرایهٔ تمثال نیست
گر کنی آئینه از خورشید روشن تر چه حظ

بیدل از ژولیده موئی طبع مجنون ترا
گر نباشد دود سودای کسی در سر چه حظ

ردیف عین

هر چه در دل گذرد وقف زبان دارد شمع
سوختن نیست خیالی که نهان دارد شمع

رنگ آشفته متاع هوس آرائی ماست
در تماشاکدهٔ پرواز دکان دارد شمع

سوختن مفت تماشا مژه باز کنید
کز فسردن بکمین خواب گران دارد شمع

صنعت جرات عبرت نگهبان هوش ماست
حلقهٔ چشمی است که بر نوک سنان دارد شمع

خامشی صرفهٔ جمعیت آسوده دلی است
ناله در بستهٔ منقار نهان دارد شمع

بی تمیز است حیا حسن چو سرشار افتد
رنگ خود را پر پرواز گمان دارد شمع

یکقدم ره همه شب تا به سحر پیمودن
بی تکلف چقدر ضبط عنان دارد شمع

چشم عشاق فنا میکدهٔ شوخی اوست
در لگن ناوک دیگر بکمان دارد شمع

بیدل از سوختنم رنگ سراغش دریاب
کیست پروانه که گوید چه نشان دارد شمع

هر کجا گردم بیاد سجده ات ساز رکوع
چون مه نو بر فلک رفتم به پرواز رکوع

پیچ و تاب موجها یکسر گهر گردیدن است
سجده انجام است هر جا دیدم آغاز رکوع

گر منافق از تواضع صاحب دین میشود
تیغ هم خواهد نمازی شد به پرواز رکوع

راست میتازم چو اشک از دیده تا دامان خاک
بر نمیدارد دماغ سجده ام ناز رکوع

پیکرت خم کرد پیری از فنا غافل مباش
سخت نزدیکست بیدل سجده تا ساز رکوع

سوختن یک نغمه است از ساز شمع
پرده نتواند نهفتن راز شمع

مدعای جستجو روشن نشد
پر بلند افتاده است انداز شمع

فکر انجام دگر داریم ما
دیده باشی صورت آغاز شمع

سعی خود را خود تلافی کرده ایم
هم سر خویش است پا انداز شمع

خامشی هم ترجمان حال ماست
بی سخن پیداست بیدل راز شمع

ردیف غین

یارب از سر منزل مقصد چه سان یابم سراغ
دیده حیرانست و دل بیدست و پا من بیدماغ

عبرت بیدست و پائیهای شخص همتم
هر کرا سوز نفس میبایدم گردید داغ

بی طپیدن نیست ممکن وضع ایجاد نفس
ای ز اصل خویش غافل زندگی وانگه فراغ

سوختن آماده باش آگاهیت غفلت دمید
صبح خود را شام کردی شام میخواهد چراغ

از تو هر مژگان زدن کم میشود همچون توئی
گر نداری باد را از آئینه روشن کن چراغ

عمرها شد تشنه ام چون بر دست از خرمی
بیدل از من گریه میخواهد چه صحرا و چه باغ

عالم همه داغ است و ندارد اثر داغ — در لاله ستان نیست کسی را خبر داغ
دل قابل گل کردن اسرار جنون نیست — در زیر سیاهی است هنوزم سحر داغ
عمریست بحیرتکدهٔ عجز مقیمیم — در نقش قدم سوخت دماغ سفر داغ
از نالهٔ بیدرد بجایی نرسیدیم — چون دود به پیچیم کنون بر کمر داغ
از هیچ گلی بوی وفائی نشنیدیم — دل داغ شد و حلقه زد آخر بدر داغ
ما را ببلای ستمی کرد مقابل — یارب که بسوزد کف آئینه گر داغ

در رنگ خوشست آئینهٔ سوخته جانان
بیدل بکنی جامهٔ ماتم ز بر داغ

شمع من گرم حیا گر نگرد سوی چراغ — میتوان کرد شنا در عرق روی چراغ
یاس بر عافیت احرامی دل می خندد — من و خاصیت پروانه تو و خوی چراغ
آب گردید دل و ناله همان عجز نواست — رشته فربه نشد از خوردن پهلوی چراغ
پیری و عشرت ایام جوانی غلط است — صبحدم رنگ نه بندد گل شبوی چراغ
برق آن شعله که حرز دل بیتابم بود — مجلس آرا الغلط بست ببازوی چراغ
عجز من رنگ اشارتکدهٔ ناز تو ریخت — بال پروانه شد آخر خم ابروی چراغ
غافل از مرگ بافسون امل نتوان زیست — شانه دارد نفس صبح بگیسوی چراغ
داغ ایجاد نفس سخت عقوبت دارد — برهم آخر بدماغت بزند بوی چراغ

هر کجا گرد کند شمع خیالت بیدل
شعله از شرم نشیند پس زانوی چراغ

سزد که هیچ دهیم بخشند از بهار سراغ — پی شکستن رنگی رسیده است بباغ
بعالمی که سخن داغ بیرواجیهاست — چو غنچه بر لب خاموش چیده ایم دماغ
چه کوریست ز خفاش طینتان ذلیل — بسیر خانهٔ خورشید برده اند چراغ
فضولی تو مقابل پسند یکتائی است — مباد جلوه کش آئینه بخفت داغ
در آفتاب یقین چشم انجمش عدم است — چو شب نگاه تو طاؤس بسته از پر زاغ

گذشته است ز هستی غبار وحشتها — ز رنگ رفته همان در عدم کنند سراغ

دو روز در دل خون گشته جوش زن بیدل
نه باغ درخور جولان آرزوست نه زاغ

ما شهیدان را وضوئی داده اند از آب تیغ — سجده آموز سر ما نیست جز محراب تیغ
هر سری کز فکر ابروی کجت گردید خم — از گریبان غوطه زد در حلقهٔ گرداب تیغ
بیدم تسلیم مگذر پیش ابروی خمش — سر بگستاخی مکش گردیدهٔ آداب تیغ
مایهٔ گردن کشی غارت کمین آفتست — همچو شمع اینجا سر بی سجده باشد باب تیغ
خون ما در پرده بالی میزند اما چه سود — شوخی این نغمه موقوفست بر مضراب تیغ
جوهر مردی نداری بحث با مردان خطاست — سینه داران سطر زخمی خوانده اند از آب تیغ

بیدل از مژگان خواب آلود او ایمن مباش
میگشاید فتنه‌ها سر از کمین خواب تیغ

ردیف الفاء

تا نمیگردد تب و تاب نفسها برطرف — میدود اجزای موج خون ما بر هر طرف
دل مصفا کردهٔ باید بحیرت ساختن — کس نگردیده ست اینجا با کس دیگر طرف
شش جهت آئینهٔ تمثال خوب و زشت ماست — بیشتر آئینه میگردد بروشنگر طرف
بسایه را از هیچکس اندیشهٔ تعظیم نیست — ناتوانی عالمی دارد تکلف برطرف
عافیتها در جهان بی تمیزی بود جمع — گرد آدم گشتنت آخر بگاو خر طرف
قطره و گوهر کدام افسون خود بینی خطاست — جمله دریائیم اگر این عقده گردد برطرف

بیدل از بس شش جهت جوش بهار غفلت است
سبزهٔ خوابیده میبالد چو مژگان هر طرف

جای آنست که بالد ز گهر شان صدف — بحر در قطره کی اینجا شده مهمان صدف
نیست در عالم بی مطلبی اسباب دوئی — دل صافیست همان دیدهٔ حیران صدف
ترک مطلب کن و از کلفت این بحر برآ — نیست جز بستن لب چیدن دامان صدف
بقناعت کده ام ره نبرد صحبت غیر — ضبط آغوش بود غفلت احسان صدف

اینقدر حاصل آرام درین بحر کراست
ای گهر آب شو از خجلت مهمان صدف

کام تقلید ز نعمت نبرد بهرهٔ ذوق
غیر ریزش نبود درخور دندان صدف

عرق شرم همان مُهر لب اظهار است
بخیه دارد ز گهر چاک گریبان صدف

ظرف پیمانی یک قطره ندارد این بحر
موج گوهر شو و میتاز بمیدان صدف

بریتیمان ح چقدر سایه فکن خواهد بود
قدِ دیوار نگون خانهٔ ویران صدف

صحبت مرده دلان سخت سرایت دارد
آب گوهر همه وقفست بزندان صدف

اشک شوخ است بضبط مژه گیرم بیدل
طفل چندی بنشانم بدبستان صدف

ای ز عکس نرگست آئینه جام مُل بکف
شانه از زلف تو نبض یک چمن سنبل بکف

یاد رخسار تو سامان چراغان میکند
هر سر مویم کنون خواهد دمیدن گل بکف

حسن چون شد بی نقاب از فکر عاشق فارغست
گل همان در غنچگی دارد دل بلبل بکف

قامت پیری نشاط رفته را خمیازه است
چشم حیرانست اگر سیلاب دارد پل بکف

از چمن تا انجمن بیتاب تسخیر دل است
بوی گل با دود مجمر میرود کاکل بکف

نیست بیدل در ادبگاه خموشی مشربان
شیشه را جز سرنگون گردیدن از قلقل بکف

ردیف قاف

برخود از ساز شکستن کی گمان دارد عقیق
درخور نامت تبسم در دهان دارد عقیق

محو لعلت را فسردن نیز آب زندگیست
همچو گل با رنگ خونی هست جان دارد عقیق

جای آن دارد که باشد باب دندان طمع
نسبت دوری بلعل دلبران دارد عقیق

لعل یار از بهر مشتاقان تبسم پرور است
آب بارنگی بذوق تشنگان دارد عقیق

حرص هرجا غالب افتد بر جگر دندان فشار
در هجوم تشنگیها امتحان دارد عقیق

بس که بی آبست این دریای شهرت اعتبار
روز و شب نقش نگین زیر زبان دارد عقیق

اعتبارات جهان پر بی نسق افتاده است
جان کنیها بهر نام دیگران دارد عقیق

نیست بیدل کاهش ایام بر دلخستگان
در شکست خود همان حرز امان دارد عقیق

رخ شرمگین تو هیچگه بخیال ما نکند عرق
که دل از طپش نگداز دو نگه از حیا نکند عرق

به نیاز تحفهٔ بیدلی المی نکشیده ام از وفا
که ز گرم جوشی خون من بکف حنا نکند عرق

تب و تاب هستی منفعل سر شمع بسته بدوش من
نگشاید از دم تیغ هم گرهی که وا نکند عرق

الم تردد سرنگون ترئی ز جان بردم برون
چو قلم نمی سپرم رهی که نشان پا نکند عرق

ردیف کاف

ز خود فروشی پرواز بس که دارم ننگ
چو اشک شمع چکیده است خونم آنسوی رنگ

تو ناخدای محیط غرور باش که من
ز جیب خویش فرو رفته ام بکام نهنگ

سواد الفت اندیشه وحشت اندود است
نگاه آبده از سرمه دان داغ پلنگ

باعتبار اگر وارسی نمی ارزد
گشاده روئی گوهر بخجلت دل تنگ

بقدر شوخی تدبیر خجلت است اینجا
عصا مباد شود دستگاه کوشش لنگ

هنوز شیشه نه و نشه عالم دگر است
تفاوت دو عدم کم مدان پری با سنگ

بهار حیرتم از عالم تقدس اوست
بگلشنی که منم رنگ هم ندارد رنگ

خیالت اینهمه دام غرور غفلت ماست
صفا ودیعت ناز است در طبیعت رنگ

بقدر همت خود کسوتی نمی بینم
مباد جامهٔ عریان تنی بر آرد رنگ

چو نامه تکیه بنقش نگین مکن بیدل
که جز شکست ندارد سر رسیده بسنگ

گر جنون جوشد باین تاثیر احسانش ز سنگ
شیشه بشکسته باید خواست تاوانش ز سنگ

بر سر مجنون کلاهی گر نباشد گو مباش
عزت دیگر بود همچون نگیندانش ز سنگ

اعتبار است اینکه ما را دشمن ما میکند
سنگ اگر مینا نگردد نیست نقصانش ز سنگ

سر برسوائی کشد ناچار چون نقش نگین
گر همه مجنون ما باشد گریبانش ز سنگ

حسن کز جوش نزاکت یکقلم رنگست و بس
بو الفضولی چند میخواهند پیمانش ز سنگ

همچو گندم میکشد هر کس درین هفت آسیا
آنقدر رنجی که نرمی آورد نالش ز سنگ

شوق من بیدل درین کهسار پر افسرده است
ناله دارم که میبالد نیستانش ز سنگ

گرم نوید کیست سروش شکست رنگ
کز خویش رفته ایم بدوش شکست رنگ

ای صبح گر ز محمل عجزیم چاره نیست
باید نفس کشید بدوش شکست رنگ

مانند دود شمع درین عبرت انجمن
بالیده ایم لیک ز جوش شکست رنگ

غیر از خزان چه گرد کند در رفتن بهار
خجلت نثار بیهده کوش شکست رنگ

شاید پیام بیخودی ما باو رسد
حرفی کشیده ایم بگوش شکست رنگ

بیدل کجاست فرصت کاری درین چمن
چون رنگ رفته ایم بدوش شکست رنگ

دریاد گلشن تو که دارد هزار رنگ
چون گل گرفته است مرا در کنار رنگ

از خود چو اشک جرات پرواز شسته ایم
یارب مکن بخون نیازم دوچار رنگ

افراط در طبیعت عشرت کدورتست
بی داغ گل نمیکند از لاله زار رنگ

خونم همان بدشت عدم بال میزند
گر بسملم کنی چو نفس صد هزار رنگ

تا چشم آرزو برهت گرد شد سفید
چندین سحر شکسته ام از انتظار رنگ

کو مایه که قابل غارت شود کسی
ای صورت شکسته غنیمت شمار رنگ

قسمت درین چمن ز بهاران قوی تر است
آفاق غرق خون شد و نگرفت خار رنگ

سیر بهار ناز تو موقوف جلوه نیست
ای بوی گل بجلوه در آ و برآر رنگ

عمریست رنگ باخته وحشت دلم
چون کرده هوشم این گل بی اختیار رنگ

بیدل کجاست ساغر دیگر درین بساط
گردیده ام چو رنگ برفع خمار رنگ

اینده ام ز شرم طلب نیست زبان خشک
تا صدف بود لبی در جگر دریا خشک

منت چشمهٔ خضر آئینه پردازی نیست
دم شمشیر تو یارب نشود با ما خشک

مگذر از حاصل امکان که درین مزرع وهم
سبزها ریخته تا بال و پر عنقا خشک

اشک مجنون چه قدر خوش قلم پرداز است
سطری از جاده ندیدیم درین صحرا خشک

عشق بیرنگ ازین وسوسه ها مستغنی ست — دامن ما و تو آلوده برآید یا خشک
نیست غیر از عرق شرم شفاعت گر ما — یارب این چشمهٔ رحمت نکنی فردا خشک
زین بضاعت نتوان رنگ فضولی جستن — تا رسد نان تری میشود آب ما خشک
لال مانده است زبانم بجواب ناصح — همچو برگی که شود از اثر سرما خشک

بیدل از دیدهٔ حیران غم اشکم خون کرد
خشکی شیشه مبادا کندم صهبا خشک

گهر محیط تقدسی مکن ابروی حیا سبک — چو حباب حیف اگر شوی ز غرور سر بهوا سبک
بغرور مسند سیم و زر بوقار غرّه نشستنت — که زمانه میکشد آخرش چو گلیم از ته پا سبک
ز ترنم نی و ارغنون بدل گرفته محوان فسون — که ز سنگ دامن بیستون نکند کسی بصدا سبک
کند احتیاج اگر هدف مگشای لب مفراز کف — که وقار گوهر این صدف نکنی بدست دعا سبک
مفروش خواجه بکرّ و فر که ندارد اینهمه آنقدر — دو سه گام آخر ازین گذر تو گران قدم زن و پا سبک
اگرت بمنظر بی نشان دم همتی نکشد عنان — چو سحر ز جنبش یکنفس ز هزار زینه بر آ سبک

ز گرانی سر آرزو شده خلق غرّهٔ های و هو
تو اگر تهی کنی این کدو شود اتفاق شما سبک

غیر خاموشی ندارد گفتگوی ما نمک — تا بکی بر زخم ما پاشد لب گویا نمک
جاده ها چون زخم بی چاک گریبان نیستند — گرد مجنون تا کجا ها ریخت در صحرا نمک
بی تغافل ایمن از آفات نتوان زیستن — دیدهٔ ما راست زخم و صورت دنیا نمک
جسم راحت خواه و دل جمعیت و عمر امتداد — با چنین طوفان حاجت دارد استغنا نمک
ای خرد خمخانهٔ یاری بجوشش آوردهٔ — باش تا شور جنون ما کند پیدا نمک

طبع دریا میخورد خون از نشاط غافلان
خنده موج است بیدل بر دل دریا نمک

ردیف لام

زین باغ گذشتیم باحسان تغافل — گل بر سر ما ریخت گریبان تغافل
مغرور مباشید که این یکدو نفس عمر — وارسته نگاهی است بزندان تغافل

عمریست که وابسته لب دو نگاهیست / یارب که نگردد سر مژگان تغافل

گوهر دو جهان تشنه دیدار نمیرد / ایجان تغافل مشکن شان تغافل

بیدل مژه بگشای که در عالم حیرت / کس سود ندیده است بنقصان تغافل

زخم تیغی ز تو برداشته ام همچو هلال / ریشه وار نظری کاشته ام همچو هلال

قانعم زین خم بستان برگ و برگ گلی / از تبسم لبی انباشته ام همچو هلال

عاقبت سرکشیم سجده فروشیها کرد / در دم تیغ تو سر داشته ام همچو هلال

سقف کوتاه فلک معرض رعنائی نیست / از خمیدن علم افراشته ام همچو هلال

نشود عرض کمالم کلف چهره عجز / در بغل آئینه نگذاشته ام همچو هلال

ناتوانی چه قدر جوهر قدرت دارد / آسمان بر مژه برداشته ام همچو هلال

بیدل از هستی من بار کابت نمود / شام را هم سحر انگاشته ام همچو هلال

نوبهار آمد بامداد من بیمار گل / تا بجای رنگ گردانم بگرد یار گل

خلوت آنجلوه غیر از حیرتم چیزی نداشت / هر قدر بی پرده شد آئینه کرد اظهار گل

ای شرر در سنگ رنگ آرزو گردانده گیر / چشم واکردن نمی ارزد باین مقدار گل

در گلستانی که رنگ و بو نمیسازد بهم / عالمی را از تکلف سرخ شد هم دار گل

در بهارم داغ کرد آخر بچندین رنگهاش / ساغر بی باده یعنی بیجمال یار گل

بر نفس بسته است محمل فرصت فیض سحر / ناله شو ای اشک تا چشمی کند بیدار گل

اینقدر طوفان نوای حیرت دیدار کیست / از شکست رنگ مینالد بصد منقار گل

بلبل ما بیخبر بر شعله آواز ساخت / بیدل اینجا داشت از رنگ آتش هموار گل

بلبل الم غنچه کشد بیشتر از گل / ظلم است بعاشق چه مدارا چه تغافل

پرواز عروج اثر درد ندارد / بر ناله به بندیم برات پر بلبل

آئینهٔ درویم چه عجز و چه رسائی
شبنم ته دندان نگرفته است لب گل

خجلت ثمر فرصت پرواز شراریم
اشک است اگر ناله کند ساز تنزل

خجلت ثمر فرصت پرواز شراریم
بیدل بچه امید توانگرد تغافل

عمریست چون گل میروم زین باغ حرمان در بغل
از رنگ دامن بر کمر وز بو گریبان در بغل

نی غنچه دیدم نی چمن نی شمع خواندم نی لگن
گل کرده ام زین انجمن دل نام حرمان در بغل

مجنون و ساز بلبلان لیلی و ناز گلستان
من با دل داغ آشیان طاؤس نالان در بغل

تنها نه خلق بیخبر در حرص محمل میکشد
خورشید هم تک میزند زر در کمر نان در بغل

کو خلوت و کو انجمن در فکر خود دارم وطن
چون شمع سر تا پای من دارد گریبان در بغل

چشمی اگر بالیده ام زین باغ بیرون دیده ام
وحشت کمین خوابیده ام چون غنچه دامان در بغل

خلقی ازین گرد هوس یعنی ز افسون نفس
شور قیامت در قفس آشوب طوفان در بغل

می آمد آن لیلی نسب سر شار یکعالم طرب
می در قدح تا کنج لب گل تا گریبان در بغل

کام دل حسرت کدا حاصل نشد از ما سوا
عمریست میخواهد ترا اینخانه ویران در بغل

بیدل ندارد بزم ما از دستگاه عافیت
چشمی که گیرد یکدمش چون شمع مژگان در بغل

زمن عمریست میگردد جدا دل
ندانم با که گردد آشنا دل

ز خاک ما قدم فهمیده بردار
مبادا بشکند در زیر پا دل

سراپا ناله میجوشیم چون موج
طپش خون کرد در هر عضو ما دل

ز اشک و آه مشتاقان مپرسید
هجوم بسمل است از دیده تا دل

درین محفل کسی محتاج کس نیست
همیشه کار دل افتاده با دل

گرفتارم گرفتارم گرفتار
نمیدانم نفس دام است یا دل

فسردن بیدل از پیدائیم نیست
چو موج گوهرم در زیر پا دل

تا بست ادب نامهٔ من در پر بسمل
پروانه گرفته است شکن در پر بسمل

شبگیر فنائیم چقدر داشت رسائی
عمریست که داریم وطن در پر بسمل

فرصت نفس افتاده ام آهنگ شرارم
طرز تو و من گشت کهن در پر بسمل

ای شوق کرا اینست طپشهای محبت
سر تا قدم من بشکن در پر بسمل

بیتابی ساز نفس از دود خموشی است
ای عافیت آتش بفکن در پر بسمل

ای راهروان منزل تحقیق کدام است
باید قدمی چند زدن در پر بسمل

بیدل هوس آرائی پرواز که دارد
محو است غبار تو و من در پر بسمل

ای جوش بهارت چمن آرای تغافل
چون چشم تو سر تا بقدم جای تغافل

عمریست که آوارهٔ امید نگاهیم
از گوشهٔ چشمی تو بصحرای تغافل

آن سرمه که در گوشهٔ چشم تو مقیم است
دنباله دوانده است به پهنای تغافل

از حسن درین بزم امید نگهی نیست
ای آینه خون شو بتماشای تغافل

از ساغر چشمت چقدر سحر فروشست
کیفیت نظاره سراپای تغافل

در کارگه هستی موهوم ندیدیم
نقشی که توان بست بدیبای تغافل

خوبان همه تن شوخی انداز نگاهند
بیدل تو نه محرم ایمای تغافل

گر کند طاوس حسرتخانه اسباب گل
دستگاه رنگ او بیند همان در خواب گل

بس که خوبان از حجابت غرق خجلت بوده اند
در چمن شکل اگر آید بروی آب گل

موی چینی گر بسامان سفیدی میرسد
شام ما هم میتواند چیدن از مهتاب گل

فیض خاموشی بیاد لب گشودنها مده
ای ز خود غافل به بین در غنچگی در آب گل

آفت ایجاد است ساز زندگی هشیار باش
از طراوت خانه دارد در ره سیلاب گل

شوخی اظهار آخر با مزاج ما نساخت
آتشی در طبع رنگست و ندارد تاب گل

عمرها شد شوخی طرز خرامی دیده ایم
میکند در چشم ما بیدل همان سیماب گل

ای فرش خرامت همه جا چون سر ما گل
در راه تو صد رنگ چنین ریخته پا گل

گلشن چه قدر حسرت دیدار تو دارد
در شیشهٔ هر رنگ شکسته است صدا گل

شبنم صفت از عجز نظر هیچ نچیدیم
غیر از عرق چند درین باغ حیا گل

عالم همه یک لبست و گشاد مژه دارد
آئینه خود اینجا بر از حیرت ما گل

بیدل سر احرام تماشای تو دارد
آئینه گرفتست بصد نشو و نما گل

ردیف میم

چشم بگشادم بباغ بیخودی ساغر زدم
از مژه طرف نقاب هردو عالم بر زدم

برگ برگ این گلستان پردهٔ ساز من است
هرکجا رنگی شکست آهنگ شد من پر زدم

آسمان بی بضاعت ساز یک بستر نداشت
تکیه همچون ماه نو بر پهلوی لاغر زدم

بر صف آرای تعلق بود اسباب جهان
چشم پوشیدم شبخونی باین لشکر زدم

پای تا سر نشئه ام از فیض ناکامی مپرس
آرزو تا هر قدر خون گشت من ساغر زدم

شبنم من ماند خلوت پرور طبع هوا
از خجالت نقش آبی داشتم کمتر زدم

گردم از اوج کلاه بی نشانی هم گذشت
از شکست رنگ اگر چون صبح دامن بر زدم

معرفت در فکر کار نیستی افتادن است
تا بجیب ذره رفتم آفتاب سر زدم

صفحهٔ هستی ورق گردانی دیگر نداشت
اینقدر باشد که مژگانی بیکدیگر زدم

خودگدازیها نسیم مژدهٔ دیدار بود
سوختم چندانکه بر آئینه خاکستر زدم

قابل درد تو گشتن داشت صد دریا گداز
آب گردیدم ز شرم و فال چشم تر زدم

بیدل از افسردگان حیرتم تدبیر چیست
گر همه دریا کشیدم ساغر گوهر زدم

همچو شمع از خویش بر انداز وحشت برترم
بس که دامن چیدم از خود زیر پا آمد سرم

واعظ هنگامهٔ این عبرت آبادم چو صبح
زخم دل تا چرخ دارد نردبان منبرم

وحشت آفاق در گرد سحر خوابیده است
میکنند خلقی جنون تا من گریبان میدرم

تا بکی بینم بچشم بسته داغ سوختن
همچو مژگان کاش اخگر واکند خاکسترم

نیستم آگه مقیم خلوت اندیشه کیست
اینقدر دانم که فریادیست بیرون درم

رشتهٔ تسبیحم از گمگشتگیها یاد نیست
تا سری از خود بر آرم صد گریبان میدرم

مستی طاؤس من تا صد قدح مخمور ماند
ظلمت من بر نمیدارد چراغان پرم

هستی من بر عدم میخندد از بیحاصلی
خاک را تر کرد خشکیهای آب گوهرم

دعوی دلدارم و دل نیست در ضبط نفس
عمر باشد ناخدای کشتی بی لنگرم

سیر گلشن چیست تا دامان دل گیرد ز من
میکند یاد تو از گل صد چمن رنگین ترم

کاش بیدل از غم آهنگ خود در خود سری
خجلت پرواز چین ریز از عرق ریزد پرم

بحسرت غنچه ام یعنی بدل تنگی وطن دارم
خیالی در نفس خون میکنم طرح چمن دارم

وداع آماده شو گر شوق استقبال میخواهی
که من چون برق از خود رفتنی در آمدن دارم

درین صحرا ازبس فرشست اجزای شهید من
غباری هم گر از من چشم میپوشد کفن دارم

گر آگاهیم و گر غافل نگردد حیرتم زایل
تو بر آئینه مرهم نه که من داغ کهن دارم

نفس پروردهٔ رنگم باین ساز است آهنگم
چه عریانی چه مستوری همین یک پیرهن دارم

ز اسبابم رهائی نیست جز مژگان بهم بستن
باین محفل بچندین شمع یکدامن زدن دارم

بهار افسردگی بیدل مباش از گریه ام غافل
که من برقی بجان عالمی آتش فگن دارم

تحیر آئینهٔ عالم مثال خودم
بهانهٔ گردش رنگست پایمال خودم

بهر چه مینگرم آرزو تقاضا نیست
چه احتیاج سراپا لب سؤال خودم

ز چینی آفت پیراهنم مشو ای حرص
که من طراوت لب خشکی سفال خودم

بهار نازم و کس محرم تماشا نیست
بصد خیال یقین شد که من خیال خودم

وداع ساز نموده است ضعف پیکر من
خم اشارت ابروی من هلال خودم

تحیر آئینهٔ بی نیاز هستی بود
تو جلوه کردی و نگذاشتی بحال خودم

درین الم کده بیدل چه مجلس آرائی است
چو شمع سوخت المهای انفعال خودم

چشم پوشیدیم بر ما و من استغنا زدیم
از بهم مژگان زدن بر هر دو عالم پا زدیم

نسخهٔ اسباب از مضمون دل بستن تهی است
انتخابی بود نومیدی که بر اجزا زدیم

هیچ آشوبی بدرد غفلت امروز نیست
شد قیامت آشکار آندم که بر فردا زدیم

حسرت اسباب برق بی نیاز عالم است
یاد آن موجی که ما بیرون این دریا زدیم

ای تمنا نسخها نذر تو هم کن که ما
مسطری بر صفحه از موج پر عنقا زدیم

شام غفلت گشت بیدل پردهٔ صبح شعور
بس که عبرت سرمه ها در دیدهٔ بینا زدیم

چون کاغذ آتش زده مهمان بقائیم
طاؤس پر افشان چمن زار فنائیم

شوخی سر و برگ چمن آرائی ما نیست
یکسر چو عرق جوهر ایجاد حیائیم

کم نیست اگر گوش دلیل خبر ماست
از دیدن ما چشم به بندید صدائیم

واماندهٔ عجزیم سر و برگ طرب کو
چون آبلهٔ پا همه تن آبله پائیم

بی سعی جنون راه بمقصد نتوان برد
بگذار که یک آبله از پوست برآئیم

چون نخل علاج هوس ما نتوان کرد
چندانکه رود پای بگل سر بهوائیم

پرواز سعادت چقدر سرخوش ناز است
عالم قفس ظلمت و ما بال همائیم

آئینهٔ اسرار عیان پردهٔ خاک است
تا سرمه نگشتن همه آواز درائیم

کو ساز نگاهی که بیک سیر گریبان
دلدار نقابی که ندارد بگشائیم

فرداست که یکتائی نیرنگ خیال است
امروز که در سجده دو تائیم دو تائیم

بیدل بتکلف اثری صرف نفس کن
عمریست تهی کاسه تر از دست دعائیم

شرار سنگم و در فکر کار خویش میسوزم
بچشم بسته شمع انتظار خویش میسوزم

نمیخواهم نفس سار دل بیمدعا باشد
هوا تا صاف تر گردد غبار خویش میسوزم

نمیدانم چه آتش در جگر دارد شرار من — که هر جا میشود جسمم دو چار خویش میسوزم

نه نور خلوتم نی ساز محفل شعلهٔ شمعم — بهر جا میفروزم بر مزار خویش میسوزم

نواهای دل افسرده بر گوشم مزن بیدل — که من از شرم سنگ بی مزار خویش میسوزم

اشک شمع نور یک عمر واسار دانه ام — سوختن خرمن کند از حاصل پروانه ام

ذوق چتر شاهی و بال هما منظور نیست — کم نگردد سایهٔ مو از سر دیوانه ام

رفته ام عمریست زین محفل بیاد جلوهٔ — گوش نه بر بوی گل تا بشنوی افسانه ام

کلفت دل هیچ جا آغوش الفت وانکرد — از دو عالم برد بیرون تنگی این خانه ام

مزرع آفاق آفت خرمن نشو و نماست — همچو مو از ریشه بر تسمم پر بر آرد دانه ام

بس که بر هم میزند بیجوهری اجزای من — چون دم شمشیر مژگان سر بسر دیوانه ام

زخمی ایجادم از تدبیر من آسوده باش — در شکستن گشت کم چون موی چینی شانه ام

صبح بودم گر سبک روحی بدادم میرسید — سخت جانی کرد بیدل خشت این ویرانه ام

چو دریا یکعلم موجست شوق بیخودی جوشم — تمنای کناری دارم و دریا در آغوشم

قبای همتم مشکل که باشد اطلس گردون — دو عالم میشود گرد عدم تا چشم میپوشم

بحیرت رفته جوشیدم بیک افسردن مژگان — من آن آئینه ام کز شوخی جوهر نمد پوشم

نفس عمری طپید و مدعای دل نشد حاصل — چراغی داشتم بیمطلبیها کرد خاموشم

کمند صید نازم هر قدر از خود برون آیم — برنگ شمع اشک رفته می پرد از آغوشم

برنگی ناتوانم در خیال سرمه گون چشمی — که چون تار نظر آویزه نتوان کرد بر دوشم

به بیدردی بیابان هوس تا چند طی کردن — درای محمل شوقم کجا شد دل که بخروشم

شکستن اینقدر رعنا نیست در رنگ خزان بیدل — درین ویرانه گردی کرده باشد رفتن هوشم

باز دل مست نوائیست که من میدانم — این نوا نیز ز جائیست که من میدانم

چشم وا کردم و طوفان قیامت دیدم ... زندگی روز جزائیست که من میدانم
حیرتم سوخت که از دفتر یکتائی او ... جهل هم نسخه نمائیست که من میدانم
طلب یاس نمودن هوس عشق و وفاست ... کار دل نام بلائیست که من میدانم
دل ز کویت چه مجال است قدم بر دارد ... آخر این آبله پائیست که من میدانم

بود عمری ببرم دلبر و نگشود نقاب
بیدل این نیز ادائیست که من میدانم

برنگ خامه ز بس ناتوانی اجزایم ... بسودن مژه فرسوده شد سراپایم
درین محیط مقیم تغافلم چو حباب ... مباد چشم گشودن تهی کند جایم
حریف مطلب اشک چکیده نتوان شد ... صد اشکست نفس در شکست مینایم
غرور خودسری آئینه نمودم نیست ... چو انفعال عرق کرده است پیدایم
هزار رنگ زمین بر فشان بیرنگ است ... اگر غلط نکنم آشیان عنقایم

نگاه چاره ندارد ز هر دو ملک بیدل
نشانده است جنون در دل سویدایم

آرزو بیتاب شد تا زبیانی یافتم ... چون جرس در دل طپید تا زبانی یافتم
خاک را نفی خود اثبات چمنها کرده است ... آنقدر افسردم براه او که جائی یافتم
چون جرس زین ساز موهومی که خجلت عرض اوست ... گر همه دامن ز خود چیدم دکانی یافتم
وحشت عمر از کمین پیکر خم جوش زد ... تیر شد تا از نفس تا من کمانی یافتم
چون هما بر قسمت منحوس ما باید گریست ... شد سعادت تا ضمان تا استخوانی یافتم
همچو آن آئینه کز تمثال میباز و صفا ... گم شدم از خویش و از هر کس نشانی یافتم

زندگانی هرزه تاز عرصهٔ تشویش بود
بیدل از قطع نفس ضبط فغانی یافتم

دوش گستاخ نظاره جانان رفتم ... آنقدر جلوه عرق شد که بطوفان رفتم
سیر این انجمن آمد و رفت سحر است ... یک نفس تا بد و صد زخم نمایان رفتم

بی نشانی اثرم آینه بوی گلم — رنگ شد کسوت من کاین همه عریان رفتم

عجز رفتار چه مقدار بلغزش پیچید — که بطوف قدم آبله پاپایان رفتم

چه قدر کاغذ آتش زده ام داغ تو داشت — که زخود تیز بسامان چراغان رفتم

طپش دل سحرم بوی گلی می آورد — رفتم از خویش ندانم بچه عنوان رفتم

نگه دیدهٔ قربانیم از شوق مپرس — سیر آنجلوه رهی داشت که پنهان رفتم

جرأت ما نه پسندید طواف حسنت — حیرتم رنگ ادب ریخت بمژگان رفتم

خجلت نشو و نمایم بعدم یاد آمد — رنگ ناکردهٔ واز چهرهٔ امکان رفتم

پای پر آبله شد دست تصرف بیدل
بس که از وادی امید پریشان رفتم

چو شبنم تا نقاب اعتبار خویش شق کردم — ز شرم زندگی گشتم کفن پوشم عرق کردم

کف پا میشدم ایکاش از بی اعتباریها — چنین بگردیدم و صد رنگ خجلت در طبق کردم

چو صبحم یک تأمل درس جمعیت نشد حاصل — بسطری کز خود خواندم ز خود رفتن سبق کردم

مپرسید از قناعت مشربیهای حباب من — بساغر آبروئی داشتم سد رمق کردم

بهر جا فکر مستی نیست مخموری نمی باشد — هوسهای غنا بود این که خود را مستحق کردم

دلم از دقت فکرم هجوم شعله شد بیدل
نشستم آنقدر در خون که صحرائی شفق کردم

در تجرد تهمت دیگر بدردی میزنم — غیر من تاری ندارد چون نگه پیراهنم

در دبستان تأمل پیش خود شرمنده ام — معنی موهوم یعنی دل بدنیا بستنم

با که گویم گر بگویم کیست تا باور کند — آن پریروئی که من دیوانهٔ اویم منم

قید الفتگاه دل را چاره نتوان یافتن — عمرها شد چون نفس در آشیان پر میزنم

دور گرد عجزم اما در شهادتگاه شوق — تیغ او نزدیکتر از رگ بود در گردنم

سعی بیرنگ نفس هر دم بپایم میبرد — میرسد گردم بمنزل پیشتر از رفتنم

رفت آن فرصت که ساز شوق گرم آهنگ بود — چون سپند از سرمه گیر اکنون سراغ شیونم

بیدل از بس مانده ام چون کوه زیر بار درد
ناله جای گرد میگردد بلند از دامنم

سودیم سراپا و بپائی نرسیدیم
از خویش گذشتیم و بجائی نرسیدیم

آن بی پر و بالیم که در حسرت پرواز
گشتیم غبار و بهوائی نرسیدیم

شبنم همه تن آب شد از یک نظر اینجا
با هرزه نگاهان بحیائی نرسیدیم

افسانهٔ هستی چقدر خواب فسون داشت
مردیم بتعبیر فنائی نرسیدیم

مطلب نفسی سرمه شد از درد طپیدن
فریاد که آخر بصدائی نرسیدیم

بیدل من و گرد سحر و قافلهٔ رنگ
رفتیم بجائی که بجائی نرسیدیم

بتحریک نقابش گر شود مایل سر انگشتم
ز پیچیدن جهانی رشته می بندد در انگشتم

مپرسید از اثر پیمائی حسن عرقناکش
اشارت گر کنم از دور میگردد تر انگشتم

بسیم و زر چه امکانست فقرم سر فرود آرد
گلوی حرص می افشارد از انگشتر انگشتم

نمیدانم چه گل دامن کشید از دست من یارب
که فریادیست چون منقار بلبل در بر انگشتم

چو ماه نو بآن مستی شکست امشب کلاه من
که خاتم هم قدح کج کرده می آید بر انگشتم

بچشم امتیازم اینقدر معلوم شد بیدل
که در دست ضعیفیها بجسم لاغر انگشتم

به بلین بساز و مپرس از ترانه که ندارم
توان بدیده شنیدن فسانه که ندارم

بسعی بازوی تسلیم در محیط توکل
شناورم بامید ترانهٔ که ندارم

هزار چاک دل آغوش چیده ام بتخیل
هوا پرست چه گیسوی شانهٔ که ندارم

بچاره سازی وهم تعلقم متحیر
مگر جنون زند آتش بخانهٔ که ندارم

دگر چه پیش توان برد در ادبگه نازش
بغیر آئینه بودن بهانهٔ که ندارم

فغان که بست ببالم هزار شعله طپیدن
نشیمنی که نبود آشیانهٔ که ندارم

زیاس بیدل ما گل نکرد شعلهٔ آهی
نفس چه ریشه دواند ز دانهٔ که ندارم

با این طاقت نمیدانم چه خواهد بود انجامم
نگین بی نقش میگردد اگر یک کس برد نامم

درین گلشن بهار حیرتم آئینه ها دارد / اگر طائر شوم طاؤسم و در نخل بادامم
شکوه حیرتم دیدار قاصد بر نمیدارد / مگر در محفل جانان برد آئینه پیغامم
جنون دارد ز مغز استخوانم برق سودائی / بطوف سوختن هم کسوت شمع است احرامم
سراغ تیره بختی هم نمی یابم بآسانی / بسوزم خویش را چون شمع تا روشن شود شامم
مگر از خود روم تا مدعای دل بعرض آید / صدائی در شکست خویش میدارد لب جامم

ز بس بار خجالت میکشم از زندگی بیدل
نگین با خود فرو رفتست از سنگینی نامم

صبح است تا دماغ تمنا رسانده ایم / چون شمع بوسه مژه تا پا رسانده ایم
گل میکند ز شعلهٔ خاکستر آشیان / بال شکسته که بعنقا رسانده ایم
ترک طلب بعمر طبیعی مقابل است / آئینه نفس بمسیحا رسانده ایم
طاوس ما بهار چراغان عبرتست / آئینه خانهٔ بتماشا رسانده ایم
آئینهٔ جهان بلطافت کدورتست / رخت پری ز شیشه بخارا رسانده ایم
از بس که بی بضاعت دردیم چون گهر / یکقطره اشک بر همه اعضا رسانده ایم
گر مستیت شکست دو عالم بشیشه کرد / ما همدلی به پهلوی مینا رسانده ایم

بیدل ز سحر کاری طول امل مپرس
کامروز تا رسیده بفردا رسانده ایم

هر خط مار است امشب زخمهای سینه ام / جوهر تیغی که گل کرده است از آئینه ام
مدعی گو جمع دارد دل ز داغ انتقام / روشنست از آتش یاقوت دود کینه ام
حیرت احکام تقویم خیالم خوانده نیست / تا مژه واری ورق گردانده ام پارینه ام
بس که شد آئینه ام صاف از کدورتهای وهم / راز دل تمثال می بندد درون سینه ام
خرقهٔ ناموس رسوائی کشید از احتیاط / بخیه از روی کار افتاد لیک از پینه ام

تا کجا از خود برآیم جوهر سعیم گداخت
بر هوا بسته است تشویش نفسها زینه ام

بیدل از افسردگیها جیبم آخر بخیه ریخت
ابر نیسانی برآمد خرقهٔ پشمینه ام

از هوس چون شمع گر سر در هوا برداشتم
چون تأمل شد گریبان نقش پا برداشتم

زندگانی جز خجالت مایهٔ دیگر نداشت
تر شدم چون اشک تا آب بقا برداشتم

ناتوانی در دماغ غنچه ام پرورده بود
پایمال عطسه گشتم تا هوا برداشتم

خواهشم آخر بزیر بار منت پیر کرد
پیکرم خم شد ز بس دست دعا برداشتم

هر کجا رفتم غبار زندگی در پیش بود
یارب این خاک پریشان از کجا برداشتم

بار هستی پیش از ایجادم دلیل عجز بود
چون هلال اول همان پشت دوتا برداشتم

شبنمم من زین حمل تا یک عرق آمد بعجز
بار صد ابرام بر دوش حیا برداشتم

طاقتم از ناتوانیهای مژگان بار داشت
یک نگه بیدل بزور صد عصا برداشتم

ز بس ضعیف مزاج جهان تدبیرم
چو صبح تا نفس از دل بلب رسد پیرم

هنوز جلوهٔ من در فضای بیرنگی است
خیالم و به نگه کرده اند زنجیرم

اثر طرازی اشک چکیده اینهمه نیست
توان بجنبش مژگان کشید تصویرم

زپاس قامت خم گشته ناله ام نفس است
شکسته اند بزور کمان پر تیرم

من آن ستم زده طفلم که مادر ایام
بجام دیدهٔ قربانی افگند شیرم

رمید فرصت هستی و من زساده دلی
چو صبح میروم از خویش تا نفس گیرم

چنان به ضعف عنان رفته از کفم بیدل
که من ز خویش روم گر کشند تصویرم

چون نگه عمریست داغ چشم حیران خودیم
زیر کوه از سایهٔ دیوار مژگان خودیم

شیشهٔ ما را درین بزم احتیاج سنگ نیست
از شکست دل مقیم طاق نسیان خودیم

نقد ما با فلس ماهی هم برواج افتاده است
درهم بیحاصلی بیرون همیان خودیم

ژاژخائی عمر صرف سخت جانی کرده است — همچو سوهان پای تا سر وقف دندان خودیم
چشم میباید گشودن جلوه گو موهوم باش — هر قدر نظاره می خندد گلستان خودیم
سیر دریا قطره را در فکر خویش افتادنست — دامن آنجلوه در دست از گریبان خودیم
نعمت فرصت غنیمت پرور توقیر ماست — میزبان عرض بهار تست مهمان خودیم
همچو مژگان شیوهٔ بی ربطی ما حیرتست — گر بهم آریم یکسر دست و دامان خودیم

گوهر اشکیم بیدل از گداز ما مپرس
آنقدر آب از حجاب وضع عریان خودیم

داغم از کیفیت آگاهی و اوهام هم — جنس بسیار است نقد فرصت ناکام هم
آنقدر از شهرت هستی خجالت نامه ام — گر نگین من چو شبنم میفروشد نام نم
بس که فرصتها پر افشان هوای وحشتست — از وصالم داغ دل میجوشد از پیغام غم
محمل موج نفس دوش طپیدن میکشد — عافیت در کشور ما دارد از آرام رم
زین نشیمن نغمهٔ شوقی بسامان کرده گیر — سایهٔ دیوار دارد زیر و پشت بام بم
آنچه ما در حلقهٔ داغ محبت دیده ایم — نی سکندر دیده در آئینه نی در جام جم
وعظ را نتوان به نیرنگ غرض بدنام کرد — این فسون با هر که میخوانی برون دام دم

بی لب نوشین او بیدل بزم عیش ما
گشته مینا و قدح باده در اجسام هم

فرو برد از غبار غیر چون آئینه زنگارم — بخواب ای دیده اکنون سایه پیدا کرد دیوارم
چه مقدار انجمن پرداز خجلت بایدم بودن — که عالم خانهٔ آئینه است و من نفس دارم
زبان حالم از انصاف عذر ناله میخواهد — گرانجانتر ز چندین کوهم و دل میکند بارم
بهم آورده بودم در غبار نیستی چشمی — برنگ نقش پا آخر بپا کردند بیدارم
باین رنگی که چون گل در نظر دارد بهار من — بگرد خویش گردیده است یاد او چه مقدارم
جنون صبحم از آشفتگیهایم مشو غافل — جهانی را ز سر وا میتوان کردن بدستارم
زاکسیر قناعت زادهٔ من گنجها دارد — کمم در چشم خلق اما برای خویش بسیارم

ندانم شعلهٔ جواله‌ام یا بال طاؤسم
محبت در قفس دارد به نیرنگی گرفتارم

ز شرم عیب جو چشم هنر برداشتم بیدل
بدرد خار پا داغ است چون طاؤس گلزارم

تیغ آهی بر صف اندوه امکان میکشم
خامهٔ یاسم خطی بر لوح سامان میکشم

خاک میگردم بصد بیطاقتیها چون سپند
غیر سپندارد عنان ناله آسان میکشم

بامروت توام افتاده است ایجاد من چو شمع
خار هم گر میکشم از پای مژگان میکشم

کس ندارد طاقت زور آزمائیهای من
بازوی عجزم کمان ناتوانان میکشم

سایهٔ بیدست و پائی از سر من کم مباد
گر شکوهش انتقام از برچه نتوان میکشم

کلفت مستوریم در بی‌نقابی داغ کرد
بار چندین پیرهن بر دوش عریان میکشم

در غبار خجلتم از تهمت آزادگی
من که چون صحرا هنوز از خاک دامان میکشم

از غبار خاطرم ای بیخبر غافل مباش
گرد باد آه مجنونم بیابان میکشم

لفظ من بیدل نقاب معنی اظهار اوست
هر کجا او سر برآرد من گریبان میکشم

محو دلم مپرس ز تحقیق عنصرم
آئینه چیده است دماغ تحیرم

پستی درین محیط گهر کرد قطره را
کسب فروتنی است عروج تفاخرم

دانش ز پیکرم عرق انفعال ریخت
گل کرد از گداز خجالت تحیرم

گرد هزار جاده بمنزل شکسته است
چون موج گوهر آبله پای تحیرم

حیرت بناتوانی من ناز میکند
رنگ شکسته‌ام چه قدرها بها درم

درد دلم گداز غمم داغ حیرتم
فریاد از خیالم و آه از تصورم

نقد دگر نمی‌شمرد کیسهٔ حباب
بیدل من از هوس شدن خویشتن پرم

حسرتی در دل نماند از بس که ما واسوختیم
یکدماغی داشتیم آن هم بسودا سوختیم

نشئهٔ تحقیق ما را شعلهٔ جواله کرد
گرد خود گشتیم چندانی که خود را سوختیم

وصل هم آبی نزد بر آتش سعی طلب
همچو خواب دیدهٔ ماهی بدریا سوختیم

درد یار ما چو شمع از بس که قحط درد بود
تا شود یکداغ پیدا جمله اعضا سوختیم

از نشان و نام ما بگذر که ما بیحاصلان
دفتر خود یکقلم در بال عنقا سوختیم

حال هم وهم است از مستقبل اینجا دم مزن
آتش ما شد بلند امروز فردا سوختیم

در کره یارب سپند بینوای ما چه داشت
بی تامل تا گشودیم این معما سوختیم

شب که شمع جلوه ات آتش فروز ناز بود
ما و بیدل تا پر پروانه یکجا سوختیم

چکید نهای اشکم یا شکست شیشهٔ رنگم
نفس دزدیده مینالم نمیدانم چه آهنگم

باین مستی قیامت طرفی او هام را نازم
بدور نه فلک باید کشیدن کاسهٔ تنگم

بحکم عشق معذورم گر از دل نشنوی شورم
نفس دزدیدن شور قیامت دارد آهنگم

نه دنیا مسکن الفت نه عقبی مامن راحت
بذوق امتحان یارب نیفشارد دل تنگم

به بیکاری نفسها سوختنم تا دل سیه کردم
ز دود شمع آخر سرمه دان شد کلبهٔ تنگم

بنا هنجاری از خود رفتنم صورت نمی بندد
پر طاؤسم و پرکار دارد گردش رنگم

ببینم تا کجا منزل کند سعی ضعیف من
باین یک آبله دل چون نفس عمریست میلنگم

دهد منشور شهرت نام را نقش نگین بیدل
پر پرواز دارد گر در آید پای در سنگم

در جگر صد رنگ طوفان کرده ایم
تا سرشکی نذر مژگان کرده ایم

تا نفس بر خود طپید آئینه است
چون حباب این جلوه سامان کرده ایم

حیرت از طاؤس ما پر میزند
وحشتی را نرگستان کرده ایم

ما و شمع کشته نتوان فرق کرد
آن قدر سر در گریبان کرده ایم

تا نم فرصت ز حیرت روشن است
جای مو مژگان پریشان کرده ایم

عشق از محرومی ما داغ شد
بی جنون چاک گریبان کرده ایم

ای توانائی بزور خود مناز
ما ضعیفان آنچه نتوان کرده ایم

ناله حیرتخانهٔ دیدار اوست
در نفس آئینه پنهان کرده ایم

از هجوم اشک ما بیدل مپرس
یار می آید چراغان کرده ایم

صفحهٔ هستی شرر تاراج آهی میکنم
یک نگه سیر چراغان جلوه گاهی میکنم

گر بهشتم مدعا میبود تقوی کم نبود
امتحان رحمتی دارم گناهی میکنم

بسکه چون صبحم تنک سرمایه افتاده است شوق
میدرم صد جیب تا اظهار آهی میکنم

هیچکس را جز حیا در جلوگاهش بار نیست
چشم میگردد عرق تا من نگاهی میکنم

دوستان معذور کز سر منزل عرض غرور
بسکه دورم یاد خود هم گاه گاهی میکنم

آنقدر واماندهٔ عجزم که مانند بلال
سیر ابرو تا جبین در عرض ماهی میکنم

قامت پیری سرم در دامن زانو شکست
شوق پنداره خیال کجکلاهی میکنم

بیدل از سیر بهارستان امکانم مپرس
بس که رنگم می پرد هر سو نگاهی میکنم

جبههٔ فکر ز خجلت عرق افشان کردیم
در شبستان خیال که چراغان کردیم

تازه روئی ز دل غنچهٔ ما صحرا ریخت
آنقدر چهره گشودیم که دامان کردیم

نتوان کرد بعرض دو جهان رنگ لباس
چشم بندیکه باین پیکر عریان کردیم

موج ما کشمکش از خاک نجوشید بلند
بحر عجزیم که در آئینه طوفان کردیم

در بساطی که سر و برگ طرب سوختنی است
فرض کردیم که ما نیز چراغان کردیم

اشک تا آبله پا شد همه دل میغلطد
آه جنسی که نداریم بدامان کردیم

دل هر ذرهٔ ما تشنهٔ دیدار تو بود
چشم بستیم و بزار آئینه نقصان کردیم

حاصل سینه بر آتش زدن ما چو سپند
اینقدر بود که یک ناله بسامان کردیم

وسعت آباد جنون وحشت شوقی میخواست
دامن چیده فشاندیم و بیابان کردیم

فکر خویش است سر انجام دو عالم بیدل
همه کردیم اگر سر بگریبان کردیم

بلب حرف طلب وزدم بل شور هوس سوزم
خیال خام من تا پختگی گیرد نفس سوزم

دلیل کاروان وحشتم افسردگی تا کی
خروشی گل کنم شمعی بفانوس جرس سوزم

زیاس مدعا تا چند باشم داغ خاموشی
مدد کن ای نفس تا بر در فریادرس سوزم

خزان رنگ مطلب اینقدر داروبسامانم
که عالم در فروغ شمع غلطد تا نفس سوزم

جهان چون صورت آئینه رفت از دیده ام بیدل
تحیر امتیازم سوخت از داغ چه کس سوزم

زسوز ماتم این انجمنها کی خبر دارم
چراغ خاموشم سر در گریبان سحر دارم

حیا چون شمع می پردازدم آئینهٔ عبرت
درین دریا بقدر آب گردیدن گهر دارم

نشد سعی غبارم آشنای طرف دامانی
چو مژگان بر سر خود میزنم دستی که بردارم

سراغم میتوان از دست برهم سوده پرسیدن
رم وحشی غزال فرصتم گرد دگر دارم

شبستان عدم یارب نخندد بر شرار من
که با صد شوخی اظهار یک چشمک شرر دارم

ادب پیمای دشت عجز مژگان برنمیدارد
تو سیر آسمان کن من به پیش پا نظر دارم

بهار بی نشانم دستگاه دردسر کمتر
چو گل دستی ندارم تا شکست رنگ بردارم

به نیرنگ لباس از خلوت رازم مشو غافل
که من طاؤسم و این حلقها بیرون در دارم

نگردد گوشه گیری دستگاه وحشتم بیدل
اشارت مشربم در کنج ابرو بال و پر دارم

حیرت دمد از شوخی گل کردن رازم
در آئینه جوهر شکند نغمهٔ سازم

چون غنچه سر زانوی تسلیم که دارم
صد جبهه بخون میطپد از وضع نیازم

تا سجده بهمواری خاکم نرساند
دارد گره ابروی محراب نمازم

وسعت گه انداز تغافل چه فسون داشت
بر روی دو عالم مژهٔ کرد فرازم

خواب عدم افسانهٔ تعبیر ندارد
آئینهٔ خاکم چه حقیقت چه مجازم

آزادی من عرض گرفتاری شوق است
چون دیدهٔ حیرت زدگان عقدهٔ بازم

شبنم بهوا تا چه قدر گرد نشاند
عمریست زخود میروم و آبله سازم

بیدل امل اندیشیم از عجز رسائی است
واماندگی افکند باین راه درازم

سنگ راهم بیخور و حرصی که دارد احتشام
روز اول طعمه از جز و نگین کرده است نام

پختگی نتوان بدست آورد بی سعی فنا
غیر خاکستر خیال شعله هم خام است خام

فکر استعداد خود کن فیض حرفی بیش نیست
صبح بهر عالمی صبح است بهر شام شام

تا سخن باقی بود در دست صهبای کمال
نیست غیر از خامشی چون صاف میگردد کلام

هر عمل آئینه دار جوهر تحقیق نیست
امتحانها محو شد تا تیغ می بندد نیام

خرمی میخواهی از افسرده طبعیها برآ
قدردان بوی گل بودن نمیخواهد زکام

سوختم از برق نیرنگ برهمن زاده
گر زمیدن واکند آغوش و گوید رام رام

یک تامل وار هم کم نیست سامان حیات
وای بر مغرور وهمی کز نفس جوید دوام

نام را نقش نگین بیدل دلیل شهرت است
بیشتر پرواز دارد نالهٔ مرغان دام

آمد زگلشن ناز آن جوهر تبسم
دل در کف تغافل گل بر سر تبسم

شمع کدام بزمی ای نسخهٔ تغافل
صبح کدام شامی ای پیکر تبسم

از صبح هستی ما شبنم نکرد اشکی
پر بی نمک دمیدیم از منظر تبسم

از فیض خندهٔ او غافل مباش بیدل
بی گرد فتنه نیست این لشکر تبسم

کی در قفس دام هوا و هوس افتم
آن شعله نیم من که به هر خار و خس افتم

چون صبح اگر دم زنم از حیرت هستی
از شرم شوم آب و بفکر نفس افتم

فریاد نفس یافتگان عجز رسائی است
ای وای که دور از تو بیک ناله رس افتم

سر تا قدمم نیست بجز ناله و اشکی
عالم همه ناز است بپای چه کس افتم

طاوس ز نقش پر خود دام بدوش است
بیدل چه عجب کز هنرم در قفس افتم

چنین آفت نصیب از طبع راحت بردن خویشم
اگر یک دانهٔ دل جمع کردم خرمن خویشم

چو گل در پیکرم یک غنچه جمعیت نمی خندد
بصد آغوش حیران لب بهم آوردن خویشم

سراغ رنگ هستی در طلسم خود نمی یابم
درین محفل چو شمع کشته داغ رفتن خویشم

چه مقدار آب گردد صبح تا شبنم بعرض آید
باین عجز نفس حیران مضمون بستن خویشم

تمیزی گر نبود اینقدر عبرت نبود اینجا
تحیر نامه در دست از مژه واکردن خویشم

چو مژگانم ز وضع خویش باید سرنگون بودن
بضاعت هیچ و من مغرور دست افشاندن خویشم

چو شمع از ضعف آغوش وداعم در قفس دارد
شکست رنگ برهم چیده پیراهن خویشم

بخاک افتادم اما در زمین عاریت بیدل
مگر برباد رفتن وانماید مسکن خویشم

امشب آن مست ناز میرسدم
رفتن از خویش باز میرسدم

موبمویم طپیدن آهنگ است
مگر آن دلنواز میرسدم

صبح شبنم کمین این چمنم
از نفس هم گداز میرسدم

گر رموز حقیقتم این است
هر کجایم مجاز میرسدم

سوی دنیا نبرده ام دستی
گر کنم پا دراز میرسدم

گر همین نفی خویش اثبات است
رنگ نارفته باز میرسدم

نیم از حشمت آنقدر محروم
مژه داری بناز میرسدم

عمرها رنگ بادم گرداند
بیخودی هم نیاز میرسدم

نرسیدم بهیچ جا بیدل
تا کجا امتیاز میرسدم

چو اشک امشب بساغر بادهٔ ناب دگر دارم
ز مژگان تا بدامن سیر مهتاب دگر دارم

غرور وحشتم بار تحیر بر نمیدارد
چو شبنم در دل آئینه سیماب دگر دارم

لب تر کرده ام گر سیر چشمی باج بگیرد
بجام بی نیازی چون گهر آب دگر دارم

چو شمع از خجلت هستی عرق پیماست جان من
نه مخمورم نه مستم عالم آب دگر دارم

کدام آسودگی چون حسرت دیدار میباشد — تو مژگان جمع کن غافل که من خواب دگر دارم

گریبان زار اسراریست بیدل هر سر مویم
محیط فطرتم طوفان گرداب دگر دارم

نه تنها نا امیداز وصل یارم دورم از دل هم — زبس حرمان نصیبم پیش من لیلی است محمل هم
غباری نیست بیتابی کزین وحشت سر جوشد — بهر کم فرصتی اینجا دماغی داشت بسمل هم
مبادا افسردگی دامان جولان طلب گیرد — درین وادی زپا منشین که در راهست منزل هم
غرور کیست سرمشق دبیرستان نومیدی — که دارد کجکلاهیها شکست فرد باطل هم
بتصویر خیال آئینهٔ زان جلوه قانع شو — همان تمثال خواهی دید اگر گشتی مقابل هم
نگه را ربط حیرت مانع جولان نمی باشد — گذشتن گر بود منظور مهمیز است حایل هم
زبی آرامی ساز نفس آواز می آید — که جای یک نفس راحت ندارد گوشهٔ دل هم

ترحم نیست بیدل غافل از حال شهید من
زجوهر در عرق خفته است اینجا تیغ قاتل هم

رنگ پر ریختهٔ الفت گلزار تو ایم — جسته ایم از قفس رنگ گرفتار تو ایم
خاک ما جوهر و هر ذره اش آئینه گر است — در عدم نیز همان تشنهٔ دیدار تو ایم
مرکز دیدهٔ دل غیر تمنای تو نیست — از نگه تا نفس یک خط پرگار تو ایم
اشک و آهست سواد خط پیشانی شمع — همه وا سوختهٔ سبحه و زنار تو ایم
بیش ازین ساغر الفت چه اثر بنماید — میرویم از خود و در حیرت رفتار تو ایم
دامن عفو حمایت کدهٔ غفلت ماست — خواب راحت قفس سایهٔ دیوار تو ایم
جنس موهوم نفس شیفتهٔ بازش نیست — قیمت ما همه این بس که ببازار تو ایم
مست کیفیت نازیم چه هستی چه عدم — هر کجا ایم همان ساغر سرشار تو ایم
خورده بر بیش و کم ذره نگیرد خورشید — ای تو در کار همه ما همه در کار تو ایم

ناله سامان جبین سائی اشکست اینجا
بیدل از درد دل خود ادب اظهار تو ایم

از این حیرت قفس روزی دو نپسندید آزادم
که آن ناز آفرین صیاد خوش دارد به فریادم

نفس را دام الفت خوانده ام چون صبح از غافل
که از خود می برد زین خاکدان آخر همین یادم

دماغ نکهت گل از وداع غنچه می بالد
محبت همچو آه از دامن دل کرد ایجادم

خبر از خود ندارم لیک در دشت تمنایت
دل گمگشته دارم که از من می دهد یادم

غبار ناتوانم بسته نقش دست امیدی
که نتواند ز دامانت کشیدن کلک بهزادم

فلک مشکل حریف منع پروازم تواند شد
چو آواز جرس گیرم قفس سازد ز فولادم

ز پرواز دگر چون بلبل تصویر محرومم
پری در رنگ می افشانم و حیران صیادم

زمانی در سواد سایهٔ مژگان تحمل کن
مگر از سرمه دریابی شکست رنگ فریادم

نفس از شش جهت باز است اما ساز وحشت کو
منم آن بی پر و بالی که نتوان کرد آزادم

شکوه فطرتم فرش است هر جا می روم بیدل
ز هستی تا عدم یک سایه افکندست شمشادم

شب که آیینهٔ آن آینه رو گردیدم
جلوهٔ کرد که من هم همه او گردیدم

خجلت سجدهٔ خاک در او کرد مرا
آنقدر آب که سامان وضو گردیدم

چون سحر سیر جهان تهمت جولان من است
نفسی بود که در پردهٔ او گردیدم

فرصت سلسلهٔ زلف دراز است اینجا
من و یک موی میان تو دو مو گردیدم

گل شبنم زده بی روی تو داغم دارد
از کجا مایل این آبله رو گردیدم

ترک جولان هوس موج گهر کرد مرا
جمع در جیب خودم گر همه سو گردیدم

ناتوانیست پریخانهٔ صد رنگ امید
مفت نقاش خیال تو که مو گردیدم

پیکرم غوطه بصد موج گهر زد بیدل
خوش غبار هوس آن سر کو گردیدم

سحر کیفیت دیدار از آئینه پرسیدم
بحیرت رفت چندانی که من هم محو گردیدم

بذوق وحشتی از خود تهی کردم جهانی را
جنون چندین نیستان کاشت تا یکناله نالیدم

بعریانی خیالم بار چندین پیرهن دارد
سواد فقر پرورد است یکسر در شب عیدم

بشوخی گردشی از رنگ تصویرم نمی آید
که من در خامهٔ نقاش پیش از رنگ گردیدم

زچندین پیرهن بر قامت موزون رعنائی
لباس عافیت چسپان ندیدم چشم پوشیدم

مرا از وهم عقبی سخت میترسانی ای زاهد
باین تهدید اگر مردی برآر از ملک امیدم

نه آهنگی است نی سازی نه انجامی نه آغازی
بفهم خویش مینازم نمیدانم چه فهمیدم

چراغی حیرت دیدار خاموشی نمیخواهد
تحیر ناله بود اما من بیهوش نشنیدم

ندانم سایهٔ سرو روان کیستم بیدل
برنگی رفته ام از خود که پنداری خرامیدم

نفس را بعد ازین در سوختن افسانه میسازم
چراغی روشن از خاکستر پروانه میسازم

سراپا خار خارم سینه چاک طرهٔ یارم
بجسمم استخوان تا صبح گرد شانه میسازم

محبت در عدم بی نشئه نپسندد غبارم را
همان گرد سرت میگردم و پیمانه میسازم

دماغ طاقتی کو ناتوان گامی زخود رفتن
سرشکت ناتوانم لغزش مستانه میسازم

عقوبتها گوارا کرد بر من بی پر و بالی
نفس چندانکه تنگی مینماید دانه میسازم

سر و برگ تسلی دیده ام وضع عبارت را
برای یکمژه خواب اینقدر افسانه میسازم

مبادا بیدل آن گنجی که میگویند من باشم
مرا هم روزگاری شد که با ویرانه میسازم

زچاک سینه آهی می نویسم
کتانم حرف ماهی می نویسم

غبار انتظار کیست اشکم
که هر سطری براهی می نویسم

برنگ سایه مشق دیگرم نیست
همین روز سیاهی می نویسم

نیاز آئینهٔ اسرار ناز است
شکست کجکلاهی می نویسم

زدل نقش امیدی جلوه گر نیست
برین آئینه آهی می نویسم

دو عالم نسخهٔ حیرت سواد است
بهر صورت نگاهی می نویسم

چو صبحم صفحه بی نقش است بیدل
درو گرد سیاهی می نویسم

عجز طوفان کرد محو الفت امکان شدیم
ریخت قدرت بال و پر تا گرد این دامان شدیم

ای بسا نقشی که آگاهی بیاد ما کشید
ما کنون زیب تغافل خانهٔ نسیان شدیم

پیکر ما را چو گردون بی سبب خم کرده اند
در میان گوئی نبود آدم که ما چوگان شدیم

بی تمیزی داشت ما را ناز پرورد غنا
آخر از آدم شدن محتاج آب و نان شدیم

بی حجاب سبزه نتوان دید عرض نوبهار
پیرهن کردیم سامان هر قدر عریان شدیم

پشت دستی هم نشد ریش از ندامتهای ما
طبع ما وقتی پریشان شد که بی دندان شدیم

بس که ما را شعلهای درد و داغ از هم گداخت
آب گشتیم و روان از دیدهٔ باران شدیم

مشت خاک تیره را آئینه کردن حیرتست
جلوهٔ کردی که ما هم دیدهٔ حیران شدیم

بیدل از ما عالمی با درس معنی آشناست
ما بفهم خود چرا حرف خط نادان شدیم

پروانه شوم تا پر طاوس گشایم
از عالم عنقا چه خیال است برآیم

با موج گهر باخته ام دست و گریبان
از دامن خود نیست برون لغزش پایم

تا غرّه بافسون سعادت نتوان زیست
بر سایهٔ خود بال فشانده است همایم

از صنعت مشاطگی یاس مپرسید
کز خون مراد دو جهان بست حنایم

ذرات جهان چشمک اسرار و صفاست
آغوش من اینست که چشمی بگشایم

کونین غباریست کز آئینهٔ من ریخت
کو عالم دیگر که من از خویش برآیم

جیب نفسی میدرم و میروم از خویش
کس نیست بفهمد که چه رنگست قبایم

تحقیق ز موهومی سازم چه نماید
تمثال دوئی نیست بهر آئینه جایم

ساقی قدحی چند مشو مانع تکلیف
شاید روم از یاد خود و باز نیایم

بیدل مکن آرام تمنا که در ایجاد
بر باد نهادند چو پرواز بنایم

گهی بر صبح پیچیدم گهی با گل جنون کردم
بچاک صد گریبان خویش را از خود برون کردم

شرار کاغذ من محمل شوق که بود امشب
که هر جا جلوه کرد آسودگی وحشت فزون کردم

شکستم تا برون جستم من از تشویش پیدائی
برای چشم بند هر دو عالم یکفسون کردم

بقدر هر نفس بلبایدم از خویشتن رفتن
غبار یرا بقدر جانگینها بی ستون کردم

نسیم سبزه تاز من عرق آورد و شبنم شد
درین خجلت سرا کاریکه بلباید کنون کردم

چه خواهد خواست عذر ما ز پروازیکه رنگش را
بتکلیف خرام سایهٔ گل نیلگون کردم

حنای دست او بیدل هوا پیمای سودن شد
من از شمشیر بیدادش نه مردم بلکه خون کردم

عافیتها بر مزاج پرفشان دزدیده ام
چون شرر در جیب پرواز آشیان دزدیده ام

دم زدن با چرخ بر می آردم زین خاکدان
در نفس چون صبح چندین نردبان دزدیده ام

همچو عمر از وحشت حیرت سراغ من مپرس
روز و شب میتازم و از خود عنان دزدیده ام

یکقلم جنس دکان ما و من شور و شر است
مفت راحتها که خود را در میان دزدیده ام

چون مه نو گر همه بر چرخ بردم داغ شد
جبهه کز سجدهٔ آن آستان دزدیده ام

در کتاب فهم عنقا نیز نتوان یافتن
لفظ آن نامی که از ننگ نشان دزدیده ام

در گره دارد تغافل نقد و جنس کائنات
بسته ام چشم و زمین تا آسمان دزدیده ام

بیدل از ناموس اسرار تمنایم مپرس
سینه از آه و لب از جوش فغان دزدیده ام

بباغی که چون صبح خندیده بودم
ز برگ گل دامنی چیده بودم

جنون میچکید از در و باغ امکان
دماغ خیالی تراشیده بودم

اگر سبزه رستم و گر گل دمیدم
بمژگان نازت که خوابیده بودم

کس آئینه دارت نشد ورنه من هم
بحیرت امیدی تراشیده بودم

چرا آب گوهر نباشد غبارم
براه تو چون اشک غلطیده بودم

ادب نیست در راه او پا نهادن
اگر سر نمیبود لغزیده بودم

ندانم کجا رفتم از خویش بیدل
بیاد خرامی خرامیده بودم

بفقر آخر سر و برگ فنای خویشتن گشتم
سراب موج نقش بوریای خویشتن گشتم

بقدر گفتگو هر کس درینجا محملی دارد
دو روزی منهم آواز درای خویشتن گشتم

ندانم شعلهٔ افسرده ام یا گرد تمثالم
که تا از پا نشستم نقش پای خویشتن گشتم

سواد نسخهٔ عشقم بدرس حسن روشن شد
گشودم بر تو چشم و آشنای خویشتن گشتم

سراغ مطلب نایاب مجنون کرد عالم را
بذوق خویش من هم در قفای خویشتن گشتم

خطر پیمای جام بیخودی معذور می باشد
بیاد گردش چشمت فدای خویشتن گشتم

کباب یک نگاه گرم بود اجزای من بیدل
برنگ شمع از سر تا بپای خویشتن گشتم

ز غفلت گر همه یکداغ سامان بود در دستم
همان انگشتر ملک سلیمان بود در دستم

درین گلشن نه گل دیدم نه رمز غنچه فهمیدم
ز دل تا عقدهٔ یک چشم حیران بود در دستم

پرافشانی ز موج گوهرم صورت نمی بندد
سر این رشته تا بودم پریشان بود در دستم

سواد عجز روشن کردم و درس دعا خواندم
درین مکتب همین یکخط شبخوان بود در دستم

بهر بیدستگاهی گر بقسمت میشدم قانع
کف خود دامن صحرای امکان بود در دستم

جنون آوارهٔ دیر و حرم عمریست میگردم
شکایت نقش بر هر ذره عنوان بود در دستم

کف صیقل بردسودن درین هنگامهٔ عبرت
بحیرت مردم و آئینه پنهان بود در دستم

چو صبح از کسوت هستی نبردم صرفه جز چاکی
چه سازم جیب فرصت دامن افشان بود در دستم

شبم آمد بکف بیدل حضور دامن وصلی
که ناخن هم ز شوقش چشم حیران بود در دستم

گاه خرد مشربم گاه جنون خودم
انجمن جلوهٔ بوقلمون خودم

تا بثریا رسید آبلهٔ پائی من
اینقدر افسردهٔ همت دون خودم

خلوت آئینه ام موج پری میزند
این که تو ام دیدهٔ نقش برون خودم

قطرهٔ این بحر را ظاهر و باطن یکیست
هم ز برون دیدنیست آنچه درون خودم

گر نبود زندگی رنج هوسها گر است
در خور آب بقا تشنهٔ خون خودم

در خور ظرف خیال حوصله دارد حباب
بیدل دریاکش جام نگون خودم

چراغ خامشم حیرت نگاه محفل خویشم
سپند پای تا سر داغم اما بر دل خویشم

نمیخواهم که پیمان طلب یابد شکست از من
وگرنه هر کجا از پا نشستم منزل خویشم

بچشم آفرینش نیست چون من عقده اشکی
چکیدنها اگر دستم نگیرد مشکل خویشم

خجالت بایدم چون گل کشید از دامن قاتل
که من واقف ز اجر خونبهای بسمل خویشم

ز دریای قناعت سیر چشمی گوهری دارم
همه گر قطره باشم قلزم بی ساحل خویشم

اگر صد عمر گردد صرف پروازم درین گلشن
همان چون گل قفس پروردهٔ چاک دل خویشم

کباب عافیتم بید باغ افسرده جاهم
چو شمع خواب فراغت بس است ترک کلاهم

بحیرتم جرس کاروان شوق که دارد
که شور حسرت گل میچکد ز تار نگاهم

غرور حسن تو زیر قدم نکرد نگاهی
بوادیی که دل برق سوخت عجز گیاهم

عبث درین چمنم نیست پرفشانی الفت
چو صبح بوی گلی دارد آشنائی آهم

قدم بدامن تسلیم بشکنم بچه جرات
دل شکسته شکست شیشه بر سر راهم

کفیل عافیت من بس است وضع ضعیفی
ز رنگ رفته همان سر بهالش پر کاهم

بقطرگی ز محیطم مباش اینهمه غافل
اگرچه موج گهر نیستم حباب کلاهم

بصفحه که نویسند حرفی از عمل من
خطی است نقطه اش از انفعال بار گناهم

چه آفتاب قیامت چه تاب آتش دوزخ
تری نبرد ز نقشی که کرد نامه سیاهم

چه ممکن است بنالد به عجز ریشهٔ دردم
شکست آبله می افکند چو تخم براهم

بجلوهٔ تو ندانم چه سان رسم من بیدل
بخود نمی رسم از بس که نارساست نگاهم

باز برخود تهمت عیشی چو بلبل بسته ام
آشیانی در سواد سایهٔ گل بسته ام

از گهر ضبط عنان موج دریا روشن است
جزوی از دل دارم و شیرازهٔ گل بسته ام

از هجوم ناتوانیهای جوشش آبله
بازروی قطره آبی میگذرم پل بسته‌ام

گردش رنگ شرارم شعله جواله ریخت
نقش جام دیگر از دور تسلسل بسته‌ام

نسخهٔ آئینهٔ دل جای درس حیرت است
چون نفس ناچار پیمان تأمل بسته‌ام

نیستم دلکوب این محفل چو مینای تهی
بیشتر از رفتن خود بار قلقل بسته‌ام

چون صدا اسیرم برون از کوچهٔ زنجیر نیست
گر ز گیسو بر گرفتم دل بکاکل بسته‌ام

میدهم خود را بیادش تا فراموشم کند
مصرعی در رنگ مضمون تغافل بسته‌ام

یاد شوخیهای نازت دارد ایجاد بهار
محو دستار توام گل بر سر گل بسته‌ام

اوج عزت نیست بیدل دلنشین همتم
پرتو خورشیدم احرام توکل بسته‌ام

میرسد گویند باز آن آفتاب صبحدم
صبح کی خواهد دمید ای من خراب صبحدم

آسمان گر بی حسد میبود در ابنای فیض
دیده‌های آخرش میداشت تاب صبحدم

این زیارتگاه وحشت قابل نظاره نیست
عزم گلزار دگر دارد شتاب صبحدم

فیض هم در خورد استعداد می‌بخشد اثر
تکمه نتوان بست در بند نقاب صبحدم

آبرنگ باغ فیض از عالم افراط نیست
به که جز شبنم نیفشاند سحاب صبحدم

غفلت ایام پیری از سر من وانشد
سخت دشوار است بیدل ترک خواب صبحدم

نسخهٔ هیچیم و هستی از عدم آورده‌ایم
ما و من حرفی که میگردد رقم آورده‌ایم

ای فلک از ما ضعیفان بیش ازین طاقت مخواه
چون مه نو خویش را بر پشت خم آورده‌ایم

بر درت پیشانی خجلت شفیع ما بس است
سجدهٔ در بار ما گر نیست نم آورده‌ایم

صبح ما روشن سواد نسخهٔ آرام نیست
سطر گردی در خیال از مشق رم آورده‌ایم

عمرها با محرم جیب تأمل باختیم
تالنون ما و خیالت سر بهم آورده‌ایم

سعی ما واماندگان سر منزل دیگر نداشت
همچو لغزش روی بر نقش قدم آورده‌ایم

اینقدر رقص سپند ما بامید فناست
ناله در باریم تا بند هم آورده‌ایم

همت ما چون سحر منت کش اسباب نیست
اینقدر هستی که داریم از عدم آورده ایم

حاصل جمعیت اسباب جز عبرت نبود
مفت ما بیدل که مژگانی بهم آورده ایم

بدل گردی ز هستی یافتم از خویشتن رفتم
نفس تا خانهٔ آیینه روشن کردمن رفتم

درین گلشن که سیر رنگ بوی خودسری دارد
جهانی آمد اما من بیاد آمدن رفتم

ز بزم او چه امکانست چون شمع برون رفتن
اگر از خویش هم رفتم بدوش سوختن رفتم

باگاهی نبردم صرفهٔ تدبیر عمر یانی
ز غفلت چشم پوشیدم بفکر پیرهن رفتم

پر طاوس دارد محمل پرواز مشتاقان
بیادت هر کجا رفتم بسامان چمن رفتم

ادا فهم رموز غیب بودن دقتی دارد
عدم شد جیب فطرت تا بفکر آن دهن رفتم

صدای ساغر الفت جنون کیفیت است اینجا
لب او تا بحرف آمد من از خود چون سخن رفتم

چو شمعم مانع وحشت نشد بیدست و پاییها
بلغزشهای اشک آخر برون زین انجمن رفتم

باتش جگر خوردم بنفی خود دل افشردم
ز معنی چون اثر بردم نه او آمد نه من رفتم

چو گردون عمرها شد بال وحشت میزنم بیدل
نرفتم آخر از خود هر قدر از خویشتن رفتم

رفت فرصت ز کف اما من حیرت توام
آنقدر رو ست ندارم که توان سود بهم

کو مقامی که توان مرکز هستی فهمید
از زمین تا فلک آغوش کشیده است عدم

عشق هر جا فکند مائدهٔ حسن ادب
هم بیایت که بپایت نتوان خورد قسم

آبروئی که بود عاریتی روسیهی است
جمله زنگست اگر آئینه بردارد نم

عجز رفتار همان مرکز جمعیت ماست
قدم آبله آبه که بدزدد شبنم

طالب صحبت معنی نظران باید بود
خاک در صحن بهشتی که ندارد آدم

قدر احسان اگر اینست که من میدانم
لب زخمی نتوان بست بشکر مرهم

عجز طاقت چه قدر سرمهٔ عبرت دارد
بس که خم قد ما گشت سرم محو قدم

بچه امید کنم خواهش وصلش بیدل
من که آغوش وداع خودم از قامت خم

شب چشم امتیازی برخویش باز کردم
آئینهٔ تو دیدم چندان که ناز کردم

صبح جنون نزادم شوق بهیچ شادم
گردی بباد دادم افشای راز کردم

ممنون سعی خویشم کز عجز نارسائی
کار نکردهٔ دی امروز باز کردم

آسوده ام در اندیشت از فیض نارسائی
کز دست کوته خود پائی دراز کردم

در دشت بی نشانی شبنم نشان صبحم
عشقت زمن باثر خواست اشکی نیاز کردم

اسباب بی نیازی در رهن ترک و نیاست
کشتن دگرچه لازم چون احتراز کردم

مینای من زحیرت در سنگ خون شد آخر
تا می بخاطر آمد یاد گداز کردم

جز یک طپش سپندم چیزی نداشت بیدل
آتش زدم بهستی کین عقده باز کردم

نه فکر غنچه نی اندیشهٔ گل میکند شبنم
بمضمون گداز خود تامل میکند شبنم

درین گلشن که راحت برده انداز بستر رنگش
بامید ضعیفیها توکل میکند شبنم

توهم از خود برون آ محو خورشید حقیقت شو
بیک پرواز جزو خویش را کل میکند شبنم

طرب خواهی دمی بر سنگ زن پیمانهٔ عشرت
قدحها از گداز خویش پرمل میکند شبنم

تو محرم نشئهٔ اسرار خاموشان نهٔ ورنه
درین گلزار بیش از شیشه قلقل میکند شبنم

زسامان عرق بیدل خطش حسن دگر دارد
گهر در رشتهٔ موج رگ گل میکند شبنم

دوش چون نی سطر دردی میچکد از خامه ام
ناله تا خواهد پر افشاند از کشاد نامه ام

تا بکی پوشد نفس عریان تنیهای مرا
بیشتر چون صبح رنگ چاک دارد جامه ام

دیگ زهدی در ادبگاه محبت پخته ام
زیر سرپوش حباب گنبد عمامه ام

مشق راحت نیست مژگانی که می آرم بهم
بیرخت خط میکشد بر نقش هستی خامه ام

بیدل از یوسف دماغ بی نیاز من پر است
انفعال بوی پیراهن ندارد شامه ام

یاد آن فرصت که عیش رایگانی داشتیم
سجدهٔ چون آسمان بر آستانی داشتیم

یاد آن سامان جمعیّت که در صحرای شوق
بس که میرفتیم از خود کاروانی داشتیم

یاد آن سرگشتگی کز نسبتش چون گردباد
در زمین خاکساری آسمانی داشتیم

یاد آن غفلت که از گرد متاع زندگی
عمر دامن چیده بود و ما دکانی داشتیم

ای برهمن بیخبر از کیش همدردی مباش
پیش ازین هم طاعت نامهربانی داشتیم

هر قدر او جلوه می افروخت ما می سوختیم
درخور عرض بهار او خزانی داشتیم

در سراغ خیالش از طپیدنهای دل
نا غباری بوده ما بر خودگمانی داشتیم

دست ما محروم ماند آخر ز طوف دامنش
خاک نم بودیم و گرد ناتوانی داشتیم

جرات پرواز را جا نیست بیدل ورنه ما
در شکست بال فیض آشیانی داشتیم

پرافشانم چو صبح اما گرفتاری هوس دارم
بقدر چاک دل خمیازهٔ شوق قفس دارم

ضعیفی کسوتم از دستگاه من چه میپرسی
پری چون مور اگر پیدا کنم حکم مگس دارم

تظلم پاس دارد ورنه من از صبر ناکامی
نفس دزدیدنی سرکوب صد فریادرس دارم

دل نالانی از اسباب امکان کرده ام حاصل
هوس گو کاروانها ساز کن من یک جرس دارم

نفس تا میکشم فردوس در پرواز می آید
برنگ بال طاوس آرزوها در قفس دارم

هجوم نشئهٔ دردم مپرس از عشرتم بیدل
چو مینا خون دل میریزم و عرض نفس دارم

چنین از گردش چشم تو می آید بجان انجم
سزد گر شرم ریزد چون عرق تا آسمان انجم

عرق جوش است حسن از شوق چشم حیرتی وکن
قدح باید گرفت آندم که آید در میان انجم

ز گردون مایهٔ عشرت طمع دارم ازین غافل
که اینجا همعنان اشک می آید روان انجم

شراری چند سامان کن اگر بر خود زدی آتش
نمی آید بکام بینوایان رایگان انجم

تو از غفلت بصد امید سودا کرده ورنه
بغیر از چشمک خشکی ندارد در دکان انجم

مخور بیدل فریب تازگی از محفل امکان
که من عمریست می بینم بجان چرخ و همان انجم

چون غنچه در خیال تو هرگاه رفته ایم / محمل بدوش بیخودی آه رفته ایم
راه سفر اگر همه ابروست تا جبین / از ضعف چون هلال بیک ماه رفته ایم
فرصت ز رنگ ماست پر افشان نیستی / غافل ز ما مباش که ناگاه رفته ایم
بانگ دراست قافلهٔ بیقرار ما / یک گام ناگشوده بصد راه رفته ایم

بیدل به بیدلی گرهی نیست ناله ام
آزاده ایم اگر همه در چاه رفته ایم

بحسرت خویش را بیگانهٔ ادراک میسازم / جنون ناتوانم جیب مژگان چاک میسازم
ز استغنای نومیدیست ها من دست افسوسی / که گر بر هم زنم نقش دو عالم پاک میسازم
همای لامکان پروازم و از بی پر و بالی / به پستی مانده ام چندانکه با افلاک میسازم
شکار افکن چو خون صیدم از جا بر نمیدارد / ز نومیدی بخود می پیچم و فتراک میسازم
غرور اعتبار از قصر و بام و در نمیبازد / بآه سرد گردابی که دارم چاک میسازم
بعریانی تظلم نیز از من چشم می پوشد / اگر باشد گریبان تازه در دل چاک میسازم

درین ماتم سرا بیدل مپرس از کسوت شمعم
ز من تا آستینی هست مژگان پاک میسازم

کو جهد که چون بوی گل از هوش خود افتم / یعنی دو سه گام آنسوی آغوش خود افتم
کو لغزش پایی که بناموس وفایت / بار دو جهان گیرم و بر دوش خود افتم
ای بخت سیه روز چرا سایه نکردی / تا در قدم سرو قباپوش خود افتم
بهر دگران چند کنم وعظ طرازی / ایکاش شوم حرفی و در گوش خود افتم

بیدل همه تن بار خودم چون نفس صبح
بر دوش که افتم اگر از دوش خود افتم

نور جان در ظلمت آباد وطن گم کرده ام / آه ازین یوسف که من در پیرهن گم کرده ام
وحدت از بار دوئی اندوه کثرت میکشد / در وطن ز اندیشهٔ غربت وطن گم کرده ام
گر عدم حایل نباشد زندگی موهوم نیست / عالمی را در خیال آن دهن گم کرده ام

موج دریا در کنارم از تک و پویم مپرس / آنچه من گم کرده ام از نایافتن گم کرده ام

چون نم اشکی که از مژگان فرو ریزد بخاک / خویش را در نقش پای خویشتن گم کرده ام

چون نفس از جستجوی مدعا آگه نیم / اینقدر دانم که چیزی هست من گم کرده ام

اگر دریا نگیرد خورده بر بیش و کم شبنم / تو هم بر اشک ما قوت مگیر از عالم شبنم

بچشم محو گلزارت نگه شوخی نمیداند / تحیر میکند همواری از پیچ و خم شبنم

درین گلشن که شخص از شرم پیدائی عرق دارد / سحر گل کردن ما گشت آخر محرم شبنم

طلسم حیرتست آئینه دار کسوت هستی / مدان جز حلقهٔ چشمی نگین خاتم شبنم

طربها خاک لست آنجا که دل بیمدعا گردد / درین گلشن چمن فرشست بیدل بی‌غم شبنم

زین گونه اگر باد برد حاصل خاکم / چون صبح چکد شبنم از اشک دل چاکم

از بسمل شمشیر وفا هیچ مپرسید / دارم نظر ذوق بلاکی که بلاکم

دل شمع خیالی است که تا حشر نمیرد / زنهار تکلف مفروشید بخاکم

تر نیستم از خجلت آئینهٔ هستی / تمثال کشیده است ته دامن پاکم

بیدل بخیال مژهٔ چشم سیاهی / امروز سیه مست تر از سایهٔ تاکم

نه خط شناس امیدم نه درس واقف بیم / بحیرتم که محبت چه میکند تعلیم

بغیر سجده ز سیمای عجز ما مطلب / جبین آئینه و سجده داری تسلیم

چه نالها که ز یاد تو بر دلم خون شد / حذر که صورت منقار ما دلیست دونیم

عبث مناز که خونت بخاک میریزند / سر شکست را قدم از جرات خود است دونیم

نشست شعله ام از باد سوختن برخاست / نفس گداخته را رنگ میکند تعظیم

ز نسبت دهنت بسکه لذت اندوز است / بهم دو بوسه زند لب گهر تکلم میم

درون پردهٔ هستی تردد انفاس / اشاره ایست که اینجا مسافریست مقیم

ز شور وحدت و کثرت بدرد سر نروی
حدیث ذره و خورشید مبحثی است قدیم

چو ابر دست بدامان اشک زن بیدل
مگر ز گریه برآید سیاهیت ز گلیم

قیامت کرد گل در پیرهن بالیدنت نازم
جهان شد صبح محشر زیر لب خندیدنت نازم

تغافل در لباس بی نقابی اختراع است این
جهانی را بشور آوردن و نشنیدنت نازم

عتاب از چین پیشانی ترحم خرمن است اینجا
تبسم کردن و تیغ غضب نامیدنت نازم

ز شور قطره جز دریا کسی دیگر چه میداند
دلم در دوست و من از حال دل پرسیدنت نازم

نفس در عرض وحشت باز آزادی نمیخواهد
قبا عریانی و آنگاه و دامن چیدنت نازم

تغافل صد نگه میپرسد از احوال من بیدل
مژه نگشوده سوی خاکساران دیدنت نازم

نالهٔ عجز نوای لب خاموش خودم
نشئهٔ شوقم و دُردی می سرجوش خودم

با اسیران وفا آفت دوران چه کند
جوشنی در نظر از بال قفس پوش خودم

نقد کیفیتم از میکدهٔ یکتائی است
میکشم جرعه ز دست تو و مدهوش خودم

عضو عضوم چمن آرای پر طاوس است
بخیال تو هزار آینه آغوش خودم

انتظار هوس کردن خوبان تا چند
کاش صبحی دمد از طرف بناگوش خودم

چه خیال است کشم حسرت دیگر چو حباب
من که از پاس نفس آبله بر دوش خودم

شمع تصویرم و از داغ نیم افسرده
آنقدر سوختهٔ آتش خاموش خودم

بیدل از فکر غم و عیش گذشتن دارد
امشبی دارم و فرصت شمر دوش خودم

بعد مردن نیست پنهان نیز داغ بسملم
روشن از دیدهٔ حیران چراغ بسملم

دستگاه راحتم منت کش اسباب نیست
در پر خویشم پس بالین فراغ بسملم

جنس دیگر چیست تا از دوستان بندد دریغ
تیغ قاتل هم ز خون گرمی است داغ بسملم

رنگ دارد آتشی از کاروان بوی گل
میتوان از موج خون کردن سراغ بسملم

پرفشانیهای یاس آخر تمکین میکشد	عافیت مفت است اگر باشد دماغ بسملم

چشم قربانی ندارد احتیاج مردمک
باده پر صافست بیدل در اياغ بسملم

تا گشته بر حدیث لبت آشنا لبم	چون ساغر نگه ز تحیر لبالبم
چون گل بباغ دهر ز جوش هجوم زخم	بهر ثنای تیغ تو سر تا بپا لبم
می پیچیدم زبان تمنا برنگ موج	خشک است همچو بحر ز شوق نوا لبم
نام ترا که گوهر مقصود گفتگو است	بگرفته چون صدف بدو دست دعا لبم
میترسم از فراق برنگی که گاه حرف	در خون طپیم اگر شود از هم جدا لبم
تا چند پرسی از من آشفته حال دل	چون ساغر شکسته ندارد صدا لبم
چون بحر کز حباب برون آورد نفس	تبخاله میشود سخن از سینه تا لبم

بیدل خموشیم ز فنا میدهد نشان
اگه نیم که این لب گور است یا لبم

ردیف نون

در خور گل کردن فقر است استغنای من	نیست جز دست تهی صفر غرور افزای من
نیستم وحشت کمین الفت پرستم در لباس	چشمکی دارد پری در کسوت مینای من
گاه آه یاس گاهی ناله عریان میشود	خلعت دل را چه کوتاهی است بر بالای من
سیر دیر و کعبه جز آوارگیهایم نخواست	شد هوا گیر فشار این مکانها جای من
دستگاه عبرت آنجا جز تعلق هیچ نیست	میگشاید چشم من چون شمع خار پای من
تا قیامت بایدم سرگشته پرواز بود	دام دارد در هوا صیاد بی پروای من
از غبار شیشه ساعت قدح پر میکشم	خشکی این بزم نم نگذاشت بر صهبای من
سرکشیدنهای اشکم غافل از عجزم مباش	آستان سجده می آراید استغنای من
فرصت از کف رفت دل کاری نکرد افسوس عمر	کاروان بگذشت من در خواب بودم وای من
میکشم چون صبح از اسباب این وحشت سرا	تهمت ربطی که نتوان بست بر اجزای من
سایه‌ام بیدل ز نیرنگ غم و عیشم مپرس	نیست ممتاز آنقدر روز من از شبهای من

روانی نیست محو جلوه را بی آب گردیدن
سزد گر از اشک آموزد نگاه ناخرامیدن

درین دریا که عریانیست یکسر ساز امواجش
حباب ما به پیراهن رسید از چشم پوشیدن

ز خواب عافیت چون موج گوهر مستیم غافل
بهم می آورد مژگان من بر خویش بالیدن

اگر فرصت نقاب از چهرهٔ تحقیق بردارد
شرار کاغذ ما و هزار آئینه گردیدن

ز خودداری تبرا کن اگر آرام میخواهی
که چون اشکست اینجا عافیت در ره لغزیدن

ادب پروردهٔ تسلیم دیرستان اصنامم
دل آتشخانهٔ دارد که میباید پرستیدن

تو بر خود جلوه کن من هم همین حیرتی دارم
نداند عکس راه خانهٔ آئینه پرسیدن

ندارد آگهی جز حسرت وضع حباب اینجا
سراپا چشم باش اما ادب فرسای نادیدن

در آن محفل که لعل او تبسم میکند بیدل
اگر پاس ادب داری نخواهی خاک بوسیدن

چنین کشتهٔ حسرت کیستم من
که چون آتش از سوختن زیستم من

نه شادم نه محزون نه خاکم نه گردون
نه لفظم نه مضمون چه معنیستم من

نوائی ندارم نفس می شمارم
اگر ساز عبرت نیم چیستم من

بخندید ای قدردانان فرصت
که یکچند با خویش بگریستم من

درین غمکده کس مبادا بحالم
بمرگی که بیدرد دل زیستم من

جهان گو بسامان هستی نه ارزد
کمالم همین بس که من نیستم من

با این یک نفس عمر موهوم بیدل
بقا تهمت شخص فانیستم من

آخر از بار تعلقهای اسباب جهان
عبرتی بستیم بر دوش نگاه ناتوان

گرمئی در مجمر هنگامهٔ آفاق نیست
آتش این کاروانها رفت پیش از کاروان

صبح این هنگامه از سیر خود غافل مباش
یک نفس پیدائیت از عالمی دارد نشان

ای هما کام هوس از ما نخواهی یافتن
مغز داران حقیقت فارغند از استخوان

هر قدر از خود برآئی دستگاه عزتی
منظر قدر تو دزدیده است چندین نردبان

جوهر پرواز من پی‌پی نشان افتاده است
کاش رنگم بر پر طاؤس بندد آشیان

بی‌رواجیهای عرض احتیاجم داغ کرد
آبرو چندانکه میریزم نمیگردد روان

عیشها دارد عدم فرسائی اجزای من
جوش مهتابست هرجا پنبه شد بار گران

نیست غیر از احتیاط آگهی دشوارم
زیر کوه از بار مژگانم چو چشم پاسبان

عمرها شد بیدل از بیچارگی پر میزنم
چون نفس در دام یکعالم دل نامهربان

آفتست از دوستان خویش سر برداشتن
میکشد مژگان دو صف از یکدگر برداشتن

چون نگه تا کی ز مژگان بایدم زحمت کشید
یک طپش پرواز و چندین بال و پر برداشتن

رنگی از عشرت ندارد نوبهار اعتبار
زین چمن باید چو شبنم چشم تر برداشتن

از حلاوت بگذر ای نی قدردان درد باش
ناله ناپیداست گر خواهی شکر برداشتن

نخل هستی از علایق ریشه محکم کرده است
چون نفس میباید از یکسو تبر برداشتن

نیست عذر ناتوانی باب اقلیم فنا
زخم بسیار است میباید جگر برداشتن

شش جهت بیدل غبار رنگ سامان چیده است
احتیاجت نیست دیوار دگر برداشتن

چون ریشه درین باغ بافسون دمیدن
سر بر نکشی تا نخوری پای دویدن

هرجاست سری نیست گریزش ز گریبان
در چاه نه افتید ز رفعت طلبیدن

بر هستی ما چند به نیرنگ ببالیم
چون شمع کفافست سر انگشت مکیدن

یا هیچکسان فارغ از آرایش نازیم
تمثال ندارد به سر آئینه خریدن

سر رشتهٔ وصلش ز کف جهد برونست
کس پیش ره غمزه نگیرد بدویدن

در باغ خیالم که گذشتن ثمر اوست
انگار که من نیز رسیدم برسیدن

طاؤس من احرام تماشای که دارد
دل گشت سراپای من از آئینه چیدن

بی ساختهٔ ناز تو پر مست غرور است
می میکشد از رنگ حنا دست کشیدن

زین مزرعه خجلت ثمر حاصل خویشم / تبخاله چه بار آورد از شوق دمیدن

پیری هوس جرات جولان نه پسندد / ما را دو سه گام آنسوی خود برد خمیدن

بیدل همه معنی نظران پنبه بگوشند / من نیز شنیدم سخنی از نشنیدن

ترشح مایهٔ نازی دلی را محو احسان کن / تبسم میکنی آئینه برگیر و نمکدان کن

بهار جلوه گراندکی از خود برون آئی / چو تخم از ریشه مردن داون تحریک مژگان کن

اگر در سایهٔ مژگان مورت جا دهد فرصت / براحت واکش و آرایش چتر سلیمان کن

بهار بینش انداز پر طاوس میخواهد / بیک مژگان گشودن سیر چندین چشم حیران کن

ندارد قدر دانی جز ندامت کوشش فرصت / بدست سوده چندین خدمت طبع پریشان کن

نفس دزدیدنت کیفیت دل نقش می بندد / گهر انگاره داری بضبط موج سوهان کن

بتمثال حباب از بحر تا کی منفعل باشی / دوئی تا محو گردد خانهٔ آئینه ویران کن

بگوشم از شبستان عدم آواز می آید / که چون طاوس اگر از بیضه وارستی چراغان کن

چو صبح از صنعت وارستگی غافل مشو بیدل / بچین دامنی طرح شکست رنگ امکان کن

آئینهٔ وصل چیست حیرتی آراستن / در اثر ما و من بکید و نفس کاستن

مفت تماشاست حسن لیک بشکر نگاه / از سر خود بایدت چون مژه برخاستن

جلوهٔ رنگ دوئی خون حیا میخورد / سخت ادب دشمنست آئینه آراستن

به که به پیش کریم ناز کنی وقت جرم / ورنه زکم همتی است عذر گنه خواستن

بیدل اگر محرمی جلوهٔ بیرنگ باش / دام تماشا مکن کلفت پیراستن

بی نشان حسنی که درس جلوه میخواند زمن / عالمی برهم زند تا رنگ گرداند زمن

نور غیر از کسوت عریانی خورشید نیست / چشم بند است این که او خود را بپوشاند زمن

آبیار مزرع خاموشیم اما چه سود / شوق میکارد نفس تا ناله رویاند زمن

در طلب ضبط عنانم صرفهٔ عجز است و بس / ترسم از خود رفتنم ناگه که گرداند ز من

شهپر عنقاست موج جوهر آئینه ام / مفت آن صیقل که تمثالی بگرداند ز من

چون حباب آئینه ام چشمی است بی مد نگاه / آه از آنروزیکه حیرت دامن افشاند ز من

سایه وار آن به که دیگر سر نه بردارم ز خاک / تا توانائی دل موری نرنجاند ز من

داغ شد از خجلت من سیل بنیاد فنا / آنقدر گردی نمی یابد که بنشاند ز من

بیدلم بیدل ز شرم سخت جانیها مپرس / دور از ان در خاک هم آبست گرماند ز من

حیرت آهنگم که میفهمد زبان راز من / گوش بر آئینه نه تا بشنوی آواز من

چشم تا برهم زنم زین دامگاه آزاده ام / در خم مژگان وطن دارد پر پرواز من

حسن اظهار حقیقت پرنزاکت جلوه بود / تا برم آیم ز خلوت سوخت رنگ ناز من

داغ شو ای پرسش از کیفیت حال سپند / نغمهٔ دارم که آتش میزند هر ساز من

گوش گو محرم نوای پردهٔ عجزم مباش / اینقدر ها بس که تا دل میرسد آواز من

شمع را در بزم بهر سوختن آورده اند / فکر انجامم مکن گردیدهٔ آغاز من

آنقدر بیدل ندارم حیرت و دل میطپد / ره ز من بیرون ندارد فکر گردون ساز من

تغافل دارد از اسباب امکان اقتدار من / جهانی را بچشم بسته می بیند کنار من

گهر داری صدف را از شکست ایمن نمیسازد / بضاعتها دل است و دل نمی آید بکار من

چه سازم تا شوم از آفت نشو و نما ایمن / چو نخل شمع خصم ریشه افتادست تار من

پریشانی ندارد موج اگر دریا عنان گیرد / گواهی میدهد حالم که بی پرواست یار من

ز ساز مدعا چون سبحه جز کلفت نمی آید / بجای نغمه یکسر عقده پرورد است تار من

کمینگاه خیالت گر باین رنگست سامانش / پر طاؤس خواهد شد سفید از انتظار من

چو اشکم خود فروشی بی عرق نگذاشت درد ترا / نهانها آب شد آخر ز شرم آشکار من

براهت مُردم و آما زیار تحفهٔ اشکم / تو می آئی و من آسوده آتش بر مزار من

بلا کم کردهٔ ملپسند از ان فتراک محرومم
هنوز این آرزو رنگیست در خون شکار من

برنگ ناتوانی محمل افسرده ام بیدل
که گر از خود روم بر رنگ نتوان بست بار من

بازچون جاده بیائی که ندارد رفتن
رفتم از خویش بجائی که ندارد رفتن

خاک گشتیم و هوای تو نرفت از سر ما
چه کند کس به بلائی که ندارد رفتن

گاه جولان تو چون شعلهٔ فانوس گهر
مرو و دل با وائی که ندارد رفتن

از مقیمان زبان نگه عجزیم چو شمع
سجدهٔ ماست بپائی که ندارد رفتن

پنبهٔ گوش گرفته است جهانرا چون صبح
مرو ای ناله بجائی که ندارد رفتن

الفت آه مقیم در دل ساخت مرا
دارد این خانه هوائی که ندارد رفتن

بیدل آن کیست که با سیل خراشش امروز
همچو دل مست بپائی که ندارد رفتن

سرمایهٔ اظهار بقا هیچ کسی کن
پرواز هما را پروبال مگسی کن

افروختنت سوختنی بیش ندارد
گر رشتهٔ شمعی نتوان گشت خسی کن

تا محو فنا نیست نفس ناله فشان باش
تا قافله آرام پذیرد جرسی کن

کثرت ز تخیل کدهٔ وهم حسابی است
یک را بر صفر عدد آورده وسی کن

هر جا رسد اندیشه ادبگاه حضور است
تا باد چراغی نشوی بی نفسی کن

چون شمع نگاه نفسم شعله خرد نیست
ای سرمه بجوش از من و فریادرسی کن

بیدل چو نگه رام تعلق نتوان بود
گو اشک فشان دانه و حیرت قفسی کن

وارستگی ز حسن دگر میدهد نشان
عالم غبار دامن نازیست بر فشان

بگذر ز سر بلندی اقبال این بساط
تا آبرو چو شمع نریزی بناودان

همیغز جز شکست ز دولت نمی کشد
از سایهٔ هما چه برد صرفه استخوان

پرواز بندگی بخدائی نمیرسد
ای خاک خاک باش بلند است آسمان

عاشق کجا و آرزوی خانمان کجا / پروانه در کمین فنا دارد آشیان
هرچند دستگاه بود حرص بیشتر / از موج بحر تشنه لبی میکشد زبان
خون شو بفقر و بار دل دوستان مباش / در حرص احتیاج نفس میشود گران
یوسف توان خرید بمژگان گشودنی / آئینه باش جلوه متاعست کاروان
آوارهٔ سراب شعوریم و چاره نیست / ای بیخودی قدم زن و ما را بخود رسان
محمل بدوش اشک ازین عبرت انجمن / بیدل چو شمع می بردم چشم خونچکان

رعونت سنگی ندارد ای شرر وجد رهائی کن / پری افشاندهٔ بسم الله بخت آزمائی کن
نگاه عبرت از درد زمینگیری چه غم دارد / مژه بردار و رفع شکوه های بی عصائی کن
تمیز نام و ننگست آشیان عزت و خواری / اگر زین دام وارستی مگس باشی همائی کن
نفس تا بی نشان گشتن کمین زندگی دارد / عبارت را بهر رنگی که میخواهی هوائی کن
حوادث با طبیعت کارها دارد ملایم شو / شکست رنگ بسیار است فکر مومیائی کن
نگاه پای بوسش تحفهٔ دیگر میخواهد / بخون هر دو عالم صفحهٔ شوقی حنائی کن
فریب اعتبارات است بیدل مانع وصلت / غبار نیستی شو خاک در چشم خدائی کن

صفای دل بچراغ بقا دهد روغن / نفس بگیر در آئینه تا شود روشن
کجاست نفی چه اثبات جز فضولی وهم / پری پریست تو مینای خود عبث مشکن
لباس وهم نه ارزد به خجلت تغییر / مباش زنده برنگی که بایدت مردن
بوحدت من و تو راه شبهه نتوان یافت / منم من و تو توئی نی منی تو و نه تو من
به پنبه زار اگر راه بردهٔ دریاب / که زیر خاک چه مقدار ریخته است کفن
فروغ خانهٔ خورشید گر نمایان است / عبث ز خانهٔ نقاش وا مکن روزن
بقسمت ازلی گر دلت شود قانع / بس است لقمهٔ بی درد سر زبان بدهن
جنون اگر نپذیرد بخود متم بیدل / کمر چو نالهٔ زنجیر بندم از آهن

زره هوس بتو کی رسم نفسی ز خود نرمیده من
همه حیرتم بکجا رسم برهست سری نکشیده من

بچه برگ ساز طرب کنم ز چه جام نشئه طلب کنم
گل باغ شعله نچیده من می داغ دل نکشیده من

چه بلا ستمکش عبرتم چه قدر نشانهٔ حیرتم
که شهید ناز تو شده عالمی و بخون نطپیده من

تو بمحفلی ننموده رو که ز تاب شعلهٔ عبرتش
همه اشک گشته برنگ شمع در چشم خود نچکیده من

تو و صد چمن طرب نمو من و شبنمم نگه آبرو
بهار عالم رنگ و بو همه جلوه تو و همه دیده من

بکدام نغمه دل گسل ز نواکشان سوتم و خجل
چو جرس بغیر شکست دل سخنی ز خود نشنیده من

من و بیدل و غم غفلتی که ز چشم بند فسون دل
همه جا ز جلوهٔ من پر است و بهیچ جا نرسیده من

سر طرهٔ بهوا فشان ختنی ز مشک تر آفرین
مژه بر آئینه باز کن گل عالمی دگر آفرین

سر زلف عربده شانه کن نگهی بقلعه فسانه کن
روش جنون نه بهانه کن ز غبار من سحر آفرین

ز سحاب این چمنم مگو بگذار عشوهٔ رنگ و بو
بتو التماسی گریه ام دو سه خنده گل ببر آفرین

ز حضور عشرت بلبش و کم نه بهشت خواهم و نی ارم
بخیال داغ تو قانعم تو برای من جگر آفرین

بکمال خالق انس و جان نه زمین رسید نه آسمان
بصدف کسی ندهد نشان ز حقیقت گهر آفرین

حذر از فضولی وهم و ظن تو چه میکنی بجهان من
در احولی بهوس مزن ز دو چشم یکنظر آفرین

منشین چو مطلب دیگران بغبار منت قاصدان
رقم حقیقت رنگ شو ز شکست نامه بر آفرین

چمنی است عالم بی بری ز طرب نکاری عافیت
چو غبار روز کف تهی همه تکیه بر کمر آفرین

سر و برگ راحت این چمن بخیال ما نکند وطن
چو غبار نم زده گو فلک سر ما بزیر پر آفرین

بکلام بیدل اگر رسی مگذر ز جادهٔ منصفی
که کسی نمی‌طلبد ز تو صله دگر مگر آفرین

ز شوخیها قدح میکرد آن بیداد مست من
بچینی خانهٔ افلاک می خندد شکست من

خیالش نقش امکان محو کرد از صفحهٔ شوقم
بصورت می پرد آئینه محو می پرست من

بتحقیق عدم افتادم و بر خود نظر کردم
گرفت آئینه لیک از امتیاز نیست هست من

سلامت متهم دارد بکم ظرفی حبابم را
محیطی میکند صبر اگر بالد شکست من

بهر جا پا بیفشردم ز وحشت صرفه کم بردم
نگین نقشم گشاد بال و پر دارد شکست من

با این سستی که می بینم ز بخت نارسا بیدل
کشد نقاش پر مشکل بدامان تو دست من

از چرخ بار منت تا کی توان کشیدن
باید بپای مردی دست از جهان کشیدن

بدگوهری محال است کم گردد از ریاضت
روی تنک ندهد آب تیغ از فسان کشیدن

طوفان کن و برانگیز گرد از بنای هستی
دامان مقصد آخر خواهی چسان کشیدن

آه از هجوم پیری داد از غم ضعیفی
همچون کمان ز خویشم باید کمان کشیدن

ضبط نفس چه مقدار با مقصد آشنائی است
ما را بما رسانید از خود کمان کشیدن

گر تحفهٔ نیازی منظور ناز باشد
در پیش ساده رویان خط میتوان کشیدن

بیدل دلی از آهن باید درین بیابان
تا یک جرس توانم بار فغان کشیدن

عرق دارد عنان احتیاج بی نقاب من
ره صد دیر و آتشخانه واکرده است آب من

درین گلشن که شبنم کاری خجلت جنون دارد
گلم اما خیال رنگ میگیرد گلاب من

بخود تا میگشایم چشم از شرم آب میگردم
تنک روییست پر بیگانه وضع حباب من

ندانم با کدامین ذره سنجم هستی خود را
که در وزن کم بسیار پیش آمد حساب من

درین محفل ندارد هیچکس خون گرمی الفت
مگر از بیکسی بر آتشی چسپد کباب من

بغیر از نفی خود اثبات وحدت مشکلست اینجا
کتانم پنبه گردد تا ببالد ماهتاب من

بزم وصل نام هستی عاشق نمی گنجد
ز فکر سایه بگذر آفتابست آفتاب من

به بیمغزی کشید آخر تهی از خود شدن بیدل
درین دریا برآ از خود که خون گردد حباب من

از خود آرائی بجنس جاودان لنگر مکن
آبرو از سنگ ساز و صنعت گوهر مکن

درد سر بسیار دارد نسخهٔ تحقیق خویش
جز فراموشی اگر هوش است سبق از بر مکن

ای سپند از سرمه هم اینجا صدا وا می کنند
تا توان بر باد رفتن یاد خاکستر مکن

تا بکی چون خامه موحیرتت باید کشید
این قدر خود را بذوق فربهی لاغر مکن

هرکس اینجا قاصد اسرار پیغام خود است
از زبانم حرف او گر بشنوی باور مکن

از محیط رحمتم اشک ندامت مژده است
یارب این نومید را محروم چشم تر مکن

تا کجا بیدل بافسون امل یابی نوید
قصهٔ ما دوستان تاثیر دارد سر مکن

به بینم تا کیم زین خاکدان آرد جنون بیرون
پری افشانده ام در رنگ یعنی میطپم در خون

ببزم کبریا ما را چه امکان است پیدائی
مثال خاک نتوان دید در آئینهٔ گردون

میپرسید از نسیم ناتوان پرواز ایجادم
دم صبح ازل بودم نفس گم کرده ام اکنون

گشاد دل بآغوشش تعلقها نمی ارزد
چو صحرا وسعتم افکنده است از خانمان بیرون

سواد آگهی گر دیدهٔ هوشت کند روشن
بزیر خیمهٔ لیلی روان از موی سر مجنون

جهانی را شهید بی نیازی کرده ام اما
طرب خونی ندارد تا کنم رخت هوس گلگون

بخود صد عقده بستم تا بآزادی علم گشتم
بچندین نکته چون نی مصرعی را کرده ام موزون

باین عجز تکیه در بنیاد طاقت دیده ام بیدل
مگر کوهی شوم تا ناله پردازم من مجنون

ای اثرهای خرامت چشم حیران در کمین
هرکجا پا می نهی آئینه می پوشد زمین

جلوهٔ اسباب منظور تغافل خوشتر است
سخت مکروهست دنیا چشم اگر داری مبین

گرچه میدانیم دل هم منظر ناز تو نیست
اندکی دیگر تنزل کن بچشم ما نشین

در بساطی کز هوس فکر اقامت کرده ایم
خامه را پا در حنا نتوان گرفتن همچو زین

اعتبارات غرور عجز ناپیدا است چیست
از نفس یک پیرهن بالیده تر آه حزین

بندگی آخر کجی از طینت ما می برد
میتراود راستی در سجده از نقش جبین

زندگانی دام گاو اینقدر تزویر نیست
از شمار سبحهٔ زاهد عرق ریز است دین

چند خواهی حسرت دیدار پنهان داشتن
چشم مروید درین محفل چو شمع از آستین

یکقلم شوق است بیدل کلفت وارستگان
موج عرض تازه روئی دارد از چین جبین

خواه غفلت خواه تنگی خواه آزادی گزین
ای علم فرصت دو روزی هرچه میخواهی گزین

ذره تا خورشید امکان گرم از خود رفته اند
یکقدم با هرچه جوشد شوق آگاهی گزین

هر قدر غفلت فزون تر لاف هستی بیشتر
ای طلسم خواب ازین افسانه کوتاهی گزین

جاه اگر باید همین شاهی است اوج عزتت
از کمال یاس اگر آگاهی الهی گزین

بردو عالم شوخی پست و بلند ناز اوست
گر نگه قاصر نباشد ماه تا ماهی گزین

در تماشاگاه هستی کور نتوان زیستن
محرم آنجلوه شو یا مرگ ناگاهی گزین

اعتبار اندیشهٔ بیدل ندامت ساز کن
شمع محفل بودن آسان نیست جانگاهی گزین

خوشا ذوق فنا در وحشت ساز شرر کردن
ز سر تا پای خود محو یک انداز نظر کردن

غرور ناز وانگه خاک گردیدن چه ننگست این
حیا کن از دم تیغی که میباید سپر کردن

برنگ توام با دام دلها را درین محفل
وطن باید ز تنگی در فشار یکدگر کردن

ز فیض اغنیا با تشنه کامیها قناعت کن
ندارد چشمهٔ خورشید غیر از چشم تر کردن

وداع لذت دنیاست بال رستگاریها
گره در کار نی گم کرد و از ترک شکر کردن

درین دریا که از ساحل تیمم میکند موجش
باب دیده میباید وضوئی چون گهر کردن

فراهم تا شود سر رشتهٔ آغوش تحقیقت
چو تار سبحه از صد جیب باید سر بدر کردن

عرق غواص شرمم از غبار تهمت هستی
مرا افکنده در آب از سر این پل گذر کردن

بدریای شهادت غوطه گر نتوان زدن بیدل
گلوئی میتوان از آب جوهر تیغ تر کردن

چه دارد این گیرودار هستی که از صد نافم ننگ خوردن
شکست آئینه جمع کردن فریب تمثال رنگ خوردن

خوشیست ترک خودی نمائی دمی ز دام هوس برا
بکسوت ریش روستائی چو شانه تا چند چنگ خوردن

ثمر ار تا پر ز خود بر آرد نه روز بیند نه شب شمارد
دماغ کم ظرفان ندارد غم شتاب و درنگ خوردن

ستم تلاش هوس شمردم قدم بعجز طلب فشردم
بکعبهٔ امن راه بردم ز تیشه بر پای لنگ خوردن

طمع بهر جا فشرد دندان ز آفتش ما کی نیست چندان
باشتهای غرض شنیدن زبان ندارد تفنگ خوردن

چسان بتدبیر حرص خامت خمار حسرت رود ز جامت
که در نگین هم بقدر نامت فزود خمیازه سنگ خوردن

اگر جهان جمله لقمه زاید ز فکر جوع تو بر نیاید
نگر چو آماج لب گشاید ز عضو عضوت خدنگ خوردن

بسعی تحقیق پر دویدی بعاقبت هرزه خط کشیدی
نه او شدی نه بخود رسیدی چه لازمت بود ننگ خوردن

بکیش آن چشم فتنه مایل بفتوی آن نگاه قاتل
بحل گرفتند خون بیدل چو می بدین فرنگ خوردن

عجز با جولانگه تدبیر نتوان یافتن
پای چندین سایه جز در قیر نتوان یافتن

بس که این صحرا پر است از خون حیرت کشتگان
با هوای خاک دامنگیر نتوان یافتن

کاسه انعام گردون چون حباب از بس تهی است
چشم گوهر هم در اینجا سیر نتوان یافتن

عالم تقلید یکسر گفتگو می پرورد
جز صدا در خانهٔ زنجیر نتوان یافتن

حرص و یک عالم فضولی خواه طاقت خواه عجز
جز جوانیها ازین بی پیر نتوان یافتن

نامه گر در کشی با دوستان خصم کیش
هیچ مرغی نامه بر جز تیر نتوان یافتن

هر چه هست از الفت صحرای امکان خسته است
بیدل اینجا گردی از نخچیر نتوان یافتن

بدل گر یکسر از شوق تو پنهان میتوان کردن
چراغان چشمکی در پرده سامان میتوان کردن

برنگ غنچه گر دامان جمعیت بچنگ افتد
دل از اندیشهٔ یک گل گلستان میتوان کردن

توان ممتاز عالم شد ز ترک اختیار خود
که در بی دست و پائی آنچه نتوان میتوان کردن

طلب چون چشم قربانی تسلی بر نمیدارد
نگه گو جمع شو مژگان پریشان میتوان کردن

متاع زندگی هر چند می ارزد بها و اینجا
بهمت اندکی این قیمت ارزان میتوان کردن

شب حرمان فرو برد است عصیان نگاه هستی را
اگر اشکی بدر آید چراغان میتوان کردن

بوحشت دامن همت اگر یک چین بلند افتد
جهانی را غبار طاق نسیان میتوان کردن

برنگ شمع دارم رفتنی در پیش ازین محفل
بیا جهدی که نتوانم بمژگان میتوان کردن

شدم خاک و همان آئینه دارد چشم من بیدل
هنوز از گرد من طوف غزالان میتوان کردن

درس کمال خود گیر از ناله سر کشیدن
تا بر نیابی از خویش نتوان بخود رسیدن

چندین گهر درین بحر افسرده خاک گردید
موج اینقدر ندارد بر عافیت دویدن

یک نخل این گلستان از اصل با خبر نیست
سر بر هواست خلقی از پیش پا ندیدن

حیف است محرم دل گردد فسانه مایل
آئینه در مقابل وانگه نفس کشیدن

رنگ به پردهٔ شوق آرایش دگر داشت
چون دل زدیم آخر گل بر سر دمیدن

تا جلوه کرد شوخی حُسن تو در عرق زد
دارد حیا باین رنگ آئینه آفریدن

طاؤس این بهاریم ساغر کش خماریم
در راه انتظاریم صد چشم و یک غنودن

چون تخم اشک بیدل نومیدی آبیاریم
بی برگ این گلستان می بایدم دمیدن

میروم هر جا بذوق عافیت اندوختن
همچو شمعم زاد راهی نیست غیر از سوختن

شعله گر ساغر زند از پهلوی خار و خس است
بیش ازین روز سیه نتوان ز ظلم اندوختن

اضطرابم عالمی را کرد پامال غبار
خاک مجنون را نمیبایست وجد آموختن

تار و پود هستی ما نیست رد پیوند خاک
خرقهٔ صبحیم بر ما بخیه نتوان دوختن

بیتو باید سوخت بیدل را بهر رنگی که هست
داغ دل گر نیست آتش میتوان افروختن

از دیده سراغ دل دیوانه طلب کن
نقش قدم نشئهٔ ز پیمانه طلب کن

عمریست بیادش همه تن یکدل چاکیم
چون صبح ز آئینهٔ ما شانه طلب کن

عالم همه تن پرتو یک شمع نهانست
این سرمه ز خاکستر پروانه طلب کن

سر جوش تماشاکدهٔ محفل رنگیم
ما را ز همین شیشه و پیمانه طلب کن

بی کسب قناعت نتوان یافت دل جمع
از بستن منقار طلب دانه طلب کن

تهمت نفس الفت وهمی است دل ما
این شیشه هم از طاق پریخانه طلب کن

بیدل رقم صفحهٔ ما بیخبریهاست
رو سر خط تحقیق ز فرزانه طلب کن

موج خونم هر قدر طوفان نما خواهد شدن
حق شمشیر تو رنگین ترا دا خواهد شدن

سرمهٔ صد نرگسستان عبرتست اجزای ما
خاک اگر گردیم چندین چشم وا خواهد شدن

نشئهٔ آب و گل شوخی بنای وحشتیم
دامنی گر بشکنی تعمیر ما خواهد شدن

گر چنین دارد کمین عافیت سرگشتگی
سنگ این کهسار یکسر آسیا خواهد شدن

در جنون سامان جیب و دامنی درکار نیست
جامهٔ عریانی از رنگم قبا خواهد شدن

هر چند نیست بی سبب غم گریستن
باید ز شرم دیدهٔ بی نم گریستن

شیرازهٔ موافقت آخر گسستنی است
باید دو روز چون مژه با هم گریستن

شبنم ز وصل گل چه نشاط آرزو کند
اینجاست ناگاه مقدم گریستن

گر شد دل از نشاط و لب از خنده بی نصیب
میبایدم برنگ جبینم گریستن

شاید گلی ز گلشن دیدار بشکفد
ما چشم دارم آئینه خواهم گریستن

بیدل ز شیشهای نگون باده میکشند
زیباست از قدی که شود خم گریستن

بسعی بی نشانی آنسوی امکان رهی وا کن
پر افشانست همت آشیان در چشم عنقا کن

ز رنگ گرد هستی میتوان صد صبح بالیدن
نسیم امتحان شو گوشهٔ این پرده بالا کن

گرفتم گلشنی ای بیخبر رنگ قبولت کو
همه یکقطرهٔ خون باش اما در دلی جا کن

غرور سرکشی در آفتابت چند بنشاند
بیک آئینه دیدن چارهٔ معدومی ما کن

ز ساز پرفشانیها عرق میخواهد افشردن
غبار ساحلم را ای حیا بگذار و دریا کن

اگر چشمت ز اسرار محبت سرمه دارد
ز باغ رنگ و بو بیرون نشین و سیر گلها کن

عمارتهای آب و خاک نتوان بر فلک بردن
اگر خواهی بنای رنگ ریزی ناله برپا کن

کنار عرصهٔ امکان تماشا بیشتر دارد
سراپا دیده شو چون اشک عالم را تماشا کن

کمینگاه تعلقهاست خواب غفلت بیدل
بیک واکردن مژگان جهانی را زسر واکن

از نالهٔ دل ما تا کی رمیده رفتن
زین درد مند حرفی باید شنیده رفتن

همدوش آرزوها دل میرود نفس نیست
در رنگ ریشه دارد تخم رمیده رفتن

آهنگ بی نشانی زین گلستان ضرور است
راه فنا چو شبنم باید بدیده رفتن

قد دوتای پیریست ابروی این اشارت
کز تنگنای هستی باید خمیده رفتن

زین باغ محمل ما بر دوش نا امیدیست
برآمدن نه بند و رنگ پریده رفتن

رفتار سایه هرگز واماندگی ندارد
در منزل است رهرو از آرمیده رفتن

بال فشاندهٔ آه بی گرد حسرتی نیست
تا عالمی زخود برد ما را جریده رفتن

تعجیل طفل خویان ساز خطاست بیدل
لغزش به پیش دارد اشک از دویده رفتن

شکست حادثه بر ما نیافت دست کمین
نرفت دامن عریانی تنی بغارت چین

درین حدیقه سرو برگ خواب نازگر است
بهار هم ز پر رنگ میکند بالین

ز سر برآر هواهای عافیت طلبی
بعالمی که منم سایه نیست سایه نشین

طپیدن از چه جرس وام بایدم کردن
نفس ندارم و دل ناله میکند تلقین

درین طپشکده الفت کمین راحت باش
خوشست پا بر کاب از مقیم خانهٔ زین

براه حسرت پرواز چون پر طاؤس
نشانده ام ز هوس رنگها بزیر نگین

چو کوه غیر زمینگیریم علاجی نیست
شکست در ره من شیشها دل سنگین

نه عیش دانم و نی غم جز اینقدر دانم
که چون جرس همه تن ناله ریختیم ز چین

ندارد موج جز طومار رمز بحر واکردن
توان سیر دو عالم در شکست رنگ ما کردن

حیا نگذاردم تا از هوسها دست بردارم
شرر دامان خس بی آب نتواند رها کردن

بعریانی گریبان چاکی از سازم نمی خندد
مدوز ای وهم بر پیراهن مجنون قبا کردن

گداز یاسِ دربارم مکن تکلیف اظهارم
سپندم سرمه‌ست و سرمه نتواند صدا کردن

هوس فرسوده بوس کف پا نیست اجزایم
وطن میبایدم در سایهٔ ترک حنا کردن

طپیدم ناله کردم آب گشتم خاک گردیدم
تکلف بیش ازین نتوان بعرض مدّعا کردن

بهر واماندگی زین خاکدان برخاستن دارد
دمی چون گردباد از خویش میباید عصا کردن

اگر روشن شود بیدل خط پرگار تحقیقت
توانی بی تامل ابتدا را انتها کردن

دوری مقصد دمید از سر کشید نهای من
نقش پا کم گرد پیش پا ندید نهای من

پا بدامن دارم و جولان حرص آسوده نیست
خاک افسردن بفرق آرمید نهای من

ریشهٔ وامانده رنگ و بوا گر گم کرده ام
تا رک یاقوت میجوشد دوید نهای من

بس که اجزایم ز درد ناتوانیها گداخت
چون صدا شد عینک دیدن شنید نهای من

آبیار مزرعم یارب تب سودای کیست
درد میجوشد چو تبخال از دمید نهای من

وحشتم غیر از کلاه بی نشانی نشکند
دامن رنگم بلند افتاده چید نهای من

چون ثمر بیدل بچندین ریشه جولان امید
با شکست خود رسید آخر شکستنهای من

تا کی غرور انجمن آرائی زبان
گردن مکش چو شمع ز رعنائی زبان

در محفل شعور بلائی نیافتیم
جانکاه تر ز صحبت غوغائی زبان

موجی که بال شوخیش آسوده گوهر است
دل طرح میکند ز ادب انشائی زبان

اهل سخن غریب جهانِ حقیقتند
باید گریست بر غم تنهائی زبان

هست از حباب و موج دلیلی که بحر هم
سر میدهد بباد شکیبائی زبان

ای مست حرف ضبط نفس کن که همچو صبح
دارد دمی از گداز تو مینائی زبان

بیدل بحرف و صوت حقیقت نمیخرند
معنی شناس جرات سودائی زبان

حیا را دستگاه خود پسندیهای طاقت کن
عرق در سعی ریز و صرف تعمیر خجالت کن

زمشت خاک غیر از سجده کاری بر نمی آید
عبادت کن عبادت کن عبادت کن عبادت کن

در اینجا سعی غواص از صدف وا میکشد گوهر
تو هم بلبری دل را شگاف او را زیارت کن

دماغ گلشنت گر نیست سیر نرگسستانی
ز قطع گل نظر بیجا و جز ویرا عمارت کن

گذشتن از جهان پوچ دارد ننگ استغنا
حمیت گر بود معراج همت ترک تهمت کن

ز دستت هرچه آید مغتنم قدر تهای سو بسومی
دماغی چند صرف قدردانیهای فرصت کن

کس از باغ طمع بیدل ندارد حاصل عمری
چو شبنم زین چمن با سیر چشمیها قناعت کن

گر باین واماندگی مطلق عنان خواهم شدن
گام اول در رهت سنگ نشان خواهم شدن

جبههٔ من در کمین سجدهٔ فرسوده است
عالمی را قبلهٔ ام گر آستان خواهم شدن

اشک مجنونم تسلی در مزاجم همت است
از چکیدن گر فرو مانم روان خواهم شدن

بیدماغ فرصتم سودای استقبال کیست
تا هما آید بپرواز استخوان خواهم شدن

نرگسش را گر چنین با تیره روزان الفت است
بعد ازین با مردمک یک سرمه دان خواهم شدن

با چنین ضعفی که سازش جز شکست رنگ نیست
گر بگردون هم بر آیم کهکشان خواهم شدن

من که از خود رفتنم دشوار می آید بچشم
در عرق مانند شمع آخر نهان خواهم شدن

بس که ناموس وفا دارد کمین حال من
هر که بسمل گشت می بندد طپش بر بال من

بیخودی در بار حیرت میرسد آئینه ام
میتوان کردن برنگ رفته استقبال من

در دل هر ذره گرد وحشتم پر میزند
گر همه آئینه گردی نیست بر تمثال من

در جهان خاشاک را از آتش نیباشد گریز
بیتوای بد خو چه سان خواهد شدن احوال من

جز فنا در هیچ جا امید را آرام نیست
آتشم خاکستر افتاده است در دنبال من

گوهرم از سفتنی افسردنم غافل مباش
سکته میخواند تپ دریای از تبخال من

همچو گل بیدل کی از خار انفعالی میکشم
شمع یار است آبیار ریشهٔ امسال من

گر قناعت را توانی داد سامان نگین
نسبت تدبیر دارد در کف شاهان نگین

ای حباب از خودفروشی شرم باید داشتن
یک نفس فرصت نمی ارزد به بهتان نگین

صحبت ارباب دنیا مفلسان را می گزد
ظاهر است از روی کاغذ نقش دندان نگین

غیر مخموری چه دارد ساغر اقبال و جاه
یکقلم خمیازه می بالد ز عنوان نگین

کاش رسوائی هم اینجا در خور همت دهند
رشته داری میکشد نام از گریبان نگین

جوهر اقبال نقد هر تنک سرمایه نیست
فلس ماهی از کجا نازد بسامان نگین

سستی طالع ز بس افسردگی در بار داشت
نام ما هم بر سر سنگ آمد از دامان نگین

اعتبارات جهان یکرنگ پرواز است و بس
در پر طاؤس کن سیر چراغان نگین

ای نفس سرمایهٔ اقبالت فریبی بیش نیست
چون هوا گر شبنمی بندند پیمان نگین

تا کجا وسعت کند پیدا نشان اعتبار
ناقصان گو شهرهٔ چینند دکان نگین

با همه شهرت فروشیها بضاعت هیچ نیست
خون همان نامست در زخم نمایان نگین

بیدل از گل کردن نامش گریبان میدرد
نقش چون تار نظر در چشم حیران نگین

از تپ شوق که دارد اینقدر تاب استخوان
گز تپش چون اشک شمع میشود آب استخوان

ز اشتیاق زخم تیغ کیست یا رب پیکرم
عمرها شد شمع میجنبد بمحراب استخوان

نرم خویانرا ز زندان درشتی راحتست
از برای مغز دارد پردهٔ خواب استخوان

پرده‌دار عیب منعم نیست جز اسباب جاه
میشود از فربهی در گوشت نایاب استخوان

این سگان از قعر دریا هم برون می آورند
گر همه چون گوهر اندازی بگرداب استخوان

در مقام آرزوها بسمل رحمت بسی است
ای هما کم نیست در یکعالم اسباب استخوان

آسمان بیگانگان را قابل سختی ندید
جز بدست آشنا نفروخت قصاب استخوان

صبح تا دم میزند بیدل هجوم شبنم است
گر نفس بر لب رسانم میشود آب استخوان

دست جرات دید آخر مغتنم در آستین
همچو شمع کشته خواباندم علم در آستین

بس که چون شمعم تنک سرمایه است این انجمن
یک گلم هم در گریبان است هم در آستین

پیر گشتی غافل از قطع تعلقها مباش
صبح دارد از نفس تیغ دو دم در آستین

بی قناعت کیسهٔ حرصت نخواهد پر شدن
تا بکی چون مار میکردی شکم در آستین

مانع الفت چو موج از یکدگر پهلو تهی است
عالمی زین بحر جوشیده است کم در آستین

باطن این خلق کافرکیش با ظاهر مسنج
جمله قرآن در کنارند و صنم در آستین

دعوی کاذب گواه خویش پیدا میکند
چون زبان شد هرزه گو دارد قسم در آستین

شوق بیتابیم ما را رهبری در کار نیست
اشک هر جا سر کشد دارد قدم در آستین

سرکشی در تنگدستیها مدارا میشود
سودنست انگشتها را سر بهم در آستین

بس که بیدل عام شد افلاس در ایام ما
نقش ناخن هم نمی بندد درم در آستین

باین حیرت اگر باشد خروش ناگزیر من
بقدر جوهر از آئینه میبالد صفیر من

بچندین جانکنی موی سفیدی کرده ام حاصل
توان فهمید سعی کوهکن از جوی شیر من

اثر از زخم نخچیرم دو بالا میزند ساغر
برنگ آه و اشک است آب پیکانهای تیر من

ازین مشت غبار آرایش دیگر نمی آید
مگر ریزد جنون از جام پروازی عبیر من

باین آثار موهومی تمیزی گر کنم حاصل
بچشم ذره مژگانی کند جسم حقیر من

بهر واماندگی ممنون بخت تیرهٔ خویشم
که همچون سایه پای کس نه پیچیده است قیر من

الم پروردهٔ یاسم مپرس از بیکسیهایم
گداز خویش میباشد چو طفل اشک شیر من

بکنج بیخودی بیدل دماغ اتفاقی کو
که شور حشر از افسانه گیرد گوشه گیر من

گرد حرف بیزبانم عالمی را تر زبان
همچو عنقا آشیانی بسته ام در هر زبان

راز کمظرفان نمیپوشد هجوم احتیاج
میکشد در تشنگیها از صدا ساغر زبان

بحر بر خود میطپد از خودفروشیهای موج
عالمی بیطاقت است از مردمان تر زبان

درد عشق و ساز مستوری زهی فکر محال
خار پا چون آتش اینجا میکشد از سر زبان

مطلب دیدار حیرانم چسان گردد ادا — خاص این عالم تحیر عام این کشور زبان
غیر خونابی ندارد ساغر جانکاه ظلم — به که باشد همچو مژگانت برون در زبان

ردیف واو

هر که دارد قوت روحانی از کاهش تهی است
بیدل از ضعف بدن کم میشود لاغر زبان

مه نو مینماید امشبم از آسمان ابرو — قدح کج کرده می آید اشارتهای آن ابرو
نه گلشن نرگسی دارد نه دریا موج می آرد — بعالم فتنه می بارد همان چشم همان ابرو
دم تیغ تغافل تا کجا خواهد تنک گردد — هنوز از گردش آنچشم میخواند فسان ابرو
خط پشت لبت هر جا برات تازگی دارد — عرق واشوید از لوح جبین نوخطان ابرو
بیاد چین ابروی تو هم دریا ز امواجش — شکستی میکشد بر دوش چندین کاروان ابرو
اشارت محو حیرت کن که در بزم تماشایش — برنگ ماه نو در چشم میگردد نهان ابرو
بذوق سجده ات هر جا بنائی کرده ام انشا — بجای سبزه میروید ز خاک آن مکان ابرو
عروج پستی آرایم غرور عجز بنمایم — ببار و این سخنها هم بچشم راستان ابرو

بوضع سرکشی لطف تواضع دیده ام بیدل
بچشم مصلحت تیغم بعرض امتحان ابرو

دل آب گشت و نیست امید نگاه ازو — آئینه شکست تغافل که آه ازو
از سایه داغ مهر پرستان نمی رود — ما هم نشسته ایم بروز سیاه ازو
مشکل که این دو شیوه ز مرکز جدا شوند — یعنی خجالت از من و عفو گناه ازو
خاکستر سپند وفا طرفه گوشه ایست — افسوس ناله که نجوید پناه ازو
انجا که عشق عام کند عرض احتیاج — جز عذر مطلبی که نداری مخواه ازو
یارب علاج سوخته جانان که میکنند — داغ کلف به پنبه گرفته است ماه ازو
گرد نفس چو صبح بشبنم نشانده نیست — غیر از عرق مخواه باین دستگاه ازو
آرایش زبان اگر این خجلت آورد — خاکی توان شدن که نروید گیاه ازو
شوقت مرا ز هر دو جهان بی نیاز کرد — چندان طپید دل که شکستم کلاه ازو

سامان اشک و دیدهٔ بیدل چه تهمت است
شرم تو میکند عرق گاه گاه ازو

ای بیخبر ز درد دل ما شنیده رو
سوز سپند محفل حسرت کشیده رو

ما از در امید وصالش نمیرویم
گو دل بحسرت آب شو و خون ز دیده رو

زین گرد تهمتی که نفس نام کرده اند
چون صبح دامنی که نداری کشیده رو

عالم تمام معبد تسلیم بیخودی است
هر سو روی بسجدهٔ اشک چکیده رو

تا چند هرزه از دل هر کو چه باختن
یک قطره خون شو و ز گلوی بریده رو

تسلیم خضر مقصد موهوم ما بس است
چون سایه سر بخاک نه و آرمیده رو

گلچینی بهار طرب بی تعلقی است
چون گرد باد دامن ازین دشت چیده رو

ای بیخبر ز قامت پیری چه شکوه است
عمریست بار میکشی اکنون خمیده رو

آخر ازین زیانکده نومید رفتنی است
خواهی رفیق قافله خواهی جریده رو

قاصد پیام ما نفس واپسین بس است
گر محرمی ز آئینه حرفی شنیده رو

پیغام حسرت من بیدل رسانده نیست
ای اشک بار میرو و اکنون دویده رو

نقاش تا کشد اثر ناتوان او
بندد قلم ز سایهٔ موی میان او

رحم است بر دلی که در آشوبگاه عشق
مهتاب پنبه نکشد از کتان او

عمر شرار فرصت گلزار اندکیست
از هم گذشته گیر بهار و خزان او

ما را سراغ کعبهٔ تسلیم داده اند
یعنی بنقش جبهه کم است آستان او

بر ساز از ترانهٔ خود میدهد خبر
وهم است اگر ز من شنوی داستان او

تمثال نیست غیر غبار خیال شخص
خلقیست خود فروش متاع دکان او

تحقیق ظاهر است که در گلشن یقین
در بستن است بر رخ غیر آشیان او

رشکم به بسملی است کز آزادگی چو اشک
نگرفته است دامن خون روان او

مژگان شانه پنجهٔ دست تحسر است
تا بهله گشته شانهٔ موی میان او

دریا ز دست رفتهٔ موج خیال کیست ‌ ‌ ‌ گر هر نسیم میرود از کف عنان او
بیدل ز دست شوق نشان قدم مخواه ‌ ‌ ‌ همچون نگه گم است پی کاروان او

بیدل سراغ عالم امکان تحیر است
آن نیست آشیان که تو یابی نشان او

بس که یاد قامتت بر باد داد اجزای سرو ‌ ‌ ‌ نالهٔ قمری شد آخر قد کشید نهای سرو
شعلهٔ ادراک خاکستر کلاه افتاده است ‌ ‌ ‌ نیست غیر از بال قمری پنبهٔ مینای سرو
بس که موزونان ز شرم قامتت گشتند آب ‌ ‌ ‌ صورت فواره باید ریخت از اجزای سرو
بر نمیدارد نهفتن جوهر آزادگی ‌ ‌ ‌ دامن برچیده پوشیده است سر تا پای سرو
باغبانان قدر آزادی ندانستند حیف ‌ ‌ ‌ ناله بایستی درین گلشن نشاندی جای سرو
اینقدر رعنایی بالد نهال این چمن ‌ ‌ ‌ سایهٔ نخلی که افتادیاست بر بالای سرو
پیکر آزادی و بار تجمل تهمت است ‌ ‌ ‌ یکقلم دست تهی میرود از اعضای سرو
خاک بر سر کرد عشق و پای در گل ماند حسن ‌ ‌ ‌ گر بهار این رنگ دارد حیف قمری وای سرو

پای در زنجیر درس گفتگو آزادگیست
بیدل این سطر تکلف نیست جز انشای سرو

هر چند دورم از چمن جلوه گاه او ‌ ‌ ‌ میخانه ایست شوق بیاد نگاه او
دارم بسینه خون شده آهی که چون سحر ‌ ‌ ‌ در کوچه های زخم گشودند راه او
بگذار تا بدرد تمناش خون کنند ‌ ‌ ‌ دل قابل وفاست مپرس از گناه او
ما عاجزان ز کنج خموشی کجا رویم ‌ ‌ ‌ آسوده ایم ناله صفت در پناه او
آنجا که از اسیر تو جرات طلب کنند ‌ ‌ ‌ جز شرم نیستی که شود عذرخواه او

چون صبح بیدلی که ره عشق میزند
باشد خط شکسته رنگش گواه او

کو عبرت آگهی که به تحقیق راه او ‌ ‌ ‌ جوشد ز چشم آبلهٔ پا نگاه او
گر تار و پود کارگه عشق بر دری ‌ ‌ ‌ جز پنبه زار وهم کتان نیست ماه او

آهسته رو که بر دل موری اگر خوری
گردی غبار خاطر خال سیاه او

چندانکه میشود نظر همتت بلند
دارد عروج آئینه تا رنگاه او

حاجت بعرض غیر ندارد غرور عشق
گردون چو آستین شکند دستگاه او

بر سرکشان چرا نفروشیم بار عجز
ما را شکسته اند بیاد کلاه او

شمعی که محو انجمن انتظار نیست
آئینه بر سر مژه بندد نگاه او

در وادئی که شرم نقابت کشوده است
بر چشم نقش پا مژه بندد گیاه او

بیدل اگر بعشق کند دعوی وفا
غیر از شکست رنگ چه باشد گواه او

گر از موج گهر نشنیدهٔ رمز خروش او
بیا شور تبسم بشنو از لعل خموش او

خروشی میکند طوفان چه از دانا چه از نادان
جهان خمیازهٔ دارد که این رنگست جوش او

غرور خودسری را چاره دیگر نمی باشد
مگر گرد و خیال خاک گشتن عیب پوش او

درین صحرای نومیدی بنازم ناتوانی را
که بار هر که سنگین گشت می افتد بدوش او

زبان بوی گل جز غنچه بیدل کس نمی فهمد
فغان نازکی دارم مگر افتد بگوش او

طبعی که شد طرب اثر نوشخند او
چون نیشکر کشید سر از بند بند او

آنجا که برق جلوهٔ او عرض ناز داشت
آئینه بود مجمر و جوهر سپند او

هرچند چشم زخم دوئی را علاج نیست
باری سپند باش بدفع گزند او

بیخوابی فسانهٔ طوبی که میکشد
مائیم و سایه مژه های بلند او

زاهد بموشکافی تدبیر غره است
غافل که شانه است همان ریشخند او

ای طعمهٔ زمانه که خونخوار عبرتی
بر فربهی چه ناز کند گوسفند او

بیدل مباش ایمن از آفات روزگار
چون مار خفته در بن دندان گزند او

کجائی ای جنون ویرانه ات کو
خس و خاریم آتشخانه ات کو

توشمع بی نیازیها برافروز
مگو خاکستر پروانه ات کو

حجاب آشنائی وهم خویش است
زخود گر بگذری بیگانه ات کو

بساط وهم واچیدن ندارد
تو خود افسانهٔ افسانه ات کو

گمان قبضهٔ آفاقی اما
برون از خود سراغ خانه ات کو

ندارد این نفس سامان دیگر
گرفتم آب گشتی دانه ات کو

سرت بیدل سواد سوده راهست
دماغ کعبه و بتخانه ات کو

گر نفس چیند باین فرصت بساط دستگاه
چون سحر بر ما شکستن میرسد پیش از کلاه

گیرودار محفل امکان طلسم حیرت است
تا مژه خط میکشد این صفحه میگردد سیاه

سینه صافی میشود بی پرده تا دم میزنم
در دل ما چون حباب آئینه پرورد است آه

چون نگه در دیدهٔ حیران ما مژگان کیست
جوهر آئینه در دیوار حل کرده است آه

بی تماشا نیست حیرتخانهٔ ناز و نیاز
عشق اینجا آه آهی دارد آنجا واه واه

صاحب دل کیست حیرانم درین غفلت سرا
آئینه یک گل زمین است و جهانی خانه خواه

بی گداز هستی صورت نه بندد آگهی
شمع این محفل سراپا سرمه است و یک نگاه

زیر گردون هرزه شغل وهم باید زیستن
غیر طفلی نیست بیدل مرشد این خانقاه

ندیدم در غبار دود این صحرای خوابیده
بجز خوابا ندن مژگان ره پیدای خوابیده

بیاد چشم مخمورت چنان در خود فرو رفتم
که پوشید از غبارم تار مژگانهای خوابیده

باین قامت قیامت نیست ممکن قامت افرازی
بمژگان تو یعنی فتنه بر پای خوابیده

جهان بیخودی یکرنگ دارد جهل و دانش را
تفاوت نیست در بینا و نابینای خوابیده

دل آرام جو برخاک زد بنیاد هستی را
نفس پامال شد زین صورت دیبای خوابیده

نماند از قامت خم گشته بر ما رنگ امیدی
تنک کردیم برگ عیش ازین مینای خوابیده

ز شکر عجز بیدل تا قیامت بر نمی آیم
برنگ جاده ره گم کرده ام در پای خوابیده

از عرق پیمائی حسن ساغر اندر آئینه — گرد طوفانها بهشت و کوثر اندر آئینه

حسن نیرنگی عالم صورت بی رنگ اوست — عرض تمثالش که دارد باور اندر آئینه

دل مصفا کرده از خود نمائی چاره نیست — بیند اوّل خویش را روشنگر اندر آئینه

هیچ نقشی بر دل آگاه نفرو شد ثبات — مینماید کوه هم بی لنگر اندر آئینه

صحبت روشندلان اکسیر اقبال است و بس — از نفس باید فکندن بستر اندر آئینه

بیدل اظهار هنر محرومی دیدار بود
خاک راه جلوه ها شد جوهر اندر آئینه

چشم را آئینه پرداز ترحم کرده — در نقاب چین پیشانی تبسم کرده

تا عرق از چهره ات خورشید ریز عزت است — چرخ را یکدست نقش پای انجم کرده

بر سر مویت زبان التفات دیگر است — بس که شوخی در خموشی هم تکلم کرده

موج اقبال تو از گرد عدم پر میزند — قلزمی از خود برون اما تلاطم کرده

معرفت کو اصطلاح ما و من جوشیده است — غفلت است اما تو آگاهی توهم کرده

قوّت فکر و کمالت عرض آب و نان بس است — آدمیّت داشتی در کار گندم کرده

بحر امکان شوخی موج سرابی بیش نیست — دست از آلایش نمیشوئی تیمم کرده

بسته بیدل اگر بر خود زبان مدّعی
عقربی را میتوانم گفت بی دُم کرده

برشته ات اثر وهم مدّعاست گره — تو گر ز بند هوس وا شوی کجاست گره

طلسم وحشتی ای بیخبر چه خودداریست — که شبنم تو ببال و پر هواست گره

که غنچه گشت که آغوش گل نکرد آنجا — بصبر کوش که اینجا گره گشاست گره

نفس مسوز بکلفت شمارے اوهام — بقدر قطره درین بحر عقدهاست گره

ز کار رشته بلند است قدر بخت گران — دران بساط که نی قد کشد عصاست گره

چو تار سبحه درین دامگاه حیرانی — فلک بکار من افکنده هر کجاست گره

ادب نفس شمر انتظار جلوه کیست — که اشک بر سر مژگان چو دیدهاست گره

قناعتم نکشد خجلت زبان طلب
ز فرق تا قدمم یک گهر حیاست گره

برون ز ساز چمن کلفتی نمی باشد
بهوش باش که در بند این قباست گره

تعلق من و ما سهل نشمری بیدل
تاملی که به تار نفس حیاست گره

خلقی است محو خود به تماشای آئینه
من نیز داغم از ید و بیضای آئینه

حسن و هزار نسخهٔ نیرنگ در بغل
ما و دلی و یک ورق انشای آئینه

الفت سراغ جلوه بجائی نمی برد
حیرت دو دیده هاست به پهنای آئینه

چندانکه چشم باز کنی جلوه میدهد
اسمی است شش جهت ز معمای آئینه

عمریست از امید دلی نقش بسته ایم
گر حسن کم نگاه بود وای آئینه

از محو جلوه طاقت رفتار برده اند
دستی بسر گرفته کف پای آئینه

بیدل شویم تا نکشد دامن هوس
خود بینئی که هست در ایمای آئینه

پری میفشان ای تعلق بهانه
بدل چون نفس بسته آشیانه

صدائیست پیچیده بر ساز هستی
چه دارد دو تخته ز زنجیر خانه

اگر گشت باغست ور سیر صحرا
روانیم از خود بچندین بهانه

ازین بحر وارستن امکان ندارد
مجو بیدلی خاک گشتن بهانه

سر شکم نیازم نم عجز سازم
چسان گردم از خاک کویت روانه

دو روزی ازین ما و من مست نازی
بخواب عدم گفته باشی فسانه

محالست پروازت از دام زلفش
اگر جمله تن بال گردی چو شانه

بتو نقش صحبت ما چه قدر بجا نشسته
تو بناز و ما در آتش تو بخواب و ما نشسته

چو حباب عالمی را هوس کلاه واریست
بدماغ پوچ مغزان چقدر هوا نشسته

ره ناله نیست آسان بخیال قطع کردن
که نی از گره درین ره بهزار جا نشسته

بغرور هستی ای صبح مگذر درین گلستان
که صد آئینه براحت نفسی زپا نشسته

برهی که برق تازان همه نقش پای لنگند
بکجا رسیده باشم من بی عصا نشسته

چو بکام نیست دنیا چه زنیم لاف ترکش
نتوان فشاند دامن بغبار نا نشسته

زهجوم رفتگانم سر و برگ عافیت کو
که صدای ما بگوشم چو هزار پا نشسته

مکش ای سپهر زحمت بتسلی مزاجم
که بصد تحیر اینجا گرهی زپا نشسته

بهوس کلاه داری زسرت برآر بیدل
بچه نازد استخوانی که بروهما نشسته

بس که ما را بر آن لقاست نگاه
عالمی را بچشم ماست نگاه

بزم ما بس که محو جلوهٔ اوست
شیشه گر بشکنی صداست نگاه

کثرت جلوه مفت دیدنهاست
گر کند احولی بجاست نگاه

همه آفاق نرگستان است
چشم گو باز شو کجاست نگاه

بی تمیزی تمیزها دارد
چشم تا واکنی دعاست نگاه

بیدل از جلوه قانعم بخیال
چه توانکرد نارساست نگاه

بوی وصلی هست در رنگ بهار آئینه
میگدازم دل که گردم آبیار آئینه

غفلت دل پردهٔ ساز تعلقهای اوست
جلوه خوابیده است یکسر در غبار آئینه

دهر اگر زین رنگ پرداز دبساط چشم تنگ
میچکد تمثال چون اشک از فشار آئینه

عرصهٔ جولان آگاهی ندارد گرد غیر
هم بروی خویش میتازد سوار آئینه

بیتو چون گوهر نگه در دیده تا مژگان شکست
آخر از ما نیز گل کرد انتظار آئینه

بیخودی ساغرکش کیفیت دیدار کیست
در شکست رنگ می بینیم بهار آئینه

انتظاری نیست بیدل دولت جاوید وصل
حیرتم تا چند بردارد کنار آئینه

دور از وصال روی تو ماییم و دیدهٔ
چون شمع کشته داغ نگاه رمیدهٔ

بازآگه دارم ازنگه واپسین هنوز ترجرعهٔ شیشهٔ رنگ پریدهٔ
برگریه ام نظرکن وازحیرتم مپرس عرض گداز صد نگهت آب دیدهٔ
هرچند خاک من چوسحر باد برده است دارم هنوز رنگ گریبان دریدهٔ
صد صبح زین بساط پرافشان وهم رفت من هم گرفته ام پی رنگ پریدهٔ
میبایدم زخجلت اعمال زیستن نومیدتر ز زنگی آئینه دیدهٔ
تاحسرت انتخاب حیاتیم ازین محیط کنج دلی ویک نفسی آرمیدهٔ
شد نوبهار و ما نفشاندیم گرد بال درسایهٔ گلی به نسیم وزیدهٔ

بیدل حضور خاتم ملک جم است وبس
پیشانی شکسته و دوش خمیدهٔ

نیست خاموشی بکار شمع محفل جز گره داغ شد آهی که نپسندید بردل جز گره
ازجنون برخویش راه عافیت هموارکن وانمی سازد طپش از بال بسمل جز گره
براسیران دل ازفقروغنا افسون مخوان نیست درچشم گهر دریا وساحل جز گره
نالهٔ ما گرمقام الفتی دارد دل است ناله را درکوچهٔ نی نیست منزل جز گره
فرصتی کوتا بضبط خود نفس گیرد نفس رشته کوتاه است ما را نیست مشکل جز گره
ای خوشا نومیدی تدبیر فتح الباب من تا شدم ماحق ندارم درمقابل جز گره

صاف طبعان بیدل ازهستی کدورت میکشند
ازنفس آئینه ها را نیست دردل جز گره

عالم واین تردماغیهای جاه شبنمی پاشیده برپشت گیاه
نخوت شاهی دهان اژدهاست شمع را درمیکشد آخر کلاه
ناامیدی دستگاه زندگیست تار و پود کسوت صبح است آه
میگدازد شمع ازخود میرود کای بخود درماندگان اینست راه
خانهٔ مجنون ما هم دود داشت روزن چشم غزالان شد سیاه
عشق را بر نقص استعداد ما گریهٔ ابر است برحال گیاه

نرخ بازار کرم اشکستگی است
گر دولت چیزی نخواهد عذرخواه

ناز کن گر فکر خویشت ره برد
از گریبان غافلی بشکن کلاه

بیدل از غفلت کسی را چاره نیست
سایهٔ دارد گدا و پادشاه

گرد هدر رنگ تماشای تو پرواز نگاه
خیل طاوس توان ریخت ز پرواز نگاه

راز مخموری دیدار نهان نتوان داشت
صد زبان از مژه دارد لب غماز نگاه

عمرها شد که بآن جلوه مقابل شده ام
میرسد بر من حیران چه قدر ناز نگاه

همچو شمعی که کند دود پس از خاموشی
حیرتم زمزمهٔ میکشد از ساز نگاه

در نهانخانهٔ دل مژدهٔ دیداری هست
میکشد گوش من از آئینه آواز نگاه

گر دغفلت مشکافید که در عرصهٔ رنگ
بی نشان نیست خطای قدر انداز نگاه

چون شرر چشم بذوق که گشایم بیدل
من که انجام نفس دارم و آغاز نگاه

گر همه رفتی چو ماه از چرخ برتر سجدهٔ
تا ز پیشانی اثر داری بر آن در سجدهٔ

دام تکلیف نیاز تست هر جا منزلیست
یعنی از دیر و حرم تا کوی دلبر سجدهٔ

تا نگردد جبهه فرش آستان نیستی
چون نماز جاهلان سیلی خور هر سجدهٔ

ناله داری سرکشی کن از طلسم خود برآ
ای نمازت ننگ غفلت پر مکر سجدهٔ

جرات پرواز خاکت را بگردون برده است
ور نه هرگه میکشی سر از ته هر سجدهٔ

در ضعیفی رشتهٔ ساز رعونت بسته است
از رگ گردن غباری نیست تا در سجدهٔ

هم ز وضع اشک خود بیدل عیار خویش گیر
از گریبان تا برون آورده سر سجدهٔ

ای تماشایت چمن پرور بچشم آئینه
بیتو خس می پرورد جوهر بچشم آئینه

مست حیرت دا نما از وهم امکان فارغست
انتظار کس مکن باور بچشم آئینه

دعوی باریک بینی تا توانی پیش برد
فرق کن تمثال از جوهر بچشم آئینه

جوهر همت مخواه از کس که ابنای زمان
دیده انداحوال یکدیگر بچشم آئینه

گرد عمر رفته هم از عالم دل جسته نیست
گر نفس پی گم کند بنگر بچشم آئینه

رنج بینش بود بیدل هستی موهوم ما
مو شدم از پیکر لاغر بچشم آئینه

در محیطی گر فلک طرح حباب انداخته
کشتی ما را تحیر در سراب انداخته

با دو عالم شوق بال بسمل آسوده ایم
عشق بر چندین طپش از ما نقاب انداخته

ما و عنقا تا کجا خواهیم رفع شبه کرد
لفظ ما بیحاصلی دور از کتاب انداخته

غیر شور ما و من برهم زن دیگر نداشت
عیش این مردم نمکها در شراب انداخته

رخت همت تا نه بیند داغ اندوه تری
سایهٔ ما خویش را در آفتاب انداخته

ای خیال اندیش طوفان اندکی مژگان بمال
میغشار دو چشم من رخت در آب انداخته

یک نگه کم نیست بیدل فرصت عمر شرار
آسمان طرح و رنگم در شتاب انداخته

ردیف یای تحتانی

نیاز و عرض نازت حیرت آئینه پروردی
ز دیوان نگاه امشب برون آورده ام فردی

تماشای سواد عافیت برده است از هوشم
نگه مژگان برون آرد کسی تا من کنم گردی

ز نیرنگ تغافل برده است آن چشم قتالم
ببازی نیز نتوان یافتن در طاسم آوردی

بروی چهرهٔ امکان من آن رنگ سبکپایم
که هر کس میرود از خویش میخیزد ز من گردی

ز بس جوش مخنث میزند این عرصهٔ عبرت
زنان ریشی برون آرند تا پیدا شود مردی

سرت گردم بکویت زعفران زار تماشا کن
نثار آستانت کرده ام یک جبههٔ زردی

طپیدم آنقدر کز دل فشردن محو شد بیدل
بسعی کوفتنها نرم کردم آهن سردی

ز پیراهن برون آئی شکوهی نیست عریانی
جنون کن تا حبابی را لباس بحر پوشانی

نمو های بهار اعتبار افسردگی دارد
نمیبارد بهار فضل سبحانی بآسانی

بیکدم خامشی نتوان ز کلفتها برون جستن
نفس را آب کن چندانکه گرد خویش بنشانی

محبت نیست آهنگی که آفت جوشد از سازش
گسستن برنمی‌آرد ز زنار مسلمانی

حیا ایجاد دم از من بی نقابیها نمی آید
اگر مژگان گشودم چشم پوشیدم بحیرانی

ندارد نقشی از حیرت دبستان خودآرائی
ز درد دل چه میپرسی هنوز آئینه میخوانی

محبت تهمت آلود جفا شد از شکست من
حبابم گرد بر دریا فشاند از خانه ویرانی

دو چار هر که گشتم چشم پوشید از غبار من
درین صحرای عبرت امتحانی بود عریانی

هوس از نسخهٔ تسلیم من صورت نمی بندد
نگه نتوان نوشتن بر بیاض چشم قربانی

گر یکمژه خون چشم فراهم شده باشی
شیرازهٔ اجزای دو عالم شده باشی

ناصح سخن ساختهٔ ات پر نمکین است
زخم است بزخمی که تو مرهم شده باشی

تا بار خری چند نه بندند بدوشت
آدم نشوی گر همه آدم شده باشی

بی جبههٔ تسلیم تواضع دم تیغ است
حیف است نگین نا شده خاتم شده باشی

عاجز نفسان قافلهٔ سرمه متاع اند
کو ناله گرفتم که جرس هم شده باشی

عمریست که آب رخ ما صرف طلبهاست
ای جبههٔ همت چقدر نم شده باشی

بیدل مگذر چون مه نو از خط تسلیم
بر چرخ اگر یکسر مو خم شده باشی

ای نم اشک هوس مایل مژگان نشوی
سیل خیز است جهان اینهمه عریان نشوی

چه بهار و چه خزان رنگ گل حیرت بست
جلوه محو است گر آئینه نمایان نشوی

هر قدر آئینه راه تامل دارد
بگشاد گره آبله دندان نشوی

آفت رنگ بهم سودهٔ افسوس مباد
خون عاشق گنهی نیست پشیمان نشوی

کشتی نه فلک اینجا به نمی طوفان است
تا توانی ظرف اشک یتیمان نشوی

وحشت از کف ندهی دهر فسردن قفس است
ای نگه سعی کمی نیست که مژگان نشوی

فکر کیفیت خود نیستیٔ میخواهد
تا سر از دوش نرفته است گریبان نشوی

شرم کن بیدل از آن جلوه که چون آب زلال
همه تن آینه پردازی و عریان نشوی

محو بودم هرچه دیدم دوش دانستم توئی
گر همه مژگان گشود آغوش دانستم توئی

غفلت روز و داغم از خجالت آب کرد
اشک میرفت و من بیهوش دانستم توئی

حرف غیرم راه میزد از هجوم ما و من
بر در دل تا نهادم گوش دانستم توئی

مشت خاکی اینهمه سامان عجز ناز کیست
بیش ازین از من غلط مفروش دانستم توئی

بیدل امشب سیر آتشخانهٔ دل داشتم
شعله را یافتم خاموش دانستم توئی

نشد ز آئینهٔ کیفیت ما ظاهر آرائی
نهان ماندیم چون معنی بچندین رنگ پیدائی

بعزلت ساخت دل تا وارهید از غفلت امکان
چها میساخت این آئینه گر میداشت پیدائی

نوائی از صدف گل میکند کای غافل از خست
لب خشکی که ما داریم دریا نیست دریائی

بهار وحدتست آنجا دوئی صورت نمی بندد
خیال آئینه دار ولیک بر روی تماشائی

ندانم تا بکی باید درین ویرانه جوشیدن
بهر محفل که ره بردم چو شمعم سوخت تنهائی

بنازم نشهٔ یکرنگی جام محبت را
دل از خود رفتنی دارد که پندارم تو می آئی

هزار آئینه حیرت در قفس کرده است طاوست
جهانی چشم بگشاید تو گر یکبال بگشائی

هلال اوج قدر از وضع تسلیم تو میبالد
فلک فرشی گر از خود یک خم ابرو برون آئی

بخاموشی مباش از نالهٔ نیرنگ دل غافل
نفس چندین نیستان ریشه دارد در لب نائی

ز تحریک نفس عمریست بیدل در نظر دارم
پر پروانهٔ چندی جنون پرواز عنقائی

پوچ است قماش تو باظهار تلافی
ای کسوت موهوم فنا رنگ نبافی

خون ناشده ره در دل ظالم نتوان برد
جز آب که دیده است ز شمشیر علافی

زندانی جرات کدهٔ دار فنائیم
بر ما نتوان بست خطاهای معافی

آئینه دلان جوهر شمشیر ندارند
اجزای مدارائی ما نیست مصافی

نشکافت کس از نظم جهان معنی تحقیق
ازبسکه بهم تنگ نشسته است قوافی

زان پیش که احسان فلک ناله فروشد
بیدل عرقی ریز بامید تلافی

کیم من تنخص نومیدی سرشت عبرت ایجادی
بصحرا گرد مجنونی بکوه آواز فرهادی

بخاک افتاده ام اما غرور شعله خو یا بزا
کف خاکسترم از آرمیدن میدهد بادی

خطا از هر که سر زد چون جبین من در عرق رفتم
ندارد عالم ناموس چون من خجلت ایجادی

طرب رخت شکفتن بسته است از عالم امکان
مگر زخمی ببالد تا بعرض آید دل شادی

زسعی جانکنیها یم مشو ای همنشین غافل
که در هر نالهٔ من تیشه دزدیده است فرهادی

بیاد جلوهٔ خود حیرت ما را غنیمت دان
صفای تیشه ام نقشی است از بال پریزادی

نمیدانم چه گم کردم درین صحرا من بیدل
ولی میگویم و دارم بچندین ناله فریادی

نه نفس تربیتم کرد نه دامان مددی
آتشم خاک شد ای سوخته جانان مددی

شوق دیدارم و یک جلوه ندارم طاقت
مگر آئینه کند بر من حیران مددی

فصل بیحاصلی اشک تربها دارد
سنگ شد قطره اگر کرد به نیسان مددی

حیله جوی نم اشکیم درین وادی خشک
کاش از آبله بخشند بمژگان مددی

یاد چشم توز آوارگیم غافل نیست
گرد این دشتم و دارم زغزالان مددی

اشک بی گریه ام از بخت سیه نپسندید
داشت این سایه هم از فیض چراغان مددی

بیدل از غنچه گرفتم سبق زانوی فکر
بود کوتاهی دامن بگریبان مددی

من دیوانه چون طفلی که هر جا سر کند بازی
دو عالم رنگ برهم چیند و او سر کند بازی

در آن محفل که گلچین هوس باشند دم تیغش
مرا چون شمع یک گردن بچندین سر کند بازی

ز گرد اضطراب دل نفس در سینه ام خون شد
بگو آن طفل شوخ از خانه بیرون تر کند بازی

مزاج خوابناک افسانه را باطل نمیداند
جهان بازیست اما کیست تا باور کند بازی

بخاک از لهو مفکن جوهر پرواز همت را
کبوتر مایل پستی است هر جا سر کند بازی

گل از بال طلب مالیدن آهنگست ازین غافل
که از افراط شوخی طفل را لاغر کند بازی

طرب کن تا بساط وهم هستی زود طی گردد | تکلف میکند دل هر قدر لنگر کند بازی
بغیر از سوختن چیزی ندارد فرصت کارش | شرار اول بدود آخر بخاکستر کند بازی
شرر در عرصهٔ تحقیق با ما چشمکی دارد | که از خود چشم پوشد هر که اینجا سر کند بازی

قد پیری نمودار است طفلی تا بکی بیدل
کجه در خاک پنهان و مبادا بر کند بازی

زبس که کرد قصور نگاه مژگانی | بخود شناسی ما ختم شد خدادانی
صداع هستی ما را علاج تسلیم است | بس است صندل اگر سود دایم پیشانی
بخاک ما نشود ساز ناومن هموار | نفس نمی گذرد از تلاش سوهانی
جنون بکسوت ناموس جلوه ها دارد | چو اشک آینه صیقل مزن بعریانی
ندارد آئینه بودن باین همه تشویش | که هر که جلوه فروشد تو رنگ گردانی
خطاست فکر اقامت بخود بلند اینجا | که درس عمر روانست سکته میخوانی
حریف خلوت آنجلوه بودن آسان نیست | نهفته اند نگاهی بچشم قربانی

درین هوسکده تا ممکن است بیدل باش
مکار آئینه تا حیرتی نرویانی

ما نیم و دلی سر ورقی بی سر و پائی | چون آبله صحرائی و چون ناله هوائی
از پردهٔ ناموس افلاک کشیدیم | تنگی که کشد لاغری از تنگ قبائی
زین جوش غباری که گرفته است جهانرا | فتح در خیبر کن اگر چشم گشائی
نتوان شدن از وهم وجود و عدم آزاد | با دام و قفس ساز که دور است رهائی
همت نپسندد که باین هستی موهوم | چون عکس در آئینهٔ گیتی بدر آئی
برهم زن کیفیت یکتائی ما نیست | این سجده که بر پیکر ما بست دوتائی

بیدل تهی از خویش شدی ما و منت کو
ای صفر ز اعداد تعین نفزائی

دیدهٔ داریم محو انتظار مقدمی | یارب این آئینه را زان گل حضور شبنمی

انکه در یکتائیش وهم دوئی را بار نیست ‌ ‌ چون کنم یادش مقابل میشوم با عالمی
چشمهٔ خون دگر دارد بن هر موی من ‌ ‌ خاک گردم تا بچندین زخم بندم مرهمی
چون بلالم دستگاه عاجزی امروز نیست ‌ ‌ در علم بر استخوان جبهه میدیدم خمی
ای بهار نیستی از قدر خود غافل مباش ‌ ‌ هر دو عالم خاک شد تا بست نقش آدمی
سنگ اگر گردی شرر خواهد کشیدن محملت ‌ ‌ نیست این آسوده گیها جز کمینگاه رمی
مایل قطع وفا تا چند باید زیستن ‌ ‌ تیغ کین را جز ننگ روئی غیبا شد دمی
از گزند امتداد روز و شب ایمن مباش ‌ ‌ بر سر و پای تو پیچیده است مار ارقمی

با کمال عجز بیدل بی نیاز گوهریم
در شکست ما کلاه آرائیی دارد جمی

بوحشت بر نمی آیم ز فکر چشم جادوئی ‌ ‌ چو رم دارم وطن در سایهٔ مژگان آهوئی
بساط خاک عرض دستگاهم بر نمیدارد ‌ ‌ چو ماه نو بگردونم اگر بالم سر موئی
ز فیض وحشتم همسایهٔ جمعیت عنقا ‌ ‌ چو دل دارم بپهلو گوشهٔ از عالم آن سوئی
شدم آئینهٔ بیطاقتی ترسم کند روشن ‌ ‌ بخاک بیخودی دادم غباری سر بزانوئی
نوای عندلیبان نکهت گل شد درین گلشن ‌ ‌ نگر مینا بقلقل واکشد حرف از لب جوئی
زگرد مطلب نایاب برخود میطپد هر کس ‌ ‌ جهان گردیست طوفان بردهٔ جولان آهوئی
وداع فرصتم دیدار بی ماتم نمی باشد ‌ ‌ ز مژگان چشم قربانی پریشان کرد گیسوئی
بیک عالم ترش رو کارم افتاده است ممنونم ‌ ‌ شکست رنگ صفرائی طمع میداشت لیموئی
قد خم گشتهٔ در رهن صد عقبی امل دارم ‌ ‌ باین و بناله داریها کم افتاده است ابروئی
جهانی نقد فرصت در تلاش نسیه میسازد ‌ ‌ یقین مردی تو پیدا اگر نمودی همچو من روئی

درین گلشن ز بس شکست بیدل جای آسودن
نگردانید گل هم بی شکست رنگ زانوئی

کیستم من نفس سوختهٔ مجمری ‌ ‌ دل خون گشتهٔ گل کرده غبار جسدی
نقش تصویر خیالم ز اثر نومیدم ‌ ‌ دعویم شوخی اظهار ندارم سندی

وصل جستم دو جهان جلوه دو چارم گردید
چه صنمها که ندیدم بسراغ صمدی

موج را عقد گهر کرد بخود پیچیدن
میشود ضبط نفس رشتهٔ عمر ابدی

مژدهٔ عافیتی یافتم از کلفت دهر
موی چشم آئینه را گشت حضور مددی

همه جا داغ گدائی نتوان شد بیدل
خجلتم بیشتر از هر که ندارم مددی

کیم من از نصیب عالم اظهار مایوسی
غبار دامن رنگی صدای دست افسوسی

حباب این محیطم مفت دید نهاست سرارم
پری زیر بغل میگردم از مینای محبوسی

ندانم تیغ قاتل از چه گلشن داده شد آبش
چکیدنهای خونم نیست جز آواز طاؤسی

شکست آئینه تعمیر چندین جلوه است اینجا
چکید اشک من و حسن تو در آفاق زد کوسی

نگردی ای شرار از کاغذ هم مشربان غافل
که در خاکستر ما هم پرافشان بود طاؤسی

زخود گر نگذری باری ز اسباب هوس بگذر
چراغی تا کنی روشن در آتش گیر فانوسی

ز عریانی جنون با من کند مغرور سامانی
توان دست از دو عالم برد اگر باشد گریبانی

تواضع دستگاهم غنچه ام خندیدنی دارد
فراهم میکنم صد زخم تا ریزم نمکدانی

ز سوز دل تجلی مزرع برقست بر عضوم
چو مجمر دارم از یک شعله سامان چراغانی

باسباب تعلق جمع نتوان یافت آسودن
دو عالم محو گردد تا رسد مژگان بمژگانی

بذوق بیخودی چند انکه خواهی سعی جولان کن
بقدر کوشش رنگست نفس زفتست میدانی

تماشا فرش راهست از آزادگی مگذر
گشاد بال چون طاؤس دارد نرگستانی

دو همچشمی که باهم متفق باشد بعالم کو
ز مژگانها مگر در خواب بینم ربط چسپانی

ندانم از کدامین کوچه خیزد گرد راه من
نوای شوقم و گم کرده ام ره در نیستانی

بهر محفل چو شمعم رنگ باید ریختن بیدل
ندارد سال و ماه هستیم چون فصل نیسانی

چند پیچد بر من بیدست و پا افتادگی
از رهم بردار تا گیرد عصا افتادگی

تخم اقبالم ز فیض سجده خواهم همتی
گر بسرم چون سود ماند ریشها افتادگی

دام عجزم در زمین سرکشی خوابیده است
میکشد انجام نی از بوریا افتادگی

از شعاع مهر یکسر خاکساری میکشد
بر جبین چرخ هم خطی است تا افتادگی

غوطه زن در خون اگر با عجز داری نسبتی
بر سراپای تو می بندد حنا افتادگی

خط پرکار کمالت ناتمام افتاده است
تا نفرسازد سرت را محو پا افتادگی

محرم نقش قدم سیر نگاهش زیر پاست
عبرت آموز است وضع ما خوشا افتادگی

خاک عاجز نیز خود را میزند بر روی آب
خصم اگر منصف نباشد تا کجا افتادگی

یار رفت و من چو نقش پا بخاک افتاده‌ام
سایه میگردید کاش این نارسا افتادگی

همچو آتش سرکش بیدل که در تدبیر من
خاک بنیاد مرا دارد بپا افتادگی

گاه گل گاه چمن گاه هوا میگردی
ای خیال آئینه هوشی که بچها میگردی

مرکزت گردش پرگار قیامت دارد
گر نه رنگ درین باغ چرا میگردی

حسن کیفیت تحقیق مجاز آئینه است
این چه جامست که در مجلس ما میگردی

هوش اندیشهٔ نیرنگ حیاتت خون شد
که نفس داری و آئینه نما میگردی

چون سحر سلسلهٔ ساز وداع تو رساست
تا نفس راست کنی دست دعا میگردی

طپش آئینه در ضبط خیالی دارد
کاروانی که تواش بانگ درا میگردی

شخص تمثال شود تا تو به بینی خود را
اینقدر بهر چه از خویش جدا میگردی

لامکان سیرتت از بس که بلند افتاده است
تا بگردون نگری آبله پا میگردی

بیدل افسون شراری بدماغت زده است
باخبر باش که نقش کف پا میگردی

نه با صحرا سری دارم نه با گلزار سودائی
بهر جا میروم از خویش میبالد تماشائی

چراغ حیرتم چون لاله در دست محرومم
رهی گم کرده‌ام در ظلمت آباد سویدائی

دل از کف داده‌ام دیگر ز احوالم چه میپرسی
بسامان غبارم دامن افشانده است صحرائی

ره هر ذره مهمیز است بهر وحشت انفعال
مرا بیدار سازد هر که بر راحت زند پائی

درین صحرای نومیدی که میخواهد سراغ من
که از هر نقش پایم تا عدم خفته است غنقائی

دل من واشکاف و هر چه میخواهی تماشا کن
که عمری شد بنام حیرتی دارم معمائی

تعلق میفروشد عشوهٔ مستقبل و ماضی
تو گر امروز بیرون از خود آئی نیست فردائی

بدردی نگاهی در هم افسرده است مژگانی
خرامی میرساند حیرت آغوش مینائی

ندانم فرش تسلیم سر راه کیم بیدل
بدامن گردی از خود داشتم افشانده ام جائی

رم مینا بنی تغییر رنگی گردش حالی
فسردی بیخبر جهدی که شاید وا کنی بالی

بغیر از سعی هستی محرم اسرار نتوان شد
همان پرواز رنگت بسته بر آئینه تمثالی

حصول امتیاز آب و رنگ آسان نمیباشد
بسوز و داغ شو تا بر رخ هستی نهی خالی

طپش در طبع امواجت بسعی گوهر آرائی
بتی دارم که خواهد ریخت آخر رنگ تبخالی

چه پردازم باظهار خط بی مطلب هستی
مگر از خامهٔ تحقیق بیرون افکنم بالی

به ناصور جگر عمریست گرد ناله می بیزم
خوشا عرض بضاعتها کف خاکی و غربالی

ز تشریف جهان بیدل بعریانی قناعت کن
که گل اینجا همین یکجامه مییابد پس از سالی

چه معنی نمائی چه لفظ آشنائی
رسائی مدان تا ز خود بر نیائی

قناعت کند مرکز آبرویت
شود قطره گوهر بصبر آزمائی

درین انجمن غیر عبرت چه دارد
غرورنی و خجلت بوریائی

باهنگ ذوقی بپرواز شوقی
به بیکاریم گشت بیهوده عائی

هوائی نشد دستگیر غبارم
زمینم فسرد و بردار بی عصائی

ترمی نیست در چشمهٔ زندگانی
ز خجلت نم از جبهه دارم گدائی

سخن کرد طوفانی انفعالم
ثنا داد ساز مرا بی صدائی

تکلف مکن ساز تقلید عنقا
نگه شد سراپایم از سرمه سائی

بهستی من و تو ضرور لیست بیدل
نفس نیست جز مایهٔ خودستائی

خیالش بر نمیتابد شعور ای بیخودی جوشی
نمیگنجد بدیدن جلوه اش ای حیرت آغوشی

ضعیفیها بپای نگه افگند کار من
چو مژگان میکنم مضراب آهنگ خاموشی

زصد آئینه اینجا یک نگه صورت نمی بندد
تو بر خود جلوه کن مارا کجا چشمی و کو گوشی

زبار حسرت دنیای دون گشتم ازین غافل
که معنی هم نمی ارزد بخجم گردیدن دوشی

نه با صبحی خبر دارم نه از شامی اثر دارم
نگه می پرورم در سایهٔ خط بناگوشی

ازان نامهربان منت کش صد رنگ احسانم
باین حسرت که گاهی میکند یاد فراموشی

چنین محو خرام کیست طاؤس خیال من
که واکرد است فردوس از بن هر مویم آغوشی

بغفلت از نوای ساز هستی بیخبر رفتم
شنیدن داشت این افسانه گر میداشتم گوشی

دل داغ آشنائی در قفس پرورده ام بیدل
بزیر بال دارم سیر طاؤس چمن پوشی

نه وضع عزتم منظور نی در مسکن آرامی
چو موج گوهرم گردیتیمی نیست بی دامی

بهار بیخودی گو بند بزم عشرتی دارد
روم تا رنگ برگردانم و پیدا کنم جامی

در ینمحفل بآن هر بطی افسرده است دلها
نیابی احتمال توامی در مغز بادامی

بیاد جلوه ات امید از خود رفتنی دارم
در آغوش نگاه واپسین دزدیده ام دامی

بحمدالله خط مشکین دمید آخر برخسارش
چراغ دیده تا روشن شود میخواستم شامی

شرر گردید عمر و من همان سنگ زمینگیرم
نشد این خانه افسرده ام منظور احرامی

نگاه بی نیازی اندکی تحریک مژگان کن
حبابی پیش آید گر تو از خود بگذری گامی

بزم جلوه عمری شد نگه می پرورم بیدل
هنوز از حیرت آئینه ام منت کش دامی

ای نگه خون کنی پوشیده پیدا چه بلائی
جلوه هایت همه اینجاست تو باری بکجائی

طایر نامهٔ شوقم پر پرواز ندارم
چقدر آب کنم دل که شود ناله هوائی

خنده عمریست نمی آیدم از کلفت هستی
حاصلی نیست در اینجا تو هم ای گریه بیائی

غیرت مهر نتابد اثر هستی انجم
صرفهٔ ماست که در آئینهٔ ما ننمائی

حسن تحقیق که از عین دوئی پرده گشاید
تری و آب بهم نیست باین تنگ قبائی

مقصد بینش اگر حیرت دیدار تو باشد
از چه خودبین نشود کس که تو در کسوت مائی

بیدل از ما نتوان خاست چه افغان چه ترنم
نی این بزم شکست است نفس بر لب نائی

شب چشم نیم مستش وا شد بخواب نیمی
در دست فتنه دادند جام شراب نیمی

حسن از خط تو فرش است سامان خواب نازش
بر روی سایه نیمی بر آفتاب نیمی

کیفیت تبسم بالید یکسر موی
گر نقطهٔ دهانش کرد انتخاب نیمی

عمریست آهم از دل مانند دود مجمر
در آتش است نیمی در پیچتاب نیمی

آن لاله ام درین باغ کز درد بیدماغی
تا یکقدح ستانم گردم کباب نیمی

سرمایه یک نفس عمر آنهم بباد دادیم
در کسب حرص نیمی در خورد و خواب نیمی

موی سفید گل کرد آمادهٔ فنا باش
یعنی سواد این شهر بردست آب نیمی

قانع بجام وهمیم از بزم هستی ایکاش
قسمت کنند بر ما از یک حباب نیمی

بیدل نشاط این بزم از بسکه بی ثبات است
چرخ از هلال دارد جام شراب نیمی

در دل نهد خیال پرتو مهرت سحرگاهی
چراغان فلک خاموش گردانیدم از آهی

بهار آرزو نگذاشت در هر رنگ نومیدم
ز چشم انتظار آخر زدم گل بر سر راهی

ز تنگیهای دل یکغنچه نتوان نقش بست اینجا
شکستم رنگ خود تغییر دادم نشتر آهی

بخاک آستانت چون هلال از بسکه خم گشتم
جبینی یافتم در نقش پیشانی پس از ماهی

طریق کعبه و دیر اینقدر کوشش نمیخواهد
بطوف خانهٔ دل کوش اگر پیدا شود راهی

جهان کثرت اظهار غرورت بر نمیدارد
ز سامان ادب مگذر پرست این لشکر شاهی

به بینم تا کجاها می برد فکر خودم بیدل
برنگ شمع امشب در گریبان کنده ام چاهی

افتاده ام براهت چون اشک بی روانی
مکتوب انتظارم شاید مرا نخوانی

از ساز حیرت من مضمون ناله دریاب
گرد نگاه فریاد از روی ناتوانی

وامانده ادب را سرمایهٔ طرب کو
خاکیست آب گوهر در عالم روانی

آنجا که بیدماغی زور آزمای عجز است
دارد نفس کشیدن تکلیف شخ کمانی

از هستی علامت تا کی غم اقامت
خواهد بباد رفتن گردی که می فشانی

بی صید دیدهٔ دام مخمور مینماید
قد دوتاست اینجا خمیازهٔ جوانی

همت بفکر هستی خود را اگره نسازد
حیفست کیسه دوزی بر نقد رایگانی

خمخانهٔ تمنا جام دگر ندارد
مفت است بیدماغی گر نشه میرسانی

با طبع دون نسازد مغرور احتیاجت
ناکردنست اولی کاری که میتوانی

بیدل غبار آهی تا رنگ اوج گیرد
از چاک سینه دادم چون صبح نردبانی

دارد بمن دل شده امشب سر جنگی
گلبرگ کمانی پر طاوس خدنگی

باخون که ساغر کش پیمانهٔ ناز است
از رنگ حنا میرسد آئینه بچنگی

پیش که برم شکوه از آن نرگس کافر
بیچاره شهیدم زدم تیغ فرنگی

آن جلوه که بیرون خیالست خیالش
دیدیم برنگی که ندیدیم برنگی

مشکل که ز فکر عدم خویش برآئیم
داریم سری و بگریبان نهنگی

گامی بگشاد خط پرگار نرفتیم
چون نقطه فزودیم فشار دل تنگی

فریاد که در سرمه نهفتیده خروشیم
بشکست دل اما نرسیدیم بسنگی

بیدل نیم آزاد برنگی که ز تهمت
بر چشم شرارم مژه بند رگ سنگی

حریف مشرب قمری نهٔ طاوسی بازی
کف خاکستری با شوخی پرواز گلبازی

سرت راه گریبان وا نکرد از بی تمیزیها
وگرنه بی تأمل سنگ هم دارد دو بازی

نفس عشرت فریبست اینقدر هنگامهٔ ما را
نوای حیرتیم آن هم به بند تار بی سازی

مدار ماجرای کاف و نون کی منقطع گردد
درین کهسار عمری شد که پیچیده است آوازی

باین سامان ندانم صید نیرنگ که خواهد شد
که چون طاؤس در بالم چراغان کرد پروازی

حیا را هم نقاب معنی نازش نمیخواهم
که بیترسم عرق بر جبهه بندد چشم غمازی

مگو از ابتدای من مپرس از انتهای من
نگاهی بود خون گشت و چه انجامی چه آغازی

بجائی میرسی بیدل مباش از جستجو غافل
دری از آستان تا واشود بیخنجد پروازی

گر از گوهر کمر سازی و گر دستار زر پیچی
دمی بی کشمکش گردی که زیر خاک پر پیچی

حجاب جوهر آزادیست گر اسباب آزادی
همه پروازی اما گر بساط بال و پر پیچی

غرور و عجز دنیا حکم شاخ آهوان دارد
تو هم چندانکه بر خود بیش تابی بیشتر پیچی

نفس در سینه یا در دیدهٔ اندیشه میتازد
عنانها دارد از خود رفتنت مشکل که در پیچی

اگر فقر از تو میبالد و گر جاه از تو میتازد
نه آتش چرا بیهوده بر هر خشک و تر پیچی

جنونها در امل غیر از دماغت کیست برتا دارد
چو مو گردد رسا ناچار میباید بسر پیچی

کمند نارسائی در خور سامان چنین دارد
جهان صید خیال تست بر خود هر قدر پیچی

گر آزادی بلند تهای دنیا خو مکن بیدل
مبادا همچو طوطی بر پر و بال شکر پیچی

خیالت هر کجا تمهید راحت پروری کردی
بخواب بیخودی بوی بهارم بستری کردی

دلی دارم که گر آئینه بیند حیرت کارش
همان جوهر عرق از خجلت بیجوهری کردی

نبود از حق شناسیهای الفت آنقدر مشکل
که چون قمری پر پرواز را خاکستری کردی

به نفی وهم اگر میکرد عشق اثبات آزادی
شکست شیشه ام سر در گریبان پری کردی

چو قمری چشم اگر میدوختم بر سرو آزادش
بگردن گردش رنگ از تحیر چنبری کردی

جنون چون شمع در رنگ بنای من زند آتش
که تا نقش قدم گشتن سراپایم سری کردی

ازین افسانها در دسر بیدل شود افزون
کسی گوشی اگر میداشت بالیستی گری کردی

نبری گمان که یعنی بخدا رسیده باشی
تو ز خود نرفته بیرون بکجا رسیده باشی

بهوای خود سر بهار روی ز خود که چو شمع
سر ما ز ما ننالد که بپا رسیده باشی

نه ترنمی نه وجدی نه طپیدنی نه جوشی
بخم سپهر تا کی می نارسیده باشی

نگه جهان نوردی قدمی ز خود برون آی
که ز خویش گر گذشتی همه جا رسیده باشی

سر و کار ذره با مهر ز حساب سعی دور است
بتو کی رسیم هرچند تو بما رسیده باشی

ثمر بهار رنگی بکمال خود نظر کن
چمنی گذشته باشی که تو نارسیده باشی

ز شکست رنگ هستی اثر تو بیدل اینست
که بگوش امتیازی چو صدا رسیده باشی

باین تمکین خرامت فتنه در خوابست پنداری
تبسم از حیا گل بر سر آبست پنداری

خیال کیست یارب جوش نیرنگ شبستانم
هجوم حیرتی دارم که مهتابست پنداری

سر از بالین نازم یاد محمل بر نمیدارد
بساط خاکساری یکشکر خوابست پنداری

جهانی شیر مستی دارد از وضع جنون من
گریبان چاکیم موج می نابست پنداری

خیال از رنگ تحقیقم غباری در نظر دارد
مصور در کمین طرح سنجابست پنداری

بملک نیستی راه یقینت آنقدر وا کن
که هر کس هر چه آنجا میبرد بابست پنداری

چنان با خود گوارا ساز نوش و نیش دوران را
که گر تیغ از کلاهت بگذرد آبست پنداری

به نیک و بد مدارا سر کن و مسجود عالم شو
تواضع هم خمی دارد که محرابست پنداری

تحیر صورتی نگذاشت در آئینه ام بیدل
صفای خانه دارم که سیلابست پنداری

درین محفل که پیدا نیست حسن رنگ مقصودی
چراغ حسرت آلودی نگاهی میکنم دودی

علاج زندگی بی نیستی صورت نمی بندد
چو زخم صبح دارم در عدم امید بهبودی

ازین سودا که من در چار سوی نه فلک کردم
همین در سودن دست ندامت دیده ام سودی

درین گلزار کم فرصت کدامین صبح کو شبنم
عرقهای شمار و خجلت انفاس معدودی

بیک مژگان زدن آئینهٔ بی تمثال میگردد
بحیرت ساز رنگ خودنمائی میپروردی

بچندین داغ آهی از دل ما سر نزد بیدل
چراغ نالهٔ ما نیست تهمت قابل دودی

بعجز کوش ز نشو و نما چه میجوئی
بخاک ریشه نشست از هوا چه میجوئی

بهر چه صرفه کنندت رضا غنیمت دان
زکارگاه فنا و بقا چه میجوئی

جز این که حرص کند خورد استخوان ترا
دگر ز سایهٔ بال هما چه میجوئی

محیط شرم بقدر گنه عرق دارد
هنوز آئینه از حیا چه میجوئی

سراغ قافلهٔ عمر سخت ناپیداست
ز رهگذار نفس نقش پا چه میجوئی

هزار ساله ره اینجا نثار یکقدم است
ز خود برآی ز فکر رسا چه میجوئی

برامگاه حسد پرفشانی انفاس
اشارهاییست کزین تنگنا چه میجوئی

بذوق دل نفسی طوف خویش کن بیدل
تو کعبه در بغلی خانقا چه میجوئی

مرد تلاشم بر همت دیده ندارد نظری
آبلهٔ کوکه نهم در قدمش جوش سری

شور جهان در نفسم صور قیامت جرسم
میگسلد هر نفسی رشتهٔ ساز سحری

در بر هر زیر و بمی خفته فسون عدمی
در همه ساز نیست رمی با همه رنگیست پری

ذوق بهار و چمنت چون نشود راهزنت
جانب این انجمنت دل نگشوده است دری

پردهٔ رنگی دری تا بچمن راه بری
خفته ببال پری کارگه شیشه گری

بیدل خونین جگرم بلبل بی بال و پرم
نیست درین غمکده نوحهٔ بی من اثری

رفتی چو می ساغر و دیگر نه نشستی
ای اشک دمی بر مژهٔ تر نه نشستی

عالم همه افسانه تکلیف صداع است
آه از تو درین مجلس اگر کر نه نشستی

ناراستی از جادهٔ فهمت بدر انداخت
بودی خط تحقیق و بمسطر نه نشستی

بیدل همه تن حلقه شدی لیک چه حاصل
بر خاک نشستی و بر آن در نه نشستی

سرشکم صد سحر خندید و پیدا نیست تأثیری
کنون از ناله در تاریکی شب افکنم تیری

باسانی مدان آئینهٔ دیدار گردیدن
صفا در پردهٔ زنگار دزدیده است شبگیری

من و مشق ندامتها که چون مژگان قربانی
نشد ظاهر زچندین خامه‌ام یک اشک تحریری

جهان میدان آزادیست اما مرد همت کو
ببالد از نیستان تعلقهای من شیری

اگر از اهل تقوائی ببر پرهیز از توانائی
که در کیش محبت جز جوانی نیست بی پیری

چه دیدی ای تأمل زین خیال آباد موهومی
تو خواهی عرضه ده تا من هم آغازم بتعبیری

دل پرداز از مجنون ما سنگ کف طفلان
مگر خالی کند در صورت ایجاد زنجیری

نمود معنی احوال ما صورت نمی‌بندد
مگر سازد خیال موی مجنون کلک تصویری

ز بیداری بمرگ از جستجو غافل نیم بیدل
بزیر خاک هم چون از فغانم هست شبگیری

ندارد ساز این محفل مخالف پرده آهنگی
چمن فریاد بلبل میکند گر بشکند رنگی

فسردن تا بکی ای بیخبر گردی پرافشان کن
تو هم داری بزیر بال طاوسانه نیرنگی

چو شمع خام سوز از نارسائیهای اقبالت
نه پا مانده نه جولانی بمنزل خفته فرسنگی

درین کهسار مگذر بی ادب گرد و برنگی
پری در شیشه بالد گر بگردد پهلوی سنگی

سحرگاهی نوای نی بگوشم زد که ای غافل
نفسها ناله گردد تا رسد سازی بآهنگی

درین گلزار آخر از فسون فرصت اندیشی
فسردیم و نه بستیم آشیانی در دل تنگی

فضای وادی امکان ندارد گردی از الفت
همان جمعیت بد امانست گر خارت زند چنگی

ز طبع ما درشتی برنیاید درفگان بیدل
خرام نالها نگذاشت در کهسار ما سنگی

الحمد لله علی آلائه الکامله والشکر والثناء علی نعمائه الشامله والصلوة والسلام
علی نبینا محمد و آله الطاهره که در ساعات مسرور واوقات
مشکور غزلیات میرزا عبدالقادر المتخلص به بیدل رحمة الله

باهتمام الحاج شیخ نورالدین ابن جیواخان در مطبع صفدری واقع بمبئی بزیور طبع آراسته گردید

مثنوی محیط اعظم

بسم الله الرحمن الرحیم

حمد نشاء آفرینی که میخانهٔ حقیقت انسانی را از نشاء ولقد کرمنا بنی آدم علوی مفاخرة
بخشید و پیمانهٔ شهود جسمانی را به نسیم نفخت فیه من روحی لبریز صهبای هستی گردانید
خمهای سپهر در بزمگاه فرمانش پیمانه وار سر گرم گردش اند و طومار محیط در دریای هستیش
چون ناف گرداب اسیر کمند پیچش گاهی نشاء را بکسوت حیاتی در کوچهٔ رگهای تاک میدواند
و گاهی دانهٔ انگور را از راه خلوتکدهٔ خم بسر منزل گلزار دل میرساند محیط در سعی گوهر طلبش
سراپا عرق جبین است و موج در تردد کنار اشتیاقش سراسر چین آستین در وادی خیالش
پیچ و تاب رشتهٔ نفسها جادهٔ پریشانی است و در بهارستان صنعش همواری مد نظرها
خیابان گلشن حیرانی صبح تا از شمع جمالش می زند خانهٔ خورشید روشن میگردد و هلال تا می از
کمالش لبی تر میکند پیمانهٔ ماه لبریز میشود ساغر بیطاقتان دشت آرزویش چون دایرهٔ گرد
باد سر از مرکز خاک بیرون کشیدن پیمانهٔ واصلان دریای جست و جویش چون حلقهٔ گرداب
بگرد خویش گردیدن گوهر آستانهٔ رفعتش کمترین خاک نشینان آسمان در جام خانهٔ قدرتش
یکی از کوته آستینان نبوت سرخوشی است از خمخانهٔ عالم اظهارش و ولایت نشاءئیست
از صهبای ساغر اسرارش نظم زهی چمیده اسرار دو عالم بخط جام استعداد
آدم زجامش جرعه تا بر زمین ریخت غبار از مشت خاک ما برانگیخت سر خم تا بفکر
اوست همدوش زجیب خویش دارد پنبه در گوش فروغ باده اش تا در نظر دید زخط

زخط پیمانه گرد خویش گردید بزمش از ادب ناکرده مسکن صراحی پای ناشناسد
زدامن سبو دُرپاش رازمی پرستی ازان دزدیده سر در جیب مستی که هر کس را
ره مستی است در پیش بدست خود نگه دارد سر خویش امّا بعد بدانکه این میخانهٔ ظهور حقائق حقیقت
نه ساقی نامهٔ اشعار ظهوری آئینه پرداز کیفیت دقایقست نه زنگار فروش خمار بی شعوری
زنگ این بتکده عالم شوق در نشئه پیرائی دماغ ادراکست اگرچه از آب دیده خامه ریخته ایست
امّا خمیرمایهٔ بنیادش موج جواهر اسرار آمیخته جوهر شناسان آئینهٔ حال از نقش خطوطش سرمه اندوز
دیدهٔ تماشا و مخمور طبعان صهبای کمال از فصیل بین السطورش خمیازه آموز ساغر تمنا مجلس مستان
فطرت آرا آثار سطرش ابریشم ساز طائران گلشن فکر بلند را گشایش اوراقش بال پرواز نا آشنا را
هر قطرهٔ این محیط طوفانیست آتش خروش و غواص یگانگی را هر موجش آشنائی کمند بدوش لاجرم
هر بی مغزی را کیفیت مطالعش پنبهٔ تر دماغی رساند و هر تنگظرف را پیمانه ورق گردانیش جرعهٔ
ادراک نه بخشاند که ساغر گرداب درخور کام نهنگست نه سزاوار حوصلهٔ مور و قلّهٔ قاف
نشیمن همت عنقاست نه کمینگاه آشیانهٔ عصفور هلالی در اندیشهٔ این سپهر کمال چون ماه باریکست
و زلالی در تماشای این محیط اعظم تاب حسرت نزدیک سالک تاطی مراتب عرفان نماید از جادهٔ
استفهام آن دور است و طالب تا بسر منزل کمال نرسد از وصول ادراک آن معذور سیلی صیت
معانیش طبع صامت را در خروش افکنده و گوشمال نغمهٔ الفاظش دماغ شیدا را بهوش آورده
و صورت پذیری شاهد جمعش با آئینهٔ طبع سلیم محال است و معنی نمای سواد مکتوبش جز شمع رای صائب
دشوار اینجا طوطی از خموشان است و مینا از پنبه بگوشان نظم ازین میخانه نتوان بود غافل
که درها میگشاید بر رخ دل تواند عقل اگر اینجا رسیدن چو می خواهد بمستی آرمیدن بمخموران
معنی داده پیغام ورق گرداندنش از گردش جام بهار نشئهٔ طرز و پسندش صراحی رنگ
مضمون بلندش ورقها همچو مخموران مدهوش گشوده از گل خمیازه آغوش ز سطرش
موج صهبا نشئه بردار سوادش در سیه مستی نمودار خط مسطر خط جام معانی سراپا موج
آب زندگانی عروجش نشئهٔ پرداز تفکر بهار بیخودی رنگ تحیر می صافش بوحدت محو بودن
گل جامش نظر بر حق گشودن تاریخ کتاب این نسخه که از خامهٔ الهام رقم گردید مسمی بمحیط اعظم

دریافت دبیر خرد از روی حساب   سال اتمام از بنایش مدغم فهرست ادوار
دور اول جوش اظهار خم بزم وجود دور ثانی جام تقسیم گلستان شهود دور
ثالث موج انوار در بحر وجود دور رابع شور سرجوش می فیض حضور دور خامس
رنگ اسرار گلستان کمال دور سادس بزم نیرنگ خط لوح خیال دور سابع
حل اشکال در عقد بیان دور ثامن ختم طومار رنگ و بوی زبان دور اول

جوش اظهار خم بزم وجود

خوش آندم که در بزمگاه قدم / مئی بود بی نشئه کیف و کم
منزه ز اندیشه حادثات / مبرا ز دور غبار صفات
نه مرهون طبع و نه محتاج کام / مقدس ز تسخیر مینا و جام
نه خم خلوت آرای اسرار او / نه صدر قدح بزم اظهار او
نه از جوش او مستی آتش عنان / نه از موج او نشئه رنگین زبان
نه ابروی موجش اشاره فروش / نه چشم حبابش تحیر بدوش
نه از رنگ او سرخوشی آشکار / نه مخموری از بوی او بیقرار
نه دردش سر افگنده در پای صاف / نه صافش زبردست درد از گزاف
نهان از دل شیشه ها همچو آه / ز چشم قدح مختفی چون نگاه
نه آگاهی از صاف او تر دماغ / نه غفلت ز ته جرعه اش نقش داغ
نه مینای او مست شوق سجود / نه جامش مربع طراز قعود
نه پای خمش مصدر خیر و شر / نه دست سبویش نگهبان سر
نه ابریقش از خنده عشرت پیام / نه خمیازه چاک گریبان جام
نه مستان او قابل احتساب / ز رنگ حروفش شکست اکتساب
نه پیمانه آئینه پرداز ناز / نه ساغر گل روی دست نیاز
نه تاکش ز صورت رگ و ریشه داشت / نه انگور عقدی ز اندیشه داشت
نه ادراک علم و عیان بی نیاز / نه صاف حقیقت نه درد مجاز

همه فارغ از درد آلودگی | همه مست صهبای آسودگی
در آن بزم محویت لامکان | نه از واجب و نی ز ممکن نشان
بد و نیک از جام اطلاق مست | تقید بر افشانده بر هوش دست
حدوث از کمال قدم کامیاب | هم آغوش هم همچو کیف شراب
در آغوش پیمانها نقش خط | نهان همچو اسرار خط در نقط
نه آئینهٔ باده هستی نما | نه حرف لب جام هستی صدا
ز خُمّ هویت همه جرعه نوش | ولی جمله چون نشئه در می خموش
معانی نگردیده از لفظ دور | بخورشید پیچیده امواج نور
بساطی کزو دانش آگه نبود | بجولانش اندیشه را ره نبود
مصفا ز تشبیه آئینه اش | پر از نقد تنزیه گنجینه اش
نه جوشی ز آهنگ مستی درو | نه حرفی ز قانون هستی درو
نه از ارغنون نغمه ملبر طراز | نه مضرابش از چنگ محراب ساز
ربابش مجرّد ز صوت و صدا | نیش بی تعلق ز برگ و نوا
ز زخم زبان گوش طنبور کر | دف از سیلی عارضی بیخبر
گره داشت تارش ز رنگ خروش | چو اسرار در طبعهای خموش
بم و زیر او در مقام جلال | نهان چون سخن از زبانهای لال
بخلوت سرای مقام خفا | هم آغوش خواب عدم نغمها
تنزّه چراغ شبستان او | تقدس بهار گلستان او
خموشی نبرمشس ترنّم بیان | تحیر بگلزار او گل فشان
نه بر دست ساقی قدح را نظر | نه از حرف مطرب صدا را خبر
نه غم نی طرب نی خزان نی بهار | نه کیفیت می نه رنج خمار
بمیخانهٔ غیب لاهوت مست | بهم ساقی و باده و می پرست
نی و نغمهٔ مطرب دستان | پس پردهٔ ساز وحدت نهان

که آمد خُم واحدیت بجوش   بمستان صلا زد بگلبانگ نوش
جهانی بافسون بآهنگ کن   بجوشید از شوق جام لدن
زصد سینه یک آرزو جوش کرد   یک آهنگ منزل بصد گوش کرد
محیطی شد از جوش خود ناشکیب   ز امواج افکند دام فریب
شد امکان ز باغ وجود آشکار   بدامان گل رنگ گل شد غبار
در آئینهٔ وحدت بی نشان   صفا گشت از جوش جوهر نهان
مرتب شد از لای خُم وجود   بزم تجلی ظروف شهود
نمودار شد نه خُم کائنات   صفت گشت ظرف می رنگ ذات
فلکها ز شور رسے بی مثال   بپرواز مستی گشودند بال
عقول و نفوس از عدم بیحجاب   برانداخت از روی مستی نقاب
جهتها یقین یافت از بی جهت   صفتها پدید آمد از بی صفت
عناصر ز مستی خبردار شد   موالید از خواب بیدار شد
زیک جوهر اقدس بی قصور   عدم خانهٔ عرض یافت نور
ز مرآت اشکال برخاست رنگ   عیان شد زهر شکل صد موج رنگ
همه در تمنای کسب کمال   همه حیرت اندوز بزم وصال
بیک گردش جام مستی اثر   زخود رفت هرکس برنگ دگر
بیک جلوهٔ فیض پیر مغان   شده جمله اسرار مستی عیان
در عیش میخانه مفتوح شد   قدح دل سبو جسم و می روح شد
نصیبی ازین می بآدم رسید   زجیب خمار عدم سر کشید
صبوحی زمان تا نظر کرد باز   بالحمدلله شد آهنگ ساز
گل طبعش از بوی صهبا شگفت   ثنا های پیر خرابات گفت
شد از شور این بادهٔ شعله جوش   غبارش بر افلاک رفعت فروش
چو دل گشت آئینهٔ رنگ جان   چو می نشئه دید در خود نهان

عیان گشت از خط جام شراب   همه علم اسمائش چون آفتاب
بمعراج قصر حضور وصال   شدش موج می نردبان کمال
زدل یافت شمع بساط حضور   گرفت از قدح رنگ مستی ظهور
بجمعی نه آگهی راه برد   که اسلام و کفرش بود صاف و درد
در آئینهٔ جام دید آشکار   که هوش است مستی و غفلت خمار
نفس کز نقاب دلش سر کشید   همان موج می سر ز ساغر کشید
لب او چو از گفتگو ذوق یافت   همه قلقل شیشهٔ شوق یافت
عیان گشت صبح از نقاب شبش   بهشتی شد از وسعت مشربش
اگر گندمش راهزن شد چه باک   که مست وفا از خطا هست پاک
کسی را که پیر مغان برگزید   ز عصیان گلی جز هدایت نچید
بود وصف مستان ظلوم و جهول   که کردند سر جوش مستی قبول
چو ادریس شد سرخوش جام فیض   شنید از لب جام پیغام فیض
که هر کس بجام معانی رسید   بسرچشمهٔ جاودانی رسید
بدل یافت برقی ز اسرار علم   که شد گرم از و در بازار علم
رسا شد کمند دم هستیش   خزان کرد رم از گل مستیش
بهار حقیقت خزان برگ نیست   که در عالم معرفت مرگ نیست
چو از لوح دل نقش او نام رفت   لب ساغرش درس توحید گفت
حباب میش از ادای نگاه   بشرح اشارت ادا کرده راه
ز تار زبانش ببزم بیان   بر آهنگ زد ساز علم نهان
ز شوق تماشای حسن قدیم   بباغ جهان شد چو شبنم مقیم
دلی کز غبار کدورت تهی است   درین بزم آئینهٔ آگهی است
بود آگهی موج گلزار عشق   که گل کرد از و رنگ بازار عشق
وز آن باده چون لوح شد کامیاب   جهان دید نقشی ز موج سراب

بدورش طبایع چنان گشت مست ‌ ‌ که از بیخودی رنگ صهبا شکست
شکستن سخن را بجائی رساند ‌ ‌ که در جام و مینا صدائی نماند
بهر سر ز بس باده مستی گذاشت ‌ ‌ کس از عالم آب سر بر نداشت
ز پیمانهٔ جهل خلقی در آب ‌ ‌ فرو رفت چون دُرد می در شراب
بر آن قوم شد فوج طوفان سوار ‌ ‌ که در آب آرام گیرد غبار
بطوفان حیرت فزای خطیر ‌ ‌ همان کشتی می شدش دستگیر
اگر موج کلفت ز آخر گذشت ‌ ‌ بکشتی می میتوان در گذشت
چو بویش ازین نشه آگاه شد ‌ ‌ ز کام نهنگش طرب گاه شد
ز گردابها گردش جام یافت ‌ ‌ چو گوهر ز کام نفس کام یافت
بچشمش گشودند زندان قعر تنگ ‌ ‌ زبان ثنا خار پشت نهنگ
ز سر گرمی نشهٔ لایموت ‌ ‌ چو خورشید جا کرده در برج حوت
برافروخت در عالم بزم آب ‌ ‌ چراغ خموشی چو چشم حباب
بدام بلا بسکه آزاده بود ‌ ‌ تو گوئی بکام قدح باده بود
ز ساغر شود می بخوبی ثمر ‌ ‌ صدف چیست بزم فروغ گهر
ز میخانهٔ معرفت زین سبیل ‌ ‌ چو افتاد نوبت بجام خلیل
ز نور شهود بقا جرعه یافت ‌ ‌ ز کیفیت آفلین سر بتافت
دماغش چنان گشت ازین باده گرم ‌ ‌ که بر نار نمرود زد آب شرم
چو موج میش رنگ مستی گداخت ‌ ‌ گز و شاهد مستی آئینه ساخت
ز می بسکه شد گرم مستی سرش ‌ ‌ نشان از گل نار زد اخگرش
ز فیض صفای دل روشن است ‌ ‌ که گلخن هم آئینهٔ گلشن است
چو ابر کرم عرض احسان دهد ‌ ‌ خس و خار را گل بدامان نهد
پی سجدهٔ شیشهها بی صفت ‌ ‌ بنا کرد میخانهٔ معرفت
چو افتادش از مطرب نیک هوش ‌ ‌ ز آهنگ شکرانه رمزی بگوش

جگر گوشهٔ خویش را زان نبید — بقربانگه بزم وحدت کشید
ذبیح از نبید رضا بود شاد — چو ساغر سر خویش بر کف نهاد
ز شمشیر قربان پیر مغان — که شد حلقهٔ جام خط امان
سلامت ز تسلیم آمد بدست — رضا برده از سایهٔ رنگ شکست
ز تسلیم شد شهر نقش نگین — بود سجده اوج کمال جبین
ازان می که بر عالم آشوب ریخت — چو در ساغر دور یعقوب ریخت
ز شوق جگر گوشهٔ خویشتن — چو لخت جگر کرد در خون وطن
چنان دیدها شیشه اش خون فشاند — که در سینه اش لختی از دل نماند
بر آورد چشمش بیاض از سواد — کزو پنبه در گوش مینا نهاد
ز پیراهن یوسف حسن مست — ببوی خمار تماشا شکست
به بینائی اشک طوفان دلیل — ز مژگان تر یافت امواج نیل
سفیدی بچشم ترش جا گرفت — کف پرده بر روی دریا گرفت
در خانهٔ چشم بر غیرت است — بخاکستر رخت بینش نشست
چو اشک آورد سیل طوفان نژاد — بشویند ز اقلیم بینش سواد
بیکقطرهٔ اشک الفت نشان — بیاضی است رنگ سواد جهان
همان بادهٔ رنگ گلزار درد — چو در ساغر یوسفی جلوه کرد
ز صهبای حسن آتشی بر فروخت — که تابش دل پیر کنعان بسوخت
زلیخا که زد دست بر دامنش — همان برق بود آفت خرمنش
چو ساقی که در بزمگاه نیاز — کند دست بر ساغر می دراز
دلش بود از دست او جام پاک — قدح را ز چاک گریبان چه باک
منی داشت از رنگ حسن مدام — که شد جادهٔ اش رنگ مینای جام
ببزم طربگاه مصر نیاز — رخش داشت آئینهٔ حسن ناز
ز کیفیت جام وحدت تمیز — بطبع جهان شد چو ساغر عزیز

بهر آئینه حسن را جلوه ایست | که خوبی بهر رنگ بی نشئه نیست
بزندان بود همچو می در ایاغ | بر او رنگ چون بوی می در دماغ
چو داؤد ازین باده آمد بجوش | دلی یافت چون نی ترنّم فروش
ازو نغمه آهنگ هستی گرفت | صدا از لبش جام مستی گرفت
چو مینا بالحان موج سرور | عیان کرده راز طلسم ظهور
جهان را بوصل طرب بار داد | گل عیش را رنگ اظهار داد
شد از نغمه اش راز حق آشکار | چو از قلقل شیشهٔ رنگ بهار
دماغش چنان سوز دل گرم داشت | که چون موم آهن بدستش گداخت
ازان شعله فولاد را کرد آب | زره باف شد همچو موج شراب
اگر سعی در سینه گیرد محل | درشتی بنرمی نماید بدل
چراغی که از ذوق دل روشن است | گداز دو عالم درو روغن است
سلیمان ازین نشه چون یافت کام | نگین باده و خاتمش گشت جام
درو اسم اعظم خط جام بود | که خلقی برو ریخت رنگ سجود
بزم آمد از ساغر آگهی | چو خورشید با تاج فرماندهی
ز کیفیّت ساغر عدل و داد | پری داشت در شیشهٔ انقیاد
براهی که شد مست شوق خرام | زمین را ز نقش قدم داد جام
چو مستان سالک ز روی کرم | نیازرد هرگز دل مور هم
بایوب کز صبر ساغر رسید | می راحت از آب آتش کشید
ولش گشت چون غنچه در پرده خون | نزد از لب شکوه آهی برون
کلید زبان گشت قفل دهن | لبش چون لب جام شد بی سخن
نشد بر کسی رنگ زخمش عیان | در آئینه اش ماند جوهر نهان
ز رنجش بهار طرب رو نمود | خمارش همه نشئهٔ شوق بود
نفس رنگ دل گرد از پیچ و تاب | بود موج آئینه ساز حباب

توان گشتن از درد مرآت راز | که انگور صهبا شود از گداز
چو دوران عرفان بموسی رسید | می شور شوقش زمینا رسید
نمود از گل جلوهٔ آن شراب | کفش ساغر مجلس آفتاب
همان گردن شیشه بودش عصا | که بر لشکر غفلت است اژدها
شد از قلقل جوشش شوق مدام | چو مینا به پیر مغان همکلام
زفیض ازل خواست جام وصال | کزو گردد آئینه دار کمال
دگر آرزوها خیال است و بس | تمنای مستان وصال است و بس
زمستی ره طور معنی گرفت | قدح از بهار تجلی گرفت
زکیفیت جام تمکین نشان | شدش پیکر طور رطل گران
تجلی شد از نخل طورش پدید | زهر برگ انّی انا الله شنید
همان نخل گردید مینای او | همان شعله شد موج صهبای او
طلب گل برون آرد از موج خار | کشد از دل سنگ نقد شرار
کسی را که بر تاک شوق آشناست | خس و خار شمع تجلّی نماست
مسیحا کزین باده بوئی گرفت | در ان جام عیش آرزوئی گرفت
شفا گشت نامش بطبع سقیم | دمش همچو جان شد بعظم رمیم
زبان تا بکشف معانی گشود | چو موج می احیای موتی نمود
لبش داشت از آبحیوان اثر | دعای قدح بود وردش مگر
می روح کز جوش این خم گرفت | ز آه اوج طرح چهارم گرفت
پدید از فروغ می برق تاب | رُخ خط در آئینهٔ آفتاب
مکان یافت در بزمگاه حضور | سراپا چو خورشید شد جام نور
ز آزادگی سر که یابد نشان | نگیرد تعلق درین خاکدان
سبکروحی آنجا که شد شمع راه | توان شد فلک نیز همچون نگاه
در این دیر چون نوبت این نبید | بآن صاحب بزم وحدت رسید

محمد شه محفل قدس ذات — محیط خُم هستی کائنات
شهی کان شه کشور بی خلل — قدم زد بمعراج فیض ازل
بسرعت چنان بود عشرت پیام — چو آمد شد موج صهبا بجام
چو خورشید برداشت انوار پاک — اگر سایهٔ دید بر روی خاک
ترحم بهار علامات او — کرم همچو حق لازم ذات او
گر از قاب قوسین جوئی نشان — وجودش نماید ره این گمان
درین بزم غیری ندارد مقام — بود موج می برزخ خط جام
ز لفظ محمد گر آگه شوی — ادا فهم الحمد لله شوی
وجود آیت فیض اظهار او — عدم پردهٔ نقش اسرار او
کمالش برافکنده برروی ذات — ز اسم محمد نقاب صفات
شیونات ذات الله افعال او — ظهور کلام الله اقوال او
زبانی باسرار حق ترجمان — دهانی ز غیب هویت نشان
ز فیض کف دست دریا گهر — ید الله بچشم یقین جلوه گر
ز ابرو کلید در وحدتش — ز گیسو سواد خط کثرتش
لبش گوهر آرای درج حدود — خط جبهه اش موج جام شهود
چه مینا چه خم چه سبو چه شراب — همه مست دریوزه آنجناب
به تعظیم آن پادشاه کرم — بود پشت افلاک تا حشر خم
زمین تا دهد بوسه بر جای او — جبین ادب شد سراپای او
فرو رفت بر خویش از آن کوهسار — که در حضرت علم او یافت بار
دل بحر بیتاب احسان اوست — بصد چشم گرداب حیران اوست
بهای ثنایش کشد نو بهار — زبانهای برگ از لب کوهسار
ز شوق نثارش بزم وجود — عدم کیسهٔ نقد هستی گشود
نفسهای خاموش گرم سخن — به بحر خیالش همه موج زن

ز آئینهٔ ذره تا آفتاب زنور تماشای او کامیاب
سرود ما زل نغمهٔ تار او جهان باده و نشئهٔ دیدار او
ازو مستی و هوشیاری ماست وزو راحت و بیقراری ماست
دماغ قدح باز بر روی اوست درود صراحی همه سوی اوست
ابوبکر شد سرخوش جام صدق شراب وفا یافت در کام صدق
ز پیر و از طبع صداقت جلا شد آئینهٔ نشهٔ مصطفیٰ (ص)
کدورت برون رفت ز آب و گلش صفا یافت جام فروغ دلش
خطا را درین آئینه نیست راه بجز صدق ازو نشهٔ می مخواه
جهان بود مست شراب شهود که مستیش خواب فراموش بود
سحر از دم صدق او شد خجل که زد از نفس چاک در جیب دل
مهین شاهد مجلس احمدی (ص) ز دل سرخوش ساغر سرمدی
تهی از غبار خطا سینه اش بهار صفا فرش آئینه اش
چو کیفیت می بدلها شفیق چو بوی گل از رنگ صورت عتیق
کسی کز می عشق ساغر کشید ز عالم بجز رنگ وحشت ندید
دل هر که صدق طلب آرزوست ز لوحش بود محو جز نقش دوست
عمر یافت جام از می عدل و داد بر آفاق چون استوا خط نهاد
نشد گرم بی اعتدالی سرش که شد کفهٔ معدلت ساغرش
شد از فیض آن نشه بخش کمال بعالم رواج می اعتدال
کفش ریخت بر روی این خاکدان چو خورشید جنبش سوی آسمان
ز تمکین عدلش بچشم یقین نمودار سنگ و ترازوی دین
برو زهر قاتل نشد کارگر ملامت بمستان ندارد اثر
به تمیز احکام نفس و خرد چو مشک است فاروق بر نیک و بد
کشد مهر اگر ساغر اعتدال فروغ کمالش نگیرد زوال

سلامت روی اعتدال است و بس | درین پرده نقش کمال است و بس
درین بزم چون دور عثمان به بست | می از جوش خُم حیا گشت مست
برافروخت از روی گوهر حیا | ببزم محمّد چراغ ضیا
جهان سرخوش از فیض کلک وی است | ز مستی در آغوشش موج میست
ادا کرد در جلوه گاه رقم | کلام ازل از حریر و قلم
بمُرغان راز از خط افکنده دام | بود معنی نشهٔ در خط جام
خط مسطرش جاده آگهی است | که مانع ز سر منزل گمرهی است
چو مینا ز کلک جواهر فشان | فروریخت راز خم بی نشان
حسودان ز غفلت در آویختند | به بهتان چو می خون او ریختند
درین بزم کس را ز افشای راز | چو می نیست حاصل بغیر از گداز
چو از پردهٔ شیشه شد بی نقاب | شکست است در موج رنگ شراب
علی گشت سرشار صهبای علم | که یکجرعهٔ اوست دریای علم
شد از تیغ او توسن فکر پی | چو مخموری از لمعهٔ موج می
بهر جامی همدم ساغر است | جگر تشنهٔ ساقی کوثر است
نگاهش منی را که ساقی بود | چو فیض حق از نشه باقی بود
که میخانهٔ معرفت مصطفیٰ است | در رحمتش جبههٔ مرتضیٰ است
ز ساقی مرادم همان ساقی است | کز و نشهٔ معرفت باقی است
جز او نیست از لفظ ساقی عیان | درین می همین نشه باشد نهان
منی را که تشخص مروت چشید | در آخر بشاه ولایت رسید
نشد بعد او همچو او هیچکس | که مستی درین دور ختم است و بس
ولی را بود از نبیّ انتظام | بجز شیشه نبود مربی جام
دو پیکر زیکجا نشان داده است | درین شیشه دو جام یکباده است
کند جام افشای راز شراب | که ماه است آئینهٔ آفتاب

کسی از خم عشق صهبا گرفت ... که در محفل قرب حق جا گرفت
زبان آور شاخ و برگ مقال ... باصل بیان دارد اکنون مآل
که شد چون خم بی نشان گرم جوش ... بمینای اظهار شد میفروش
بهر شیشه کان می تجلی نمود ... تو گوئی برنگ همان شیشه بود
چنان باهم آمیخت جام و شراب ... که شد گوهر آئینه عین آب
چنان مختلط گشت رنگ ظهور ... که شد رشتهٔ شمعها موج نور
نهان در رگ موج گل شد بهار ... صدا گشت در رنگ تار آشکار
چو از شیشه و جام تفصیل یافت ... می صاف در شیشه تبدیل یافت
بطبع ظروف آنچنان شد نهان ... که جز رنگ ظرفش نه بینی عیان
زیکتار صد نغمه آمد برون ... زیک می برون جست صد رنگ خون
زیکباده خمها در آمد بجوش ... زیکحرف شد عالمی در خروش
عیان گشت از پردهٔ این چمن ... گل و سنبل و سبزه و نسترن
بیک خم سربسته شد جلوه گر ... رگ و ریشه و شاخ و برگ ثمر
به موج آمد از جنبش یکزمان ... هزاران کلام جواهر فشان
زیک شمع در چشم اهل شهود ... عیان شد گل و شعله و نور و دود
زیک حسن محجوب شد موج زن ... خط ابرو و چشم و زلف و دهن
شد از گردش یکقدح آشکار ... می و نشئه و صاف و درد و خمار
زیک بحر شد حلقه زن بیحجاب ... حباب و کف و گوهر و موج آب
تو دانی که ساقی که او یار کیست ... مغنی چه و نغمه و تار کیست
بهر دل ازین باده فیضی رسید ... بهر سر از و نشئهٔ شد پدید
یکی سرخوش ساغر راز گشت ... چو خم با دل خویش دمساز گشت
یکی چون سبو ماند حیران خویش ... زده دست هم در گریبان خویش
یکی شیشه سان پنبه در گوش کرد ... زسنگ حوادث فراموش کرد

یکی چون قدح لب فراهم نزد / سراپا دهن شد ولی دم نزد
یکی را بزم طرب همچو نی / نفس وقف اسرار افشای می
یکی محو طاعت ببزم نیاز / چو مینای می روز و شب در نماز
یکی مست آغوش وصل نگار / یکی در غم هجر و رنج خمار
یکی نغمه سنج تمنا چو آه / یکی بیصدا همچو تار نگاه
یکی مانده دور راه جولان ناز / چو نقش قدم سر بخاک نیاز
یکی شد به بیتابی دل سوار / چو ریگ روان گشته وحشت شعار
یکی غافل از کعبهٔ کوی دل / یکی چون نفس در تک و پوی دل
یکی چون خرد مست جام الست / یکی همچو غفلت در او نام مست
یکی چون شرر در تب اشتیاق / ز دل شعله افروز داغ فراق
یکی چون گل از جوشش طوفان آه / نفس را بچاک جگر داده راه
یکی همچو داغ طلب محو دل / یکی چون صدا فارغ از آب و گل
چو دریا یکی جمله تن اشکبار / چو صحرا یکی پای تا سر غبار
یکی از می سرکشی تر دماغ / دل از شعلهٔ کینه چون شمع داغ
یکی ساغر عاجزی در زده / هوس را به تیغ ادب سر زده
چو گلبن یکی پای در گل بباغ / یکی لاله سان مانده بر دل ز داغ
به تمکین یکی کوه صاحب وقار / بخفت یکی چون صدا بیقرار
یکی شکوه پرداز جور قدح / یکی سبحه گردان دور قدح
یکی نغمه پیما یکی جرعه نوش / یکی شیشه گر شد یکی میفروش
یکی کفر را غیر اسلام دید / یکی هر دو را نقش اوهام دید
یکی جام را گفت مرآت فیض / کزو میکند جلوه آیات فیض
یکی باده را شعلهٔ طور گفت / یکی تاک را ریشهٔ نور گفت
یکی گفت خم عالم مستی است / چو افلاک آئینهٔ هستی است

چو وا شد در این طلسم شعور — عیان گشت جوش بهار ظهور
یکی گفت انگور تخم دل است — که از نشئه چون ریشه‌ها در گل است
ز انگور موج می اظهار شد — چو بگداخت این سبحه زنار شد
یکی را درین گفتگو فهم نه — می و جام مینایش در وهم نه
نداند که ساقی که و یار کیست — مغنی چه و نغمهٔ تار چیست
یکی گفت پیمانه اندازه است — از این گل دماغ طرب تازه است
در آئینهٔ ساغر اعتدال — توان دید حسن فروغ کمال
بیکقطره کافزودنی از می کند — ز افراط آن جام می قی کند
ز روغن چراغ ار چه روشن شود — بلاکش هم از جوش روغن شود
سحابی که آب رخ کشتهاست — چو در بارش افزود برق فناست
هوا گرچه جان پرور و دلکش است — چو تندی کند شعلهٔ آتش است
بود آب در طبعها خوشگوار — چو بگذشت از سر کند کار مار
بهر چیز حد وسط بهتر است — چو مو بر سر افزود درد سر است
بنای وجود از توسط بپاست — که میزان بیک مو تفاوت نماست
بمنصور آن بادهٔ بی مثال — چو یکقطره افزود در اعتدال
بجسم ار چه خون داد اصلاح داد — چه جوشش کند نیست غیر از فساد
بر آورد از موج مستی زبان — ز ظرفش بر آمد انا الحق زنان
می فیض در رنگ اصلی بجاست — ولی ظرف تمکین مستان کجاست
گهر داشت بر جام قسمت نظر — بیفتاد چشمش بجام دگر
همان جام چون شد لبالب حباب — ببالید از شوق عیش شراب
باظهار جام دگر لب گشاد — چو گل ساغر خود هم از دست داد
حریفی که باشد بیک حوصله — نزیبد ز پیر مغانش گله
بقسمت کسی گر قناعت کند — چرا ساغر عیش خود شکند

زمیخانهٔ قدس هر سینه ریش
برد باده بر وسعت ظرف خویش

محمد ز خُم محیط قدم
گرفتی هزاران قدح دمبدم

ولی بود فارغ ز کیف خمار
ز شوق شهود ازل بیقرار

که من رنگ این باده نشناختم
بتحقیق جامش نپرداختم

ندانستم اسرار این باده چیست
بهر شیشهٔ جام آماده چیست

ز صهبای نیرنگ کون و مکان
نشد بیخود آن هوشیار زمان

بطبعی که از نور وحدت شهود
ازل تا ابد یک خط جام بود

ز هر باده مستی پذیرد چرا
بهر جرعه تغییر گیرد چرا

گلستان کجا محو هر رنگ و بوست
که این جمله اسرار اظهار اوست

گر از ساغر ذره گیرد شراب
چه اظهار مستی کند آفتاب

محیطی کز آئینه اش رفته زنگ
نگرداند از عکس سیلاب رنگ

حریفی که شد میکش خُم ذات
چنان مست گردد ز جام صفات

چو شد طالب صاف وحدت کلیم
برآورد پای ادب از گلیم

ز پیر مغان لن ترانی شنید
که بر کام نتواند این می چشید

ز می در خور هر قدح دیده اند
بیکدیگر این هردو جوشیده اند

طلب کی درین آستان درخوراست
که هر ظرف از صاف قسمت پراست

بباطن می عشق وحدت ضیاست
بظاهر فروغش شقاوت نماست

نماید چو خورشید در جامه دو
ز شمعی فزون نیست اسرار او

ولیکن بصحراست صاحب جلال
بود لازم ظرف نقص کمال

ز یک آب گلشن ندارد فزون
گز و برگ ریز است گلبرگ خون

نفس کز دمش شعله شد لاله رنگ
بر آئینها نیست جز نقش زنگ

برد شیشه و جام مقدار خویش
نزیبد کسی را ز اندازه بیش

قدح گر بود صاحب حوصله
ازو تا سبو هست صد فاصله

بود فرق از ذره تا آفتاب
کجا ساغر بحر و جام حباب

اگر ساغر چشم تر از گزاف
بخمخانهٔ دل زند حرف لاف

بتحریک مژگان ز خود میرود
زنیک قطرهٔ اشک تر می شود

بفرعون جام جهالت رسید
که چشمش بجز رنگ غفلت ندید

همه دُرد شد بادهٔ ناب او
می جلوه شد پردهٔ خواب او

اگر خوابش از هوش گیرد دلیل
شکستند بر فرق او خُم نیل

همان می که در هوش موسی فزود
بفرعون و هامان ضلالت نمود

همان آب در تیغ برنده است
که در جام ساغر گوارنده است

بپندار کفر است از اسلام دور
سیاهیست دایم هم آغوش نور

ولیکن بچشم حقیقت نظر
کم است این یکی در ظهور دگر

صفا گرچه از زنگ دارد نقاب
بود رنگ هم از صفا در نقاب

مگو کعبه از صاحب دیر نیست
بدیر و حرم سجدهٔ غیر نیست

ز افعال و اقوال جو شد خلاف
وگرنه زنیک خم بود دُرد و صاف

حکایت

شنیدم عجوزی طریقت خرام
فرستاد سوی جُنید این پیام

که تا چند بر خلق بی اعتبار
نمائی گل راز حق آشکار

بکن شرم از جرأت این کلام
که ذکرش کنی نُقل بزم عوام

چو شیخ این حکایت ز قاصد شنید
لبش گشت بر قفل معنی کلید

که حاشا کرا طاقت گفتگو است
کلیمی سمیعی اگر هست اوست

دوئی را درین بزمگه بار نیست
عموم و خصوصی نمودار نیست

بجوشیست پیوسته خُم وجود
همان شور جوشیست و گفت و شنود

نمیگردد این خم ز مستی خموش
بصد رنگ میخیزد آهنگ جوش

ز انگور ما نیست این گفتگو
خُم بی نشان داند و جوش او

زپاس سخن ما و تو عاجزیم   باذراک این گفتگو عاجزیم
خرد را درین نشهٔ اختلاف   که این عام و خاص است و آن ذرد و صاف
شده هوش در رنگ غفلت نهان   یقین گشته آئینه دار گمان
بکثرت ز وحدت چنان بار ماند   که گوئی حدیثی زپیشین نماند
ز دریا همین موج را دید و بس   ز گردون همین دور فهمید و بس
نمیداند این کثرت آثار کیست   پس پرده ساز نواکار کیست
ز بوی که شد چاک جیب سحر   ز باغ که خورشید زد گل بسر
فلک با کدامین سر است آشنا   باب که میگردد این آسیا
ز حرف که گردد زبان در دهن   که داد است تحریک نبض سخن
نفس رشتهٔ دام گیسوی کیست   نگه جنبش تد ابروی کیست
که میگوید این درس حیرت پیام   درین پرده آخر که گیرد مقام
کجا عشق تا گوشمالش دهد   ازین احولی انفصالش دهد
اگر لطف ساقی شود یار او   بنازد بیکجرعه می کار او
برد از دلش رنگ اوهام را   دهد جلوه آئینه جام را
کز و معنی نشئه بیند عیان   ز بوی گل راز یابد نشان
کشد در بهار تماشای راز   شراب حقیقت ز جام مجاز
همان جام بیند دل خویش را   چو می حل کند مشکل خویش را
بود سرخوش از فیض صهبای روح   مه و هفته و سال و شام و صبوح
لباس توهم ز بر بر کشد   ز جیب نقاب یقین سر کشد
بیا ساقی ای جرعه بخش کمال   نماینده رنگ اسرار حال
چه باشد که از جرعه التفات   تو بخشی ز قید خمارم نجات
که از درد اوهام پا در گلم   مقید بجزوم ز کل غافلم
از آن می که خود را رهائی دهد   نگه را بدید آشنائی دهد

کند گمرهی را هدایت صفت   دهد جهل را نشئهٔ معرفت
بمن ده که از جهل گردم تهی   کنم ساغر دل پر از آگهی
بجوشم چو اندیشه از راز مُل   شوم چون دل آئینهٔ بزم گل
خرابی بود چند اندیشه ام   بخشکی دود تا بکی ریشه ام
بده می که رنگی برو آورم   چو جام آب عیشی بجو آورم
ز گردیتیمی برنگ گهر   بود تا بکی مشت خاکم بسر
دمد جوهر کلفت از سینه ام   دهد زنگ پرداز آئینه ام
غبارم بدامان مستی رسان   عدم را بصحرای هستی رسان
مکن سنگ فرسا شرار مرا   نسیم عصا شو غبار مرا
تو ای ابر رحمت چه باشد اگر   بدریا شوی قطره را راهبر
تو ای صبح زافتادگان رو متاب   بشبنم رسان ساغر آفتاب
تو ای نو بهار چمن زار فیض   رسان بلبلی را بگلزار فیض
تو ای پرتو آفتاب ظهور   چمن سایه را مرکز خط نور
خلاصم ز بینائی آه کن   بده جام و این رشتهٔ ماه کن
برویم بود چند ای مست ناز   در نا امیدی زخمیازه باز
مده ره باندیشهٔ کثرتم   بکن فرش میخانهٔ وحدتم
که چون سایه در پای خم سر نهم   خمار کدورت ز سر در نهم
کنم نفی غیرت چو از لای خم   بمعراج رو آرم از پای خم
چو صهبا هم آغوش مینا شوم   باین عینک فیض بینا شوم
سر از جیب مستی بر آرم چو جام   می عیش هستی تو بینم بکام
بگردم چو خط گرد جام شراب   شوم طائف خانهٔ آفتاب
کشم سر گلزار عرفان بهار   کنم مستی از بادهٔ بی خمار
زنم برق هستی بفانوس تن   چو مستان برون آیم از پیرهن

پر و بال از شوق پیدا کنم / چو شور می آهنگ بالا کنم
چه میخانه معراج صاحبدلان / چه خم گرمی باطن مقبلان
چه مینا دل صاف ارباب هوش / چه ساغر لب عارفان خموش
چه می جلوه رنگ اسرار عشق / چه مستی همه جوشش بازار عشق

دور رابع شور سر جوشش می فیض حضور

بهر سر هوائی ازین باده است / بهر خرمن این برق افتاده است
ازو ساغر آسمان فتنه جوش / وزو مرکز خاک تمکین فروش
ازو دامن کوه در زیر سنگ / وزو بال گلشن پرواز رنگ
ازو خرقه بر دوش صبح بهار / وزو دشت سجاده فرش غبار
ازو حسن آئینه بردار ناز / وزو عشق سرگرم داغ نیاز
ازو نام شوق گردد بکام / خم آسمان میزند جوش جام
زفیض بد و نیک ساغر پر است / ازو کفر و اسلام مخمور و مست
ازو گل بدامان بهشت طرب / جحیم هوس هم ازو مست تب
زصافش فلک دور مستی گزین / زته جرعه اش مست بیخود زمین
ازو آب هم مشرب پیچ و تاب / وزو شعلهٔ ساغر اضطراب
هوای می اندیشه کوی او / نفس بیقرار تک و پوی او
زموجش دل بحر شورش نما / زشورش سر کوه مستی صدا
زبویش نفسها لطافت بدوش / زرنگش نظرها تحیر فروش
فلک رونمای گل این شراب / بشب آورد روز و ماه آفتاب
شرابی که اندیشه حیران اوست / سقاهم ربهم نشئهٔ شان اوست
اگر ساغر از گرمیش دم زند / چو خورشید آتش بعالم زند
ازو جبهه جام خورشید تاب / وزو شیشه آئینه آفتاب
گر از بوی فیضش نمائی رقم / شود رشتهٔ شمع نال قلم

نویسی اگر نام او در کتاب
خورد سطر چون موج می پیچتاب

لب خامه تا حرف این مل کشد
چو مینا صریرش بقلقل کشد

اگر عکس جامش فتد بر زمین
شود جوهر صبح نقش نگین

بکهسار ازو تا بری نام رنگ
چه خون لعل جوشد ز رگهای سنگ

چو ماند گهی آب انگور او
به پیچد خُم بحر را شور او

اگر شیشه اش پنبه گیرد بسر
کند روشنش همچو آب گهر

رسد گر بجام عقیق این شراب
شفق پر کند دامن از آفتاب

گرش پرفشانی به برگ خزان
دهد سایه اش جلوهٔ آهوان

اگر جام گل یابد از وی کمال
چو خورشید رنگش نه بیند زوال

شود آب ازو گر نصیب سحر
چو ساغر دهد سعی مستی ثمر

اگر غنچه یابد ز بویش سراغ
ز رنگش توان کرد روشن چراغ

گر آئینه برو تابد از ساغرش
زند موج تار نظر جوهرش

گر افتد ازین می بکام صدف
گهر باده گردد بجام صدف

گر این باده را شیشه گردد نقاب
ز گردن کشد نیزهٔ آفتاب

می جلوه افروز مینای ناز
بخون تر کن چشم جام نیاز

بخاصیت خرمی بی سخن
بود دُرد او چون بهار چمن

شرابی که هر موج او در ایاغ
بود رشتهٔ شمع بزم دماغ

ازین باده دُردیکه در ساغر است
فروزنده چون سایهٔ گوهر است

کند جلوهٔ این می خوشگوار
قدح را نگین دان رنگ بهار

چو بویش کشد سر بسوی چمن
شود غنچه از شرم بوی چمن

گر این عصمت آئین شود بی نقاب
نگه را کند چون دل شیشه آب

شراب قدح سوز مینا گداز
شراب جنون زای مستی نواز

بپای خمش گر فتد سایه وار
رسد پشت مستی بکوه وقار

سبوئی که از چشمه اشس برد آب — بدوشش نکویان رود چون شراب
غباریکه از جرعه اشس تر شود — بتمکین چو سد سکندر شود
ز موجش اگر جام یابد زبان — دهد درس مستی بچشم بتان
چو مینا کشد گردن از لای او — ببوسد فلک چون قدح پای او
چو گردون مینا ظهور آفرین — کشد غنچه خورشیدش از آستین
لب جام از حیرت او پر آب — چو چشم از تف پرتو آفتاب
زیادش اگر نشه گیرد خمار — ز خمیازه ساغر کشد آشکار
خط ساغرش جام افیون دل — رگ موج او تار قانون دل
شرابی که در هر خمی جوش اوست — بگلخن شرار و بگلشن نمو ست
همین باده است از کمال ظهور — در اجسام روح و در اجرام نور
همین نشهٔ تا عقل را در سر است — دماغ خرد صاحب افسر است
همین نور در پردهٔ ظلمت است — همین آب حیوان سیه کسوت است
بمعنی است ذات و بلفظ است اسم — بباطن روان در ظهور است جسم
بهر ساز جولان آهنگ اوست — بهر گل که چشم افکنی رنگ اوست
سخن را صفاتش زبان میدهد — خموشی ز ذاتش نشان میدهد
ز حرفش چکد نشهٔ خامشی — شعورش دهد ساغر بیهشی
نباشد درین باده رنگ خمار — نگردد ازین شعله دود آشکار
ز مینای او چرخ رفعت گزین — ز جامش عناصر مربع نشین
ز رطل گرانش دل کوهسار — چو عارف بود مست جام وقار
ازو تا بقلقل زند شیشه جوش — حبابی چو ساغر شود جمله گوش
نفسها بدل شور جوش وی است — خط جبههٔ جام موج می است
شرابی کزو سنگ آدم شود — تن مردهٔ روح مجسم شود
ازین باغ عشرت اگر بو برد — بفرمان زقدوسیان بگذرد

لب تشنه زین باده گر تر شود　　به سیمرغ عنقا برابر شود
اگر ذره گردد ازو کامیاب　　کشد آئینه بر رخ آفتاب
ازو ساغر قطره دریا شود　　دل مور دامان صحرا شود
ازو گر کشد دامن نخل نم　　فشاند گهر چون سحاب کرم
زجوشش زمین آسمانی کند　　وز اکسیر او جسم جانی کند
ازین باده یابد اگر دستگاه　　زند آبله لاف فخر کلاه
حبابش ز دل گر برآرد نفس　　مسیحا بنوبت شمارد نفس
چو رنگش بساغر فروزد چراغ　　شود پنجهٔ موسی از رشک داغ
ازو یابد ار خضر پایندگی　　بشوید کف از چشمهٔ زندگی
ز صافش توان رستن از آب و گل　　ز دردش توان کرد تعمیر دل
صداهای تار نفس جوش اوست　　نگه نالهٔ جام خاموش اوست
قدح سیرچشمی ز انعام او　　صراحی سرافراز اکرام او
زجوشش بود بحر و کان دستگاه　　ز لطفش کرم عذرخواه گناه
ورع خاکسار ره مستیش　　ریا پایمال زبردستیش
سحاب مروت محیط سخا　　سپهر مدارا جهان وفا
زبانرا بتوصیف او نیست بار　　ز برگی مجو آب و رنگ بهار

حکایت

یکی رفت در حضرت عارفی　　ز اسرار حرف نکو واقفی
گرامی برده در درس عرفان سبق　　بگو نکتهٔ از صفتهای حق
که نور خرد گوهر ذات اوست　　گل آگهی غنچهٔ فکر اوست
توان از تو کردن سماع کلام　　که مه وصف خورشید گوید تمام
چنین گفت دانشور تیزهوش　　کزین گفتگو به که باشی خموش
درین نشئهٔ ذکر صفاتش کجاست　　زحق هرچه میگوئی از ماسواست

اگر گوئی این نه خُم آسمان
بود دوری از ساغر بی نشان

نه این حرف از دفتر آگهی است
همه نقش آئینهٔ الهی است

دماغ تو سرگرم جام خطاست
درین بزم دوری جامی کجاست

وگر رُخ نماید دل آگهش
که عالم غبار نیست بر درگهش

نه بزم است اینجا نه صهبا نه جام
مبراست نامش ازاینجمله تام

همان جهل پیداست زین گفتگو
همان گمرهی دارد این جستجو

غبار و صفا در شهود و صفات
بود وصف آئینهٔ ممکنات

بگلزار بیرنگیش رنگ نیست
بر آئینه اش تهمت زنگ نیست

صفات کمالش نیاید بفهم
نه آنجا خرد راه دارد نه وهم

بکنهش چو اندیشه را بار نیست
سخن در صفاتش سزاوار نیست

ولی هر کس از طبع او نام کیش
بتوصیف او میکند وصف خویش

ازین دست چون گوهری سفتهٔ
چو وا میرسی بهر خود گفتهٔ

بذات قدیم منزه صفات
نمیزیبد اندیشهٔ حادثات

بچوگان حمدش چو گوئیم ما
صفات خود است آنکه گوئیم ما

صفتهای برتر ازین آگهی است
همه اوست اما که داند که چیست

نگردد سخن محرم راز او
صدائیست در پردهٔ ساز او

نشان کی شود بی نشانی صفت
خموشی است اینجا گل معرفت

بیا ساقی ای صبح باغ طرب
بیا ای مسیحای ساقی لقب

خیالت بهار تماشای او
هوای تو صبح تمنای او

ز شور دل خسته غافل مباش
تغافل مکن جان بیدل مباش

زمشت غبار من نامراد
گرانی بدامان طبعت مباد

کنون کز غبار غمم پا بگل
بغمخانهٔ غفلتم مرده دل

نشاط از دل سنگم آگاه نیست
که در بیضه پرواز را راه نیست

چو گل پیکرم نقش زخم دل است | چو شمع زدل ناله پا در گل است
بود رنگ ویرانی آبادیم | سزد داغ ماتم گل شادیم
زبس عرصهٔ عشرتم گشته تنگ | شرر خنده دارد در آغوش سنگ
سویدای داغ دلم کوکب است | گل دامن صبح بختم شب است
چو بو گر کنم سیر گلشن هوس | شود باغ چون غنچه بر من قفس
بچشم اگر غنچه شد جلوه گر | چو اشکم گره زد بتار نظر
چو شبنم زضعف نگه در چمن | بود برگ گل پردهٔ خواب من
چو مجنون بصحرا کنم گر عبور | بچشمم کند جلوه گه چشم مور
اگر تیغهٔ کوه جایم شود | زسستی رگ خواب پایم شود
سرشکم اگر رو بدریا کند | محیط از الم در صدف جا کند
بود غنچهٔ عیش من بستگی | گل عشرتم باد وارستگی
طرب در مزار دلم مرده است | نفس یک رگ خون افسرده است
همه نشئه درد دارد سرم | لب زخم باشد لب ساغرم
حیاتی که بی گردش ساغر است | زدم سردی مرگ هم بدتر است
باین عمر بیهوده ام جنگهاست | عدم را ازین جنگها ننگهاست
چو محمل درین بزم غفلت شراب | مگر رنگ مستی تو بینم بخواب
زمن مگذر ای خضر آب بقا | بسر چشمهٔ عشرتم ره نما
برویم دری از قدح باز کن | بیکجرعه ام گلشن راز کن
از آن می که تا در قدح جا کند | مسیحا زحسرت دهن وا کند
بمن ده کزو نعرهٔ هو زنم | چو خورشید بر چرخ پهلو زنم
شوم محرم راز پایندگی | زنم غوطه در قلزم زندگی
چو مینا خروشی بمستی کشم | سر از عالم می پرستی کشم
بیا ساقی ای موج بحر سخا | بیا ای گلستان رنگ وفا

از آن می که تا از خُم آید برون بهویش جهان گشته دریای خون
بده تا دل از شعله‌اش خون کنم ازین سنگ یاقوت بیرون کنم
بیا ساقی ای نسخهٔ معرفت بیا ای طبیب مسیحا صفت
از آن می که سرچشمهٔ عشرتست ز هر موج نیشش رگ غفلتست
بمن ده که از جهل پژمرده‌ام چو خون رگ مرده افسرده‌ام
بیا ساقی ای قبلهٔ هستیم فروزندهٔ شعلهٔ مستیم
خدا را بجامم تغافل مکن چراغ ضعیفم مرا گل مکن
سیاهست در چشم من روزگار چو زلفست کارم بشبهای تار
از آن شمع خورشید ساغر لگن بمن ده بمن ده بمن ده بمن
که چون شب گلیمم سیاه حجاب بشویم بسرچشمهٔ آفتاب
بیا ساقی آخر تغافل چراست بتاراج هوشم تامل چراست
ز داغ خمارم ندارد خبر که مینا گل پنبه دارد ببر
اگر نیست در شیشه صهبای ناب دل بیدلی میتوان کرد آب
که خونم اگر میشود باک نیست رگ من کم از ریشهٔ تاک نیست
چنان برده‌ام آرزوی شراب که هوشم گرفته است بوی شراب
دلم گلشن باغ سودای اوست نیستان تیر تمنای اوست
بهر جا دل خستهٔ خون شود مرا حسرت جام گلگون شود
بهر جا سری پایم اندر خروش برد از سرم فکر خُم رنگ هوش
لبی تا شود آشنای شراب بگوشم خورد نغمه‌های شراب
اگر بیخودی دست بر سر زند زشوق سبو دیده ساغر زند
وگر از دلی ناله بالا کشد مرا دل بهالای مینا کشد
سراپایم از جوشش شوق شراب دمی چون نفس نیست بی اضطراب
دل و جسم من نیست بی باده رام بشور طلب ناگزیرم چو جام

حکایت

شنیدم که مهجوری از وصل دور ... به بیطاقتی داشت ذوق حضور
نه در روز بودی دلش بیخروش ... نه از سر به شام گشتی خموش
شب و روز بود آن طلسم نیاز ... هم آهنگ فریاد چون تار ساز
نفس تا در آئینه اش می نمود ... چو نی یکدم از ناله فارغ نبود
یکی گفت این شور و بیداد چیست ... حصول تو از مشق فریاد چیست
نمیگردد از ناله معشوق رام ... هوا رنگ گل را نگیرد دوام
گر از ناله وصلی میسر شدی ... ز فریاد دل کوشها گر شدی
ز صبر است هر قطره گوهر وقار ... کند کوه را ناله خفت شعار
درین نشئه جورش نیاسودن است ... فغان سر بر باد پیمودن است
برآشفت بیطاقت ناله سنج ... کزین وعظ بیجا مکش بازرنج
درین حیرت آباد هستی لقب ... برنگیست هرکس تسلی طلب
سپندیکه بیطاقت جستجو است ... همان ناله افسانهٔ خواب اوست
دلی را که از دود خواهد امان ... خموشی بود زیر مشق زبان
فغان موج آب کنار آور است ... جرس را فغان ره بمنزل بر است
اگر من نخواهم گل از وصل چید ... برآن آستان ناله خواهد رسید
کلید در جستجو ناله است ... نسیم گل آرزو ناله است
چو من لذت درد فهمیده ام ... درین پرده نقش دگر دیده ام
چسان باشم از ناله کردن خموش ... گر از نام معشوقم آید بگوش
فغان نالهٔ محفل یاد اوست ... شکست دل آهنگ بیداد اوست
بمی وحشت را حسرت تازه است ... که هر جاده اش نقش خمیازه است
بزمی که وحشت بود مست حال ... دهد گردش جام چشم غزال
شد از برق این نشئه در کوهسار ... نفس در دل سنگ موج شرار

اگر تیغ کوه است موج می است　　بصد نشئهٔ اظهار اوج وی است
ز صاف طرب تا شود کامیاب　　سحاب از غد بگذراند شراب
ز بس عام شد نشئهٔ فیض مُل　　قدح خوشد از دست چون شاخ گل
هوا نشئه با خود آورده است　　که شبنم ز خود جام پر کرده است
چنان فیض مستی طرب گستر است　　که گر چشم وا میشود ساغر است
مهیاست دایم ز جوش طرب　　می اندر قدح چون سخن زیر لب
ز کیفیت عشرت مردمان　　کند جام مستی چو چشم بتان
هوا با غباری اگر آشناست　　چو آئینهٔ صبح دندان نماست
بهر سو که اندیشه جولان کند　　ز اندیشه اش گل بدامان کند
بیک لطف گرمم در آبش فکن　　که خشکم ز دل گرمی خویشتن
کشم تا بیکی ساغر انتظار　　که مستانه آمد نسیم بهار

دور خامس رنگ اسرار گلستان گل

زهی فیض جام بهار الست　　که هر ذره از جلوه اوست مست
فلک مرکز حلقهٔ دام اوست　　جهان جمله سر بر خط جام اوست
بد و نیک از وو اصل سرخوشی　　چو گل جمله سرگرم ساغر کشی
یکی لوح نقش جنون را بدید　　می ساغر بیخودی را کشید
سیه مست شب چون کشد رخت خواب　　صبوحی زند روز از آفتاب
ز مخموری جام مستان صبح　　بخمیازهٔ گل گریبان صبح
شفق دامن خود بخون میکشد　　مگر بادهٔ لعل گون میکشد
برنگ رگ تاک از کهکشان　　زبیر و ین شده خوشهٔ تر عیان
فلک میزند دور مستانه　　که گیرد ز خورشید پیمانه
محیط از تمنای عیش شراب　　ترا شد ز هر قطره جام حباب
ز عالم بدین نشئه معلوم نیست　　کس از فیض این نشئه محروم نیست

که هر ذره در عالم اضطراب	کند مستی از ساغر آفتاب
چمن جوش یکجرعهٔ رنگ اوست	سخن مست سرجوش آهنگ اوست
گل آئینهٔ حسن سیرابیش	هوا مست پرواز بیتابیش
چو کیفیت دهر فهمیده ام	همه رنگ مستی درو دیده ام
درین باغ چون گل ز هر موج رنگ	رسد ساغر آرزویم بسنگ
درین دشت مینای هر رنگ باد	دهد گردش جام عیشم بباد
نه گردون گل از انجم آورده است	همه حسرت جام گل کرده است
خورد بحر در فکر جام شراب	که پر کرده پیمانهٔ خود حباب
زبس باده در جامش آماده است	ز مستی گهر دیده نگشاده است
تواند که در نوبهار چنین	شود جام می ناف آهوی چین
سزد گر بکوه آورد جوش رنگ	بجوشد می از جام داغ پلنگ
فلک تا شود شیشهٔ میفروش	کند پنبهٔ صبح بیرون ز گوش
چو فرهاد باید شنیدن کنون	صدای لب جام از بیستون
شررجوش شوق مدامست و بس	رگ سنگ هم خط جامست و بس
می عیش دیوانهٔ بیقرار	کند ساغر گردباد آشکار
دهد در کف دشت آرام خویش	ز سرگشتگی پر کند جام خویش
بصحرا ز هر قطرهٔ چشم دام	کند جلوه در دیدهٔ صید جام
بتقلید مینای عشرت بهار	زند قهقههٔ کبک در کوهسار
چو قمری تماشای گلشن کند	خط ساغر از طوق گردن کند
اگر بلبلی سرخوش رنگ و بوست	می ناله در جام منقار اوست
دماغ بهار آنقدر سرخوشست	که تا بال طاوس ساغرکشست
ز آئینه پردازی نوبهار	تجلی است از باغ دهر آشکار
پرافشانی رنگ در دام اوست	ز خود رفتن نکهت از جام اوست

خروش طرب بلبل این چمن　　نگاه تحیر گل این چمن
نهان خلوت آرای اسرار او　　عیان جلوه پرواز اظهار او
زبس نشئهٔ فیض دارد جهان　　دهد هر طرف سود دیگر نشان
حواسی که شیرازهٔ هستی است　　ز سر تا بپا جوهر مستی است
دل آئینه ساغر آرزو است　　دهن جام کیفیت گفتگو است
نگه بادهٔ ساغر دیده ناست　　نفس موج صهبای جام بقاست
بود گوش لبریز صهبای هوش　　نه سر نیست این جام حیرت خموش
دماغی که دارد بگردون کمند　　نگردیده بی نشئهٔ می بلند
کس از فیض ساغر ندارد گله　　که پای طلب نیست بی آبله
بهار آنقدر نشئه دارد بسر　　ز مستی است هر گل برنگ دگر
چمن کوزهٔ جام دارد کمین　　ز هر برگ صد دست یک آستین
تماشاست از بادهٔ رنگ مست　　ز هر برگ گل جام عشرت بدست
ز جام طرب ابر مست خروش　　بلینای شبنم هوا میفروش
بپاس نفس غنچه دزدد نفس　　که بوی میش برنیاید ز کس
زبس شمع ساغر برافروختست　　سر از گرمی بادهٔ سوختست
بنفشه بدل حیرت جام یافت　　ز فکرش می عیش در کام یافت
سری تا بزانوی حیرت نهاد　　همان کاسهٔ زانوش باده داد
زبس تشنه شد سوسن از شوق جام　　بحیرت برانده زبانش ز کام
عجب نیست از شور سودای گل　　که منقار بلبل شود جای گل
ز خود فیض مستی برد شاخسار　　که شد موج می خط دست بهار
بهاریکه دل محو نیرنگ اوست　　جهان یک گل جلوهٔ رنگ اوست
نفسها نسیمی ز بستان او　　نظرها خطی از خیابان او
اگر شاهد رنگ این نوبهار　　ز پیراهن گل شود آشکار

نگه گر تواند شد آئینه ساز چو شبنم نه بیند تفی از گداز
برنگینیش گر شود آشکار چکد آب یاقوت از کهربار
نگه تا بسیرش خرامان شود مژه در نظر شاخ مرجان شود
بهاریکه در باغ توصیف او نفس میشود غنچهٔ رنگ و بو
هوائی که از نکهت وصف آن رگ برگ گل شد سخن بر زبان
زبس میچکد موج رنگ از هوا چو جام است لبریز می نقش پا
ز رنگش اگر بهره یابد نظر شود برگ گل پردهٔ چشم تر
اگر از نهالش کند سر برون شود ریشهٔ زعفران موج خون
زبس رنگ جوشیده با یکدگر کشد خلعت گل برگش ببر
بهاریکه چون فیض آن گل کند ز خمیازه شاخ کمان گل کند
بصحرا درین فصل عشرت خیال گل رم زند سر ز شاخ غزال
بدریا ز جوشش نمو بید رنگ دمد گوهر از خار پشت پلنگ
ز تاثیر نشو و نمای بهار شود تخم اشک از نگه ریشه دار
خس و خار از بس طراوت اداست چو آئینه دیوار جوهر نماست
رطوبت چنان شد که شاخ امید دواند بدل ریشه چون شاخ بید
نمو آنقدر شد بعالم علم که از ریشهٔ نال بالد قلم
شکفتن بحدیکه آرد برات بخار عداوت گل التفات
اگر شیون ماتم آمد بگوش شود نغمهٔ آهنگ عشرت سروش
زمین مینزد بس که از فیض دم توان چید گلهای نقش قدم
اگر سایه بر خاک غلطیده است در آغوش او رنگ خوابیده است
بپرواز اندیشهٔ این بهار نفس بال طوطی کند آشکار
ز سرسبزیش گر نمائی بیان شود سبزهٔ تر زبان در دهان
حدیث هوا گر کند خامه سر شود سبز تخم نقط در نظر

اگر سایه افتد بروی زمین
کف خاک گردد زمرّد نگین

اگر از دلی ناله گیرد هوا
شود سبز چون سرو سر تا بپا

غبار نفسهاست در سینه سبز
چو طوطیست جوهر در آئینه سبز

شود موج دود از سپند آشکار
برنگ خط سبز از خال یار

ریاحین گرفت آنقدر دستگاه
که گردد گل چشم بوی نگاه

بصحرا بهار آنقدر عطر کرد
که با نافه همچشم شد گرد باد

خیابان گلزار شد جوی آب
که هر موج شاخ گل است از حباب

محال است از کوه خیزد صدا
که بنشسته از لاله پا در حنا

غباری نگردد بصحرا بلند
که در گردن از سبزه نبود کمند

ز سنبل دمیده است در چشمه سار
چو در جام می موج می بیقرار

جهانی تمنای گل کرده است
که راز دل چاک گل کرده است

بستان ز بس ابر دارد نظر
کشد باده از پردهٔ چشم تر

بلند است از سرو دست بهار
صلا میزند از لب جویبار

که لبریز صهباست مینای سرو
توان رفت چون آب در پای سرو

عجب نیست کز شوق عیش چمن
شهیدان حسرت ز جیب کفن

برآرند سر در تماشای گل
چو بوی گل از پردهٔ برگ گل

چو پرواز حسرت درین جلوه گاه
چو شبنم شد اشک بال نگاه

بهار است و عشرت بدام هوا است
جهانی بپرواز نشو و نماست

برنگینی جلوهٔ این چمن
قسم میخورد فکر رنگین من

ز خون گرمی رنگ در صحن باغ
برافروزد از سایهٔ گل چراغ

ز بس سرخ رنگست بیتاب جوش
بود شاخ گل تیغ جوهر فروش

شود خلقت گلشن چنان بیقرار
که سنبل ز موج گل است آشکار

چنان گلشن از جوش گل گشت تنگ
که پیچد بهم بال پرواز رنگ

محیطی است در قطره موج زن
توانگر دل از غنچه ببر چمن

رگ گل لسان میدهد از بهار
ز نقش نگین است جام آشکار

چو موج گل لاله رگهای سنگ
بتابد بهم رشتهٔ شمع رنگ

ز ابر بهاری بکوه و کمر
زبس کرده رنگ طراوت اثر

بساط چمن بیخودی کرده ساز
که از سبزه دارد رگ خواب ناز

دهد لاله تا عیش را دستگاه
کند چشم خود بر زر گل سیاه

گل و سنبلش بس که جوشیده است
بهم شعله و دود پیچیده است

ازین خاک سنبل بزم مقال
زبانها چو گیسو پریشان سؤال

بوصف گل شبنم اندود داو
زبانها چو سلک گهر شسته رو

نگه تا بفکر چمن میرود
چو بوی گل از خویشتن میرود

محال است کز خنده بندد زبان
ز نرگس چمن میخورد زعفران

خم و پیچ هر سنبل این بساط
نهد رشته بر بال مرغ نشاط

کند سنبل از رنگ خود نازها
دهد دود از شعله پروازها

شقایق گزیری ندارد ز داغ
بود تیرگی پیش پای چراغ

بپرواز بلبل زند لاله جوش
که بیتابی شعله دارد خروش

بفریاد قمریست بی اعتبار
ز خاکستر گرم جوشد شرار

بهر سو چو شبنم درین جلوه گاه
بود برگ گل زیر مشق نگاه

ز نظارگی آنقدر داشت شرم
که گل شد گلاب از نظرهای گرم

زفیض رطوبت بروی هوا
ز آواز بلبل دود ریشها

زبس موج شبنم طرب گستر است
رگ برگ گل رشتهٔ گوهر است

ز جام گل و لاله در سیر باغ
تماشا دو بالا رساند چراغ

اگر می نباشد در اینجا چه غم
که این گلشن از بزم می نیست کم

ز شاخ گلش رقص مینا بس است
رگ گل خط جام صهبا بس است

بترتیب اسباب عیش مدام   زر نرگس اینجا بود صرف جام
بگلشن محال است بی باده صبر   هوا شیشه در دست دارد زابر
شقایق بجام می افسون کند   که شور سیه مستی افزون کند
زجام تماشای گل هر سحر   شکوفه کشد باده پیرایه سر
گل را که مستانه بیخود فتاد   هوا میکند از گل صبح باد
زسر جوشش رنگ بهار شفق   برد دیده از ساغر می نسق
چو مستان زکیفیت صبحدم   نگه را از مژگان بلغزد قدم
هوا بسکه دارد طراوت بچنگ   می از شیشه جوشد چو از غنچه رنگ
زطوفان برنگ چمن موج آب   بها زو که وابسته است از حباب
بهر سو که نظاره جولان نماست   بهر باده سرگرم مشعل نماست
چمن را رطوبت چنان در براست   که از موج گل بال بلبل تر است
درین باغ هر غنچهٔ دلگشاست   دماغیست یا تشنهٔ آشناست
زهر مصرع شاخ گل بیدرنگ   شود جلوه گر معنی رنگ رنگ
چو آیینه کز حسن یابد سراغ   زگل برگ گل گشت دیوار باغ
خیابان کز و چشم بد باد دور   کتاب چمن راست بین السطور
زشاخ بلندش گل ارغوان   دهد جلوهٔ انجم از کهکشان
چمن راست رنگ نشاط دگر   که چون شمع خارش زند گل بسر
زخاکش اگر اوج گیرد غبار   شود بر هوا ابر یاقوت بار
نمایان زجوشش بود ساز رنگ   زگل جلوه گر بال پرواز رنگ
نگه صرف نظارهٔ غنچه هاست   گره کو تهی بخش تار رساست
نزاکت درین باغ باشد مقیم   زپاس نفس نیست غافل نسیم
که سنبل چو موی کمر باز گشت   رگ گل چو تار نظر باز گشت
زبس بلبل اینجا ادب پرور است   صدایش زمنقار کوته تر است

چرا دل بگلشن چمن آرزوست — که تا سایهٔ برگ گل مشکبوست
زدلها غبار کدورت گذشت — که چون سبزه خوابد بدامان دشت
عیان کرده از مخمل سبزه زار — بساط زمین رنگ خواب بهار
گر آزادگی هست زیور نگار — بزیب سر انگشت سرو بهار
چراغان کند پرتو گل بباغ — بود رنگ خود روغن این چراغ
زفیض هوای لطافت نقاب — زشبنم شود پیکر صبح آب
پی منع پرواز نشو و نما — نباشد اگر لنگر چشمها
زشوخی کشد ریشهٔ هر نهال — سر از اوج گردون برنگ هلال
چمن تا برآرد زر زعفری — زطوق آورد قمری انگشتری
پر قمری از سرو گیرد هوا — غبار دل از آه دارد عصا
بود لاله را در شبستان داغ — زخون گرمی رنگ بر کف چراغ
دعای قدح بست نرگس بسر — که از چشم زخمی نه بیند اثر
هوا خواه گل بهر دفع گزند — زشبنم بر آتش گذارد سپند
سحاب آب زد بر گریبان خاک — که بیدار گردیده مستان خاک
شهید و گل و لالهٔ این چمن — سری بر کشند از نقاب کفن
هوای شهادت مکرر کنند — بخون جگر دامنی تر کنند
زمین خواب عیشی عجب دیده است — که در بستر خواب نالیده است
زموج گل و سنبل تابدار — زبوی دل آویز زلف بهار
رسانیده بر قصر گردون کمند — سر نشئهٔ خاکساری بلند
چمن شعلهٔ حیرتی بر فروخت — که در دیدهٔ برق نظاره سوخت
ندانم چه دید از گلستان خویش — که گل گشت چاک گریبان خویش
بدل غنچه اش از که دارد سراغ — که جمعیت بر بوی خویشش دماغ
شد از جام عرفان مگر کامیاب — که در خود کند زور عیش شراب

کند لالهٔ جام بهر عیان　　گر از نقطهٔ ذات دارد نشان
بود یاسمین بسکه خورسند خویش　　صبوحی کند از شکرخند خویش
اگر سبزه آئینهٔ حیرت است　　خط شاهد گلشن وحدت است
همه خامشی ساز آهنگ خویش　　همه مست در پردهٔ رنگ خویش
زهر جزو این باغ کثرت بهار　　همان نشئهٔ وحدت است آشکار
زیکتار این جمله آهنگهاست　　زیک موج آب ایهمه رنگهاست
بیا ساقی ای گلشن رنگ ناز　　جگر خون کن عندلیب نیاز
مباش از دلم چون فغان بیخبر　　چو اشکم مشو غافل از چشم تر
که در مانده ام از هجوم جنون　　چو شبنم ز هر گل بگرداب خون
چو گل زخمی نالهٔ بلبلم　　چو بلبل پریشان بوی گلم
چو کوکوی قمری الفت سرشت　　شده شعلهٔ سبزه در یک کنشت
چو کوکوی قمری الفت کمند　　شده شعلهٔ سرو آهم بلند
زهر حلقهٔ سنبل این چمن　　خط جام پیداست در چشم من
صبا تکمهٔ غنچه وا می کند　　گریبان صبرم قبا میکند
بشست از می عشرت هستیم　　همین تیره بختی سیه بختیم
طرب میزند سینه بر تیغ ابر　　چو برق از دلم میپرد رنگ صبر
هوا بر میان بسته تیغ سحر　　چو شب بر سرم گرد کلفت بسر
کماندار شاخ چمن بسته صف　　دلم در ره تیره حیرت هدف
شکرخندهٔ غنچهٔ یاسمن　　نمک میزند بر دل ریش من
رگ خواب گل پیچش سنبل است　　سیه مستی من از کاکل است
گهی از گلم همچو سودای جام　　گه از سنبلم در تماشای دام
هوای بهارم کمند افکن است　　نفس بر لبم بوی این گلشن است
بفصلی که رخسار پژمردگی　　نگیرد بخود رنگ افسردگی

چو برگ خزان دیده افسرده ام	چو رنگ شکست خورده پژمرده ام
درین نوبهار طراوت اساس	که چون غنچه جمعست بال حواس
به پرواز حسرت چو رنگ گلم	پر آگنده چون نالهٔ بلبلم
نوای من افشای راز دلست	چو شبنم میم از گداز دل است
سیه گشت چون لاله دل در برم	سویداست دُردیهٔ ساغرم
چکد حسرت باده از قالبم	چو جام از تمنا سراپا لبم
شد از بسکه در انتظارم وطن	چو چشم قدح ریخت مژگان من
در اندیشهٔ بادهٔ لاله گون	چو ساغر گذشت از سرم موج خون
ندارم سر و برگ عیش مدام	بود گردش طالعم دور جام
تصور کنم تا بکی	حیابان گلشن چاک قفس
چو ساغر مکن دلفگارم میم	مده بیش ازین انتظار میم
ز رنگ گلم ساغر بیار	می صاف از نکهت گل بیار
که از فیض صاف بهار طرب	کند صبح عیشم گل از جیب شب
محال است نور شبستان هوش	اگر شمع مینا نشیند خموش
سواد غبار خط رنگ گل	بود روشن از عینک جام مُل
ز صهبا نشیند غبار نگاه	خط ساغر اینجاست تار نگاه
گل و لاله بی می نیاید بکار	که در صبح میناست فیض بهار
بیا ساقی ای نقد سودای دل	بیا ای شفای مرضهای دل
که سودا بلای مزاج من است	بیا دام چشمت علاج من است
بزنجیر سودا از بونم مخواه	دبستان مشق جنونم مخواه
نگاهی که هوشم به یغما برد	ز آئینه ام زنگ سودا برد
به مینای حیرتم ناگزیر	بزنجیر موج میم کن اسیر
درین نوبهار جنون انتخاب	که بالیده زنجیر چون موج آب

جنون دارد از موج مستی سراغ — گل جام پیداست از نقش داغ
کنون جوش گلهای دیوانگی است — خزان گلستان فرزانگی است
فلک را که سودای جوش بهار — بسوز جنون کرده بی اختیار
طبیب سخن از افق سر کشید — که روغن ز بادام آخر کشید
زمین تا ز سودا نگیرد هوا — ز دامان گل کرده زنجیر پا
چمن تا پریشان دماغ دل است — نظر بند زنجیر داغ دل است
گلش چشم حیران نظارگیست — خط سنبلش موج آوارگیست
هوا هم بشور جنون آشناست — که زنجیر از نکهت گل بپاست
پی جلوهٔ حسن شور دماغ — جنون گشته آئینه پرداز داغ
جنون این زمان رهنمای دلست — نفس نقش زنجیر پای دلست
چو نبض از طپیدن ندارد قرار — بشورم چو زنجیر بی اختیار
ز داغ جنون نشئه ام در سراست — گریبان رسوائیم ساغر است
نشد چاک تا جیب صبح جنون — می از جام مشرق نیامد برون
گلی تا ز چاک گریبان نچید — چمن هم بکف جام عیشی ندید
گذشته است شور جنونم ز حد — نباشد جز این وقت رقت مدد
در ینوقت کاشوب موج گل است — صراحی طرب نغمهٔ قلقل است
ز بس مانده ام بیدل و بینوا — ز سامان رنگ طراوت جدا
محال است عیشم بتیر شود — دماغ امیدم ز می تر شود
مگر گردش چشم خون پرورم — دهد جلوهٔ گردش ساغرم
گل زخم میل شگفتن کند — گرو سینه ام گل بدامان کند
ندارد ازین بیش تاب خمار — ببر از سر من عذاب خمار
ندارد کنون خامشی چارهٔ — که چون غنچه دارم دل پارهٔ
نظر کن شکست ایاغ مرا — بدست آر صد دست و داغ مرا

برنگ دلم نیش صد برگ نیست بهر برگش از داغ غم لاله ایست

اگر توبه بشکستنم شد گناه ز مینای می عذر جرمم بخواه

تو چون توبه ام مشکن ای مست ناز مشو سنگ آئینهٔ حسن از

شنیدم که صبحی ز فیض بهار بزم چمن بلبل بیقرار

ز جام تماشای گل بود مست برافشانده از بال بر خویش دست

ز هر برگ گل بر جگر پیشه داشت ز هر موج سنبل بدل ریشه داشت

بسر شور آشفتگی چون نسیم دل از تیغ بیمهری گل دو نیم

سرشک صفا جلوه چون روی گل توانی ز خود رفت چون بوی گل

نگاهی چو شمع تحیر بدوش ولی از رم ناله سنبل فروش

چو شبنم بپرواز حسن بهار ز هر قطرهٔ بود آئینه وار

ز موج چمن زخمی صد خدنگ ز رگهای گل رشته برپا چو رنگ

چو آب از رگ و ریشهٔ گلشنش نمودار راهی ز خود رفتنش

گلی گر شدی همنفس با نسیم دلش همچو منقار گشتی دو نیم

ببرگ گلی یار گشتی چو خار شدی چون پر و بال خود دلفگار

صبا تا گل از غنچه آرد بدست بچشم ترش رنگ دل می‌شکست

ز هر قطرهٔ شبنم که بر لاله ریخت بجام تمنای او ژاله ریخت

ز دامان گل آتشی بر فروخت که در پیکرش رنگ آرام سوخت

پر و بال آن شعلهٔ اضطراب عنان داد از دست چون موج آب

ز بس شور در جان بلبل فتاد چو پروانهٔ دل بر آتش نهاد

بخود داشت از بیخودی قلقلی که ناگاه بشکست برگ گلی

چو طفلی که در وجد شوق سبق جدا سازد از روی مصحف ورق

چو آن ناله کز وحشت اضطرار زبد لخت دل را بباد غبار

ز رنگینی ماجرا باغبان بزخمش بر آورد خار زبان

که ای غافل از رنگ و بوی وفا
ز سر تا بپا نقش پای جفا

به بزم وصال این چه بدمستی است
بخوبان چه حرف زبردستی است

ز عشاق ترک ادب خوب نیست
ز اهل دل این نکته مرغوب نیست

بغیر از تو کز عشق لاف خطاست
کسی زحمت خوبرویان نخواست

چو پروانه ترک تحمل کند
پرافشانیش شمع را گل کند

اگر بزم مستی طرب ساغراست
بخوان ادب نعمت دیگراست

ازین نکته مرغ چمن شد خجل
زد از ناله چاکی بدامان دل

چو بال ندامت بخون می طپید
چو اشک از نقاب نظر می چکید

خود از شرم در پرده دل نهان
ولی ظاهر ز موج خجلت زبان

که ای بیخبر طعنه بر من مزن
برین شعلهٔ شوق دامن مزن

بمستی گلی را اگر خسته ام
ز لخت جگر دستها بسته ام

ز تقصیر مستی گذشتن نکواست
که بیهوشی آئینهٔ عذر وست

پشیمانم از زشتی فعل خویش
ز زخم ندامت چو گل سینه ریش

ولیکن بمنخانهٔ اعتبار
غریبست بدمستی هوشیار

زمانی با نصاف همراه باش
ز بدمستی خویش آگاه باش

ز من گر شکست است برگ گلی
تو اکنون شکستی دل بلبلی

ز گل تا بدل فرق بی انتهاست
که دل ساغر محفل کبریاست

تو دل مشکن ای ساقی دلربا
که داری ز دور قدح مومیا

تو ای آبروی محیط کرم
دل قطره مشکن بموج ستم

درستی است در جیب فرمان تو
شکستن بود ننگ دامان تو

گل تو به گر من شکستم رواست
ز صاحبدلان دل شکستن خطاست

بیا ساقی ای محرم راز دل
ز هر ساغر آئینه پرداز دل

که در تقوی و زهد وا مانده ام
وزین نسخه درس ریا خوانده ام

گشادی ز تقوی نشد حاصلم / چو ذکر حق از سبحه پا در گلم
ز سجاده بر خاک دارم وطن / ز محراب سنگی است در راه من
روا سایهٔ غفلتم بر سر است / عصایم بکف اژدر دیگر است
خوشا روزگاری که پیش از ظهور / بمیخانهٔ فیض دارد حضور
چو ذردمی از سجدهٔ دائمی / بمینای می داشتم محرمی
کنون از حقیقت ندارم اثر / ز حرف لب ساغر بیخبر
کرامت کن ای نشهٔ پرده از راز / شراب ورع سوز تقوی گداز
مگر زین کدورت رهاند مرا / بصاف حقیقت رساند مرا
که چون نشه پرواز مستی کند / چو صهبا براهت پرستی کند
بروز ابدا توبه کم کن بیان / نگهدار از طعن مستان زبان
چه لازم زدن شیشهٔ ما بسنگ / سراپا شکستیم چون موج رنگ
درستی ندارد خط اعتبار / شکستی است گر توبه آمد بکار
درستی درین عرصه بی دود نیست / بچیدن گل زخم نامردیست
درستی ز مینا و ساغر خوش است / شکستن ز اسباب دیگر خوش است
بهاری که صد رنگ از و گل دمید / ز جیب شکست خزان سر کشید
ز خامی بر آید ثمر چون شکست / بکار دل آمد گهر چون شکست
ز جان کندن طبع شهرت گزین / شکستی است خط امان نگین
کسی در جهان طبع آرام بست / که خون کرد خود را سراپا شکست
کلاه از شکستن شود سرفراز / شکستن دهد زلف را بال ناز
شکستن بود ساز و برگ نوا / بلند است دست شکست از صدا

حکایت بر سبیل تمثیل

شنیدم که شیخ زمان بایزید / شبی داشت با عشق گفت و شنید
بسجر حضور تجلی شهود / خیالش نقاب تمنا گشود

که یارب چه آرم من بو الفضول　　که یابد درین بزم رنگ قبول
ندا آمد از حضرت ذو الجلال　　که فرش است اینجا بها و کمال
ز جنس عبادات علم و عمل　　مهیاست این کشور بی خلل
کمال ترا کس خریدار نیست　　متاعی بجز نقص در کار نیست
ز جنس شکست آنچه پیدا شود　　برین آستان قیمتش وا شود
شکست تو اینجا درستی نماست　　که بحر کرم سر بسر مومیاست
محیطی که رنگ گهر نقش بست　　نخواهد ز امواج غیر از شکست
بر آن گل کند گریه ابر بهار　　که رنگ شکستن نکرد اختیار
خدا را اگر حق پرستی تو هم　　مکن در حق توبه چندین ستم
ز نقد درستی چه داری بدست　　که شد توبه ات بی نصیب از شکست
ترا گر سر می نوشیدنست　　در آزار مستان چه کوشیدنست
غبارت سواد رخ پاک ریخت　　بچشم قدح مستیت خاک ریخت
بچشمت چرا شیشه را رنگ نیست　　نگاه تو آخر رگ سنگ نیست
چرا پنبهٔ گوش مینا شوی　　چه باشد اگر از سرش وا شوی
مشو غافل از نشئهٔ ساز ما　　چه گردی گلوگیر آواز ما
ترا نیست از راز هستی خبر　　وگرنه بچشم معانی نظر
خط جام باشد کمند یقین　　رگ ساز تار رشتهٔ اصل دین
چنین میدهد اصل قانون صلاح　　که در شرع باشد مثلث مباح
بر آواز چنگ آرمیدن خوشست　　ز پیران نصایح شنیدن خوشست
ز شور نی آسان نباید گذشت　　ز آه ضعیفان نباید گذشت
ز دف چون صدا کی توان گشت دور　　بود خدمت پوست پوشان ضرور
ز صوفی و تسبیح و مینا و جام　　توان یافت فیض حضور مدام
خط جام صهباست زنجیر دل　　خیالش چنان نقش تعمیر دل

محال است بی نشه پایندگی — که بی روح مشکل بود زندگی
بغفلت نباید گذشتن ز می — که شد کل شیء من الماء حی
شود روشن از جام گیری بدست — که ساغر پرستست یزدان پرست
کسی را که راهی بفرزانگی است — گذشتن ز انصاف دیوانگی است
کمند از رگ موج صهبا کند — خط جام را دام دلها کند
ازین دام فکر رهائی کراست — بدل حسرت نارسائی کراست
چو مطرب شود جلوه گر ناگهان — بدست از نی و چنگ تیر و کمان
سر بر زخ خویش گیرد ز دف — دل کیست کانجا نگردد هدف
تو معذوری ای زاهد بیخبر — که در بزم مستان نداری گذر
تو در خلوتی مست وهم و گمان — چسان یابی از ذوق مستی نشان
دلت کی ملایم کند اشک پاک — که آتش ندارد اثر زیر خاک
چه داری ز نیرنگ حسن و جمال — نظر بازی از کور باشد محال
بیا ساقی ایکام بخش امید — بیا ای سروش ترنم نوید
بده مژدهٔ عشرت باده ام — ز غم کن چو بوی می آزاده ام
کشیدم ز بس ساغر انتظار — نهنگی است شوقم به بحر خمار
ز حد رفت سوز دل ناتوان — چو نی عمر من گشت صرف فغان
زمانی تغافل فراموش کن — شبی از تمنای دل گوش کن
کنون درخور کام من جام نیست — چو من تشنهٔ قلزم آشام نیست
نگردم بهر جرعه گرم خروش — ز هر قطره دریا نیاید بجوش
بکشت تمنای من آب ده — می از ساغر دور گرداب ده
مگر از خمم بحر گیرم شراب — که بنشیند این شعلهٔ اضطراب
بیا ساقی ای قلزم معرفت — محیط حقایق خُم معرفت
انان می که آفاق مینای اوست — جهان ظرف نقش تمنای اوست

ازین باده تا برده رنگ اثر
بسر شکست در دیده شیشه گر

بسودای همظرفی این شراب
تهی کرده قالب محیط از حباب

کند چرخ هر صبح ازین آگهی
کدوی خود از تخم انجم تهی

بمن ده که از حیرتم ناصبور
ز دل کرده ام تخم اوهام دور

بود تا یکی در تمنای می
پر از آرزو ظرف سودای می

بدور تو ای آفتاب سخا
من خسته بیدل بینوا

بجام می عیش غم میخورم
چو باور نداری قسم میخورم

بسرجوش صهبای خم ازل
بکیفیت نشئهٔ لم یزل

بمست قدح نوش اسرار ذات
بمخمور مدهوش درد صفات

بدست سبوی می سرمدی
بپای خم عالم بیخودی

بگوش صراحی صاف وفا
بچشم ادب سنج جام حیا

بنفی صفات گلستان وهم
باثبات ذات مبرا ز فهم

بوحدت پرستان روی نگار
بکثرت خیالان گیسوی یار

بصاف رخ صبح سیمای او
بدور خط جام پیرای او

بحسنی که در محفل کائنات
عیانست از پرده های صفات

بروئی که والشمس تفسیر اوست
بموئی که واللیل تعبیر اوست

بخاکی کز و یافت آدم نمو
بباد یکه یعقوب از و برد بو

بآبی کز و خضر دارد نعیم
بناریکه افروخت شمع کلیم

بسرسبزی گلشن آرزو
بگلهای وارسته از رنگ و بو

برنگینی جلوهٔ گلرخان
بامواج بیتابی عاشقان

بخطی که دلها بود دام راه
بگردیکه خیزد ز راه نگاه

بآئینهٔ شوق تمثال اشک
بپروانهٔ بی پر و بال اشک

بذوق طپشهای مرغ نفس
بشوق تماشای چاک قفس

بصبریکه بیطاقتی کار اوست / بنخلی که سنگ ستم بار اوست
بعمریکه گردند وصلش خطاب / ببرگی که از هجر دارد نقاب
بگلگونهٔ چهرهٔ اشتیاق / بعنابی اشک چشم فراق
بهوشی که دارد سر بیهشی / بحرفی که دارد لب خامشی
بمجروح طبعان پاس ادب / به بسمل ترادان اشک طلب
باظهار موج گلستان شرم / بگل کردن تهمتان شرم
بگردن کشیهای بالای ناز / بافتادگیهای زلف نیاز
بجائی که حرمان شکر خدا اوست / بجیبی که با چاک پیوند اوست
بزمیکه خنجر بود ساغرش / به بحریکه پیکان بود گوهرش
بزمی که خونست صهبای او / بباغی که زخمست گلهای او
برقص نفسهای وحشت بجنگ / بپرواز بال سبک سیر رنگ
بجمعیت غنچهٔ دلفگار / بوجد طرب خیز بوی بهار
بمرغی که پرواز او دام اوست / بدامی که آزادگی نام اوست
بعزلت گزین بساط حیا / بخاموشی اندیشی و حرف خطا
بجوشی که در چشمهٔ زندگیست / بموجی که در بحر ناپیدگیست
ببوئی که در غنچهای دلست / بداغی که خلخال پای دلست
بسوزیکه در اختر بینش است / بآبی که در گوهر بینش است
بحسرت نگاهان حسن خیال / بحیرت پرستان فکر وصال
بتمکین بیطاقتی صبر کوش / به بیتابی صبر طاقت فروش
بگوشی که بر گفتگوی کسی است / بچشمی که حیران روی کسی است
بجیبی که با خاک همبستر است / بدرویکه فارغ ز درد سر است
به آبی که از وحشت آماده است / بسرویکه چون ناله آزاده است
برگ گلستان داغ جگر / بسیر خیابان مد نظر

بخاصیت صافی سینه‌ها / بهمواری آب آئینه‌ها
بپروانهٔ آب آتش وطن / بشمع نگاه تحیر فکن
بطوفان مژگان دریا خروش / ببرق ز خود رفتن رنگ هوش
بدودی که از سینه خیزد اگر / شود بال پرواز لخت جگر
بچشمی که تا شمع دل بر فروخت / چو آئینه دامان مژگان بسوخت
بشوخی که ره کرده در چشم من / نگه زیر دیوار مژگان وطن
باشکی که از دیده ریزد اگر / شود تکمهٔ جیب مژگان تر
بحسنی که دارد کمند نگاه / بتاریکه پیداست از زلف آه
بکوهی که در سوی امید و بیم / ز تیغش دل کوهکن شد دونیم
بدشتی که مجنون حیرت نظر / ز دامان او کرده چاکی بسر
بسازیکه آواز گم کرده است / ببالی که پرواز گم کرده است
به تیغی که در عرصه گاه نیاز / بود جوهر غمزهٔ آب ناز
به تیریکه در گوشهٔ استخوان / غبار دل انگیزد از مغز جان
بسودائیان پریشان نظر / بژولیده مویان دود جگر
بصبح طرب جلوهٔ نوبهار / بخاکستر خرمن اعتبار
بهستی که سر چشمهٔ آرزوست / بعالم که آئینهٔ رنگ و بوست
باشیا که نخچیر دام دل است / بگردون که دوری ز جام دلست
بیکرنگی خون که در جسمهاست / بتوحید ذاتی که در اسمهاست
بمعموری عالم معرفت / بویرانی عمر غفلت صفت
بمشاطهٔ عیش یعنی شراب / بآئینهٔ وهم یعنی حباب
بموجود موهوم یعنی که من / بمعدوم معلوم یعنی دهن
به تسبیح اشک و بتذکیر آه / به تعلیم حیرت بدرس نگاه
باظهار دانش بسودای خام / بمجنون عاقل بآهوی رام

بجهل و بغفلت بنسیان و وهم / بدرک و بدانش بعرفان و فهم
بخبطی که در فکر فرزانگی است / بعقلی که در کسب دیوانگی است
بصید اسیر کمند نگاه / بدلبند زنجیر زلف سیاه
بصیادی معنی دلپسند / برم کردن مرغ فکر بلند
بنازک خیالان بزم کمال / بجوهر فروشان تیغ جمال
بفطرت بلندان دانش غلام / بزیور نگاران حسن کلام
باسرار سبحان علم قدم / بخلوت طرازان بزم عدم
بدریا نوردان موج لقا / بساحل نشینان گرد فنا
بآسودگیهای پای طلب / بعاجز بیانی حرف ادب
باشفتگیهای رنگ جهان / بانواع اوضاع اهل زمان
بشیدائی طبع شیدای من / برسوائی عشق رسوای من
بصبحی که آئینه روی تست / بشامی که درچین گیسوی تست
بجرمی که عفو است گویای او / بعفویکه جرم است رسوای او
بفیضی که در نوبهار بیان / بمرغ سخن داد بال زبان
بفضل کریمی که جان میدهد / بعرض تمنا زبان میدهد
که بی باده عمری جگر خورده‌ام / بعمریکه برقی لبر خورده ام
ازان نشئهٔ فیض عرفان سند / وزآن آب و رنگ حیات ابد
بمن ده که مستانه آیم بجوش / نباشم چو آهنگ مستی خموش
ز موجش زبانها مهیا کنم / چو ساغر بمستی سخنها کنم
ز نیرنگ اسرار دستان زنم / در بزم ساغر پرستان زنم
دهم عرضهٔ وصف میخانهٔ / که حرفیست ز ونقش پیمانهٔ

دور سادس بزم نیرنگ خط لوح خیال

نه میخانه دریای وحدت کنار / نه میخانه صحرای کثرت غبار

فضایش تمنای آغوشها   غبارش ز خود رفتن هوشها
محیطی که اندیشه گرداب اوست   طلب جنبش موج بیتاب اوست
کدورت زهستی است آب و گلش   ز خود بر کنار آمدن ساحلش
صدف نقش لبهای بی گفتگو   گهر رنگ دلهای بی آرزو
نه میخانه نیرنگ بزم قدم   نه میخانه آئینه دار حرم
بصورت بنای جنون آسمان   بمعنی عبادتگه راستان
دو عالم برین آستان شهود   چو مستی جبین سای شوق سجود
خمش هر یکی عارف راز حق   ز سر تا بپا بحر تمکین سبق
همه سینه بر خاک عجز و نیاز   ولی جمله گنج گهرهاے راز
همه سبحه گردان راز دلند   همه در وضوء گداز دلند
بگنج گریبان دل روشنان   دو عالم بمحراب زانو نشان
سبویش رسانیده دستی بگوش   با آهنگ تکبیر گرم خموش
که باید کنون قامت آراستن   بجهد از سر هوش بر خاستن
پی وعظ پردازی چنگ و نی   دود نشئه بر منبر موج می
که مستی است امروز عشرت سروش   نباید حدیث خرد کرد گوش
در سجدهٔ غیر تا وا کند   خم شیشه محراب پیدا کند
که در بزم می سرکشی خوب نیست   زمینا بجز سجده مطلوب نیست
لب جامها جمله الحمد خوان   صراحی همه قل هو الله بیان
می صاف او رنگ اثبات ذات   ز دردش عیان بوی نفی صفات
زاسرار وحدت قدح بر کف است   بیک چشم حیران وجه الله است
زمی گردن شیشه آمد پدید   خط نسخهٔ اقرب حبل الورید
برافتد اگر پرده از روی کار   کند هر خمش کنت کنزاً آشکار
نه میخانه اوج کمال ظهور   نه میخانه فیض بهشت سرور

فلکت داغ از سینهٔ بیدلش
چمن صفحهٔ از پر بسملش ۲

مراد آمده صید مستان او
طرب بندهٔ می پرستان او

بخاک درش او جبهه جبهه سا
فلکها همه حلقهٔ نقش پا

سواد دو عالم در آن پیشگاه
چو مژگان بود زیردست نگاه

صبا و رشش راه تماشای او
صفا محو رنگ تماشای او

چراغش دم گرم روشندلان
حصیرش خط جبههٔ کاملان

نماید ز نور تجلی نقاب
گل صبح آویزش آفتاب

بساطش چو آئینهٔ روی حور
ز موج صفا جام لبریز نور

بجز یکه آئینهٔ جستجو است
لب جام او ساحل آرزوست

رصد ق طلب نقش صهبای او
غبار هوس سنگ مینای او

میش فارغ از آب و گل گشتن است
خط ساغرش گرد دل گشتن است

ز میخانه صبح سعادت نقاب
ز میخانه سرچشمهٔ آفتاب

اساسش چو نام حرم پایدار
بنایش چو عهد قدم استوار

میش نشهٔ پرداز آزادگی
چو آئینه مینای او سادگی

عروج سخن حرفی از پایه اش
بلندی سرافراز در سایه اش

بدرگاه او سجده ها خاک روب
بخاکش سر سجده ها پای کوب

در او است ازبسکه نور اکتساب
بود حلقهٔ درگهش آفتاب

مژه نیست در دیدهٔ اخترش
نه بیند کسی بستگی از درش

غباری کزین آستان کم شود
بگردون می جام انجم شود

اگر دودی از مجمرش سر کند
فلکها ز هر حلقه سر بر کشد

بچشم یقین رفعت هرچه هست
بمینای او چون قدح زیردست

چو آئینه از گاه دیوار او
نماید خط دست معمار او

زمینش بساطیت رفعت پسند
هم از فیض او نشئه گردد بلند

درین محفل از خط جام و شراب کمندیست در گردن آفتاب
ز کیفیت طوف او دمبدم بگردش چو پیمانه نقش قدم
نگه تا بدیوار او دیده است سیه مست چون سایه غلطیده است

صفت خراباتیان

مقیمان این بزم الفت بهار بفطر طبایع چو می سازدار
چو ساغر همه فارغ از گفتگو همه دست بر سر برنگ سبو
همه با دل گرم در اشتلم سری در گریبان حیرت چو خم
چو مینا همه مایل بندگی خط جبهه شان سر افکندگی
ز قید عبادات رسمی برون بدرس اشارت همه ذوفنون
همه چون غنا صفدر آرزو چو آزادگی جسته از رنگ و بو
مبرا ز اقبال نفی و صفات بنفی صفت هر یکی عین ذات
ز کیفیت رنگ تمکین شان نگه سرخوش رطلهای گران
چو ابروی خوبان تواضع سرشت چو چشم نکویان حیا سرنوشت
ادب بر بساط سخن پیش رو بپاس مروت نفسها گرو
همه نکته سنج خموشی کلام زبانها چو امواج گوهر بکام
همه عالم دفتر سادگی همه خط شناسان آزادگی
همه در فن فقر چون آسمان برافشانده از رنگ گرد جهان
همه بیقراران مست خراب ولی بیصدا همچو موج شراب
چو رنگ چمن هر یکی می پرست چو اوراق گل جمله ساغر بدست
بفهم و ادا همچو من تیزهوش چو نظاره بیتاب اما خموش
بلطف و کرم چون وفا استوار بعیب و خطا چون حیا پرده دار
شهود ازل نشئهٔ کام آن کمند حقیقت خط جام آن
همه فارغ از رنگ امید و بیم بمیخانه چون بوی صهبا مقیم

نه میخانه فردوس گوهر سرشت | نه میخانه جوش بهار بهشت
ز لبهای مخمور مستان او | بخمیازهٔ گل گلستان او
طلسم فریب جهان منظریست | که هر جام او عالم دیگریست
قدح سایه پرورش گل آفتاب | فلک را مهش شیشه پرخون حباب
جهان نقطهٔ از خط ساغرش | فلک چشمی از روزن مجمرش
گداز تمنای گل شیشها | طپشهای دل قلقل شیشها
دل صاف سرجوش صهبای او | سرافکندگی دُرد مینای او
کدویش بجز طبع آگاه نیست | که تخم عمل را در و راه نیست
دم مطربش نغمهٔ یارب است | فضایش همه وسعت مشربست
ز سوز جگرها نمکدان او | جبینهای فرش ادب خوان او
دم بیخودی صبح عید نجات | سیه مستی آنجاست شام برات
بعالم که هم نقش ویرانه است | اگر خانهٔ هست میخانه است
همین خانه عشرتگه زندگی است | همین منزل آغوش پایندگیست
درین محفل آرام عمر است و بس | تسلی در آئینه دارد نفس
بچشمی که از بینشش کلفت است | خرابات معمورهٔ الفت است
توان از سر الفت جان گذشت | ولیکن ز میخانه نتوان گذشت
که از پردهٔ ساغر و شیشها | بدوش شکست دلست این بنا
کرا میل رفتن بود زین مقام | که چاهست در هر قدم نقش دام
اگر تو به آهنگ رفتن کند | عصا از صدائی شکستن کند
بتحریر وصفش ز عجز رقم | کشد خط به بینی زبان قلم
بتوصیف این بزم دعوی گداز | نفس چون دم صبح شبنم طراز
بود محو حیرت درین بزمگاه | طپیدن در آغوش نبض نگاه
چو خاموشی ساز آهنگها | چو گل ساغر گردش رنگها

در صفت خم

سپهر از حباب خمش گشته آب / که داغست از خشت او آفتاب

نه خم آفتاب تجلی شرار / محیط کمال آسمان وقار

شکن آشکار از آثار او / بزرگی نمایان ز اطوار او

دل روشنش بحر گردون حباب / گریبان او مطلع آفتاب

نهنگی که بحرش بکام اندر است / محیطی که هر قطره اش گوهر است

ندارد چو بحر از کدورت نشان / بخود سایهٔ خویش دارد نهان

خمیر گهر می سرشد لای او / که چون سایه محو است دریای او

ز بس رنگ اسرار پوشیده است / چو دریا بلب خاک مالیده است

بهار می از شکرش گلفروش / چو کوهی کزو میزند لاله جوش

فلاطون دانش بفکرش کم است / نه خم آسمانی پر از انجم است

چه خم آن سر نشهٔ عقل و هوش / کزو مغز مستی است ادراک جوش

ز تمکین آن بحر جاه و جلال / چو صحرا اکنده است مست خیال

ازو بر بستگی تا گشایش بدل / درو عقدهٔ خاک چون باده حل

طلسم حبابیست مستی پناه / می و شیشه و جام را قبله گاه

در صفت جام

بود موج می تیغ مینا نیام / سپردار آن سینهٔ صاف جام

قدح کاسهٔ سر گذارد به پیش / برد آب ازین تیغ پر خون خویش

صراحی زند قلقل از جوش مل / قدح گویدش دم مزن لاتقل

که این بزم آئینهٔ بهشتی است / لبش چون حبا سرمهٔ خامشی است

منم بندهٔ حلقه در گوش جام / که لبریز می باد آغوش جام

ادا میکند چشم جام از حباب / سخنها بابروی موج شراب

ز رنگ قدح بیزبانی کجاست / باین خامشی با دهانی کجاست

خرد را شود بیخودی ترجمان   گر از موج صهبا بر آرد زبان
برنگ دلیران صاحب جگر   ز زخم است روز و شبش گل بسر
لبش از هجوم می لاله گون   ز زخم تمناست لبریز خون
درین انزوا بیدل سینه ریش   سراپاست زخم نمایان خویش
شد از جوش حیرت درین بزمگاه   چو آئینه چشمش تهی از نگاه
درین آئینه حسن راز دل است   درین توبه رنگ گداز دل است
ومانش گل عشرت زندگیست   ز موج میش نشه پایندگیست
ز بس دلگشاییست آهنگ او   چو گل باشد از غنچگی ننگ او
جبینش بود موج صهبا ظهور   خط نسخهٔ آفتاب است و نور
بچشمش ز عکس می لاله گون   نگاه است بیتابی موج خون
نه سرخست ازان موج می پیکرش   شکستست مژگان بچشم ترش
مگر موج می ناخن دست اوست   که زخم خراش جگر مست اوست
ندانم بجان که ناخن زن است   که از موج سرتا بپا ناخن است
ازان رو کف جام الفت نشان   کند ناخن از موج صهبا عیان
چو چشم حبابش بجود وا کند   که با عقدهٔ دل مدارا کند
لب ساغر از موج می در کمین   با بروی محراب افگنده چین
ز برگش رگ گل اگر سر کشید   ز ساغر همان موج می شد پدید
ز آئینه اش موج می آشکار   چو خواب پریشان چشم نگار
ز صهباست چشم قدح تیزبین   بود مردم چشم خاتم نگین
بساغر ز هر موجهٔ بیقرار   رگ و ریشهٔ مستی است استوار
دهد ساغر از راز مستی خبر   که گرداب دارد سراغ گهر
قدح را چنان صافی مشربست   که راز دلش چون صدا بر سر است
چه پروا گر افسردگی در پی است   سرش گرم از آفتاب می است

قدح مرغ دست حریفان خوشنست   ز امواج بال و پر افشان خوشنست
صدای لبش نغمهٔ نی بس است   دُر گوش او قطرهٔ می بس است
درین خانه از جام روزن بس است   دل از پرتو باده روشن بس است
قدح نیست مرآت معنی نماست   که موج میش جوهر هوشهاست
قدح نرگس پر خمار کسی است   خط او بغیر از خطا سرمه ایست
قدح چشمهٔ موج اسرار کیست   قدح دیدهٔ لخت بیدار کیست
شده بزم سنگ از شکوه خمش   عقیق آب گردیده از ساغرش
بخاموشے استاد اهل سخن   بحیرانی آئینهٔ حال من.
لبش کرده می از حباب آشکار   که آرد تب گرم تبخاله وار
زمی نیست یکدم حباب آشنا   چو چشمی که گردد بخواب آشنا
گل تازه روئی که تا رخ نمود   ز رنگش نگه بوی مستی ربود
کفش کز صفا نیست ناخن بدوش   بود چنگل باز در صید هوش
بشور تنعم خموشے گزین   تهی دستی او نوا آفرین
جبین آفتاب ضیا منزلش   هجوم هلال است دور لبش
نزاکت ز بس رهبر ساغر است   چو لب تشنه‌ تیر او با لب دیگر است
جمال سخن راست آئینه دان   چو گل ساغر رنگ را آشیان
جلا بخش آئینهٔ بی غمی   در عیش را حلقهٔ خرمی
همین حلقه وا میست عشرت نفس   همین نقطه پرگار دور است و بس
زند گر ز موج می دور پیش   بود همچنان مرکز خط خویش
خرابات بحر طرب گوهر است   که گرداب او گردش ساغر است
اگر شور این بزم بیند بخواب   شود حیرت آئینه اضطراب
ز رشک تماشای این بزمگاه   تماشا کند و بست دست نگاه
بنرمی که از رفتنش بر زمین   نگه سجده ریزد ز خط جبین

مناسب جام و مینا

خوش افتاد در چشم اهل شهود | ز ساغر قعود و ز مینا سجود
صراحی سوی قبلهٔ جام مُل | بهر سجده سازد ادا چار قل
شب و روز از شوق محراب جام | گهی در سجود است و گه در قیام
قیامش ز دل شعله انگیختن | سجودا از نظر رنگ دل ریختن
بود قلقل او اشارت پیام | که بی‌خون دل سجده باشد حرام
نماز تو با دیدهٔ اشکبار | چو مینای خالیست بی اعتبار
چرا از ادا زاهد و رشک نیست | که یک سجده‌اش خالی از اشک نیست
نباشد اگر هوش رفعت کمند | سر و گردن جام و مینا بلند
بگلزار میخانه ساغر گلی است | که هر قلقل شیشهٔ بلبلی است
صراحی است فانوس شمع شراب | قدح بال پروانهٔ اضطراب
بهار طرب رنگ صهبا بس است | قدح قمری و سرو مینا بس است
بمینای می جام همدوش نه | باین غنچه شبنم هم آغوش نه
بمینا قدح دست و گردن خوش است | دل صاف با چشم روشن خوش است
ز جام است اسرار مستان عیان | بود مهر مرآت گردن کشان
نهالیست مینا بباغ جمال | که جام است برگ گل این نهال
بهر جا زند ساقی عیش کیش | ز مژگان خود برگ سینه نیش
شود طینت خویش دل صاف جام | نسنجد بمیزان ادراک عام
کشند تا براوراق کلفت رقم | بود جام و مینا دوات و قلم
بدریای پرشور بزم شراب | ز مینا و جام است موج حباب
برد جام می حکم مینا بسر | که گوش است تیغ زبان را سپر
سخن کز لب شیشه بیرون شود | بگوش قدح تا رسد خون شود
لب شیشه از جام شیون طراز | ز داغ جگر ناله گردن فراز

درین بزم نیرنگ حیرت مقام   بلندی و پستی است مینا و جام
بمینا ز ساغر نظام است و بس   سر و گردن شیشه جام است و بس
حدیثی که از جام و مینا کنند   بیان کمالات صهبا کنند
درین پرده ها نیست غیر از شراب   که مظروف از ظرف دارد نقاب
بساغر بود موج صهبا خموش   که تا رگ گل ندارد خروش
ولی باده را نیست در شیشه صبر   بود نامه هر قطرهٔ چشم تر

در وصف صراحی

صراحی سپهریست عالیجناب   بود پنبه اش صبح هی آفتاب
صراحی بگویم پریخانه ایست   که هر مست سوداش دیوانه ایست
پری گر نباشد می فتنه جوش   چرا سایهٔ او شود برق هوش
ز سنگ است در طبع مینا خلل   که خیلی پری دارد اندر بغل
نرفتست سودای سنگ از سرش   شکست دل از تخم دارد برش
صراحی نهالیست مستی بهار   شکوفه است از پنبه اش آشکار
نهالش ز خشکی نگردد خراب   که موج صفایش کند کار آب
دل صاف او کلفت آگاه نیست   درین آئینه زنگ را راه نیست
سراپایش آئینه دار صفاست   اگر زنگ کلفت نگیرد بجاست
که این دلفریب صراحی لقب   خطائی نژادست چینی نسب
رگ گردن او نه از جاهلی است   همان موج دریای روشندلیست
برنگیست مشهور در هر مقام   صراحی بچین و حلب شیشه نام
سر غم چو ذرد میش زیر پا   کف نشه را گردن او عصا
نی از قلقلش کرد کسب خروش   که چون نشه زد نغمه بر قلب جوش
صراحی که آب رخ گفتگوست   گداز جگر رنگی از حرف اوست
شب و روز چون ساغر سحر فن   ز خون دل خویش راند سخن

چو روشن خیالان معنی پسند کند ظاهر از شیشه فکر بلند
سحاب طرب بحر گلزار جوش دم قلقلش رعد عشرت خروش
سحابیست این خضر معنی نشان که از چار قل شد رباعی بیان
کلامی که از طبع او کرد گل مربع نشین گشته از چار قل
صراحی که از عشرت آماده است نه کلفت کشد نه ز چین زاده است
که از فیض طبع شگفتن قرین نشد آستینش هم آغوش چین
اگر بر سرش افگند سایه مو بزیر سیاهی است آواز او
نیاید کدورت دل روشنش سیه تاب تیغی است مو بر تنش
چه اسرار در صبح اظهار اوست که اندیشهٔ موشب تار اوست
ازو ساغ کلفت آمد بچنگ وزو باغ عشرت کند کشت رنگ
مگو شیشه را پنبه بر سر است که آرایش باد خاکستر است
نباشد باین آبرو هیچکس که خون دلش صرف رنگست و بس
نه مینای می پنبه دارد بگوش کف آورده بر لب محیط خموش
بدورش نه بیند الم هیچکس که میناست خضر مسیحا نفس
چه صبح است کز طبع فیض انتخاب نفس باشدش لمعهٔ آفتاب
غباریست در کوچهٔ زخم خون شود در گلویش نفس لاله گون
ز اشک جگر رنگ او صبح و شام چراغی است روشن بمحراب جام
بپا آبله نیست جز ساغرش که بیخون دل نگذرد از سرش
ز نازکه لبها بود روز و شب زبوی میش جان شیرین بلب
بعشرت نشد عافیت حاصلش شکستی است از موج می در دلش
بسر پنبه و شوق داغش گلست شکست صدای دلش قلقل است
ز موج می آنجا که خیزد صدا شکست دل اوست جوهر نما
ازین سرمه در گلشن روزگار سراپا گداز دل آمد بهار

بآب و گلش دردی آمیخته است | که تا دم زند رنگ دل ریخته است
ز صافی چو آئینهٔ بی غبار | توان دید زار دلش آشکار
زهی طینت می پرستیدنش | که بیرنگ می نیست خون در تنش
زبس بزم خوبیست اطوار او | نباشد بجز پنبه دستار او
شب و روز مینا ببزم حجاب | کند پنبه را بر رخ مے نقاب
که هر کس بدل دارد از فتنه جوش | بوضع ملایم شود عیب پوش
سراپای مینا بود یک زمان | که ای کج خیالات غفلت نشان
چو مینا جهان جمله رنگ هواست | همین راستی استقامت نماست
برش برنتابد خیال خروش | ز غوغای دل پنبه دارد بگوش
نزاکت پرستار رنگ دلش | صفا چون گهر موج آب و گلش
سحر سینه چاک گریبان او | شفق بسمل رنگ دامان او
مگو شیشه صبحی است شبنم بخون | که از پیکرش میچکد رنگ خون
خموشی است آئینهٔ مشربش | نفس موج خون میشود بر لبش
گلوی بریده ندارد زبان | مگر جوش خونش شود ترجمان
ندانم چه دیده است ازین انجمن | که شد موج اشکش زبان سخن

حکایت

قدح کرد روزی ز مینا سؤال | که ای از تو روشن دل وجد و حال
قد دلکشت سرو گلزار فیض | دل روشنت صبح اسرار فیض
لبت از چه رو در سجود و نیاز | شود چون گل از خندهٔ عیش باز
اگر این نماز است قهقهه چراست | وگر سهو باشد سجودت کراست
ز مثل تو پر حقیقت نما | نزیبد براه طریقت خطا
ز روشندلان این شیوه سهلست سهل | که از راستان کج خرامیست جهل
باین رنگ طاعت ندیدست کس | بقهقهه نماز اختراعست و بس

صراحی ز غیرت سخن ساز شد
بخون جگر نکته پرداز شد

که ای چشمت از نور عبرت تهی
نداری ز اوضاع دهر آگهی

همه چشمی و نیستی دیده ور
همه گوشی و از جهان بیخبر

نماز چنین گرچه عین خطاست
اگر چون منی میگذارد رواست

که از سجدهٔ حق درین انجمن
شده عالمی تشنهٔ خون من

چو خواهم رکوعی بجا آورم
بر آرند از پنبه مغز سرم

بگیرند در سجده حلقم چنان
که خون جگر ریزدم از دهان

مدام این گروه ندامت مآل
شمارند بر خویش خونم حلال

که داد است بر قتل مینا صلاح
که گفت است خون مصلی مباح

ازین غم بدل خون نه بندم چرا
بر اوضاع دنیا نخندم چرا

بیا ساقی ای مقصد خاص و عام
زباندان اسرار مینا و جام

از آن می که سرمایهٔ آگهی است
بمن ده که ظرفم ز عرفان تهی است

مگر یابم از بوی وحدت نشان
که حیرانم از وضع رنگ جهان

ز دوران گیتی دلم ساده نیست
ز عدلش عنان عبرتی داده نیست

ز نیرنگ عدلش نظرها پر آب
ز بیداد ظلمش جگرها کباب

نیم از محبان دنیا که من
دهم شکوه دستگاه سخن

اگر شکوه هست از آشناست
ز بیگانه حرف شکایت خطاست

به بیگانه باشد جدل ننگ من
چو گل جیب خویش است در چنگ من

چرا دفتر این و آن وا کنم
خط صفحهٔ وهم پیدا کنم

درین لفظها معنی غفلت است
همه رنگ آئینهٔ وحدت است

ازین هرزه گوئی چه فخر و چه لاف
همان به که بندم زبان گزاف

چو ساغر کنم می کشی اختیار
چو مینا زنم خنده بر روزگار

خورد بر هم این دفتر گفتگو
که شد غیر هم لفظ و معنی درو

بسوزد پر و بال نشو و نما / کز و فرع و اصل است از هم جدا
چه دنیا همه امتیاز دوئی / شکایت چو آهنگ ساز دوئی
سیه باد آئینهٔ امتیاز / که تفریق از و یافت ناز و نیاز
وگرنه می و جام و مینا یکی است / درین جمله جز رنگ یک نشه نیست

حکایت

یکی لوح آئینه در دست داشت / دلی در تماشای آن مست داشت
شب و روز خود را بخود می‌نمود / چو شبنم نظر باز صد رنگ بود
بصد جلوه عکسش گشودی نقاب / گهی در تبسم گهی در عتاب
گهی گوهر افروز درج دهن / گهی گلفروش بهار سخن
گه از خانهٔ الفت صلح و کین / ز چین نقشبند تبسم جبین
گهی از ادا چشم طاقت گداز / گهی از حیا مهر شبنم طراز
گه از شادی آئینهٔ نوبهار / گهی از الم دشت کلفت غبار
همیکرد با عکس عمری بسر / در آغوش وهم و رفیق خطر
ز عکس خود آئینه غیر داشت / گل وحدتش ریشهٔ سیر داشت
چو گیسو گرفتار زنجیر خویش / چو تصویر حیران تصویر خویش
که ناگاه گم گشت آئینه اش / تو گوئی که گم شد دل از سینه اش
زد از ناله در جیب آرام چاک / چو اشک از طپیدن بسر برد خاک
شکست دلش همصدا شد باه / جهان شد بچشمش چو مژگان سیاه
به بیطاقتیها بهر سو شتافت / نشانی ز گم کردهٔ خود نیافت
چو مردم ز حالش خبر یافتند / معمّا ز اسرار بشکافتند
بگفتند آن لوح آئینه بود / که هم بر تو نقش ترا می‌نمود
اگر دیگر آئینه پیدا کنی / همان جلوهٔ خود تماشا کنی
ازین رمز طالب خبردار شد / ز خوابی که میدید بیدار شد

رہی بُرد در دیدۂ فہم خویش | خجل شد ز اندیشۂ وہم خویش
دگر روی آئینہ ہرگز ندید | گلی از بہار توہم نچید
یکی گفت این انفعالت چراست | ز آئینہ زنگ ملالت چراست
بگفتا کہ یکچند ازین پیشتر | بنا دانیم بود عیش دگر
رسیدم چو بر معنی خویشتن | ہمان آئینہ بود دیوار من
سراپا دورنگی بدل مینمود | بیکتائی من خلل مینمود
پی خودنمائی اگر میروم | زیکروئی خود دورو می شوم
گل باغ وحدت کنون بیشکم | دو باشم بمعنی چرا چون یکم
بیا ساقی ای نشئۂ وحدتم | شرار افکن خرمن غفلتم
از آن می کہ غفلت رہائی کند | باگاہیم رہنمائی کند
بمن دہ کہ بیزحمت آب و گل | برم رہ باسرار نیرنگ دل
دلست اینکہ سرجوش نیرنگہاست | دلست اینکہ آئینۂ رنگہاست
دلست اینکہ برما قفس گشتہ است | چو آئینہ دام نفس گشتہ است
دلست اینکہ در بزمگاہ شہود | عدم را تماشای ہستی نمود
دلست اینکہ شد نقش کثرت نما | دلست اینکہ با وحدتست آشنا
دلست اینکہ اظہار ہستی کند | دلست اینکہ دانش پرستی کند
دلست اینکہ شد نقش لوح دوئی | دلست اینکہ گوید دو عالم توئی
دلست اینکہ سر کوچۂ آگہی است | دلست اینکہ از نقش عرفان تہیست
دلست اینکہ چون نفس گمرہ کند | دلست اینکہ چون عقل آگہ کند
دلست اینکہ نالد بعز و غنا | دلست اینکہ بالد بفقر و فنا
دلست اینکہ زد جوش داغ جگر | دلست اینکہ شد اشک در چشم تر
دلست اینکہ کلفت گزینی کند | دلست اینکہ عیش آفرینی کند
دلست اینکہ از اشک صہبا کشید | دلست اینکہ از نالہ بالا کشید

دلست آب و رنگ بهار طرب / دلست اضطراب شرار طلب
تمیز غم و عیش خیزد ز دل / بهار و خزان رنگ ریزد ز دل
فلک رنگ اوج غبار دلست / زمین پستی خاک بار دل است
گرفته ز اسرار وحدت ظهور / شبستان کثرت ازو یافت نور
گشایش ازین عقده آمد پدید / ازین بیضه بال طلب سر کشید
گل حسن سر جوش راز دلست / سر عشق در دنیاز دل است
چمنهای شادابیش صبح خند / نظرهای رنگینیش بخل بند
تسلّی گل باغ آرام او / طپیدن رم واحشت دام او
هدایت براه وفا رفتنش / ضلالت همان راه گم کردنش
سخن جوش گلهای نیرنگ اوست / خموشی زبان دان آهنگ اوست
فلک را که جام خموشی دل است / اگر باده هست جوش دل است
دلست آشکارا درین دایره / ندارد بجز مرکز این دایره
همین برق اندیشه سوز است و بس / همین شعله عالم فروز است و بس
همین نشئه الفت گر سینه است / خرد هر چه بیند در آئینه است

حکایت بر سبیل تمثیل

شنیدم در اقلیم هندوستان / که خاکش بود آبروی جهان
شهی داشت از افسر آگهی / لبریز نشه ساغر آگهی
دلش چون خرد طالب معرفت / نگه ناظر ذات کثرت صفت
ز نیرنگ اسما تحیّر بدوش / تحقیق اشیا تسلّی فروش
بنقد هنرهای ارباب حال / قبول نگاهش غبار کمال
چو بردی به بحر قبولش نظر / شدی قطره همچشم آب گهر
بعهدش کسی را ز جوش طرب / ز ره خنده چون گل نمی بست لب
ننالید از عدل او هیچکس / نی و چنگ میکرد فریاد و بس

جهان را ز بس جود او داد آب / نمیگشت محتاج دریا سحاب
زمانش چنان داشت رنگ امان / که نشکست رنگ گلی از خزان
ادب بس که در بزم او فرش بود / نمی جست از شعلهٔ شمع دود
چو گلشن هوای درش عطر بیز / چو صوفی غبار رهش وجد خیز
طرب داشت روزی بدولت سرا / چو می در قدح گرم نشو و نما
صلا داد از موج بحر کرم / که آیند ارباب دانش بهم
درین بزم طرح بهار افکنند / چو گل پرده از روی کار افکنند
باظهار راز علوم غریب / ربایند از خوان فیضم نصیب
ازین مژده مردم خبر یافتند / ببوی گل عیش بشتافتند
رسیدند جمعی در آن بارگاه / چو بر رنگ گلشن هجوم نگاه
بزمش ز اهل هنر هر که بود / ز اسرار دل نسخهٔ وا نمود
بطبع هنر پرورش بیحجاب / زمی نشئهٔ ظاهر شد از گوهر آب
عیان شد بچشم تماشا نظر / ز گل نکهت از لاله داغ جگر
بهر یک از و گوهر ایثار کرد / چو صبح از می قرص سرشار کرد
ازانجمله بازیگر شوخ و شنگ / چو گردون طلسم دو عالم بچنگ
زجیب فریب نگه سر کشید / بساطی پی دام نظاره چید
بمیدان افسونگری پا نهاد / یکی اسپ چوبی لشه عرضه داد
که هر کس برین رخش گردد سوار / کند سیر افلاک اندیشه وار
برفتن نخیزد غبارش ز راه / بود سیر او همچو سیر نگاه
بسودای عقد دمش از حباب / گره میزند باد بر موج آب
چگویم ز شوخی بال بلند / که در گردن برق دارد کمند
رکابش که خم شد بفکر هلال / بود دام وحشت چو چشم غزال
نباشد عنانش بفرمان کس / که مشکل بود ضبط موج نفس

چنین توسن شوخ گردون سوار
سراینده ابلق روزگار

بچشم تو گر چوب افسرده است
به تندی ز آتش گرو برده است

بظاهر بود چوب خشک آشکار
ولی جمله برقست همچون چنار

غلط بینی از نشئهٔ احولیست
نه چوبی بود رخش اگر صندلیست

فسونگر بجولان توصیف بود
که شه را خیالی ز خود در ربود

بر افتاد چون پرده از روی کار
بران بارگی یافت خود را سوار

پی ضبط خود تا عنانش کشید
سر رخش بر سقف گردون رسید

باوج فلک گشت جولان نما
چو شبنم بر آمد ز گرد هوا

ز جولان آن توسن برق تاب
چو ابر تنک زهره اش گشت آب

بهیبت چنان خسرو از خویش رفت
که از بیخودی یکقدم پیش رفت

نفس بر لبش گشت چون غنچه تنگ
برون رفت از خود بپرواز رنگ

ز حیرت هم آغوش وهم و بلاک
بیفتاد چون سایه بر روی خاک

پس از ساعتی چشم چون بر گشود
غبارش بصحرائی افتاده بود

بیابانی از حشر پر هول تر
رم وحشت از گرد او جلوه گر

سراغش همه نقش و سی هوا
چو دشت عدم ساده از نقشها

گذر کرده هر کس درین دشت غم
از و بیشتر رفته نقش عدم

چو بزم عقوبت ندامت قضا
چو آئینهٔ یاس حیرت نما

خط جاده اش اژدر در ستیز
غبارش همه جوهر تیغ تیز

ز هر گرد بادش بروی هوا
عیان گردش جام بزم فنا

نمی شد نمودار از آن تیره بوم
ز طایر نشانی بغیر از سموم

نمیدید آثار از ان وحشیان
بغیر از رم موج ریگ روان

سیاهی نمیکرد از ان عرصه گاه
ز چشمش مگر ریخت اشک سیاه

ز هول چنین معرض هولناک
گریبان طاقت شدش صرف چاک

ز سوزش در آن وادی انقلاب ... زدی العطش همچو موج شراب
شد از خشکی و تشنگی نیش زن ... چو خار مغیلان زبان در دهن
ز بس آب بر آتش دل فشاند ... بچشمش نم اشک حسرت نماند
ز گرمی چو ریگ روان شد کباب ... که در ساغر آبله سوخت آب
بخاک از طپیدن زدے بوسها ... که آتش دهد ساغر نقش پا
ز بیطاقتی پیکرش عرضه داد ... غبارش در آئینهٔ گرد باد
بهر سو که از ضعف دل میدوید ... لب منزل بیخودی میرسید
چو بر نقش هستی نظر میگشود ... چو موج شرابش غلط مینمود
گهی بردی از روے بیطاقتی ... ز ریگ روان گوے بیطاقتی
گهی میگرفت از سر بیخودی ... ز نقش قدم ساغرے بیخودی
در ایام عجزش بهر روز و شب ... باینحال چون گشت صرف تعب
ز دامان آن دشت حیرت فضا ... شد از دور گرد بلندی نما
پس از رفع موج حجاب غبار ... پری وحشیے از پردهٔ لانگار
بیابانی گرد وحشت غبار ... ز سر تا قدم شعلهٔ آفتاب
خرامی چو سیلاب غارت فروش ... نگه وحشت دام الفت فروش
ز بس شعلهٔ وحشتش جوش داشت ... رمیدن چو برقش در آغوش داشت
ز خود وحشتش جلوه پرداز رم ... پلنگ رمش نقش داغ قدم
طپیدن بدام نفس همچو آه ... رمیدن ز مژگان چو تار نگاه
ز پیشش روان شد برخش شتاب ... چو آئینه با جلوهٔ نان و آب
جگر خستهٔ غم تب و تاب داشت ... چو موج اضطراب از سر آب داشت
دلش گشت از دیدن آب و نان ... طپش جلوه چون عکس آب روان
ز بس ضعف تا مقدم آن نگار ... قدم وام کرد از زمین سایه وار
در آن راه از عکس چون گرد راه ... بپایش در افتاد پیش از نگاه

صنم گفت ای بسمل اضطرار / دمی بال بیطاقتی جمع دار
که مارا درین وادی پر الم / بکتاسی آورده اند از عدم
غذاهای ماهم نباشد حلال / بقوم دگر نیست غیر از وبال
بود خاص همجنس خویش این طعام / بنا آشنا کم رسد والسلام
جهان چیست آئینهٔ اعتبار / که دارد ز عکس تفاوت غبار
بچشم تو تمکین حجابست وبس / وگرنه گهر قطره آبست وبس
ز رفع حجب خانه اش روشن است / وگر پیکر آئینه آهن است
ترا زین هلاکت رهانم اگر / درآری بعقد خودم چون گهر
بشرط قبول آب و نانی که داشت / ز شوخی بجوان فریبش گذاشت
چه شد وحشت طایر جزر و مد / که از شاخسار نفس میرسد
ز تسلیم بر زعم طبع فضول / بهر چیز گفتند کردش قبول
چو بر تخم دل مشت آبی فشاند / نفس ریشه در باغ عمرش دواند
دمید از پی خشکی انتظار / ز نخل خزان دیده اش نوبهار
سر و برگ کفران نعمت نداشت / بنای وفا بر رضایش گذاشت
از آن سرزمین دوش با دوش هم / رسیدند تا منزل آن صنم
صنم پرده از روی مطلب گشاد / بقوم خود از ماجرا مژده داد
گمسها ز شکر خبر یافتند / ببال هوس جمله بشتافتند
ز شه بود حسن صفات آشکار / شدند از پی صید او بیقرار
بدستور سر رشتهٔ دین خویش / ببستند عقدش بآئین خویش
ز لجبازی چرخ نیرنگ ساز / گرفتار زاغان شد آن شاهباز
مبادا اضطراب آفت حال کس / که آتش بعنف است محتاج خس
سیه بختی آنجا که گیرد رواج / بگلخن برد آئینه احتیاج
به نیرنگ تقدیر مسرور بود / در آن قوم دو سال محصور بود

شدی بی طلب همچو گل در بهار / بهر سال فرزند نو آشکار
گره ها فرو شد بدام دلش / که شد ده گهر زان صدف حاصلش
فراموش کرد افسر و تخت خویش / بزنگار آئینهٔ بخت خویش
قضا را از چرخ سراپا ستیز / بر آن سرزمین قحط شد فتنه ریز
شد آن خطه بی النقاب سحاب / چو اندیشهٔ اهل بطلان خراب
ز بس آسمان شعله افروز شد / تنور زمین آرزو سوز شد
مزارع اگر دانهٔ می فکند / بغربال می جست همچون سپند
ز هر دانه در کشت زار نمود / بجای رگ و ریشه میخاست دود
اگر از هوا شبنمی می چکید / ز جوش بهار شرر می چکید
ز تخمی اگر ریشهٔ مینمود / بغیر از پریشانی دل نبود
ز مشق غبار آنقدر خیره شد / که آفاق یک صفحهٔ تیره شد
در آئینهٔ ابر هر قطره آب / سیه گشت همچون نقط در کتاب
ز آشوب پرواز موج غبار / هوا خرمن اندوز چشم شرار
هجوم آنقدر داشت موج سموم / که فولاد مجروح می شد چو موم
که خشکی است از جیب هر چشمه سار / نمایان چو آئینه موج غبار
اگر خون آبی نمودار بود / ز خشکی دم تیغ خونخوار بود
ز بیم هلاکت همه مرد و زن / نمودند تدبیر ترک وطن
شد آن قوم آخر بحکم قضا / چو برگ خزان دیده از هم جدا
چنان نقش نام و نشان شد خراب / که میرد نگینی بی نقش آب
فلک داد بنیاد ایشان بباد / غباری بهر سرزمینی فتاد
از آنجمله این پادشاه غریب / دگر باره شد از وطن بی نصیب
سراسیمه همدوش جمع عیال / برآمد دران دشت وحشت مثال
یکی ده شد اکنون غم اضطرار / که تخم الم ریشه آورد بار

چو اشکت اضطراب جگر گوشها — بچشمش سیه کرد آب بقا
درآن دشت آن خیرو بقرار — چو مشت خس از گرد باد آشکار
چو اخگر جگر ها ز گرمی کباب — نفس از طپش نبض موج سراب
باندیشهٔ قوت در گرد دشت — چو یکهفته افزون برایشان گذشت
نمی شد میسر لب نانشان — که آمد بلب عاقبت جانشان
چو بودند در مرگ بی اختیار — باین مصلحت یافت باهم قرار
که خود را بسوزند همچون سپند — دمی از طپیدن مگر وارهند
نظر بر جبین زندگی دوختن — فزون است صد عقبه از سوختن
برافروختند آتش بی شمار — بطوفش رسیدند پروانه وار
زهم هر یکی درس سبقت گزین — پی سوختن چون شرر در کمین
زبیتابی برگ اطفال خویش — پدر بر قجولان سبق برد پیش
نگه تا کند شعله از دود فرق — در آغوش او بود آتش چو برق
در آئینهٔ آتش جان گداز — چو اخگر نظر کرد از شعله باز
معین گل خیر و شر علم — همان تخت شاهی بزیر قدم
امیران همه جابجا سر براه — همان گرم تدبیر خیل سپاه
ولی رفته افسون طراز از میان — شه و چون پری از نظرها نهان
زخود رفت ازین حال شاه زمن — که یارب چه دیدم درین انجمن
به بیداریست این سخن یا بخواب — ندانم سرابست یا موج آب
چه بود اینکه یکعمر در کوه و دشت — در آغوش بیطاقتیها گذشت
خرد پرده کز روی کارش گشود — دو ساعت فزون درد و محنت نبود
چو برداشت از چشم حیرت نقاب — نبود است جز موج مژگان حجاب
زبس شاه بیدل درین دشت در — بسر برد عمری بوضع دگر
بصحرا دلش بود بی اختیار — که گیرد در آغوش جیب و کنار

تصور به نیرنگ در اشتلم | لبش کرده از حیرت اظهار گم
به تدبیر حیران چو فکر محال | ز تعبیر محروم چون خواب لال
تب آرزوی عیالش مدام | بدل دادی از شعلهٔ برق جام
چو نی از غم همدمش هر زمان | نفس بود مضراب ساز فغان
زدی شعلهٔ حیرت از سینه جوش | نمی شد چراغ تمنا خموش
ز وحشت شدش تخت گرداب خون | بکف خاتمش گشت داغ جنون
بسر طشت آتش نمود افسرش | علم شد بچشم اژدها پیکرش
ز خیل و حشم رنگ راحت نداشت | علاجی بغیر از سیاحت نداشت
به تسکین بیطاقتیهای خویش | گرفتی چو مجنون ره دشت پیش
گذشتی بهر دشت همچون نسیم | شدی بار رم گرد وحشت ندیم
فتادی بهر گام بر روی خاک | چو نقش سم آهوان سینه چاک
بصحرا نوردی ز بس خو گرفت | چراغ رم از چشم آهو گرفت
به پیشش در آن دشت وحشت سواد | جنون حلقه در گوش از گرد باد
زدود طلب سایه بان بر سرش | غبار طپشهای دل پیکرش
چو عمری بسر شد درین جستجو | ثمر داد نخل تمنای او
قضا را گذارش بدشتی فتاد | که زو دشت مانوسش آمد بیاد
فضایش چو وسعت بدل کرده جا | سوادش چو مژگان بچشم انتها
خط جاده اش جام الفت کمین | غبارش چو پاس نفس دلنشین
چو سر جوش کیفیت آن مکان | شدش نشئهٔ بیقراری عیان
دلش اضطراب طپش ساز بود | نگه بار بر رنگ پرواز بود
که ناگاه در چشم حیرت نظر | هما شبح کناسس شد جلوه گر
مقیمان بترتیب وضع قدیم | چو نظاره در خانهٔ خود مقیم
گشاده بروی هم ابواب عیش | چو گل جمله خون گرم اسباب عیش

همه بلبل باغ ماوای خویش — همه عشرت آهنگ غوغای خویش
طلب کرد سر منزل خویشتن — که چینید گل از وصل فرزند و زن
چو در مسکن الفت خود رسید — طربگاه دل را الم خانه دید
در آنجا نه جمعی ز جور فلک — نشسته سیه پوش چون مردمک
یکی شعله سان بس که بیتاب بود — پریشان رداد بفرقش چو دود
ز بار غبار الم آن گروه — همه سنگ بر سینه کوبان چو کوه
یکی غنچه سان تا برآرد نفس — چو بو رفته بودش دل از دست و بس
فتاده یکی جاده سان سینه چاک — یکی همچو صحرا بسر کرده خاک
بپرسید زان بیخودان کین عجب — چه باشد عزیزو شما را سبب
بگفتند عمری درین سرزمین — چو مشت غباریم اقامت گزین
قناعت بهر بیش و کم داشتیم — نشاطی ز آرام هم داشتیم
جوانی چو خورشید عالی نژاد — درین دشت از بیکسیها فتاد
نشد منفعل طبعش از ننگ ما — چو آئینه گردید همرنگ ما
شکفتیم صد گلشن از شادیش — گزیدیم در رنگ دامادیش
شد از کشت ما عاقبت کامیاب — تنزل بود لازم آفتاب
خلفها از و شد عیان در وجود — چمنها ز آئینه اش رخ نمود
ز قحطی کزین پیش بر ما گذشت — گرفتیم هر یک ره کوه و دشت
جوان نیز اندیشهٔ خویش کرد — همان راه آوارگی پیش کرد
برون رفت آن خسته دل با عیال — چو با فوج وحشی نگاه غزال
کنون بعد رفع غبار الم — رسیدیم هر یک چو مژگان بهم
از آن بیکسان رنگ آثار نیست — درین دشت گردی نمودار نیست
بسعی طلبها جگر داشتیم — ز هر نقش پا داغ برداشتیم
دویدیم هرچند هر سو سراغ — ندیدیم زان شعله جز نقش داغ

نباشیم از آن غم چرا سینه چاک | لب سر چون نریزیم از غصه خاک
چو گل آفتاب از سر ما گذشت | چو آئینه آب از سر ما گذشت
برین قوم صلح و نشاط جهان | سیاه هست چون دیدهٔ آهوان
چو خورشید از دیده پنهان شود | جهان جمله همرنگ مژگان شود
چو شه قصهٔ ماجرا کرد گوش | گلش باخت از بیخودی رنگ هوش
خیالش وقوعی نمودار گشت | سرابش همه موج اظهار گشت
دلش گشت از بزم حیرت نقاب | دو بالا شدش نشئهٔ اضطراب
ز شمع دماغش برون جست دود | ولی چاره اش جز خموشی نبود
بظاهر زبان تسلی گشاد | بباطن گل طاقت از دست داد
نمود از نم فیض دریا نظر | صدف وار دامانشان پر گهر
زر و سیم بر فرق هر یک فشاند | بآب گهر گور حاتم نشاند
از آن بسکه اندهش برگشت طاقت فروش | چو نظاره دام تحیر بدوش
نزد دم ازین راز با هیچکس | بلب گشته انگشت حیرت نفس
ولی بود شمع دلش روز و شب | ز صبح تحقق تسلی طلب
چو بیطاقتی در دلش کار کرد | به پیغمبرش عرض اظهار کرد
رسول حق از نطق معجز بیان | ز نیرنگ اسرار دادش نشان
که ای مانده از مرکز اصل دور | نداری خبر از طلسم ظهور
برویت در راز وا کرده اند | برمز ظهور آشنا کرده اند
فسونگر نبود آن فریب آفرین | دل انگیخت نقش هدایت نگین
دل آئینهٔ هستی عالم است | وگرنه وجود و عدم مبهم است
دل آورد مرآت تحقیق ذات | ازین نسخه زد جوش حرف صفات
بتقلید دل الفت زندگی است | ز تحریک دل موج پایندگی است
طلسم جهان گرد ویرانه ایست | عبادت درو عکس این خانه ایست

مکانها همه از دل آمد پدید جهتها ازین بی جهت سر کشید
زکون و مکان تا بکی وهم غیر ازینخانه بیرون محال است سیر
چه ذهن و چه خارج خیال الست چه فرع و چه اصل از نهال دلست
نگه خط موهوم از دفترش یقین دود بیتابی از مجمرش
گمانها همه موج تلوین اوست نفس یک گل باغ تسکین اوست
زبان ساز آهنگ اسرار خویش حسد پردهٔ نقش اغیار خویش
مشو غافل از باغ نیرنگ دل که علم عیان نیست جز رنگ دل
بظاهر ترا گرچه دل در بر است بمعنی تو لفظی و دل دلبر است
یکی فهم خود کن تو خود کیستی که از پردهٔ دل برون نیستی
دلت هر چه اندیشد اندر خیال بود جمله منقوش لوح مثال
گل گلشن دل نهال است و بس خیال آنچه بیند خیال است و بس
مثال و جسد در کنار هم اند دل و دیده آئینه دار هم اند
در دایرهٔ ذهن و خارج یکیست تفاوت اگر هست جز وهم نیست
جهان سر بسر وهم و اندیشه است خیال تو صهبای این شیشه است
سیاهست در چشم اهل کمال دلبستان هستی ز نقش خیال
تعلق بهار فریب دل است تو هم گل ناشکیب دل است
دگر نه ندارد بهار شهود بغیر از تو از خود گلی در وجود
درین بحر طوفان بغیر از تو نیست درین کوچه جز گرد سیر تو نیست
خیال تعلق درین خاکدان بود عرض اسباب وهم و گمان
خیالت چو رنگ تنزل گزید ز تختت بخاک مذلت کشید
هنوزت تعلق نگردیده کم که دانستی الحال را سفتنم
پی سوختن تا تو بستی کمر شد آئینهٔ راحتت جلوه گر
چو وارستی از دام امید و بیم عیان شد که بر جای خویشی مقیم

بفرع است هرچند این گفتگو
دوئی نیست از اصل تا فرع تو

عیانست در چشم اهل شهود
همین سلسله تا باصل وجود

برین تخت هم گر ترا منزل است
سراپا ظهور خیال دل است

باحکام حشمت اگر آشناست
گهیت وهم فقر است وگاهی غناست

فنای جسد چون شود حاصلت
همان تخت وحدت بود منزلت

وجود تو لفظیست حیرت رقم
که تحریر یابد بچندین قلم

زصد جا شود ازره اعتبار
بخط خفی و جلی آشکار

تخارج اگر یافت رنگ وجود
خیال است از هستیش در نمود

نجنبیده آن لفظ اصلا زجا
نگردیده از ذهن کاتب جدا

وگر حل شود آنچه نشو و نموست
دل کاتبش لوح محفوظ اوست

نگه گرچه سیر جهان می کند
تماشای وهم و گمان میکند

نکرده است بر هیچ منزل عبور
نرفتست از خانهٔ چشم دور

کس از نقش این پرده آگاه نیست
برین آستان عقل را راه نیست

ز ذاتت نشد غیر اسم آشکار
عیان گشت رنگی ز حسن بهار

ظهور بهار است در هر چمن
نسیم گل و سنبل و نسترن

چمن رنگ اظهار اسمای اوست
ولی باغ نیرنگیش جای اوست

بخود رنگها باگمان برده اند
گهی تازه و گاه پژمرده اند

نه اینجا طراوت نه افسردنست
بوهم و گمان خون خود خوردنست

بیا ساقی ای دشت معنی غزال
بیا ای گلستان عرفان نهال

که از وهمها ریشه دارد دلم
چو گلشن بصد رنگ پا در گلم

چو صحرا درین دشت کلفت اثر
ز دامان خویش است خاکم بسر

بیک جرعه از خود جدا کن مرا
بصحرای دیگر رها کن مرا

که هر گردبادش بچشم یقین
چو مینا کشد سر ز چرخ برین

ز خاکش بر افشاندن هر غبار / گل رقص مستی کند آشکار
بیا ساقی ای مصدر آگهی / گل معرفت جوهر آگهی
من ده شرابی که چون چشم جام / ز موجش کنم تار نظاره وام
ببینم از آن سرمهٔ فیض بین / بعین الیقین رنگ علم الیقین
بهاریست گم گشته در رنگها / شده تار پنهان در آهنگها
تغافل بحال من زار چیست / مسیحی مداوای بیمار چیست
نماند چرا غفلت اسباب من / کشد سر ز هر مو رگ خواب من
ز کثرت مده پرده گوش مرا / بکن مست توحید هوش مرا
بیا ساقی ای صیقل زنگها / عیان ساز اسرار نیرنگها
برون آر از زنگ نادانیم / چو آئینه ده جام حیرانیم
که چون آئینه در بهار شعور / بخود بایم اسرار رنگ ظهور

خطاب بمطرب

مغنی کنون وقت جوش نواست / که بنیاد هستی بدوش صداست
ره شوق وجد و طرب ساز کن / دری بر دلم از صدا باز کن
نقاب خروش طلب بسته نیست / درین ساز یکتار بگسسته نیست
نوای ره بینوائیست ساز / در پردهٔ آشنائیست ساز
چرا ناله از نی نگیرد عصا / صریری بگلشن ننالد چرا
مگو نغمه در پردهٔ چنگ نیست / که مینای قلقل آهنگ نیست
دف آئینه دار تحیر چراست / درای طلب از چه رو بیصداست
بود گوش طنبور تا کی گران / گره تا بکی تار را بر زبان
تغافل به بیداری عیش چیست / رگ ساز بیش از رگ خواب نیست
بمال از ره لطف گوش رباب / که شور طلب یادش آید بخواب
کلید در دل مضراب ده / بناخن از این رشته یکتاب ده

به بین نبض حال دل افسرده / بدم روح در قالب مرده
که در حسرت نغمه دیوانه ام / بهر شمع آواز پروانه ام
دل افروز حیرت پرست صداست / چو نبض تمنا طپش آشناست
تغافل مکن حال بیدل مباش / ز آهنگ این پرده غافل مباش
اگر نقش بیگانگی ننگ تست / درین پرده کس نیست آهنگ تست
تو سر تا بپا نغمهٔ وحدتی / بصد نغمه آئینهٔ کثرتی
تو برداری از حلقهٔ دف صدا / صدایش ز دست تو دارد عصا
بود خالی از نقد خود چنگ او / صدای کف تست آهنگ او
مجو نغمه از تار و چنگ و رباب / چه خیزد ز تحریک نبض شراب
درین شیشها جلوهٔ تاب تست / صدائی ز تحریک مضراب تست
نیت ناله دارد که خود من نیم / توئی هرچه هستی من آنجا کیم
لب خامش او همین نغمه زاست / لب تست آخر لب نی کجاست
رگ ساز موج زبان دل است / دف و چنگ و نی ترجمان دلست
همه سازها محو کار دل اند / همه پرده ها پرده دار دل اند
بساط جهان عیش یکرنگ نیست / چو اندیشهٔ خارج آهنگ نیست
صدائی ز تار طلب جسته نیست / که نخجیر این دام وارسته نیست
بصد بزم اگر نغمه دارد خروش / همان از زبان میرسد تا بگوش
خیالت ز افلاک اگر بر جهد / ز دل پا محال است بیرون نهد
صدا رشته برپاست از تار ساز / که حق را بمرکز رجوع است باز
ز آهنگ خود پرده بر خود مبند / ز ساز خود اندیشهٔ غیر چند

صفت قانون

بیا ساقی ای ساغر دلنواز / که دارد خطش تار قانون راز
بمن ده که در پردهٔ سازها / کنون مصلحت نیست پاس صدا

ز آهنگ قانون نگیرم سکون ز قانون خاموشی آیم برون
کنم شور نیرنگ دل آشکار زهر مو خروشی برآرم چو تار
بغفلت نباید ز قانون گذشت که نتوان ازین پردهٔ خون گذشت
ز قانون برون نیست ساز ظهور ازین پرده پیداست راز ظهور
نه قانون محیطی است طوفان خروش زهر موج تارش زند نغمه جوش
شود شور آهنگ از جیب یار چو بو از رگ برگ گل آشکار
برو نغمه از تار پیچیده است صدا ریشه اینجا دوانیده است
ز خشکی دهد چون لب سازش نشان ولی فارغ از نغمهٔ آب و نان
ز خشکی است هر موج این جویبار بدل نیش زن همچو مژگان یار
ز تارش پی طایر این بساط ترنم فرو چیده دام نشاط
بتار تعلق نگیرد مقام بود بال پرواز او موج دام
ترنم که اندوه پامال اوست غباری ز افشاندن بال اوست
بساطش چراغان حیرت نماست گل شعلهٔ شمع تارش صداست
اگر نغمه را خلعتی در براست برین طرح قانون ازو برتر است
ز قانون ثناخوان بود نکته دان که تارش بصد رنگ دارد بیان
ز صد شاخ او یک گل آید بهار ز چندین زبان یک سخن آشکار
ز ترتیب این منظر عیش و داد کزو شد خط نغمه روشن سواد
زهر سطر صد رنج معنی نماست زهر تار شیرازه بند صداست
همان مصرع تار موزون اوست که رفتن ز خود رنگ مضمون اوست
صدا را با آهنگ امواج حال بود تار او نردبان کمال
اگر تار او مجمع کثرت است حصول صدا نغمهٔ وحدت است
ز صد تار او یک صدا حاصل است ز صد راه مقصود یک منزل است
زهر تار او بر دل این مژده بس که راهیست سوی حق از هر نفس

در صفت نی

مغنی ز آهنگ نی یاد کن / طرب را ز قید غم آزاد کن

لبی بر لب نی گذاری خوش است / شکر چون کند نی سواری خوش است

ز نی برق در خرمن ما فکن / ازین کوچه شوری بدلها فکن

ترنم خدنگی است آتش خرام / که قندیل نی باشد او را مقام

همائیست آهنگ عشرت نشان / که دارد درین استخوان آشیان

نفسها ازین نی جراحت اثر / جگرها ازین نیز داغ جگر

دمش آتش از جیب خس میکشد / خدنگش کمان نفس میکشد

بساطش چو صبح از دمی روشنست / چراغ صدا را نفس روغن است

ازین خامهٔ سحر ساز شگرف / بروی هوا نقش بستند حرف

خدنگی کزین نی بود در کمان / شود نغمه سان دلنشین جهان

ز تاثیر پاس نفسهای او / سراپا گره گشته اعضای او

نگردد بپیچیدن گره بینوا / چو زنجیر ازین حلقه خیزد صدا

چو سالک طریق سلوکن آرزوست / گره جلوه ساز مقامات اوست

دم گرمش از نشئهٔ دیگر است / که هر نقشبندیش خط ساغر است

نوای ره مستی از ساز اوست / بکف گردن شیشه آواز اوست

بود پیکر عشرتش نغمه خوان / نی نغمه مغزیست در استخوان

مگر نغمه اشکی است حیرت خرام / که میریزد از دیدهٔ نی مدام

عجب نیست کز طبع مخمور می / کشد باده از ساغر چشم نی

جدا می کند بیشک از مد آه / نفس را ز دل همچو از دانه کاه

دری بر دل از زخم وا میکند / لب زخم شوقش جدا می کند

لب اوست باغ و بهار نفس / همین کوچه دارد غبار نفس

توان دید از روزنش بی غبار / که چشمی است در کوچهٔ انتظار

نفس از لبش در سلامت روی فغان از دلش گرم بالا دوی

چو صبح این خروش افکن آب و گل نفس میکشد از ره چاک دل

بجز مد آهی ندارد عصا تجرد سرشتی که همچون صدا

نفس وار عمری پی دل گرفت که در کوچهٔ ناک منزل گرفت

ریاضت زبس جود اعضای اوست نه مغز است نی استخوانش نه پوست

چو عرض تن ناتوان میدهد بانگشت حیرت نشان میدهد

کسی نیست جز نی درین انجمن کز آزادگی دم تواند زدن

علم در تجرد شدن مشکل است تهی گشتن از خویشتن مشکل است

نهالش ازان شد خموشی صدا که تحصیل برگست خصم نوا

فروغ صدا محو آغوش اوست نفس رشتهٔ شمع خاموش اوست

گره کز نهالش شود جلوه گر بود غنچه برگ او را سپر

گره دام عیش است در کام نی چو در گردن شیشه زنار می

ز بندش همه وحشت است آشکار که باشد دل پر گره باک دار

بتاراج دل مصلحت دیده است که از هر گره آستین چیده است

قدر است سرو گلستان اوست گره همچو قمریش طوق گلوست

چو عارف رود گر بصد انجمن برون ناید از کوچهٔ خویشتن

ز غم تا گره در گلو دیده است بچشمش نگه ناله گردیده است

ز تار نگاهش صدا میچکد ز ساز تحیر نوا میچکد

بصورت اگر پیکرش اژدهاست بمعنی دمش عیسی وقتهاست

نتابی سر از نی درین بزمگاه که با گنج دل دارد این نقب راه

مشو غافل از نی اگر نی پرست درین آستین گنج باد آور است

صدائی بگوش دل از نی فتاد که هستی چراغیست روشن ز باد

پر افشان چو نی دامن از برگ و بار توان داشت راه نفس بی غبار

در صفت دف

بیا مطرب ای ناله پرداز دل   خروش افکن پردهٔ ساز دل
که در ساز عشرت شتابی کنم   شب خود ز دف ماهتابی کنم
بود نغمه تا کی خموشی بیان   طرب چند در پوست باشد نهان
بنه منت نغمه بر دوش من   بکن حلقهٔ دستی در آغوش من
که آهنگ عیشی درین بزم نیست   برنگ دف این حلقه از چنگ نیست
ز دف کی شود نغمه وحشت خروش   صدا را رهائی نباشد ز گوش
جهان گرد در بزم مستان چها   ز دف حلقه در گوش دارد صدا
دف اینجاست نقد ترنم بکف   ز دف گوهر نغمه دارد صدف
سخن روشن از وضع خاموش اوست   زبان فغان نغمهٔ گوش اوست
شبستان عشرت ازو بی زوال   که دامان ماهش پرست از هلال
جلاجل بگو چین دامان ازوست   سراپا لب و جوش افغان ازوست
برقص جلاجل هجوم صداست   بهم خوردن لب تکلم نماست
ز جوش جلاجل بباغ نشاط   طرب جلوهٔ برگ گل این بساط
خط حسن صوت آشکارا ز برش   بود هالهٔ ماه او چنبرش
ببزم طرب ساز عشرت کشید   چرا حسرت دل نگردد شهید
که شکل دف اینجا کف قاتلست   جلاجل پرافشانی بسمل است
چه دعویست خورشید را با کفش   بود نسخهٔ دست موسی کفش
ز بس دارد از آفتابش نظر   جلاجل کشد ناخن خود بزر
گشاد دل آرزو هست اوست   تحرک بهر ناخن دست اوست
ز هر ناخنش بر من بیقرار   صدای خروش دفست آشکار
ز فریاد دل بسکه شد ناتوان   ندارد بجز پوست در استخوان
چو او دردمندی کم افتاده است   که در استخوانش خم افتاده است

رسیلی است رزق اول قسمتش / همان پوست پوشی بود خلعتش
بجان میتوان داشتن دوستش / که مغز است در پردهٔ پوستش
ندارد بجز خویش دمساز خویش / نگنجد بگوشش جز آواز خویش
نگرداند از سیلی درد رنگ / بر آئینه اش نقش مر بسته زنگ
نباشد جبینش بچین آشنا / نگردد بنقش این نگین آشنا
خط معنی سرنوشتش ببین / که شد ماله اش نقش لوح جبین
میست از خروش دلش در ایاغ / زسیلی بود روغنش در چراغ
دل بیقراران گرفتار اوست / صدا مرکز خط پرگار اوست
توان دید از چنبرش آشکار / هم آغوش آئینه دست نگار
ز آئینهٔ پیکرش در نظر / نشد غنچه حسن صدا جلوه گر
چو آئینهٔ جام بزم شهود / ز موج صدا نقش جوهر نمود
بظاهر چو آئینه حیرت پرست / چو شد منقلب جام گیرد بدست
وداع که شد رهزن هوش او / که فریاد خیز است آغوش او
ونش لوح آئینهٔ راز کیست / ندانم درین حلقه آواز کیست

در صفت طنبور

بیا مطرب ای ساقی بزم هوش / که مخمور ای نشه دارم ز دوش
مشو غافل از زخم ادراک دل / بکن فکر خمیازهٔ چاک دل
بهوشم ز مستی پیامی رسان / ز مینای طنبور جامی رسان
ز طنبور چینی معجز نماست / که موکاسه اش راز بان صداست
بمی نیست محتاج مینای او / مهیاست از ناله صهبای او
همه شور مستی کند آشکار / که در کاسه اش موج صهباست تار
نهالی که شور طرب بار اوست / رگ و ریشهٔ بیخودی تار اوست
گل از گلبنش کم کسی چیده است / همین ناله دستی رسانیده است

بشاخش چو فکر نشیمن کند — طرب بال شوقت بشیون کند
تمنای عشرت پر و بال اوست — بدین شاخسار آشیان آرزوست
ز زخمه درین شاخسار بلند — کنند طایر نغمه منقار بند
نوا بلبل شاخسارش بس است — صدا ریسمان ساز تارش بس است
عجب ساغر بیخودی کرده نوش — که هردم شود شمع بزم خموش
ز نیرنگ آهنگ بیرنگ و بو — طپیدن شود محو در نبض او
ازان هر نفس گوشمالش دهند — که یادی ز آهنگ حالش دهند
بساط دو عالم در آغوش اوست — می نغمه در ساغر گوش اوست
ز امواج تارش درین بزمگاه — تحیر دهد عرضهٔ مد آه
نه بر سینه اش تار موج امید — نفس از تحیر الفها کشید
کشد بلبلی سر ز هر تار او — ز مضراب پیداست منقار او
مگر نیش مضراب دارد فسون — کزو در رگش ناله شد موج خون
برهمن سرشتی ریاضت شعار — که گردید رگ بر تنش آشکار
ز موج رگت دام الفت نما — بزنار پیچیده سر تا بپا
توان یافت در پردهٔ زیر و بم — ز زنار او نالهٔ یا صنم
ز سازش طلب نغمهٔ انبساط — همین جاده دارد مقام نشاط
گر از نقش این جاده واقف شدی — رسیدی بسر منزل بیخودی
بود جاده اش نقش راه عدم — کزو هست پیدا نشان قدم
درین راه تاریک حیرت فزا — سرانگشت مطرب بلغزد چو پا
ز آهنگ دل گرد این راه سر — ره ناله از موا ست باریکتر

در صفت چنگ

مغنی بکن تازه آهنگ را — بده راستی قامت چنگ را
عصای ره ناله اش کن ز تار — که خم گشته در گوچهٔ انتظار

چه باشد گرش گرم شیون کنی / چراغی بمحراب روشن کنی
بمحراب این قبله گاه شهود / چو ابرو توان ریخت رنگ سجود
طرب چون دعا محو محراب اوست / ترنم چو ماهی بقلاب اوست
نگو چنگ اوج طرب را هلال / بفرق غم و غصه تیغ وبال
چه تیغ است یارب خم پیکرش / که جوش رگ جان زند بر سرش
بمیدان عشرت کمانیست چنگ / که از نغمهٔ حسن دارد خدنگ
کمانش ندارد گزیر از فغان / هم از ناله زه کرده ماند این کمان
ز تار فغان پیکر او دوتاست / بدوشش صدا بیستون بلاست
المها بقد دوتا میکشد / به پستی ضعیفی صدا میکشد
چنان از ضعیفی است عاجز بیان / که از جنبش نبض دارد فغان
چسان کرد دوشش راست قد دوتا / گر از ناله خیزد بچندین عصا
قد او که از ناله دارد علم / ز پستی بسقف فلک گشته خم
ز دشواری اوج کسب کمال / ازین بزم خم خم رود چون هلال
چه شد گر تنش از ضعیفی دوتاست / چو ابرو خم شاخ گل خوشنماست
دلش هم بگیسوی خویش است اسیر / بود مست طول امل طبع پیر
ز چنگ است بر نغمه بند گران / تواضع بود بند آزادگان
صدایش بقفل درون کلید / چو وعظ بزرگان سراپا مفید
بسر بیخودی محو زانوی اوست / دل آرزو صید گیسوی اوست
چه سحر است گیسوی پرکار او / که بر دل صدا میزند تار او
بود بزم می قلزم بی کنار / ازین ورطه ممکن نباشد گذار
مدد گر کند چنگ با پشت خم / برین میتوان رفت از خویش هم
زهر تار او ناله کرده گل / چو امواج سیلاب در زیر پل
چو کشتی است در بحر موج روان / بود پردهٔ نغمه اش بادبان

گرش گشتی چشم خوانم رواست / که با وش بدریای مستی صداست
زچنگست از تار الفت نواز / ز چین جوهر آراست بر روی ناز
بود تار و بنائه ابرویش / صداها پریشانی گیسویش
جهانی گرفتار آهنگ اوست / که سر رشته عیش در چنگ اوست
نگه داست از شوق سیر بطون / دمی از گریبان سر در برون
دلش ذوق آرای ذکر و درود / جبین مایل اشتیاق سجود
رکوعش چو دریا بگرداب خویش / سجودش چو عارف بمحراب خویش

حکایت

شبی داشتم سر بزانوی غم / در اندیشه چون پیکر چنگ خم
که چشمی ز تحقیق پیدا شود / در کعبهٔ جستجو وا شود
گهی همچو شبنم ز شوق سجود / ز چشم تحیر سراپا شهود
چو انجم گهی بی لب و بی زبان / ز بیطاقتیهای دل سبحه خوان
همه تن برنگ زمین جبهه ساب / سراپا چو افلاک دست دعا
تحیر نسیم گل جستجو / طپیدن صدای گل آرزو
درین حالت از چنگم آمد بگوش / نوائی کزو آب شد رنگ هوش
که ای سر بسر نقش دیوانگی / همه پردهٔ ساز بیگانگی
چو آئینهٔ چنگ داری به پیش / مشو غافل از صورت حال خویش
توئی قبلهٔ خود چو محرم شوی / تو محراب خویشی اگر خم شوی

دور سابع حل اشکال در عقد بیان

درین گنبد بی در آسمان / ز بیگانه تا چند جوئی نشان
بچشم تو نقشی سوای تو نیست / بگوشت تو غیر از صدای تو نیست
بوهم و گمان از چه پیچیده / چرا خویش را غیر فهمیده
گمان عدم وهم هستی تست / خمار از تو سر جوش مستی تست

ز جای دگر نیست این گفتگو | تو ئی منشاء غفلت جستجو
یکی همچو چشم در گریبان خویش | نظر کن به بین جوش طوفان خویش
ز شور تو این بزم دارد خروش | ز خاموشی تست عالم خموش
طلسم جهان پردهٔ راز تست | تهی از خودی نیز پرواز تست
چه وا ماندهٔ در غم این و آن | طلسم خیال است نقش جهان
چو خورشید بیهودهٔ وهم غیر | کنی چند در پرتو خویش سیر
که خط شعاعی بود جادهات | بخویش است سر منزل آمادهات
یکی در پس زانوی خود نشین | رخ خود در آئینهٔ خود به بین
در آئینهٔ عالم رنگ و بو | نباشد نمودار جز رنگ او
چو نظارهٔ خیر و شر میکنی | به نیک و بد خود نظر میکنی
مخور عشوهٔ هر کس و ناکسی | تو گر نیستی هست اینجا کسی
ز تحقیق عالم چه خواهد گشود | که از وهم تو وهم خواهد نمود
مکن صید غیر از کمینگاه خویش | در آن کوش تا گردی آگاه خویش
که با خود بیک لحظه پرداختن | توان کار هر دو جهان ساختن

حکایت

تجرد سرشتی کلوخی بدست | سر راه صاحب کمالی نشست
که گردد گل معرفت حاصلش | بارشاد او حل شود مشکلش
خبر یافت دانای عالی نگاه | پیامش فرستاد کای مرد راه
مجرد شدن عین دانائیست | سلامت گل باغ تنهائیست
چو طالب نقاب تفحص گشود | بغیر از کلوخی بدستش نبود
بینداخت فی الحال از دست خویش | بتجرید راه طلب کرد پیش
با فشاندن دامن از برگ و بار | نشد نخل شوقش تسلی بهار
ز گلزار اسرار رنگی نیافت | ببویش چو گل سال دیگر شتافت

زعارف همان بود بارش جواب ‌‌ ‌ که هست از دوئی دررهت پیچ‌وتاب
بود سنگ راحت غبار دوئی ‌ ‌ غبار دوئی چون نماند تو نی
شد این بار در چشم صاحب‌نظر ‌ ‌ زمسئول و سائل دوئی جلوه‌کر
تسلی ز آئینه‌اش رخ نمود ‌ ‌ صفا جلوه شد رنگ گفت و شنود
بخود ساخت وز ماسوی رخ بتافت ‌ ‌ زحق آنچه میخواست از خویش یافت
جهانست ازبس که داغ محیط ‌ ‌ زهر موج جوید سراغ محیط
سری گر کشد در گریبان خویش ‌ ‌ به بیند همان گل بدامان خویش
بیا ساقی ای نور مرآت فیض ‌ ‌ بیا ای نشاط خرابات فیض
بمن ده از ان حاصل جستجو ‌ ‌ که چون خم شوم فارغ از گفتگو
کشم سر به جیب تماشای دل ‌ ‌ کنم سیر بازار غوغای دل
شوم واقف از پستی اوج خویش ‌ ‌ زنم غوطه چون بحر در موج خویش
بیا ای فلک جاه عرش اقتدار ‌ ‌ بیا ای محیط دو عالم کنار
درین بزم تاکی چو من بیدلی ‌ ‌ شود مشت خاشاک هر ساحلی
بیک جام تسکین توحید سیر ‌ ‌ توان کرد منع از در وهم غیر
که گردد ز تشریف جام مدام ‌ ‌ چو گردون طواف خودم خط جام
بیا ساقی ای شور منصور دل ‌ ‌ بیا ای گل شعلهٔ طور دل
ازان بادهٔ بیخودی ترجمان ‌ ‌ ازان موج عیش انا الحق بیان
بمن ده که چون نشئه آیم بجوش ‌ ‌ زنم چاک در جیب ناموس و هوش
کنم گرم هنگامهٔ ساز خویش ‌ ‌ نگنجم به پیراهن راز خویش
بیا ساقی ای عیسی روزگار ‌ ‌ که افسرده حالم بجیب خمار
دمی گر کنی صرف حالم چه باک ‌ ‌ غباری برانگیز ازین مشت خاک
ازان نغمهٔ ساز وحدت نما ‌ ‌ وزان ساغر قُم فَاَنذِر صدا
بمن ده که چون مستی آیم بشور ‌ ‌ تصرف کنم در دماغ شعور

بیا ساقی ای بایزید زمان　　محیط گهرهای راز نهان
که از نشئهٔ معنوی غافلم　　گرفتار تصویر آب و گلم
منی ده که باشد تجلّی خروش　　خُم شور سبحانی آید بجوش
که چون خُم شوم مست عرفان خویش　　کشم جام عیش از گریبان خویش
درین وحدت آباد کثرت بهار　　ز هر جزو عین کل است آشکار
ولی چشم کو تا تماشا کند　　شهود کل از جزو پیدا کند
چراغی که دارد گل روشنی　　چو صد شمع ازو بیش روشن کنی
نماید در آئینهٔ اعتبار　　از آنجمله یک روشنی آشکار
بیک شمع از اینها گر افتد نظر　　همان پرتو کل شود جلوه گر
وگر جمله را جمع سازد خرد　　بیک شمع این سلسله میرسد
بتفصیل وحدت چه جای شک است　　که اعداد سر در حقیقت یک است
درین بحر در کسوت ما و تو　　زبانهاست چون موج در گفتگو
ز هر موج پیداست شور دگر　　ولی جمله از شور خود بیخبر
بوقت خموشی نماید عیان　　که در کام دریاست چندین زبان
اگر جوش یک می بصد خُم بود　　چرا حیرت هوش مردم بود
جهان سر بسر آئینه خانه ایست　　که یک شخص بیش اندرین خانه نیست
همان یک کس از سقف و دیوار و در　　بوضع مخالف بود جلوه گر
بسقف است تصویر او وارگون　　ز فرش آشکارا شود سرنگون
ز دیوار و در صورتش آنچنان　　شود در نقاب مخالف عیان
بجائی اگر روبرو دیدهٔ　　بجای دگر پشت او دیدهٔ
جز این نیست نیرنگ صنع کمال　　که از گفتگویش زبانهاست لال
همین نکته ات درس وحدت بس است　　دو عالم ز گلزار وحدت یکی است
دوئی نیست در رنگ یکتائیش　　تمیز تو شد دام رعنائیش

نرخ عینک آئینهٔ پشت روست
وگر پشت رو بنگری عین اوست

خط دور پرگار وحدت یکی است
درو نقش آغاز و انجام نیست

خرد چون محیطش نگردیده است
باغاز و انجام پیچیده است

درین بزم ساز دوئی گفتگوست
خوش آندل که خاموشی آهنگ اوست

شود بیگمان در بساط مقال
زبان مضطرب دل پریشان سوال

زبان لب گفتگو هیو است
چو دم میزنی هر یک از هم جدا است

تسلّی در آئینهٔ خامشی است
شعوری اگر هست درنیخود لیست

بود گفتگو نقش بیجا صلی
دُرِ لب اگر بسته واصلی

من واه همه نقش او نام تست
ازین باده مخموری جام تست

همین احولی نقش بینا نیست
خلل افکن حسن یکتا نیست

طریق وصول از دوئی مشکل است
که تحقیقهای توئی مشکل است

حکایت

یکی مرد را آشنائی رسید
چو مژگان درخانه را بسته دید

بخاکش ز اشک ادب سر نهاد
به نبض تمنّاش تحریک داد

بزد بانگ از خانه آن آشنا
که پای که وارد درین در صدا

بگفتا منم یار دیرینه ات
بنقش غم و عیش آئینه ات

وگر بار ازان خانه آمد صدا
که ای مدّعی بگذر از ماجرا

عبث خویش را از خم زحمت مسائ
نخواهد شد این در بروی تو باز

درین پرده یک نقش اگر شد فزون
چو نقش مخالف نشیند برون

بوحدت سرا وهم در کار نیست
درین آئینه عکس را بار نیست

نوای مخالف صدای دو نیست
تو من باش یا من تو این هر دو چیست

دریغا که از گفتگوی دوئی
ز وحدت عیان گشت بوی دوئی

بدیوان هستی سخنها بسی است
از آنجمله یکحرف تحقیق نیست

از آن نقش کار جهان ابتر است　　که آثار تقلید یکدیگر است
ز بس درس تقلید شد آشکار　　نشد هیچکس واقف از اصل کار
بخار از دماغ یکی شد بلند　　رسانیده دودش بگردون کمند
یکی فکر جمع کتب می کند　　ز هر صفحه کسب حجب می کند
یکی را ز رفتار نبض آگهی است　　بتحقیق سر منزلش گمرهی است
یکی شد مهندس بگفت و شنید　　یکی ساغر فیلسوفی کشید
یکی گفت گردون ندارد قرار　　یکی خاک را گفت تمکین شعار
بوهم و گمان جمعی از پی روان　　نکردند جز کسب تصدیق آن
ندیدند از عقل و جهل اکتساب　　که هست از چه راه این سکون و شتاب
دمی کز حقیقت بیان می کند　　حوالت بفهم کسان می کند
که آن بحر دانش چنین گفته است　　در معرفت اینچنین سفته است
کسی تکیه بر فهم مردم کند　　که چون جهل راه خرد گم کند
در آن سعی کن تا کند بی غبار　　ز جیب تو صبح تخیل بهار
قیاس و گمان خصم دانا نیست　　سراپای تقلید رسوائیست
اگر ژاله تقلید گوهر کند　　کد از خجالت بساغر کند
نمد را فتد ابر آراستن　　بود مشکل از آب برخاستن
دمی کامتحان آشکارا شود　　مقلد بتحقیق رسوا شود

حکایت

فضولی بآئین کار آگهان　　بلاف سخن بود گرم بیان
که من بارها بیدرنگ و شتاب　　بدریا سفر کرده ام چون حباب
برسم تجارت زنزدیک و دور　　چو کشتی بصد آب کردم عبور
زهر موج چندین طپش دیده ام　　بهر قطره چون موج پیچیده ام
کف دعوتم خالیست از گزاف　　چو موجم معمای دریا شکاف

زمن معنی بحر پوشیده نیست ٭ درین نسخه حرفی نفهمیده نیست

ز اسرار دریا نیم بیخبر ٭ ز هر قطره دارم سراغ گهر

بساحل نشینان چه رانم سخن ٭ که دورند از قعر اسرار من

یکی گفت از انجمله سیر و سفر ٭ ز ماهی اثر برده باشی مگر

که چون دیده در آب دارد وطن ٭ ز داغست همچون دلش پیرهن

بر آشفت کاخر درین بحر ما ٭ همین ماهیم بود دایم غذا

زماهی نشان جستن از ابلهی است ٭ که هر جاهلی را از و آگهی است

ز بحر بیانم که پیچیدن است ٭ ز ترکیب ماهی چه پرسیدن است

چو سایل ز خدمت عبارت شنید ٭ بغور رسش چو ماهی عنان بر کشید

که من غافل از هیئت ماهیم ٭ ازین کیسه ده نقد آگاهیم

سزد گز بیان تو گیرم قیاس ٭ شوم از نشان تو ماهی شناس

بحکم که ورت ز روی مثال ٭ لب هرزه گو شد محبت سؤال

که باشد همین ماهی ای هوشمند ٭ که دارد چو اشتر دو شاخ بلند

بخندید خلقی از آن بو الفضول ٭ که نشناخت رنگ فروع از اصول

یقین شد که جز حرف نشنیده است ٭ چو ماهی شتر نیز کم دیده است

همچو گوش از پی حرف کس ٭ بدل جستجو کن چو پیک نفس

په لافی بحرف کسان حلقه وا ٭ حریری ز تحقیق خود هم بر آر

ز تحقیق اگر نشئه یابد دماغ ٭ جهان نیست جز پرتو این چراغ

گشادی نیابد ز تحریک لب ٭ کلید در دانش از دل طلب

بمقصد اگر رهنما شد دلت ٭ رساند بیک گام تا منزلت

در یک جهان راز گر شد فراز ٭ بیک جنبش دل توان کرد باز

دل آن نیست ای نسبت جام گمان ٭ که گردد ز سرو و صنوبر عیان

نه آن دل که در روز بازار عام ٭ بدکان قصاب دارد مقام

نه آندل که دارد جرس در برش
نه آندل که یابی زگاو و خرش

دل آن شعلهٔ برق ادراک تست
که پوشیده در صفحهٔ خاک تست

باحرام این دل اگر رو کنی
گل گلشن معرفت بو کنی

ببزم تحقق گر آسوده نست
بحرف نکو آشنا بوده نست

خوش آنکس که در پرده گفتگو
خموشی بود ساز آهنگ او

زسرّ دل آنها که دم میزنند
نجنبند از جا قدم میزنند

بظاهر خط نسخه اکثرتند
بباطن همان معنی وحدتند

حکایت

شنیدم که مردی سیاحت شعار
بصاحبدلی گشت ناگه دوچار

پس از انقضای زمان نشاط
چو برچیده شد مجلس اختلاط

بپرسید کامی سرسبز احترام
سراغت کنم بعد ازین از چه نام

سزد گر کند ذات وحدت نشان
باسم خودم آشنا چون زبان

چو بشنید این نکته صاحب کمال
لبش ریخت رنگ بهار سؤال

که از سرّ تحقیق نامم مپرس
اسیر فریبم ز دامم مپرس

منم ذات از اسمها بی نشان
مبرا از ادراک وصف و بیان

وجودم که نقشی است حیرت اثر
شد از پردهٔ چشم من جلوه گر

کس از من نپرسید نام مرا
ندانست قدر مکان مرا

در آئینهٔ وهم تمثال جسم
من از خود نیم پرتو انداز اسم

خلایق ز فهم گمان اکتساب
بچندین صفت کرده با من خطاب

برادر اخی و پدر پور خواند
ز اصل خودم هر کسی دور خواند

بخود نسبت ظاهرم دیده اند
ز پیش خود اسمی تراشیده اند

مرا هم ز تصدیق آن چاره نیست
ز طبعیت مردمان چاره نیست

اگر از تحقق برآرم نفس
نیاید ز من باور هیچکس

چو قانون هستی چنین کرد ساز   کنون مصلحت نیست افشای راز
یکی دوست خواند یکی دشمنم   ولی من نه آنم نه اینهم منم
دلا تا کی از بیخودی هر زمان   بجوئی نشان خود از دیگران
تو چون نیستی آگه از خویشتن   که خواهد دگر واقف از خود شدن
ازین نشئهٔ گمرهی بیش نیست   که از غیر پرسد کسی حال چیست
ترا چون تحقیق خود راه نیست   ز غیر آنچه یابی بجز غیر نیست
دم از درس نیرنگ عالم مزن   ز حرف فریب جهان دم مزن
ترا بر تو غیرت نشان داده‌اند   عنانت بدست گمان داده‌اند
پی گفتگوی کسان رفته‌ئی   بتحقیق وهم و گمان رفته‌ئی
نه این نغمه از پردهٔ آگهی است   که گوش کمال تو از خود تهی است
چه سود از تماشاگرت نیست چشم   که از خود ندارد کلاه تو پشم
چو تصویر بی نشئهٔ محرمی   بتقلید نتوان شدن آدمی
اگر عالم اینست آدم کجاست   اگر هست آدم بعالم کجاست

حکایت بر سبیل تمثیل

بزرگی ز خلق جهان منزوی   مگر شد بخوابش عیان مولوی
نگاهی چو خورشید عالی نظر   لبی در تبسم چو فیض نظر
ز حاجت به بینندهٔ رنگ حال   گشاد از ادب قفل درج سؤال
که ای در فن معنوی ذوفنون   چسان دیدی احوال خلق بطون
چه صوت است در پردهٔ این تار را   چه رنگست گلهای اسرار را
چنین گفت دانای روشن جواب   که عقبی چه دنیاست نقشی برآب
نه آنجا کسی داشت از ما خبر   نه اینجا کسی برده رنگ اثر
شریکی درین بزم پیدا نشد   کسی غیر ما واقف ما نشد

دو رنگی من ختم طومار تگ و پوی بیان

بیا ساقی ای خاتم دفترم / زمهر خموشی بده ساغرم
کنون صحبت خامشی فرصت است / که پیک سخن را دم رخصت است
وداع سخن را بعزم بیان / بود پرده پیچیدگی زبان
بیا ساقی ای کیمیای مسم / نگاه غنائی که بس مفلسم
توانگر د در بینوایان گدا / که از خاک تنگی ندارد بهار
اگر مژدهٔ نیست در خانه ام / تو گنجی گذر کن بویرانه ام
که در مقدمت سربلندی کنم / زلخت جگر هیره بندی کنم
ورقهای دل برگ پانم بس است / کدوی سویدای عالم بس است
شگفتن ندارد دل بخت من / سپاریست گویا دل سخت من
ندارم ازین صبح رنگ امید / بود چونه ام دیده های سفید
بقصر اجابت گرم راه نیست / کمند دم عیش کوتاه نیست
بیا ای فلاطون اسرار خم / که گردیده ام در خُم جهل گم
بمن ده شرابی که هوش آورد / بخمخانهٔ فکر جوش آورد
شرابی که از رنگ توصیف آن / زبان قلم را کنم برگ پان
زپا برفروزم چراغ سخن / کنم لاله کاری بباغ سخن
زبرگش بمرغ قفس پر دهم / گل فکر را رنگ دیگر دهم
زتوصیف این طوطی باغ جان / شکرخوار لعل پری طلعتان
شود بر زبان نی کلک من / نزاکت فروش رگ پان من
بده از گلستان پانم سبق / چو طنبورم اکنون بگردان ورق
که در آخر بزم پان لازم است / پس از میکشی نقش آن لازم است
چه طوطی است آن برگ آتش زبان / که دارد قفس در دهان بتان

تمام شد مثنوی محیط اعظم شاعر ساحر
میرزا عبدالقادر المتخلص به بیدل رحمة الله

بسم الله الرحمن الرحیم

اگر منکر نبوت نه با خطرات جز بتعظیم پیش میا و اگر بر تجلی ایمان داری بر هیچ جانب بی ادب چشم مگشا رباعی بر گوش تو قلقل زمینا نخورد کاندیشه به پیغام پی وا نخورد چشمی گشائی بتأمل بگشا تا از مژه زنگ جلوه پا نخورد شخص ظاهر را بمظهریت آستانها فضول انجمن تحقیق نباشی آسمان را برفعت مفخر بیندیش تا برای خودپرستی فطرت نتراشی نظم گر یافتی اسرار قدم پیش مجو ور فهمیدی ز لفظ معنیش مگو تا طبع تو تهمت فضولی نکشد

گلهاست درین بهار می‌بین و مهو غزل

بجهان کمین نیستی مژه بربند و در گشا
بجنون سپندزن پی منقار بر گشا
شرر کاغذ است و بس تو هم اندکی نظر گشا
همه گر موج گوهری برمیدنی کمر گشا
بتماشای چخمکی ره سنگ و شرر گشا
نفسی صرف جوش کن زخم چرخ سر گشا
اگر از نوع آدمی ز خود افسار خر گشا
به محیط آستانه رگ موج گهر گشا
که باند از قلقلت پری هست پر گشا
تو براستی نشسته گرهی هست بر گشا
شقی از خامه طرح کن در مصر شکر گشا

نرسیدی بفهم خود در عزم دگر گشا
زگرانجانیت مبادا شود نالهٔ منفعل
طپش خلق پیش و پس نه ز عشق است و نه هوس
ز فسردن مکس هری بفسونهای عافیت
بچه فرصت وفا کند گل تمکین فروشیت
سحر نشئهٔ فطرتی ته خاک از چه غفلتی
هوس جوع و شهوتت شده دام مذلتت
ادب آموز محرمان لب خشکی است بی‌بیان
ادبی تا تسلسلت نکند شیشهٔ بی‌ملت
دل دوستی نه بسته بچه غم در شکسته
اگر انشای بیدلت ز حلاوت دهد نشان

نکته با بدگویان آشنائی مکن تا از میان

بیگانگی نگزینی با قفای آئینه متوجه مباش تا هیئت خود را منقلب نبینی رباعی

حیف از تو دو روزیکه مقیم باغی   از بلبلی غافلی حریف زاغی
صحبت اینجا مؤثر است اگه باشی   در آب روی تری در آتش داغی غزل
بخیال که میزند قدح جنون دل تنگ ما   که هزار میکده میدود برکاب گردش رنگ ما
بحضور زاویهٔ عدم زده ایم بر در عافیت   که زمنت نفس کسی نگذارد آتش سنگ ما
بدل شکسته ازین چمن زده ایم بال گذشتنی   که شتاب اگر همه خون شود نرسد بگرد درنگ ما
کسی از طبیعت منفعل بکدام شکوه طرف شود   نفس آبیار عرق مکن ز حدیث غیرت جنگ ما
بفسون مستی بیخبر ز شکست شیشه دلان حذر   شب خون بخواب پری مبر ز فسانهای ترنگ ما
گهی ز بر دو جهان گران شده خاک نسبت جسم و جان   سبکیم آن همه کاین زمان بترازو آمده سنگ ما
ز دل فسرده بناله نرسید تاب و تب نفس   بریده ناخن مطرب از گره بریشم چنگ ما
سخن غرور جنون اثر بزبان جرات ماست تر   مژه بشکنی بره نظر اگر دهی بخدنگ ما
چه فسانه ازل و ابد چه امل طرازی حرص و کد   بهزار سلسله میکشد سر طرهٔ تو ز چنگ ما
ز غبار بیدل ناتوان دل نازکت نشود گران   که رود ز یاد تو خود بخود چو نفس ز آئینه زنگ ما

نکته اگر از طبیعت کسی را مایل نفاق دریابی یقین شناس که صحبت اکابر در نیافته و پرتو آفتاب آداب بر طبع خبیثش در نتافته رباعی گر طبع نه از اهل ادب رم میداشت

میدان یقین که سرکشی کم میداشت   از سجدهٔ هیچکس نمیکرد ابا
گر شیطان صحبتی با آدم میداشت نامطبوع   شور جنون در قفسی با همه بیگانه برآ
یکنفسی ناله شو و از دل دیوانه برآ   تاب و تب سبحه بهل رشتهٔ زنار گسل
قطره می جوش زن و بر خط پیمانه برآ   اشک کشد تا کجا ساغر ناموس و حیا
شیشه ببازار شکست اندکی از خانه برآ   چون نفس از الفت دل پای تو فرسوده بگل
ریشهٔ وحشت ثمری از قفس دانه برآ   چرخ کلید در دل وقف جهالت نکند
اره صفت گو دم تیغت همه دندانه برآ   نیست خرابات جنون عرصهٔ جولان فسون
لغزش مستانه خوش است آبله پیمانه برآ   کرده فسون نفست غرهٔ عشق و هوست

دِ چراغی که نه از دل پروانه برآ / تا ز خودت نیست خبر در ته خاکست نظر
شو و بر خویش گشا گنج ز ویرانه برآ / ما و من عالم دون جمله فریب است و فسون
رو بدر خواب زن از کلفت افسانه برآ / بیدل از افسونگریت خرس جز آدم نشود
چنگ بهر ریش مزن از هوس شانه برآ / نکته گواه قوت جسم جهد آدمیت

در آداب شرایط عبادت و شاهد قوت عقل توجه بر اکتساب علوم حکمت و دلیل قوت روح پرواز همت بعروج نسبت وحدت مادهٔ این هر سه قوت مقدار اعتدال غذاست که بتقویت آن جسم توانا شود و بر قدرت اعمال و عقل اعانت یابد در سعی تحصیل کمال و روح بال گشاید بمحبت حضرت ذو الجلال اگر اسباب غذا مفقود باشد تردد جسم در طلب وجه معیشت مانع ذوق عبادت است و تصرف عقل در تدبیر حصول آن محروم کسب حکمت و تحیر روح از تشویش اینها رجوع بر منزل جمعیت رباعی

با خشک و تر مائدهٔ لیل و نهار / قانع شو و جمعیت آن مفت شمار
آن دولت جاوید که خلدش خوانند / رزقیست که بی تردد آید بکنار

نامطبوع بوصول مقصد عافیت نه دلیل جو نه عصا طلب / تو ز ادشکست اینهمه کم نه قدمی ز آبله پا طلب
زمراد عالم آب و گل بدر جنون زن و واگسل / اثر اجابت منفعل ز شکست دست دعا طلب
بکجاست مصدر و چه آستان که گذشته تو ازین و آن / چو نگاه حیرت ازین مکان همه خیر و رو تقفا طلب
ز سپهر اگر همه بگذری تو همان بسایه برابری / بعلاج شعلهٔ خودسری نی از جبین حیا طلب
بفسانهٔ هوس آنقدر مفروش شهرت عز و فر / چو غبار انجمن سحر نفسی شمار و هوا طلب
ز هوای کبر و سرمنی همه راست ننگ فروتنی / تو بذوق منصب ایمنی ز پر شکسته هما طلب
دل ذره گر همه خون کند ز کم آوری چه فزون کند / عملی گر از تو جنون کند بعدم فرست و جزا طلب
کف پای جلوه نشین ما بخیال گرد کمین ما / پی آرزوی جبین ما بچراغ رنگ حنا طلب
شده رمز جلوهٔ بی نشان بغبار آینه ات نهان / نفسی بصیقل امتحان بروا زمیان و صفا طلب
طلب تو بس بود آنقدر که ز معنی ببری خبر / بخودت اگر نرسد نظر بخیال هیچ و خدا طلب
خوشست آنچه ترک سبب کنی بیقین رسی و طرب کنی / ز حقیقت آنچه طلب کنی بطریق بیدل ما طلب

نکته اگر حصول رزق از عالم غیب نبودی زحمت جز با صلحا نمی‌پرداخت متوکلان رزا فاقه می‌کشت و مجرمان را نا امیدی میگداخت رباعی گر حاصلها بکام تقوی میبود

در روزی کس بمزد تردد میبود
از خشکی برگ تاک مینا میرست
از بیضهٔ زاغ جمله عنقا میرست

مخمس

گل بایل رنگینی می نشهٔ جام است
عالم همه سودائی اندیشهٔ خام است
خلقی بتماشای گل و لاله محسوس
لبیک نهان ماند بزیر و بم ناقوس
از کوری این بصران وصل تمام است
گلها همه برگ و شجرها همه بی بن
گم گشتهٔ معانی بعبارات تفنن
ای خاک غبار چه جنون برد زجایت
زحمت کش نازی و نگونست لوایت
دیوار نشان قدم و آبله بام است
از کن فیکون نبض خیال تو و من گیر
خواه انجمن ایجاد کن و خواه چمن گیر
خوبانکه بشوخی دل عشاق ربودند
پا در گل این انجمن وهم نبودند
رفتند فرو در خود و گفتند خرام است
تمکین همه گر کوه بود غیر صدا نیست
زین گلشنیان قسمت ما بوی وفا نیست
ای موج غنا جوش خمستان الستت
جامی است زکیفیت توحید بدستت

گویند طرب شیفتهٔ عید صیام است
این وسوسه‌ها معتقد طبع عوام است
ما روی تو دیدیم دگر عید تمام است
ناموس حیا داد بباد و کف افسوس
چون پرتو شمعی که برونست ز فانوس
گل کرده ز حیرت کدهٔ باغ تلوّن
انیست اگر ساز خرابات تعیّن
تمثال چه می دارد و آئینه چه جام است
گر چرخ گذشته است دماغی بهوایت
زین پست و بلندی که بجود چیده بهایت
نی قرعهٔ جان افکن و نی فال بدن گیر
عالم همه گردی زنگ و ناز سخن گیر
بر هرچه نظر می فکنی صورت نام است
از قامت رعنا علم ناز گشودند
هرگاه چو شمع آئینه وهم زدودند
جائی که عنان گیر رم باز حیا نیست
در عشق سر و برگ تسلی همه را نیست
معشوق برهمن بت سنگست که رام است
مخمور تو مخمور تو و مست تو مستت
گو تشنه بمیر و هوس شبه پرستت

آب تو ز سر چشمهٔ آئینه حرام است
هر چند که از عنصر تحقیق جدائیم
حیران خیالیم مپرسید کجائیم
آنجا که کند حکم ادب عشق جنون کیش
ای منفعل هستی معدوم میندیش
تسلیم اگر دست دهد سجده قیام است
ای ناقهٔ ادراک ز وسواس تو در گل
در وادی تحقیق نه راهست نه منزل
بیدل دلت افسرد کنون راه دگر زن
بر ضبط نفس چند تنی فال سحر زن
چون آئینه بیرنگ شو و کار تمام است

زندانی تهمتکدهٔ وهم بقائیم
عمریست گرفتار دل بی سر و پائیم
تمثال چه تدبیر کند آئینه دام است
رعنائی طاقت مپندار دل درویش
این معبد عجز است تعین نرود پیش
وهم تو جنون تا ز خیال حق و باطل
محمل کش شوقیم بقدر طپش دل
هر جا تب و تاب جرس آسوده مقام است
دامان عباری که نداری بکمر زن
خورشید نهانست تو از سایه بدر زن

نکته ریاضت صفای باطن می آرد بشرط اعتدال و ضعف بر قوی همت نگارد با فراط کمال مدعا ازین کسب مواد فاسد را باصلاح آوردنست نه اجزای صالح را نیز فاسد کردن ایجاز نگار از طبیعت زدودنست نه آئینه را بمشق صیقل فرسودن بحکم قدردانی جمعیت وجود هیچکس از انبیا بریاضت شاقه نپرداخت الا بقدر اصلاح مزاج و بخواب و خور نساخت مگر مقدار ضرور و احتیاج

رباعی

روزی دو ز حکمت طبیعی برپاست
تعدیل بهام کمال عرفاست
بنیاد جسد که کارگاه اسماست
بر صوم و صلواة بر میفزا کاینجا

غزل

که بر آن مکان چو قدم نهی خم گردشی نخورد سرت
نه اگه از طپش نفس که چه بیضه می شکند پرت
بره هستی ندی این زمان که دمید پیرهن از برت
نه توهمی و نه قیاس تو چو کشند جامهٔ پیکرت
تو غبار واعظ عبرتی و هواست پایهٔ ظفرت
چه خوشست اگر آن قدر بود هوس بلندی منظرت
ندو روزه مهلت این قفس دلت آشیانهٔ صد هوس
چو گل از طبیعت بی نشان بخیال داشتی آشیان
چو حباب غیر لباس تو چه توقع و چه هراس نو
نه عروج نغزهٔ قدرتی نه دماغ نشهٔ فطرتی
همه جاست جادهٔ بیحسی همه راست خجلت گردشی

تو چنان مرو که لغزشی بکجی زند خط مسطرت
که ز سیر انجمن ادب فکند بعالم دیگرت
که بفهم نالهٔ عاجزان کند التفات هوس گرت
حذر از بلای فسردنی که رسد بمنصب نشترت
سر آرزو بکجا رسد ز دماغ آبله ساغرت
که بحیرت چمن اثر شود آب و آئینه رهبرت

بدماغ افسرده عنب مپسند اینهمه تاب و تب
ز فسون مطرب و چنگ آن بکشش آنقدر اثر فغان
غم قدر بیهوده خوردنی همه سکته دارد و مردنی
طلبی گر از تو با رسد لب او و قند چو چپار سد
ز سواد نسخهٔ خشک و تر بکلام بیدل ما نگر

نکته — از فرط گرسنگی که حرارت غریزی بوداع قوی دامن میچیند صاحب ریاضت اشکال غریبه می بیند یعنی بخارات که مادهٔ متخیله است هرگاه بدماغ صعود مینماید بمثالهای عالم خواب در عین بیداری نقاب میگشاید همچنان هنگام نزع نیز صور مثالی بر طبایع منکشف میگردد و آن از باقیات خیالست وگرنه در نفس الامر تحقیق آن دشوار است و محال مثل شعلهٔ چراغ که چون روغنش کم میگردد سراپا دمیگیرد و روشن تر میشود تا باندک فرصتی بمیرد چون غلبهٔ جوع که موجد صفر است و غلبهٔ صفرا مادهٔ ایجاد سواد جمعی را که با مبداء توجهی است از صعود این بخارها سطور حقایق و معانی خوانند و فرقه را که از حقیقت بیخبریست اشکال دیو و جن میدانند چه دودها که ازین آتش نامشتعل متصاعد نگردید و چه سوداها که ازین صفرای سوخته بطوفان نرسید اگر هوش است باید فهمید که غیر از اشیای محسوسه معین هرچه در خیال پرتو انداز د همه سوداست و خلاف قاعده آنچه در نظرها متشکل یابند غبار بینائی — رباعی

زندانی اختراع چندین فرهنگ
جوعش مجنون نسازد و سیری دنگ
جنون سوادیکه کردم امشب ز سیر اوراق لاله پیدا
چو شبنم لبم ز داغ لاله گردد عرق ز ناف غزاله پیدا
جلای یک شیشه مینماید پری ز چندین رساله پیدا
شکست در دلم برنگی که رنگ میکرد ناله پیدا

خلقی است درین جنون سرای نیرنگ
من بندهٔ آنکه در ادب گاه ثبات
نشد درین درسگاه عبرت بفهم چندین رساله پیدا
صبا ز گیسوی شکبارت اگر رساند پیام چینی
فلک ز صغر بکه میگشاید بر اعتبارات میفزاید
چو موج بیداد هیچ سنگی نه بست بر شیشهٔ ام ترنگی
اگر بصد رنگ پر فشانم ز دام جستن نمیتوانم

که گرد پرواز بی نشانم ز بال طاوس ناله پیدا
که ابر در موسم نیستان نمیکند غیر ژاله پیدا
که میشوند این گلوخراشان چو استخوان از نواله پیدا
چو جوشد افسردگی ز دوران حذر ز امداد اهل احسان
قبول انعام بدمعاشان بجود گوارا مگیر بیدل

نکته کسب موقوف بر تکالیف

حمالی و گاکاری نیست بی تلاشی هم تلاشی است و بیدستی و پائی نیز معاشی اما تقلید موجب تصدیع است و بموضعی دیگر باعث تشنیع رباعی گر بید تقلید ثمر می بندد

چون نخل مپسند ار ثمر می بندد
ای قطره بجمعیت دل قانع باش
آبی دگر است آنچه گهر می بندد

غزل

ستم است اگر هوست کشد که بسیر سرو چمن درآ
تو ز غنچه کم نه دمیده در دل گشا بچمن درآ
پی نافه‌های رمیده بو مپسند زحمت جستجو
بخیال حلقهٔ زلف او گرهی خور و بختن درآ
نفست اگر بفسون دمد بتعلق هوس جسد
زه دامن تو میکشد که درین رباط کهن درآ
هوس تو نیک و بد تو شد نفس تو دام و دد تو شد
که باین جنون بلد تو شد که بعالم تو و من درآ
غم انتظار تو برده ام بره خیال تو مرده ام
قدمی بپرسش من گشا نفسی چو جان ببدن درآ
بهوای مستی بیمی بتأملی زده ام خمی
گره حقیقت شبنمی بشگاف و در دل من درآ
نه هوای اوج نه پستیت نه خروش هوش نه مستیت
چو سحر چه حاصل هستیت نفسی بشو سخن درآ
چه کشی ز کوشش عاریت الم شهادت بی دیت
بهشت عالم عافیت در جستجو بشکن درآ
بکدام آئینه مایلی که ز فرصت اینهمه غافلی
تو نگاه دیدهٔ بسملی مژه واکن و بکفن درآ
ز سروش محفل کبریا همه وقت میرسد این ندا
که بخلوت ادب و وفا ز در برون نشدن درآ
بدرآی بیدل ازین قفس اگر آنظرف کشدت هوس
تو بغربت اینهمه خوش نه که نگویمت بوطن درآ

نکته در عالم آثار کثرت بساز از واپرداختن سرمایهٔ فرصت تحقیق درباختن اگر چراغ بینش قابلیت نوری دارد در انجمن میفروز تا بافسون خیال از تجلی نگاهی چشم نپوشی و در حضور آباد کرشمهٔ جمال بکسب حرمان نکوشی

رباعی فرصت داری جز آگهی کار مبند
بر آئینه‌ات تهمت زنگار مبند
هرچند بود یکمژه واکردن چشم
باز است در حضور زنهار مبند

مخمس

اسرار جهان هست و گر نیست
من میگویم کسی دگر نیست
این طرفه که از خودم خبر نیست
عشق انجمن است در نظر نیست

رنگست و بهار جلوه گر نیست
از عیب حساب بیش و کم گیر
تمکین نگر و غبار کم گیر
عالم ز حقیقت نمایان

ای غافل کارگاه امکان
یاران مژه بسته اند در نیست
خاکی که بهوا بهار دارد
چندانکه نفس غبار دارد

بر عزت و جاه اعتباری
زین جرگه دمی که سر برآری
سر دارد و غیر درد نیست
پرواز جنون مآل دارد

جمعیت دل کمال دارد
تا وهم نفس نفس شمار است
گر عرشی و فرشی آشکار است
این خانه خراب بام و در نیست

دریا عرقی چکیده از سنگ
یعنی که ز کارگاه نیرنگ
در عالم انقلاب زنهار
جمعیت وهم مغتنم دار

با این کسی تهی ز پر نیست
شایستهٔ همتت نشاید

خواهی دریا و خواه نم گیر
بیرنگی رنگ سر بهم گیر
چون سنگ ذخیرهٔ شرر نیست
گرد است هزار پرده سامان

در خانهٔ آفتاب تابان
هستی اگر اعتبار دارد
صبح آئینه در کنار دارد
جوش عدم است کر و فر نیست

چیدا است جهان بساط خواری
بر هر که شعور وا نگاری
زین نسخه که قیل و قال دارد
گر هوش تو فهم حال دارد

آشفتگی آنقدر هنر نیست
صد رنگ جنون هوس غبار است
این پست و بلند اعتبار است
صحرا اگر هی است در دل تنگ

لختی بدر آ ز عالم تنگ
هر نقش که دیدی آنقدر نیست
بر دل هوس ثبات مگمار
پرواز نما و خوابش انگار

آن اصل که اعتبار زاید
وقت همه کس دو دم نپاید

رنگی که پرید باز ناید — فرصت شرر است نامه بر نیست
ای موج ز هم گسسته پیوند — تسکین خواهی ره تپش بند
با ترک خیال باش خورسند — غواصی‌های وهم و ظن چند
گر بحر به تو رسد گهر نیست — تحقیق تحیر است خاموش
بیهوده بحرف و صوت مفروش — در آرزوی وصال کم جوش
موئیست غبار دیدهٔ هوش — چون دست رسا کنی کمر نیست
امروز که اعتبار ساقی است — مستی و خمار اتفاقی است
آئینه بعید نظر ملاقی است — تا دل باقی است جلوه باقی است
دیدار بعالم دگر نیست — یاران طلب محال کردند
گلچینی انفعال کردند — پرواز برون بال کردند
آنرا که پری خیال کردند — بیرون دکان شیشه گر نیست
بیدل ازین باغ یاس منزل — خلقی بفسوس بست محمل
چون ریشه دواندنت چه حاصل — اینجا از سعی پای در گل
هرچند بخود رسی ثمر نیست

نکته مجاز یعنی عالم اعتبار را نهالی تصور نمودن است که تخم آن جز حقیقت نیست در مرتبهٔ نهال از تخم اصلا نشان نتوان یافت و همچنان از شاخ و برگ هیچ نتوان شکافت

رباعی

ای آنکه گهی خلوت و گه انجمنی — پیوسته بوهم غیر آتش فکنی
نیرنگ دوئی بار ندارد اینجا — من با تو توام چنانکه با من تو منی

نامطبوع همه عمر با تو قدح زدیم و نرفت رنج خمار ما — چه قیامتی که نمیرسی ز کنار ما بکنار ما
چو غبار ناله نیستان نزدیم گامی از امتحان — که ز خود گذشتن ما نشد بهار کوچه دوچار ما
چه قدر ز خجلت مدعا زده ایم بر اثر غنا — که چو رنگ دامن خاک هم نگرفت خون شکار ما
همه را بعالم بیخودی قدحی است از می عافیت — سر و برگ گردش رنگ کو که خطی کشد بخمار ما
دل ناتوان بکجا برد الم تردد عاجزی — که چو سبحه هر قدم اوفتد بهزار آبله کار ما

بسواد نسخهٔ هستی نرسید مشق تأملت — قلمی بخاک سیاه وزن بنویس خط غبار ما
صف رنگ لاله بهم شکن می جوش گل بزمین فکن — به بهار دامن ناز زن ز حنای دست نگار ما
بر کاب عشرت پرفشان نزدیم دست تغافلی — بغبار میرود آرزو نکشیده دامن یار ما
نه بدامنی حیا رسد نه بدستگاه دغا رسد — چه شود به نسبت پا رسد کف دست آبله دار ما
چه خوش است عمر سبکعنان گذرد بها و من آنچنان — که چو صبح هر دم امتحان نه فتد بر آئینه بار ما
چمن طبیعت بیدلم ادب آبیار شگفتگی — زده است ساغر رنگ و بو بدماغ غنچه بهار ما

نکته از قلندری پرسیدند که معرفت چیست گفت نتیجهٔ بیکاری که اگر شغلی دیگر دست بهم میداد هیچکس درین ورطه خیال نمی افتاد رباعی گر قابل کسب عملی میزادیم

در ورطهٔ فکر خود نمی افتادیم
دیدیم که دست ما بجائی نرسد
از سعی جنون داد گریبان دادیم

غزل

تو بمن نظری کنی که دمی عرق کنم از حیا — بنمود هستی بی اثر چه نقاب شق کنم از حیا
هوسی گر از تو جنون کند بهمین نسق کنم از حیا — چو زخاک لاله برون دمد قدحی شکسته بخون زند
مژه بر بهم آرم ازین و آن همه یکورق کنم از حیا — اگرم دهد خط امتحان هوس کتاب بر آسمان
که بهوس آن لب لعل گون سحری شفق کنم از حیا — چکنم ز شوخی طبع دون قدحی نزد عرقم بجنون
بمن این گمان نبرد یقین که خیال حق کنم از حیا — ز تخیلی که براه دین غم باطلم شده همنشین
خط نقش پا برقم رسد که منش سبق کنم از حیا — ز کلام آنچه بهم رسد نه ز لوح نه ز قلم رسد
من بیدل و عرق جبین که چه در طبق کنم از حیا — بامید وصل تو نازنین همه را نثار دل است و دین

نکته قرب الهی جنون دارد و قرب دنیا هوش در اینجا دانشها مصروف تعلق اسبابست و آنجا هرچه غیر اوست فراموش پس معاملات اهل دنیا با اهل الله راست نیاید و اطوار اصحاب شعور هم نسبت مجنون وضع نشاید رباعی

تنزیه خرابات هوس پیمانیست
جز بر همت شعور در حضورش وا نیست
ای خواجه مکن آرزوی دولت فقر
سقف و دیوار زرنگار اینجا نیست

غزل

تو بهیچ شعبه نمیرسی چه نشسته میگذری عبث — ره مقصدیکه گم است بس بخیال می سپری عبث
ز فسانه سازی این و آن که رسد بمعنی بی نشان

نه شکسته بال و پربیان بهوای او نه پری عبث
ز زبان شمع خیال کن سخنی است عبرت انجمن
که درین ستمکده خار پا نکشیده گل سپری عبث
چمن صفا کدورتی می جام معنی و صورتی
همه ولی بخیال خود که توئی همین قدری عبث
هوس جهان تعلقی سرو برگ حرص و تملقی
چو یقین زند در امتحان پی عمر در سپری عبث
نکهت بخود چو فرا رسد بحقیقت همه وا رسد
دل شیشه گر بصفا رسد نه طپید بوهم پری عبث
چو هوا ز کسوت شبنمی نه شکسته نه فراهمی
چه قدر ستمکش مبهمی که چنین نه و تری عبث
نه حقیقت تو یقین نشان نه مجازت آینه گمان
چه تشخصی چه تعینی که خودی غلط وگری عبث
خجلم ز رنگ حقیقتت که چو حرف بیدل بی‌زبان
بنظر نه و بگو سها ز سیانه دربدری عبث

نکته اعتبارات خضر در نوع انسانی

ظهور نشئه ایست که بهرچه محظور باطنش گردد هرچند آثار وقوعش ظاهر بفساد و شر متعلق باشد اما تأمل در اقدام آن جایز ندارد و بی اختیار بحکم مقدور از قوه بفعل آرد و شعار نهی گل کردن حقیقی که خطرات قلبی را با مواج مروج کوئی موازنه نماید و آنچه مطابق خبر بینند کار فرماید رباعی

شخصی است حقیقت تنزه مرآت
گل کرد درین چمن بصد رنگ صفات
قول و هر فعلی که مشعر خیر و شر است
زان شخص مدان غیر ظهور خطرات

غزل

ای پرفشان چون بوی گل نیرنگی از پیراهنت
عنقا شوم تا گرد من یابد سراغ دامنت
با صد حدوث کیف و کم از مزرع ناز قدم
یک ریشه شوخی نزد تخم دو عالم خرمنت
تنزیه صد شبنم حیا پرورده تشبیه تو
جان صد عرق آب بقا گل کرده لطف تنت
تجدید ناز آشفته رنگ لباس آرائیت
بی پردگی دیوانه طرح نقاب افکندنت
در وادی شوق یقین صد طور موسی آفرین
خاکستر پروانه محو چراغ ایمنت
در نوبهار لم یزل جوشیده از باغ ازل
نه آسمان گل در بغل یک برگ سبز گلشنت
دل را بحیرت کرده خون بر عقل زد برق جنون
شور دو عالم کاف و نون یک لب بحرف آوردنت
هرجا برون جوشیده خود را بخود پوشیده
در نور شمعت مضمحل فانوسی پیراهنت
جوش محیط کبریا بر قطره بست آئینه ها
ما را بما کرد آشنا هنگامه من یا منت
نه عشق دائم نی هوس شوق توام سرمایه بس

ای صبح یک عالم نفس اندیشهٔ دل مکنت
بیدل چه پروازد بگوای یافتن یاجستنت

حسن حقیقت روبرو شمعی فضول آئینه جو

نکته دراعتبار رستان نتایج عنصری

حقیقت خود را یک شخص تصور باید نمود که مرتبهٔ جماد طبیعت بحکم ثبوت جوهر خفا و مرتبهٔ هیولای آن بمیدان نشو و نما مرتبهٔ عرض پیکر باظهار قدرت حس و حرکات و مرتبهٔ انسان شخص مصور باعتبار فطرت جامع آیات رباعی گر هست جمال آئینات در رنگست

ور نامیه شوق تو بعرض رنگ است — حیوان آثار ناشناسائی تست
ای رمز عیان این چه بلا نیرنگ است — مخمس دامان خاک خوابگه ناز بیدل است
آغوش چرخ شوخی انداز بیدل است — شور جهات گرد تک و تاز بیدل است
این هفت پرده پردهٔ از ساز بیدل است — بر هر چه گوش می نهی آواز بیدل است
مینا عبث بنام پری بال میزند — آئینه هرزه پرور تمثال میزند
خلقی غبار وهم بغربال میزند — در عالمی که وحشت دل بال میزند
عنقا پرشکستهٔ پرواز بیدل است — بی پرتو است جوهر این شمع بی لگن
نیرنگ میکند گل ازین بی نشان چمن — کس نیست پی برد که درین حیرت انجمن
نی ساز حرف و صوت نه آهنگ ما و من — آئینهٔ خیال که غماز بیدل است
ای بی طراوت از اثر شبنم عدم — از بستر غرور نگیری کم عدم
هوشت چه رمز واکشد از عالم عدم — ناگشته خاک کس نشود محرم عدم
انجام هر چه وارسی آغاز بیدل است — یاران وداع انجمن وهم وطن کنید
روزی دو در قلمرو حیرت وطن کنید — در بیخودی تهیهٔ سیر چمن کنید
آئینه بشکنید و تماشای من کنید — رنگ شکسته پردهٔ گلنار بیدل است
گر ربط نسخهای تعین بهم زنید — با انتخاب لوح وجود و عدم زنید
جز دل بهر چه در نظر آید قلم زنید — هرگاه بی نیازی همت رقم زنید
دل نیز نکتهٔ قلم انداز بیدل است — حسن ازل خیال پرست حجاب نیست
با شپره معاملهٔ آفتاب نیست — گر دیدهٔ یقین تو محجوب خواب نیست

یک قطره زین محیط تهی از حباب نیست
گوئی شکوه عجز ادب کیش می برد
آب محیط از کف درویش میبرد
در کاستن فزودن اعجاز بیدل است
خاموشی است محرم از راز محرمی
بیدل هم از برون کدهٔ راز بیدل است

هر جا دل آئینه پرواز بیدل است
اقبال کم زدن گرو از بیش می برد
صفر از ملا حساب بری پیش می برد
آنجا که سرمه میدمد از ساز محرمی
تسکین برد خیال ز آواز محرمی

نکته در افراد نوع انسانی هر طبایعی که حکم آشنائی کونی غالبست ناگزیر است از سامان تدبیر و تلاش وازامزجه که تاثیر اسماء الهی است تسلط دارد بی اختیار در عذر تحصیل معاش زیرا که مستلزم تعلق تشبیه تردد آرائیست و خاص نسبت تنزیه وارستگی و بی پروائی

رباعی

عالم مشغول حاصل فضل و هنر
منعم سرگرم دستگاه کر و فر
بیکاری وضع بیدلان افتاده است
یک پرده ز ساز این و آن نازکتر

غزل

اگر سراپا سحر برآیم شکست رنگم اثر نگیرد
جز این که یارب درین گلستان بر نوایم شکر نگیرد
چو کشتی ام پای رفتنی کو اگر محیطم ببر نگیرد
کسی چو آغوش بی نشانم چو اشکم از خاک بر نگیرد
مباد شرم نفس درازی عنان این بیخبر نگیرد
طپید بخون خفته خوابناکی که سایه اش زیر پر نگیرد
چه ممکن است اینکه رشتهٔ ما چو عقده گیرد گهر نگیرد
ز هرچه گیرد غنا نخواهد ز هرچه گردد جدا نگیرد
گلی که تغییر رنگ دارد چراش در آب زر نگیرد
چو شیشه بر سنگ خورد سازش شکستن شیشه گر نگیرد
تو هم ازین ننگ دامن افشان که چین دامن کمر نگیرد
چو شمع خاموش ترک سر گیر تا هوایت بسر نگیرد

من آن غبارم که حکم نقشم بهیچ عنوان دگر نگیرد
نشد ز سازم بهیچ عنوان جنون خروشی دگر پرافشان
با این گرانی که دارد امروز رخت چندین خیال دوشم
براه یاسی است سعی کامم که گر بلغزش رسد خرامم
دل از فسون امل طرازی زند گرفتست هرزه تازی
نگاه غفلت کمین ما را کنار مژگان نشد میسر
چو موج عمر نیست جز و پا تلاش شوقم ادب تقاضا
خوشا غنا مشربی که طبعش بحکم اقبال بی نیازی
اگر ز معمار دهر باشد بنای انصاف را ثباتی
دلی که پرورده آب نازش ز آتش عشق کی گدازش
گذشت مجنون بوضع عریان چو ناله آزاد ازین بیابان
قبول سرمایهٔ تعلق کمین گه آفت است بیدل

نکته نبوت امریست معین بکشوف مراتب

جمال و ولایت حقیقی بمبهم مستتر پرده جلال فهم بر هر چه معین باشد زحمت تاویل نه پسندد
و درک آنچه مبهم است بی تأمل صورت نه بندد غزل اگر دماغم درین چمستان خمار شرم عدم نگیرد

ز چشمک ذره جام گیرم آن شکوهی که جم نگیرد
کسی ز قدرت چه وانگارد که دست خود را قلم نگیرد
بحال میزان اعتبارم شکست کز ذره کم نگیرد
که نام اقبال بی‌نیازی لبی که ناید بهم نگیرد
حذر که باد دماغت آخر برنج نفخ شکم نگیرد
که آمد و رفت این نفسها بباد تیغ تو دم نگیرد
چو سنگ در کارگاه مینا گر آب گردد کرم نگیرد
که خاک ناگشته کس درین ره سراغ نقش قدم نگیرد
چه سازد آوازه در دل که راه دیر و حرم نگیرد
که منت سربلندی آنجا کسی بدوش علم نگیرد
کشیده‌ام بار هر دو عالم بپشت پائی که خم نگیرد
کسی کزین جلوه شرم دارد شکست آئینه کم نگیرد
بصفحه گر نام او نویسم بجز غبار از رقم نگیرد غزل
ز بوی گل تا نوای بلبل فدای تمهید گفتگویت
چو رنگ رفتم ز خویش دیگر چه رنگ باشد نثار بویت
هنوز دارد خط غبارم شکسته کلک آرزویت
بزیر پایت مگر بیابم دلی که گم کرده‌ام بکویت
چو ماه نو نقش جام بندد لبی که تر شد بآب جویت
رسا است سررشته قفس هم بقدر افسون جستجویت
بگرد نقاش شوق گردم که میکشد حیرتم بسویت
که خواهد از جبهه تر من چو گل عرق کرد خاک کویت

در آن چمن بستان که سعی گردون محک دهد خط کهکشانش
درین قلمرو کف غبارم بهیچکس همسری ندارم
نفس بخمیازه میگذاری بساز نقش نگین خماری
نصیبی از عافیت ندارد حباب بحر غرور بودن
ز عرصهٔ اعتبار گوی سر سلامت توان ربودن
باین درستی که طبع غافل خطاست تکثیر انفعالش
ز رفته از خود ندارد امکان بمعنی رفتگان رسیدن
خیال نامحرمان گریبان دواند ما را بصد بیابان
گزید ما اقبال همت ما فزونی عرصهٔ نیازی
اگر بنازم بزور همت نیم خجالت کش غرامت
دل است منظور بی‌نیازی ز غفلت آزرده آسمانی
ندارد این مکتب تعین کدورت انشاگری چو بیدل
زهی چمن ساز صبح فطرت تبسم لعل مهر جویت
سحر نسیمی در آمد از در پیام گلزار وصل در بر
بهوای سرمشق انتظارم ز خاک گشتن چه باک دارم
بجست و جوهر طرف شتابم همان جنون دارد اضطرابم
ز گلشنت ریشه بخندد که چرخش افسردگی پسندد
بعشق نازد دل هوس هم ببالد شعله خار و خس هم
باین ضعیفی که بار دردم شکسته در طبع رنگ بردم
ز سجدهٔ خجلت آور من چه ناز خدمت کشد سر من
اگر بهارم تو آبیاری وگر خزانم تو شعله کاری

زحیرت من خبر نداری بیارم آئینه روبرویت
کجاست مضمون اعتباری که بیدل انشا کند شماری
بضاعتم بیگزاری که افکنم پیش تا زرویت

غزل

اگر بگلشن زناز گردد قد بلندت تو جلوه فرما
ز پیکر سرو موج خجلت شود نمایان چو می زمینا
ز چشم مست تو گر بیابد قبول کیفیت نگاهی
طپید ز مستی بروی آئینه‌اش جوهر چو موج صهبا
نخوانده طفل جنون مراجم خطی ز پست و بلندی هستی
شوم فلاطون ملک دانش اگر شناسم سر از کف پا
بهیچ صورت ز دور گردون نصیب ما نیست سربلندی
ز بعد مردن مگر نسیمی غبار ما را برد ببالا
نه شام ما را سحر نویدی نه صبح ما را دم سفیدی
چه حاصل ماست ناامیدی غبار دنیا بفرق عقبی
رمیدی از دیده بی تأمل گذشتی آخر بصد تغافل
اگر ندیدی طپیدن دل شنیدنی داشت ناله ما
بهر کجا ناز سر برآرد نیاز هم پا کمی ندارد
تو و خرامی و صد تغافل من و نگاهی و صد تمنا
زغنچه او دمید بیدل بهار خطی نظرفریبی
بمعجز حسن گشت آخر رگ زمرد ز لعل پیدا

نکته فطرت آدمی در توهم آباد خیر و شر آئینه تفرقه پرداخته که تمثال جمعیت دو چار تخیلش تواند نمود و در چارسوی معاملات نفع و ضرر دکان سودائی نیاراسته که بسودی از نقد و جنس عافیت چشم تواند گشود اعانت فضل حق بصیقل حضور عرفان پردازد تا ازین آئینه ننگ زنگار برداریم و غبار مطلق بساط یقینی طرح نماید تا بروی این دکان درهای اعتبار برآریم

رباعی

فردوس باتفاق ارباب علوم
آنسوی ثوابت و بروج است و نجوم
یعنی این سعد و نحس تا در نظر است
عیشت ناممکن است و راحت معدوم نامطبوع

بکدام فرصت ازین چمن هوس فضولی اگر کشد
شب خون بعمر خضر زنم که نفس شراب سحر کشد
نشد آنچه از دل گرم کس بتسلی کشدم هوس
بطپم در آئینه چون نفس که ز جوهرم ته پر کشد
نه گرفت گردن آسمان سر راه هرزه چرایم
مگرم تأمل نقش پا مژه به پیش نظر کشد
دل آرمیده بخون بکش ز تلاش منصب عزتی
که فلک برشته گوهرت نکشد ز خلعت اگر کشد
ز لب فصیح و فا بیان بحدیث کین ندهی زبان
ستم است حنظل اگر کشی بترازوئی که شکر کشد
نه پسندی ای فلک آنقدر خلل طبیعت وحشتم
که چو موج آبله پای غم نم انفعال گهر کشد
ز کمال طینت منفعل بچه رنگ عرض اثر دهم
مگر از حیا عرقی کنم که مرا ز پرده بدر کشد

بحدیقه که شهید او کشد انتظار مراد دل
چو سحر نفس زند از کفن که شکوفه بثمر کشد

بسجود درگهش ای عرق تو زبی نمی منما تری
که مبا د سعی جبین من بفشار دامن تر کشد

نظری چو دانه درین چمن بخیال ریشه شکسته ام
بشلنبم آن همه در رهست که قدم ز آبله سر کشد

سر و برگ همت می کشی زد ماغ بیدل ما طلب
که چو شمع از همهٔ . خود قدح آفریده در کشد

نکته تقوی اهل دنیا منحصر است بر دامن از لوث ظاهر چیدن باحتیاط شرایط صوم وصلوة و تقوی اهل عقبی منع نفس از شغل مناهی بطلب درجات نجات و تقوی اهل الله باز داشتن دل از خطرات اسما و صفات بپاس ناموس تنزه ذات رباعی

گر تشنهٔ دستگاه فقر تو رساست
از هرچه جز اوست رنج محمور بهاست

ای ذات پرست از فضولی بگذر
آلهی را رحیم و رحمن چه بلاست مخمس

که نمود هرزه معاشیت که تتبع من و تو کنی
که شکست ساز تاملت که بهر ترانه غلو کنی

زهوای غفلت دون عبث چه بلاست اینکه تو خون کنی
نفسی ز عم هوس اگر بدل گداخته چو بی کنی

شکن کلاه نه آسمان دمد از سریکه فرو کنی
بخیال میگذرد زبان ببهار عالم بیخبر

تو هم از تخیل عبرتی بشکن خمار جنون اثر
بکجاست همت بی نیاز و صفای آئینه در نظر

زنهال مزرع مدعا دل جمع میدهدت ثمر
بهمین قدر که تصور کف دست و رستن مو کنی

توئی آنکه شوق تو میزند قدح یقین و وهم و گمان
توئی آنکه عزم تو میدهد بهزار علم و جنون عنان

تک و تاز فطرت خود ببین سر و کار قدرت خود بدان
چه سواد عالم جزو و کل چه جهاد محفل کن فکان

همه دل که دل بکجا نهی همه رو که رو بچه سو کنی
عملی که سرمهٔ عبرتی بخروش چون و چرا رسد

ادبی که بوی تاملی بدماغ سر بهوا رسد
سر و برگ نشئهٔ معنوی بدماغ هرزه کجا رسد

اثر قبول طبایعت چو نی آنزمان بنوا رسد
که بقدر بند جوارحت مدد فشار گلو کنی

بخیال کعبه جنون مکن نه رهست پیش و نه رهنما
بکجاست مقصد دیگرت منشین زپا د بسر درآ

کسی از تلاش هوس نشد بحصول کام دل آشنا
زسراب عرق ترددی بامید چشمهٔ مدعا

مگر انفعال حقیقتت عرق کند که وضو کنی
گرهی به بند قبای تست اگر آگهی بگشا ده

الهی که راه تو میزند بقیع دل دل شاده
خط اعتبار تعینت بغبار رفته زباد ده

چو سحر جریدهٔ ما و من بخیال هیچ بباد ده
بکجاست رشتهٔ فرصتی که تو جیب پاره رفو کنی

نیم آنکه طبع سلیم را بر خلق موعظه خوان کنم
بکمین عبرت مرد و زن ز فنون چیده دکان کنم

نه فسون نیاز یقین برم نه فسانه نذر گمان کنم
ز کمال کارگه وفا عملی است بر تو عیان کنم

بد کس مخواه ازین عمل همه گر ز بدی که نکو کنی
چه شکوفها که نمید مد ز بهار عبرت آب و گل

بهوای عالم نیستی همه پرفشان و عنان گسل
ثمری شگفتگیش نگون اثر طراوت آن خجل کنی

ز چنین زیان کده هوس که شود همگی مقام دل
بهزار ریشه دود نفس که تو یکدو ناله نمو کنی

نه فتاد فطرت غنچهٔ بخیال محرمی چمن
نکشید آینهٔ شمع هم بحضور معنی انجمن

بکسی نمیرسد از کسی اثر سرایت علم و فن
چه ترانه نوحه ساز من سخنی است بشنو و دم مزن

نه تو آن خطی که بخوانمت نه من آن گلم که تو بو کنی
ز حضور آینهٔ یقین بغبار شبهه مده نظر

طرب مقابل جستجو بهزار سلسله دربدر
بعیان خطاب نهان مکن ز نهان نقاب عیان مدر

بی استعاره مدد عبث چو خیال بیدل بیخبر
تو ز خود نرفتهٔ آنقدر که مرا تصور او کنی

نکته طبایع را تقلید اوضاع یکدگر رهزن تحقیق است و طبیعت عادات و رسوم مانع سر منزل توفیق اکثر استعدادها در حجاب قوة از فعل محروم ماند و یکی از آنها عنان خیال بعرصهٔ وقوع نگرداند فرصت سرزانوی آنقدر دور نباخته که بسعی دستهای برهم سوده آوارش توان داد و کلفت تضیع اوقات برروی حقیقت دیواری بر نیاورده که بچاکهای گریبان ندامت راهی توان گشاد جمعیت دل بشرط عزلت همه را میسر است اگر همصحبتان معذور دارند و مطالعهٔ نسخهٔ تسلی هر کس در بغل دارد اگر همدرسان بحال خود واگذارند آب در هر طبعیکه راه قوت یافت مائل تکلیف تری نمود نست آتش بر هر مزاجی که غالب افتاد سرگرم دکان حرارت گشودن دیر بابرا بحکم تسلط سراز جیب بر نیاورده در خروشش ناقوس غوطه خوار بیت و مسجد یان را سرحساب او راک نفس ناگردیده همان تعلقهٔ سبحه شماری نه برهمن را از کشاکش دام اختلاط زنار تعلق گسیختن تا بتامل کوشد که ناقوس دیرستان فطرت چه آهنگ دارد و نه شیخ را از آفات رجوع خلق بحصار تنهائی گریختن تا فهم نماید که لبیک طپید نگاه کعبهٔ دل چه سبحه میشمارد ناچار

نقد یکه در گره خویش نبسته‌اند از کیسهٔ غیر نشمارند و سر یکه بخیال خود نزده‌اند از گریبان دیگران برنمی‌آرند از غلغل آباد افتاده این و آن مگر در پناه خاموشی گریزی تا بی تقلید زبانها حرفی توانی فهمید و از صدمه زار غوستان و هم وطن گوش التجا بگیری تا از پردهٔ غیب نوائی توانی شنید

نظم

انکاری غیر باشش تصدیق اینست / واگر دبدل دلیل توفیق این است
تبعیت خلق از حقت غافل کرد / ترک تقلید گیر تحقیق اینست

غزل

شده فهم عالمی ز تلاش هرزه قدم غلط / ته پاست کعبه و دیر اگر نکنیم راه عدم غلط
بغبار مرحلهٔ هوس اثر نفس نشکافت کس / بکجا رسد پی لشکری که کند نشان علم غلط
نرسید محضر زندگی به ثبوت محکمهٔ یقین / که گواه دعوی باطلی تو دروغ بود و قسم غلط
ز صفای شیشهٔ طلب پری که رهی گمان بیقین بری / تو بر آب میفکنی تری من و تست بر دو بهم غلط
نمود شخص معینت در عکس نزد دم امتحان / چه خطی که شد ز تامل تو کتاب آینه هم غلط
ز تمیز جاده و منزلت الم تردد نیک و بد / خط پا بدائره میرسد سر اگر شود بقدم غلط
من و مای مکتب آب و گل ستمست اگر کندت خجل / بندامت ابدی بکش سبقی که گشته دو دم غلط
خط سرنوشت من آب شد ز تراوش عرق حیا / چو نقوش معنی روشنی که شود بکاغذم غلط
اگر آبم آب رخ گهر و گر آتش آتش رنگ زر / تو آشنا نیم آنقدر که دوئی کند بخودم غلط
من بیدل اینقدر از جنون بخیال هرزه تنیده‌ام / رقم جریدهٔ مدعا غلط است اگر نکنم غلط

نکته

عارفی داشت درس نسخهٔ دید / سائلی معنی حیا پرسید
گفت در خود نگاه دزدیدن / یعنی از غیر چشم پوشیدن

نکته

افعال مردان را بر مقدمهٔ اقوالشان حکم شمشیر نگاه میباید که بحریف مقابل برسد مژگان دست بر هوا نیارد و چون ناوک نشست صاف تا به نشان گردی بخند گوشها با متیاز صدای هرزه نپرداز و معنی این نسخه بیانی نیست بهوس قیل و قال ورق گردان تشویش زبان مباش و آهنگ این ساز زیر و بمی نمیخواهد به نفس آرائی حرف و صوت پردهٔ نای گلو مخراش بفتوای انصاف زمین گیران امتحانگاه طاقت اگر سراپا تسلیم هستی نتوانند گردید باری آنقدر که خاک گردند که زبان دعوی در سرمه توانند خوابانید در عالم ناتوانی

جرأت عبارت نارسانیست و در مقام عاجزی شوخی عربده پیمائی غزل

آنها که چشم بر گل تحقیق وا کنند   از هرچه فهم رنگ نگیرد حیا کنند
در مبحثی که غیر خموشی علاج نیست   پر هرزه است تکیه بچون و چرا کنند
عریان تنان بمعرض انکار پیرهن   تصویر جامهٔ که ندارد قبا کنند
شور غبار ما ز نفس هم فزونتر است   چون سرمه چند نفی عروج صدا کنند
زین نارسائی که بجو وهم نمیرسید   پرواز تا کی آنطرف کبریا کنند
جولانگه خیال جهان جای خنده است   لنگان دمی که طعنهٔ وضع عصا کنند
خلقی درین جنون کده دارد گمان هوش   تا محرم یقین بحقیقت گرا کنند

غزل

عملی که سر بهوا خم از همه پیکرت بدر آورد   نه چو موجنون بهار سر قدم از سرت بدر آورد
ببضاعت هوس آنقدر مگشا دکان فضولیت   که چو رنگ باخته وسعت پرت از برت بدر آورد
بگذر ز شیوهٔ علم و فن در پیر میکده بوسه زن   که ز قید عالم وهم و ظن بدو ساغرت بدر آورد
ز خیال الفت خانمان بدر آ که شحنهٔ امتحان   نفسی اگر دهدت امان دم دیگرت بدر آورد
بقبول ورد مطلب سبب که غرور حرج جنون حسب   بدری که خواندت از ادب ز همان درت بدر آورد
بوقار گرنه سبکسری حذر از غرور هنروری   که مباد خفت لاغری رگ جوهرت بدر آورد
اثر وفا ندهد بقا بخمار نشئهٔ مدعا   نگهی که گردش رنگ ما خط ساغرت بدر آورد
ز طواف کعبه که میرسد بحضور مقصد آرزو   من و سجدهٔ پس زانوئی که سر از درت بدر آورد
ندهد تامل انس و جان به لطافت بدنت نشان   مگر آنکه جامهٔ رنگ ما عرق از برت بدر آورد
من بیدل از خم طره ات بکجا روم که سپهر هم   سر خود بخواب عدم زند که ز چنبرت بدر آورد

نکته صحبت دانا در عالمی که معموری سوادش بغبار غفلت است عطیه الیست غیبی و موانست عرفان در محفلی که آرایش فروغش بکدورت نسیان است غنیمتی است لاریبی جهانی بفکر تن پروری بیا مرده است اندیشهٔ ما حصل زندگی کرا است و عالمی را در شکنجهٔ خود پرستی افشرده رهائی از چنگ طبیعت کجاست درین انجمن از هجوم تاریکی دلها شمعی روشن نمیتوان کرد و از غلبهٔ اتفاقی طبایع مرگان هم نمیتوان آورد اینجا سودای خبث و عیب

دو ددماغ کمال است و وسوسهٔ حرص و حسد چنگ پیراهن خیال تا چشم بالتفات هم گشوده اند
آبروی مروتی که دارند زینه است و طالب بجدیث موافقت باز نکرده اند شیرازهٔ اخلاصی
که نبسته اند گسیختهٔ جمعیتها بیش از تفرقه دام اندوه و کلفت و اختلاطها بیش از جدائی مایهٔ یاس
و ندامت ساز گفتگوها مربوط شکوهٔ عمرو زید همت جستجوها مصروف مکروکید برین تقدیر
در جمعی که احتمال جمعیتی توان یافت از ساز تفرقه آهنگ این مقام نباید اندیشید و در صحبتی
که استشمام الفتی توان کرد از نتایج وحشت حصول این انجمن نمیتوان فهمید غزل

در جهان خلق از هر خلقتی آدم کم است — باز در اصناف آدم آدم محرم کم است
بوی انسی در مزاج دهر نتوان یافتن — آنسوی این انجمن گو باش در عالم کم است
با چنین موجی که عالم غرقهٔ طوفان اوست — در جبینهای مروت احتمال نم کم است
بس که مردم تیغ در جیب نفس پرورده اند — زخم چندانی که خواهی جمع کن مرهم کم است
حرف نامنظور دل یک نقطه هم بیش است و بس — معنی دلخواه اگر صد نسخه باشد هم کم است
از ازل این بیش و کم دارد خروش امروز نیست — اینکه خواندم بیش بیش است اینکه گفتم کم کم است

غزل

چه رسد ز نشهٔ معنوی بدماغ هیچ پس هیچ بیز — ز پری بیامی اگر بری بدکان شیشه گران گذر
در اعتبار اگر زنی مگذر ز ساز فروتنی — که بکام حاصل مدعا بتلاش ریشه رسد ثمر
بوداع قافلهٔ هوس دل جمع نافه کش تو بس — نگذشت محمل موج کس ز محیط جز بهل گهر
نگهی که در چمن ادب هوس انتظار چه عبرتی — چو سحر ز چاک دل آبده بگلی که خنده زند بسر
چو سرشک تا نکشی تری بگذر ز جلوهٔ خودسری — ستم است رنج قدم بری بخرام آبله در نظر
بشمار عیب گذشتگان مگشا ز هم لب تر زبان — اگر از حیا نگذشته بفسانه پردهٔ کس مدر
سر و برگ فرصت آگهی همه سوخت غفلت گفتگو — چو چراغ انجمن نفس بفسانه شد شب ما سحر
غم بی تمیزی عافیت نشود ندامت هوش بس — بچه سنگ کوبم از آرزو سر ناکشیده بزیر پر
بهوس حلاوت این چمن نسزد بجبهه گره زدن — بهوا چه خط که نمیکشد تری از طبیعت نیشکر
نرسیده دامن همتی بتظلم غم بیکسی — زده ایم دست بریدهٔ بزمین چو آبله پی کمر
بصفی که تیغ اشارتش کند امتحان جفا کشان — فکند جنون گذشتگی سر بیدل از همه پیشتر

نکته نفس رحمانی که اصطلاح اهل تحقیق منشاء آلهی کلّیش نامیده اند و مصدر حقایق موجودات کلّی و جزوی معیّن گردانیده فی الحقیقت حقیقت سخن است و رغبت وارواح و امثال و اشباح که عناصر ظهور کیفیّات اوست دائر و لایزال در هر مرتبهٔ باعتباری خاص شوخیهای تعیّنش سائر عالم غیبش بمنزلهٔ جزو ناریست با نور هویت مطلق پیوسته که مدرکه را در استفهام آن الله کیفیت محض توهم کردن است و در ارواح یعنی جزو هوائیش معنی بسیط باحاطهٔ تعلق آوردن است و در امثال بحکم جزو مائی افسانهٔ امواج شنیدن و در اشباح بغلبهٔ جزو ترابی نقوش کماهیتش محسوس دیدن تلاش تشخص ظهورش در هر مقامیکه قدم شوق میساید بقدر تفهم مراتب خود را باسمی وامیستاید چه ارواح و چه اجسام چه عناصر و چه اجرام

رباعی

آن نغمهٔ بی نشانی پردهٔ راز
کانسان زنوای اوست مخرج پرداز
در آئینهٔ جماد موج رنگ است
در طبع نبات بوی حیوان آواز

نکته آتش در طبع جماد برق آن حقیقت است چراغ افروز خلوتخانهٔ غیب و هوا در مزاج نبات نفس زدن آن اسرار یعنی ریاحین ارواح بی شبه و ریب صدا در طینت حیوان نمو مثالش در تمهید عرض مراتب و مدارج و سخن در ذات انسان شهود جسمانیش کسوت آرای دستگاه مخارج پس آفاق معمّای سخن است امّا نامفتوح و انسان عبارت در کمال تصریح و وضوح هرگاه تامل که گریبان اسرار موالید و عناصر است و زانوی خیال ظاهر و باطن بتحقیق آن نفس توجه نگارد نقاب جمیع مراتبش از انفاس هو هو منه خود بر میدارد یعنی نفس انسانی در حیات نیرنگی دل ماده ظهور اسماست و در فضای ارادت تکلّم بباطن نشاء ارواح بال گشا تا از کام و زبان میل تراوش مینماید کیفیت مثالش حاصل است و چون در صورت خطوط و سطور مربی میگردد عالم اجسامش منزل

مثنوی

نفس در عبارات صرف است و بس
به نیرنگ آفاق حرف است و بس
چو بی پرده شد حرف پیراهن است
حقیقت که آن سوی ما و من است
که آخر در انسان نمودار شد
چه مقدار بیتاب اظهار شد
بتحقیق خویش است پیچیدنش
در انسان نمودار گردیدنش
در اینجا معانی چه و کو صور

خیالی است ازخود برآورده سر
خفا میستیزد موج اظهار چیست
تو همدم در نفس بر نفس میخرام
ازین بلبش جیب تو همدم مدر
همان در خفاب دوام خودی
چو هموار شد صرف و مصروف هیچ مخمس
با دامن خیال سفید و سیاه گیر
مژگان گشا جهان ته بال نگاه گیر
کنج قناعت چمن عیش مسکن است
درس سواد فقر ازین نسخه روشن است
اقبال کو کلاغ به بخت سیاه گیر
تهمت گر خطای نهان و عیان توئی
ای غرهٔ تمیز و بال جهان توئی
عالم جنون ترانهٔ شوق قیامت است
جائیکه جهد عاری و قدرت ندامت است
رنگی بگردشش آمده را پناه گیر
ای گرد صبح زین چمنستان برون خرام
با دل چه الفت است نفس را درین مقام
ای دشمن خموشی اگر خیره سر نهٔ
هر چند در محیط تأمل گهر نهٔ
خود را دمی عرق کن و بر روی ماه گیر
شکن بعجز گردن مینای هستیت
آه از بلند ریختن شمع هستیت

فریب است یکسر نمود ار چیست
ز بادی بباد یست عرض پیام
نفس اصل تست ای ز خود بیخبر
بهر جا تجلی پیام خود ای
فتاده است در رشته وهم پیچ
حیف است گومیت ره خورشید و ماه گیر
لخت غبار وسعت این دامگاه گیر
صیدت بزیر پاست ز شاهین کلاه گیر
بیدستگاهی انجمن ناز خرمن است
بال هما ز شش جهتم سایه افکن است
ننگ کمال و نقص زمین و زمان توئی
اسلام و کفر نیست یقین باگمان توئی
آئینه بشکن و همه را بی گناه گیر
هر سو نظر بلند کنی گرد آفت است
آغوش بیخودی خط پرگار راحت است
بر غافلیست غرهٔ جمعیت دوام
میسوزی و نمیگذری زین خیال خام
منزل نشسته باش تو برخیز و راه گیر
از پاس راز عشق چرا صرفه بر نهٔ
آخر تو از حباب تنک مایه تر نهٔ
کم آفتست دستگه زیردستیت
مغرور رفعتی و جنون کرده پستیت
چندانکه سر فراخته عمق چاه گیر

آزادگان ز دام تعلق گسسته اند
نقشی بکارگاه من و ما نه بسته اند

هستند و نیستند و اسیرند و بسته اند
آنسوی عالمند به پشتیت نشسته اند

در خانهای چشم سراغ نگاه گیر
نه جرأت پری که سری بر هوا کشم

نه وحشتی کزین چمن پاس پا کشم
درمانده ایم و نیست مکانی که واکشم

ای باغبان خمار عدم تا کجا کشم
ما را بسایهٔ مژه های گیاه گیر

جاییکه وصف لعل تو تمهید مدعاست
شوخی ز طور معنی اهل سخن خطاست

اینجا خیال دعوی طبع روان کراست
آئینه تا تأمل موج گهر حیاست

گر نظمها بکته زنی عذر خواه گیر
بیدل شباب رفته بعبرت مقابل است

سقف هوس خمیدهٔ دیوار مایل است
بنیاد عمر بر طپش بال بسمل است

دعوی گر این زمان همه عجز است باطلست
در سجده نیز قد دوتا را گواه گیر

نکته چشم پوشیده هرچند فردوس در قفس دارد آئینه دار کوریست و مژگان خوابیده اگر همه آفتابش زیر دامن خواهد دلیل بی نوریست اگر بخیهای مژگان از هم میتوان گسیخت نمک گریه برین زخمها باید ریخت وگرنه باین پنبهٔ افسرده شمع نگاهی نتوان افروخت بطعمکی زاغ و زغن باید فروخت

قطعه

سیل اگر غافل شود آتش درس بنیاد ریز
یک کف خاکش کن و در رهگذار باد ریز
صورت مرگست رنگ خواب بر اجساد ریز
هرچه میخواهد دلت زین خامهٔ بهزاد ریز
بر اثرهای تماشا هرچه بادا باد ریز

غزل

تو همین آئینه بودی بچه امید شکستی
اهل آشفت و ماغش تو شدی غرهٔ هستی
گره دام نگردید کمندی که گسستی
نفس آئینه غباریست درین کوچه که هستی

چشم خواب آلوده کلفت خانهٔ دربسته است
ور همه آئینه دار گوهر راز دل است
زندگی بیداریست ایثار جان پاک کن
رنگها در پردهٔ تحقیق مژگان خفته است
مدعا اینست کز سعی نظر غافل مباش
عبث ای دشمن تحقیق دل از وسوسه خستی
چه خیال است بقید جسد آزاد نشستی
مثل موج و گهر آئینه داریست در اینجا
بتماشا که فرصت نشوی محو فسردن
نگهی صرف تأمل نمودی چه کند کس

قدح ناز تو لبریز و داعست تو مستی
دل ز انداز تو افسون تغافل نه پسندد
بهوس چشمک نازی تو که آئینه بدستی
چون نفس مغتنم انگار پرافشانی وحشت
که بگرد دو جهان آب زدی گر تو نشستی
ثمر لمعهٔ تحقیق نباید مژه بستن
حذر از خیره گی چشم بخورشید پرستی
بنگاه هست چو همت اثر اوج و نزولت
همه گر عرش سنائی مژه تا خم زده پستی
من اگر با همه کوشش بکناری نرسیدم
تو هم ای موج درین بحر چه بستی چه شکستی
نفسی چند غنیمت شمر ای دل بگذشتن
چه قدر مرحله طی شد که تو آن آبله بستی
مژه بیهوده درین بزم گشودم من بیدل
بعدم راند چو شمعم عرق خجلت هستی

نکتهٔ آئینهٔ تحقیق مخبر است که هرچه از عالم غیب بشهاده خواهد رسید و آنچه از خفا بظهور خواهد انجامید حقیقت این کس محیط اسرار اوست و مرآت علامات و آثار او مثل پریدن چشم پیش از گل کردن تقدیر خیر و شر و طپیدن دل قبل از ظهور اسباب نفع و ضرر چون عقل جزوی بحسب اکتساب علوم امکانی مملو است از امتیاز مراتب شک و یقین و محتاست بعبارات او نام شبهه و تلقین در حکم تحقیق ناگزیر اشتباه شماریست و در انکشاف رموز تعین بی اختیار تغیر نگاری اگر راهی بخلوت اسرار میکافی حلقهٔ در تغیر نمیگردیدی و اگر عقدهٔ شهاده میگشود بر رشتهٔ تقدیر نمی تنید پس تو آنی که جمیع حقایق بیواسطهٔ عقل بر تو مکشوف است و تو بعلت امتیاز در شغل حجاب آرائی مصروف مانع شهود حقیقی همین معلومات عقل جزویست که از اطوار یکدیگر کسب نموده نه عقل کلی که بر کیفیت آن چشم دل نگشوده رباعی فریاد که دکان ستم وا کردیم

خورشید بخاک تیره سودا کردیم
کثرت پیش از تمیز ما وحدت بود
آئینه شدیم و عکس پیدا کردیم
غزل که کشید دامن فطرتت که بسیر ما و من آمدی
تو بهار عالم دیگری ز کجا باین چمن آمدی
شجر حدیقهٔ آگهی ستم است جیب جنون درد
چه هوا به پرده زد آتشت که برون پیرهن آمدی
هوس تعلق صورتت ز چه ره فتاده ضرورتت
برمیدی آنهمه از صمد که بملک برهمن آمدی
ز عدم جدا نفتاده‌ئی قدم دگر نگشاده‌ئی
مگر آنچه پیش خیال خود بخیال آمدن آمدی
نه سفر بهانه طراز شد نه قدم جنون تک و تاز شد

بخودت همین مژه باز که بغربت از وطن آمدی
عدم آبگینه بسنگ زد که تو قابل سخن آمدی
که چو تار سبحه ز یکزبان بطواف صد دهن آمدی
که درین زیان کدهٔ فنا پی یکدو گز کفن آمدی
که چو شمع در بر انجمن ز چه بهر سوختن آمدی
من اگر بجای تو داشتم تو چسان بجای من آمدی
چه بلاست ذوق گهر شدن که چو موج خود شکن آمدی

نه لبی بزمزمه چنگ زد نه نفس در دل تنگ زد
چقدر تجرد معنیت بدر تصنع لفظ زد
چه شد اطلس فلکی قبا که دریده آن ملکی ردا
ز خروش غیرت مرد و زن پر یاس میزند این سخن
ز مزاج سایه و آفتاب اثر دوئی نشکافتم
بهوس چو بیدل بیخبر در اعتبار جهان مزن

نکته نونیای طرز اعتبارات تا بعرض کهنگی دمیده است و تازگیهای ما و من تا بتکرار رسد افسردگی سر کشیده از وحشت انجامی انداز و عبارات سراسر این دیوان یک مقطع است مفت بیدماغان طریقهٔ خاموشی و از کم فرصتیهای زمان تا تأمل جمیع اجزای این نسخه یک نقطهٔ سهوست غنیمت تغافل ادایان مکتب فراموشی اینجا معنی در ذهن صورت نبست که تا بفهمش وارسند ورق برنگرداند و لفظی در خارج مرقوم نگردید که تا مژه برهم زنند صفحهٔ بحک نرسانند **نظم**

هر چه دارد جهان بی بنیاد
مشت خاکیست در قلمرو باد
بی ثباتی بامتحان و قار
محملی میکشد بدوش غبار
بس که رنگ ثبات پروازاست
کوه با نالههمعنان تاز است
روشن است از حقیقت مبهم
شمع اندیشهٔ وجود و عدم
همه جهدیم و مدّعا مجهول
جمله هوشیم و آگهی معزول
جهد ما حرکت طبیعی ماست
مدّعای غبار ما پیداست
هر چه از خلق عرض زشت و نکوست
عکس آئینهٔ حقیقت اوست
خلق موهوم را چه علم و چه فن
شخص معدوم را چه ما و چه من
گر فکندی نظر بمعنی خویش
تا ز فطرت نبردی اینهمه پیش
شخص جائی که گل کند معدوم
عکس معلوم حکم آن معلوم
هستی کز دل عدم گل کرد
هم عدم بادیش تخیّل کرد

در عدم ناز هستی است اینجا
یاران هوس عشق فسون کار نماند
اقبال جهان بگذر داو بار نماند
رنگیست درین باغ که بسیار نماند
از سر هوس غیر تغافل نه پسندید
برگردنش آینه فرصت نتوان چید
تا تخم هوس ریشه گر علم و عمل نیست
جائی که ابد پردهٔ وهم است ازل نیست
این عقده اگر واشود آن تار نماند
گل باغ طرب می شمرد چاک قفس را
پیمانهٔ غفلت چه فروغست هوس را
گر صبح کشد بال زباد مژهٔ تست
هر سو فکنی چشم سواد مژهٔ تست
صحرا دمد از خانه چو دیوار نماند
تا ناقه ز بار زر و سیمت نشود ریش
اینجا چه الم میکشی و میروی از خویش
تا چند کشی زحمت کر و فر دنیا
ختم هوس پوچ کن از خویش برون آ
هرگه تو نماندی همه یکبار نماند
در بیضه تصور کنی افشاندن بال است
در عالم نیرنگ اقامت چه خیال است
این وادی عشق است مقام دگری نیست
اینجاست که کس را مقام دگری نیست

در دل تاک مستی است اینجا **مخمس**
ننگ آب شو و عاقبت و عار نماند
آخر الم و عیش گل و خار نماند
هر دیده که آئینهٔ این معرکه گردید
پر بیخودی آراست بهار گل تجدید
امسال همانست که چون پار نماند
در گلشن آزادیت آثار خلل نیست
جز غفلت دل مایهٔ ایجاد امل نیست
دل مرکز آرام گرفتست نفس را
زنگ آئینه پرداخته اینجا همه کس را
شمع است سیاهی چو شب تار نماند
ور شام دمد موی زباد مژهٔ تست
رمز دو جهان بست و گشاد مژهٔ تست
مپسند ز اسباب ستم بر دل درویش
آهنگ کدورت بچه راهست بیندیش
زان پیش سبک شو که خر و بار نماند
تا کی روی از هوش بافسانهٔ عقبی
فرصت ثمرتست چه امروز و چه فردا
گر خانه شماری سفرهای تو دال است
اندیشهٔ آرام درین ورطه محال است
اینجا چو صدا صورت کهسار نماند
تا منزل رهرو همه جز سازبری نیست
در طور گر امروز ز موسی اثری نیست

فرد است که از طور هم آثار نماند
گنجی که زر انباشت بتشویش محک رفت
افسانه شد آن دور که عیسی بفلک رفت
گر گل نبود محرم او بار شکفتن
کو سرو چه قمری همه چین بسته بدامن
منصور نماند است سر دار نماند
بر فهم جنون فطرت خویش آنهمه مشکن
باید همه راهیچ و ازین کوچه گذشتن
هر جاست نشیب آئینه پرواز فراز است
کوتاه کنم سلسلهٔ وهم دراز است
گر یار چه دلدار چه اغیار نماند
تا وضع جسد آئینهٔ الفت جان است
بی ریشه پراگندگی دانه عیان است
جز قید درین انجمن آسوده دلی نیست
شوریست درین سلسله تا سلسله باقیست
سر باد حباب است چو دستار نماند
تا از گل خام تو نخندیده شکستی
کار دگرت گر نبود سودن دستی
با حسن تعلق شود آئینه پرداز
ما دامن انجام گرفتیم در آغاز
مرغی که بدام و قفسش کار نماند
انجه هوس بیخبرت آئینه مشتاق
غافل مشو از منظر کیفیت آفاق

نقدیکه یقین داشت بغارتگر شک رفت
هر نقش که گل کرد ازین صفحه بحک رفت
این قصه هم آخر شود و دار نماند
بلبل تو خود آسوده شو از زحمت شیون
پرواز کمینند چه طائر چه نشیمن
ای گرد خیالت بهوس باخته خرمن
بر آتش ما غیرت دیگر زده دامن
هشدار که در میکده هشیار نماند
هر جاست حقیقت طرفش گرد مجاز است
اضداد و تامل کدهٔ ناز و نیاز است
تا ساز نفس واسطهٔ شور جهان است
جمعیت دلها الم بال فشان است
از سبحه مجو ربط چو زنار نماند
شیرازهٔ اجزای تو ضبط نفسی چیست
نامحرم اسرار تعلق نتوان زیست
تا رنگ بنای تو نیاورد شکستی
مفت است ز سعی نفست بندی و بستی
در عالم بیکار که بیکار نماند
مشکل که دماغ تو بتشویش کند ناز
دیگر بچه امید کشد منت پرواز
ای در نظرت صورت اثبات و یقین شاق
مصنوع بدان کار که عالم اطلاق
این نیست بنائی که بمعمار نماند

ای رنگ نیاز گل تسلیم علامت | ای سکه بهای کمی عجز نبامت
نقدیکه تو بازی نبرد وقت ندامت | گر رفت دل از کف سر دلدار سلامت
دریا تهی از گوهر شهوار نماند
هرگه بتامل زده آنجلوه نشان یافت | گر دیده غباری بنظر بال فشان یافت
در قلزم تحقیق محال است توان یافت | حیرت همه سو قافلهٔ بار روان یافت
موجی که بآن شوخی رفتار نماند
تا دم زدهٔ ناز تو مصروف نیاز است | تا چشم گشائی مژهٔ ناز فراز است
عمریست تجدد چمن آرای نیاز است | افسانهٔ بی پا و سر عشق دراز است
مگذار حدیثی که بتکرار نماند
شوریست درین انجمن انگیخته طوفان | شوقیست درین عرصهٔ بیرنگی دوران
بیدل بتماشاکدهٔ حیرت امکان | دارد همه سو گرد جنون چیدن دامان
ما و گل رنگی که بگلزار نماند

نکته گل کردن رموز غیب و شهادت موقوف بر تحریک دل است که هرچه بشگفتن این پرده است مجهول و باطل است همان حرکت بی نشان، بر زبانها بیان و در دیده ها شناسائی و همان قدرت پنهان در قدمها رفتار و در پنجه ها گیرائی بقدر جنبش انفاس شامل حرکات نبض امکان است و باندازهٔ تامل نظر حقیقت غواص عیان ازل ما انجام بدی پیر اندیشهٔ بدایت و نهایت اوست و امواج محیط با ادوار سپهر مسخر احاطت و سرایت وست سلسلهٔ قدرتش چون جوهر بر آئینهٔ افعال و آثار پیچیده و ریشهٔ تصرفش چون نفس در طبع ظلمت و انوار دویده چه غفلت و چه آگاهی و چه کونی و چه آلهی بهر جا طبع را آئینهٔ تمثال حقایق یافته اند دل آنجا بمطالعهٔ حقیقت پرداخته است و هرکجا از تحقیق بخبریش دیده اند بحکم بی نیازی نظر بر کیفیت خود نینداخته جمعی که نقاب امور امکانی از پردهٔ تحقیق دل گشوده اند شوخی هر اندیشه قبل از وقوع بیان در طبیعت انفاس عیان مشاهده نموده اند چون توجه اکثر خلایق مصروف اشغال ظاهر است نسخهٔ حقیقت دل را از برهمزدگی چاره نیست وگرنه همچنان که نگاه محرم اشارهٔ نگاه است و دست از مساس دست آگاه دلها نیز آئینهٔ اراده هم توانند بود و از تامل هم نقاب اسرار یکدگر توانند گشود غزل

افسوس که ما دامن پندار گرفتیم

خورشید عیان بود شب تار گرفتیم
صد معنی بیرنگ بزنگار گرفتیم
اینجا همه رنگست که دیوار گرفتیم
گل بود که ما کج نظران خار گرفتیم
غفلت چه فسون خواند که اسرار گرفتیم
یعنی ز تامل ره گفتار گرفتیم
از تنگی دل خانه ببازار گرفتیم
بجریدهٔ سبق و فاز دی رقم که قلم کشی
چقدر مصوّر عبرتی که چو سنگ بار صنم کشی
چو حباب سعی کمی مدان که نفس به پیکر خم کشی
غم ساغریکه هوس کشد بدماغ سوختگم کشی
عرق است حاصل علم و فن که خمار یاد عدم کشی
بزمین خجلی از جفا برهی که خار قدم کشی
چو کشف مگر بخیال نان بروی و سر بشکم کشی
سیه است نامه اگر همه نفسی بجای رقم کشی
چو نهال صبر کن آنقدر که ز پای خفته علم کشی
حذر از مآل ترددی که نفس گذاری و دم کشی
که چو بوی گل دم امتحان بترازوی نفسم کشی

از غفلت دل جلوه در آئینه نهان ماند
در گلشن تحقیق نشستیم به تقلید
جان بود که ما جسم نمودیم تصوّر
عالم همه یک نسخهٔ آثار شهود است
آوارهٔ اوهام نمودیم یقین را
سودائی وهم است تخیّل چه توان کرد
ناطبوع چه شد آستان حضور دل که تو رنج دیر و حرم کشی
بقبول صورت بی اثر مکش انفعال فسردگی
زمن است فرصت مغتنم بهوس فسون امل مدم
کسی از پریکه مگس کشد ز چه ننگ دام و قفس کشد
بخیال عبرت وهم و ظن مپسند دوریت از وطن
اگرت دلیل ره وفا بمروتی کند آشنا
بیقین معرفت آگهان ز تفکرت نبرم گمان
ببرت ز جوهر آئینه ورقیست نسخه طراز دل
اگر از تردد بی اثر نرسی بمنصب بال و پر
ندمید صبحی ازین چمن که نه بست صورت شبنمی
من زار بیدل ناتوان نیم آنقدر بدلت گران

نکته تا کمر شکست خود نبسته را چنگ عالم بروبیت بگشاده است و تا پنجهٔ طاقت در آستین نشکسته خراش هزار ناخن به پرسش جگر آماده است ضعف اختیاری سریست در دفع بلیات اضطرار و شکنجهٔ هوشیاری حصاریست از سنگباران آفت خمار

غزل

همه از شوخی و بیباکی جولان برخاست
بدف خار شد آن پا که ز دامان برخاست

هر غباریکه ازین ورطه بطوفان برخاست
دام آسوده دلی غیر زمینگیری نیست
امتحان چند ره وادی غفلت سپرد

گرد هر گاه که برخاست پریشان برخاست
رگ این گردنت آخر بچه سامان برخاست
ای سپا شعله که بازار گریبان برخاست
علم فتح همان است که نتوان برخاست
زصدای خون نرسی مگر بزبان خنجر قاتلش
تربی اگر کشدت بخون زشکست آبله گن گلش
چو سعلینه که شکستگی فکند بدامن ساحلش
که مباد ننگ جنون کشی زتو هم حق و باطلش
که گسیخت منطقه فلک زشکوه زخم حمایلش
چه هوس که تحفه نمیکشد زنگاه آینه مایلش
بچه جلوه شب خون برم که نفس کشم بمقابلش
که زچاک پیرهن حیا عرقی است در دم سایلش
من بینوا چه فسون کنم که رود فراموشی از دلش
بخطی که وا نرسد نظر بطلب زناله بیدلش

مشت خاکی وکال تو سجود است اینجا
غیر در محفل تحقیق ندارد سر ری
نیزه دار است فلک تا تو سر افراخته
غزل من و پرفشانی حسرتی که گم است مقصد بسملش
ستمست ذوق گذشتنت زغبار کوچه عاجزی
بهزار یاس ستم کشی زده ایم بر در عافیت
خوشت آنکه خط بفسون کشی سر عقل غمزه بجنون کشی
بشهید تیغ وفا کرا رسد از هوس دم همسری
دل ذره وتب جستجو سر مهر و گرمی آرزو
بخیال آینه دل از دو جهان تشمکش خجلتم
بهوای مطلب بی نشان چو سحر چه واکشم از نفس
نه سر یکه ساز جنون کنم نه دلی که نالم و خون کنم
کسی از حقیقت بی اثر بچه آگهی دهدت خبر

نکته آدمی بعلت افسون اهل درجمع احوال دشمن آسایش خود است اگر در منزل است فضولی هوای سفر بپا یان مرگ دوری وطن میدارد واگر در سفر است خار خار سودای وطن دامنش نمیگذارد نه صورت سفر بهره یاب کیفیت سفر است ونه در حالت وطن از جمعیت باخبر عالمی در تلاش بیحاصلی نفس گداخته و میگداز دو خلقی به تردد بیفایده زنگ هستی باخته و می بازد نقد عافیت مفت قدر دانی که هر جا جای گرم کرد از مغتنمات وطن شمرد و بر کجا پهلوی گذاشت قدم خرسندی بمسکن مالوف افشرد مقصد آرام است ای کوشش کمن آزار ما بیدلان طلب را جاده هم سر منزلست

مخمس نی زرگری نه پیشه حداد میکنم
تضمین مصرعی که خوشش افتاد میکنم
باری بهیچ خاطر خود شاد میکنم

نی بام و در نه کر و فر ایجاد میکنم
حرفی ازان دهان و میان یاد میکنم
زین گلشنم نه الفت سروی و نی گلی است

نی التفات قمری و نی یاد بلبلی است
آغوش دام و چاک قفس غنچه و گلیست
خلقی بذوق فرصت و هنگامهٔ هوس
من نیستم مقلد احوال هیچکس
چندانکه بال میزنند آزاد میکنم
شخص عدم غرور پسندی نمیکند
از خاک جز غبار بلندی نمیکند
تا کی برم بدشت پیام رم غزال
زین شغلهای غفلت بیحاصلی مآل
پندارم آتش است و منش یاد میکنم
با آسمان غبار دلم دام ناله چید
دی بوی گل بپردهٔ سازم نمیرسید
رنگ بهار آتش یاسم کشید پیش
از داغ لاله میکشم از سبزه زخم نیش
خود را بهر گلی که رسم یاد میکنم
محو شکست زورق طوفانی خودم
حیران سحرکاری ویرانی خودم
بیدل مقلد شک و اقرار نیستم
بیگانهٔ مراتب اظهار نیستم
بر هر چه چشم میفکنم صاد میکنم

روزی دو در بهار خیالم تاملی است
سیر چمن طرازی صیاد میکنم
دارد ز شغل جانکنی آرایش قفس
جهدم همین بس است که این طایر نفس
صبح نفس سپهر کمندی نمیکند
دل داغ چینی است سپندی نمیکند
بالیده است سرمه که فریاد میکنم
تا کی شوم بهجر عرق ریز انفعال
دامن بسمع دل زده ام بسکه در خیال
آخر خموشیم بخروش جنون کشید
زین بیش هیچکس ستم جانکنی ندید
امروز کار تیشهٔ فرهاد میکنم
بوی سمنبری نکهم کرد وقف ریش
یارب درین چمن چقدر رفته ام ز خویش
عمریست غرق موج پریشانی خودم
صبح نفس غبار پر افشانی خودم
معموری خیال که آباد میکنم
زین باغ شبه چین گل و خار نیستم
نا قدردان معنی اسرار نیستم
نکته زبان لاف را آنقدر آب ندهی که

طبیعت از انفعال عدم قدرت بدامن تری آویزد و گردن دعوی آنقدر نیفرازی که تنگی گریبان طاقت چاک رسوائی نه انگیزد قماش آشنایان کارگاه انصاف بسعی نفس درازی کلاهٔ انکار بر ماثورهٔ جولاهه نبسته اند و بی وقوف سررشتهٔ تار و پود نسیه

روئی محض چون ماکو بر چپ و راست نخجسته اند یعنی در هر امر که به عجز قدرت خود مشاهده
نموده اند بعرض انکار آن لب جرات نگشوده اند خود فروشان این بازار را بر حرف بیمغز
تنیدن دکان بجز پوچ آراستن است رباعی گر مردی ز طبع خود کام برآ

از پیچ و خم وسوسهٔ خام برآ ‎ ‎ ای منکر کیفیت پرواز مگس
بوزینه تو نیز تا سر بام برآ ‎ ‎ غزل گهر محیط تقدسی مکن آبروی حیا سبک ‎ ‎ (بوزینه نسخه)
چو حباب حیف اگر شوی ز غرور سر بهوا سبک ‎ ‎ نه بسر ز مسند سیم و زر بوقار غره نشستنت
که زمانه میکشد آخرش چو گلیم از ته پا سبک ‎ ‎ ز ترنم نی و ارغنون بدل گرفته مخوان فسون
که ز سنگ دامن بیستون نکند کسی بصدا سبک ‎ ‎ بعلاج تنگ فسردگی نفسی ز تنگی دل برآ
که چو سنگ رنگ گرانیت نشود مگر بحنا سبک ‎ ‎ غم بی ثباتی کاروان همه کرد بر دل ما گران
به کجاست جنسی زین دکان که شود ببانگ درا سبک ‎ ‎ مخروش خواجه بکر و فر که ندارد اینهمه آنقدر
و دو سه گام آخر ازین گذر تو گران قدم ز دو پا سبک ‎ ‎ اگرت بمنظر بی نشان دم هستی بکشد عنان
چو سحر بجنبش یک نفس ز هزار زینه برآ سبک ‎ ‎ ز گرانی سر آرزو شده خلق غرهٔ هاے و هو
تو اگر تهی کنی این کدو شود اتفاق شنا سبک ‎ ‎ نکشید بیدل ازین چمن عرق خجالت پر زدن
چو غبار نی نم هرزه فن نشود چرا همه جا سبک ‎ ‎ نکته آدمی ریشهٔ استعدادیست

بآبیاری اتفاق عناصر قابل اعتبار نشو و نما و معنی ادراک به ترکیب اختلاط امزجه مستعد
نقوش چون و چرا درجات استعداد از نشهٔ شیونات ذاتیه تا افعال و آثار اسما و صفات
ابدا مراتب شمار و ترقی و تنزل است و لایزال در عرض مدارج کمال بی اختیار دور تسلسل
مقیدان عالم کثرت یعنی فروغ نخلستان ظهور را آزادگان جهان وحدت که اصول ثمر و شعور را
انقطاع مناسبتی است در کمال جدائی و کثافت پرستان وادی آب و گل را با لطافت
گلشن جان و دل انفصال مواصلتی در نهایت بیمعرفتی و ناآشناسائی جهل عوام در عالم
حقایق بعلت نارسائی و ناتوانی است و بیگانگی خواص از وضع کثرت اثر توجهی است نه نادانی
پوشیده نیست که کثرت تنزل مراتب وحدت است و وحدت معراج حقیقت کثرت اگر
صاحب صدر بآستان نپردازد از بی نیازیهای منصب عزتست و مقیم آستان را

دوری نسبت صدر از نارسائی همت و قصور فطرت طایفهٔ که محرم حقایق موجودات اند عین حقایق اند و فرقهٔ که متعلق صور کونیه اند محض صورتش هر فردی را از افراد دفتر الهی و کونی محیط اسرار خود است بکنه غیر وقتی رسد که از خود برآید و این نیز که از خود برآمده بدیگری توانند رسید نشاید

قطعه

گر ز رز جوشیده است اسرار مل
چون به بینی رز رز است و مل مل است

ور همه از ریشه است ایجاد گل
ریشه یکسر ریشه است و گل گل است

گرچه اجزا غیر هم گل کرده اند
هیئت مجموعی اینها گل است

هیچکس محرم نوای غیر نیست
هر یکی در گلشن خود بلبل است

سخت بی پرواست حسن از یکدگر
بیدل ابرو بی نیاز از کاکل است

غزل

زره هوس تو کی رسم نفسی ز خود نه رمیده من
همه حیرتم بکجا روم برهت سری نکشیده من

همه ترک ساز طرب کنم ز چه جام نشئهٔ طلب کنم
گل باغ شعله نچیده من من داغ دل نچشیده من

چو گل آنکه نسخهٔ صد چمن ز نقاب جلوه گشوده تو
چو می آنکه عشرت عالمی ز گداز خود طلبیده من

چه بلاستمکش غیرتم چقدر نشانهٔ حیرتم
که شهید خنجر ناز تو شده عالمی تو طپیده من

تو بمحفلی نمود رو که ز تاب شعله غیرتش
همه اشک گشته برنگ شمع ور چشم خود نه چکیده من

می جام ناز و نیاز ها بخمار اگر نکشد چرا
ز سر جفا نگذشته تو ز در وفا نرسیده من

چو نگاه گرم بهر طرف که گذشته محمل ناز تو
چو دل گداخته از پیت برکاب اشک دویده من

تو و صد چمن طرب نمو من شبنمی نگه آبرو
ببهار عالم رنگ و بو همه جلوه تو همه دیده من

نه جنون سلسله دریدنی نه فسون مشق طپیدنی
بسواد درد تو کی رسم الفی ز ناله کشیده من

چو سحر نیامده در نظر رم فرصت نفس آنقدر
که برم بر آب شگفتگی بطراوت گل چیده من

بکدام نغمهٔ دل گسل ز نوا کشان نشوم خجل
چو جرس بغیر شکست دل سخنی ز خود نشنیده من

من بیدل و غم غفلتی که ز چشم بند فسون دل
همه جا ز جلوهٔ من پر است و بهیچ جا نرسیده من

غزل بطراز دامن او چه ز خاکساری ما رسد
برد آن مژه به بلندئی که ز گرد سرمه غبار ما

تگ و پوی بیهده یک نفس در انفعال هوس زند
بمحیط میرسدم شنا عرقی اگر بحیا رسد

نفسی ز تنگی این قفس چو حباب غنچه نشسته ام

پر صبح میکشم از لعل همه گر نفس بهوا رسد
همه جاست نشئهٔ شرط آن که دما غبار بوفا رسد
بسراغ گرد نفس کسی بکجا رسد که بما رسد
نرسد بتهمت بستگی ز دریچه نان بگدا رسد
مژه بر هم آورم از حیا که برهنه به قبا رسد
بفتادگی شکنند عصا که فتاده بعصا رسد
که ز آبیاری یک نفس سحری به نشو و نما رسد
مدد آنقدر بره هوس که بجواب آبله پا رسد
در صبر میزنم آنقدر که بهار رنگ حنا رسد
چو خیال بیدل اگر کسی ز تو بگذرد بخدا رسد

زخمار فرصت پرفشان نه بهار دانم و نی خزان
نه زمین بساط غبار ما نه فلک دلیل بخار ما
بگشا دو دست کرم قسم که درین زمانهٔ پر ستم
دل بینوا بکجا برد غم تنگدستی و مفلسی
مگذر ز خاصیت سخا که سحاب مزرعهٔ وفا
بدعائی از لب عاجزان نه گشوده در امتحان
بهمین جهد تو خفته است اثر ندامت و عاجزی
بقبول آن کف نازنین که کند شفاعت خون من
سر رشتهٔ طرب آگهان بهار میکشد از چمن
نکته حکم الفقراء کنفس واحدة بمناسبت

محرمیت جهان کلی است یعنی حضور نشئهٔ وحدت که در آن مقام ساز اعتبار رنگ مغایرت نشافته است و توهم دوئی بپرده یکتائی نشگافته بحسب لطافت آشنائی آن مرتبه هرگاه مبالغه توصیف غیر هم کوشیده اند فی الحقیقت خود را در نقاب اشارتش پوشیده اند و اگر آرایش عبارتی پرداخته اند جز طرح شهود معنی نینداخته و بیگانگی طبایع عوام از یکدیگر باعتبار تشخصات جزویست یعنی امور عالم کثرت که درین چارسو جز اجناس مخالف اشکال و اثقال و الوان برهم نچیده اند و غیر از اسباب تمیز سود و زیان بمعرض اظهار نرسیده و بسبب کثافت نمائی این موقع اگر همه چشم بر صورت خود میگشاید چون عکس آئینه غیر از نقش دوئی مشاهده نمی نماید هرچند بجیب خود سر فرو میبرند چون شعله جز بکام اژدها قدم نمی سپرند اینجا متحقق است که ناقص طبیعتان کونی از فهم تجلیات درگاه الهی دورند و پست فطرتان طبایع ادنی در درک حقائق اعلی معذور کثیف معین از لطیف مطلق چه وانماید و زنگ کمند بار صفای آئینه چه پرد
گشاید نظم

حال عالی نسبتان از فطرت دنی مپرس
پر زمینگیر است خاک از عالم بالا مپرس
محرمان قال در بزم حال آسوده اند
وحشت احوال مجنون دیدی از لیلا مپرس
فکر شو تا یابی از بیرنگی معنی نشان
از نگه غیر از سراغ رنگ صورتها مپرس

هر کس اینجا از مقام خویش میگوید سراغ
جز حدیث گاو خر از مردم دنیا مپرس

غزل

چسود ازین گیرودار هستی گداز صد نام و ننگ خوردن
شکست آئینه جمع کردن فریب تمثال رنگ خوردن

خوش است از ترک خودنمائی دمی ز ننگ هوس برآمدن
بکسوت ریش روستائی ز شانه تا چند جنگ خوردن

شرار تا سر ز خود برآرد نه روز بیند نه شب شمارد
دماغ کم فرصتان ندارد غم شتاب و درنگ خوردن

مزاج همت نمی شکیبد که ساز نخلش ثمر فریبد
بصد فلک دست و دل نزیبد فشار یک چشم تنگ خوردن

کم تلاش هوس شمردم قدم بعجز طلب فشردم
بکعبهٔ امن راه بردم ز تیشه بر پای لنگ خوردن

طمع بهر جا فشرد دندان ز آفتش نیست باک چندان
باشتهای عرض سپندان زبان ندارد تفنگ خوردن

چسان بتدبیر فکر قامت خمار حسرت رود ز جامت
که در نگین هم بقدر نامت فرو و خمیازه سنگ خوردن

اگر جهان جمله لقمه زاید ز فکر جوع تو بر نیاید
مگر چو آماج لب گشاید ز عضو عضوت خدنگ خوردن

ظلمت آباد ملک صورت دلست سرمایهٔ کدورت
ندارد این بیخبر ضرورت بذوق آئینه زنگ خوردن

بسعی تحقیق پر دویدی بعاقبت هرزه خط کشیدی
نه او شدی نی بخود رسیدی چه لازمت بود بنگ خوردن

بکیش آنچشم فتنه مایل بفتوی آن نگاه قاتل
بحل گرفتند خون بیدل چو می بدین فرنگ خوردن

نکته آنچه از نسخهٔ دل فهم نکنی اگر همه نقطه ایست چون مردمک طوفانش از جا نمیبرد و هر چه از خارج جمع نمائی هر چند دفترهاست در چشم گشودنی چون مژه برهم میخورد زینها. با گفتگوی نسخهٔ عالم خو نگیری تا هیچو عوام در شکنجهٔ رسم زنده نمیری محیط بی نیازی از آن منزه است که قطرهای بیسروپا احرام جمعیت گوهر نبندد یا موجهای آرمیده بسلسلهٔ عرض بینائی پیوند و بحسب وقوع اتفاق موجی که سر از موافقت امثال خود پیچید صدر آسائی دستگاه گوهرش مسلم گردید و قطره که قدر تنهائی نشناخت اجزای جمعیت خود پامال هجوم موجها ساخت غزل مطبوع

چشم حق بین زحمت اندیشهٔ باطل نبرد
محرم لیلی بر آب شوق بر محمل نبرد

سیر معنی از خم و پیچ عبارت فارغست
قاصد ملک تقدس رنج آب و گل نبرد

سعی ما در منزل از غفلت بپایان مرگ ماند
شش جهت طی کرد اما سر بجیب دل نبرد

نامطبوع نشد آنکه شعله وحشتی بدل فسرده جنون کند
بزمین طپم و بفلک دوم چه جنون کنم چه فسون کنم

بفسانهٔ هوس طرب تهی از خودیم پر از طلب
چه دمد ز صنعت صفر نی بجز اینکه ناله فزون کند

بخیال گردش چشم او چه نیست مصرف غبار من | که ز دور اگر نظر کنی مژه کار بوقلمون کند
ز جراحت دل ناتوان بخیال او مده هم نشان | که مباد آن کف نازنین بفسونش ساید و خون کند
بچنین زبونی دست و دل ز صنایع المم خجل | که بسر خسی اگرش دهم بهزار رخنه ستون کند
کف پا عروج جبین شود تن خاک عرش برین شود | رود آنچنان و چنین شود که علاج همت دون کند
نه فسانه ساز حلاوتی نه ترانه مایهٔ عشرتی | بفسون پردهٔ گوش ما چه امید پنبه برون کند
نروم ز قسمت خشک و تر به تردد هوس دگر | که نهال بخت سیه مگر گلی آورد شبخون کند
چمن تحیر بیدلم که سحاب رشحهٔ خامه اش | بتأمل گهر افکند سر قطره که نگون کند

نکته روح انسانی جوهریست بسیط و بحسب لطافت بر جمیع اشیا محیط هرگاه نقش تعلق اعتبار می بندد و بترکیب کیفیات عنصری می پیوندد و بمشاهدهٔ نقصان دستگاه اصلی سعی توجهش مصروف این اندیشه میدارد که هرچه از مراتب اعتبار کونی است باحاطهٔ تصرف آورد ناچار خود را محتاج جمیع اشیا می یابد و بی اختیار بطلب حصول آن می شتابد خواه آن اشیا از امور ذهنی باشد چون معلومات حقایق و معانی و خواه از اسباب خارجی مثل محسوسات دستگاه امکانی و دست داشتن بر چیزی دلیل احتیاجست و محتاج هرچه بدست می آرد منفعت خود میشمارد اما رفع احتیاجش در هیچ حالت ممکن نیست که تا ترکیب جزوی باقیست احرام بساطت کلی نمیتوان بست و تا کثافت جسمانی متصور است بلطافت روحانی نمیتوان پیوست از اینجا معلوم شد که این جوهر مقدس جمعیت از دست دادهٔ خود را در صورت فراهم آوردن اسباب میجوید و یا بسر منزل تنزه پیوستن همان بر جادهٔ اضطراب نفسی می پوید

نظم
چه نقشها که نشد جلوه گر ز پردهٔ شوق | چه رنگها که ندارد طلسم غنچهٔ شوق
همین نفس که غبار تعلق و همی است | هزار پیچ و خم آرزو شد بگردن طوق
سواد جوشش تمنا چه آسمان چه زمین | نوای زیر و بم آرزو چه تحت و چه فوق

مخمس
یاد باد ای دل که جاه بیگرانی داشتم | ملک استغنای بی نام و نشانی داشتم
نور بی ظلمت یقین بی گمانی داشتم | منظر قدر تنزه نردبانی داشتم
نی زمین در عالم ما آسمانی داشتم | آفتابم تا فنها داشت بی ملک زوال

سال دما هم موج میزد بی غبار ماه سال
نی ز دوران زمانم یاد تغییر زوال
نی زگردشهای گردون انقلاب کل حال
مرکز پرگار خود بودم جهانی داشتم
نافهٔ صبح از نسیم من نفس در بار داشت
محمل گل بوی من در پردهٔ اسرار داشت
ذره تا خورشید در وجد حضورم کار داشت
شش جهت گرد خیالم شوخی رفتار داشت
خلق میرفت از خود و من کاروانی داشتم
موج در دریا فروغ شمعها در انجمن
گرد در صحرا جنون رنگ و بوها در چمن
فرصت اندر روزگار و سال و ماه اندر زمن
عالمی در سایهٔ بالم پرافشان بود و من
در خیال آباد عنقا آشیانی داشتم
می سرودم نغمه و یک نغمه نا سازم نبود
می فشاندم بال و بال آگاه پروازم نبود
باده و عالم شور دل کس محرم رازم نبود
گوش من هم قابل تحقیق آوازم نبود
دم مزن تقریر بوی گل بیانی داشتم
امتحان غیب میکردم شهود آمد به پیش
بی نشانی نقش می بستم شهود آمد به پیش
از تامل آنچه در وهم نبود آمد به پیش
آخر از سیر گریبانم سجود آمد به پیش
در جبین شوق با گل آشیانی داشتم
سعی مضرابم نفس شد هرچه آهنگم بلند
گر ازل بردم بم و زیر من و ما تا ابد
شش جهت را هم غبار تهمت او نام زد
اینقدر ما هم نبود اندیشهٔ جان و جسد
خاک بر فرق تعین امتحانی داشتم
آن همای فطرتم کز آشیان اتحاد
تا پر افشاندم سر و برگ غنایم برد باد
نشهٔ اقبال جامی داشت از دستم فتاد
ذوق آگاهی بکامم طعمهٔ ادبار داد
در کمین مغز تحقیق استخوانی داشتم
همت از پستی عروج جوهر ادراک دید
نشهٔ ابروی مستی در زمین تاک دید
آئینه پرداخت جسم اقبال جان پاک دید
خاک تا گردیده نتوان رفعت افلاک دید
عجز تا بی پرده شد دیدم که شانی داشتم
بی سبب یارب باین کلفت نصیب کیستم
شیشهٔ ساعت نیم تا خاک بیزم چیستم
تیره کردم عالم و بر روی خود نگریستم
زهر لود آئینه تا من بی نفس می زیستم
عرصهٔ صیقل میزدم ضبط عنانی داشتم
ذوق جرأت هر قدر در حیرت اظهار داشت
انفعال نارسائی شکوهٔ فطرت بخواست

از سپند بزم حیرت دم زدن ننگ وفاست
داد رس اینجا بغیر شرم آگاهی کجاست

ورنه تا من سرمه گردیدم فغانی داشتم
بیدل آزادم ز دام اعتبارات و کل

بی نیاز از امتیاز فرق و وهم متصل
نسبت اطلاق و تعییدم غنیساز دو دل

از عدم گر شاد گشتم یا ز هستی منفعل
پاس ناموس دلم آتش بجانی داشتم

نکته ساز حقیقت از دست مجاز تراشان بی اصول کمینگاه صد محشر فریاد است و حسن معنی از نگاه لفظ آشنایان بی ادراک غبار آلود مکث عالم بیداد نظم

دیده‌ها را که گشودند بروی تحقیق
خلق اگر جمله غبار است فراهم نکند

انس یکتائی اگر عرض دهد زنگ وفاق
طبعها را اثر وهم دوئی رم نکند

گر ز محراب یقین بوی حضوری داریم
تاب زنار چرا گردن ما خم نکند

یا مبر نام وفا یا همه را حسن انگار
عشق مژگان بفسونهای هوس نم نکند

غزل

من سنگدل چه اثر برم ز حضور ذکر مدام او
چو نگین نشد که فرو روم بخود از خجالت نام او

سخن آب گشت و عبارتی نشکافت رمز تبسمی
تک و تاز حسرت موج من نرسید تا خط جام او

نه سری که سجده بنا کند نه لبی که ترک ثنا کند
بکدام مایه ادا کند برم ستم زده دام او

سر خاک اگر بهوا رسد چو نظر کنی ته پا رسد
نرسیده‌ام بعمارتی که بنالم از لب بام او

به بیان نمانْد طرف سخن بتامل آنسوی وهم و ظن
ز چه عالمم که بمن ز من نرسید غیر پیام او

تک و پوی بیهده یافتم بهزار کوچه شتافتم
دری از نفس نشکافتم که رسم بگرد خرام او

بهوا سری نکشیده‌ام نه بشبنمی نرسیده‌ام
ز پری شکسته تنیده‌ام بخیال حلقهٔ دام او

نه دماغ دیده گشودنی نه سر فسانه شنیدنی
همه را بوجه غنودنی بکنار رحمت عام او

ز حسد نمیرسی ای دنی بعروج فطرت بیدلم
تو معلم ملکوت شو که نه حریف کلام او

نکته عالی بوضع خود خرسند است از احتساب نادانی مخل اوقات کسی مباش جهانی سر گرم آتش سوداست بوعظ دم سردی آب تکلیف مباش اگر نفست اثری دارد صرف ارشاد خود کن تا پیش مردم هرزه درا نباشی اگر ناخنت رساست بگشاد عقدهٔ خویش پرداز تا جراحت دیگران نخراشی بیداست که ناقص طبیعت را از ورق گردانی لیالی و ایام تحصیل

معنی کمال محال است یعنی هلال ابرو در صد سال ماه نتواند گردید و کودن طبیعت را بگردش ساغر ادوار نشئهٔ بزرگی دشوار که طفل اشک در هزار قرن به پیری نخواهد رسید

غزل

تو کار خویش کن اینجا توئی در من نمیگنجد — گریبان عالمی دارد که در دامن نمیگنجد

بگمنامی است ربطی تار و پود بی نیازی را — که در آغوش خاک اینجا سر گردون نمیگنجد

غزل

تگ و تاز بیهده تا کجا نگشاد بال و پر از نفس — سر رشته گره کنم دلی آورم ببر از نفس

بهار کوچه شتافتم چه ترا نها که نیافتم — رگی از اثر نشکافتم که رسد به نیشتر از نفس

غم زندگی بکجا برم ستم هوس بچه بشمرم — چو حباب هرزه نشسته ام بفشار چشم تر از نفس

سر و کار فطرت منفعل بخیال میکنم خجل — که چراغ بارگه از دل نگرفت شیشه گر از نفس

ز جنون فرصت پرفشان نزدم آئینه و فا — چو شرار داغم از آتشی که نگشت صرفه بر از نفس

تگ و تاز عرصهٔ بی نشان بخیال می بردم کسان — بهوا اگر ندهد عنان بکجا رسد سحر از نفس

بغبار عالم وهم وطن نرسیده که کنی وطن — عبث انتظار عدم مده شتاب پیشتر از نفس

بدو دم تعلق آب و گل مشو از حضور عدم خجل — که بساط خانهٔ آئینه نبرد غم سفر از نفس

ز ترانهٔ نی نوحه گر بخروش هرزه بگمان مبر — همه را بعالم بی اثر اثریست در نظر از نفس

کلف تصور زندگی منگن بگردن آگهی — چقدر رسیده شود آئینه که بما دهد خبر از نفس

نگشا چو بیدل بیخبر در هر ترانهٔ بی اثر — بفشار لب بهم آنقدر که هوا رود بدر از نفس

نکته مقصود از سیر گریبان بفکر تحقیق خود افتادن است نه از سر گرانیهای حجیتی در دسر زانو دادن و مدعای تامل بکنه معنی وا رسیدن نه غبار مژگان بر فرق بینش پاشیدن معنی تفکر غور اشیاست و حقیقت اشیا بقدر عرض صور چیده گشا درین تماشاکده بفسون خواب بر طبیعت نباید گماشت و بفریب تفکر دامن شهود از چنگ فرصت نباید گذاشت جلوهٔ بی نقاب را بخیال مشاهده نمودن از تاریکیهای محرومی نگاه هست و از معنی مکشوف معما تراشیدن دلیل دقتهای فکر فطرت کوتاه

غزل

دیده وا ترک هوسهای غنودن هنر است — ورنه اینجا رگ خواب از مژه نزدیکتر است

غیر افسرده دلی غنچه ندارد در بار — وضع گل آئینه پرواز بهار دگر است

غافل از ظاهر آفاق نباید بودن

غزل

آخر ای بیخبر این بزم طلسم صور است
آبله کو که نهم در قدم خویش سری
کاغذ آتش زده‌ام سر خوشش مشت شرری
گلبن نیرنگ گلی سرو قیامت ثمری
ورنه در اقلیم فنا یاس ندارد هنری
مشت غباریکه بچینند نمی از چشم تری
داغی و آهی ز من گر طلبی پا و سری
در همه ساز است دمی در همه رنگست پری
حُسن خدائی نشود آئینه دارش دگری
همه صیقل زده‌ایم آئینهٔ بی جگری
مینه دارد همه جا خانهٔ بیرون دری
خفته نه بال و پری کارگه شیشه گری
نیست درین غمکده ها نالهٔ من بی اثری
دامن عجز است رسا آبله پایان سفری
بی تری مغز بلندی نکند موی سری
آئینه بندم بعدم گر نفس آرم خبری
داغ شوای ناله کنون راه نفس زد شکری
بر رخ فرصت چقدر آئینه بندد شرری

مرد تلاشم بر بهت دیده ندارد گهری
اندکی از یکدو نفس اینهمه پرواز نفس
نیست درین هفت چمن چون قدت ای غنچه دهن
بر هوس نشو و نما مفت خیالست لقا
آه ازین دشت هوس نیست بکام دل کس
بیتو چو شمعم همه تن سوختهٔ یاس وطن
در بر هر زیر و بمی خفته فسون عدمی
قابل آگاهی او نیست خیال من و تو
جوش حباب آئینهٔ شوکت دریا نشود
نیست ز هم فرق نما انجمن خلوت ما
پردهٔ صد رنگ دری تا بچمن راه بری
بیدلِ خونین جگرم بلبل بی بال و پرم
نیست اقامتگه کس وادی جولان هوس
هست امل پروری لازم امثال جهان
شبهٔ هستی چو سحر میکندم خون جگر
لذت این محفل دون بر نی ما خواند فسون
بیدل از آغاز گذر زحمت انجام مبر
نکته طینت آدمی بحکم الناس نیام مخمر

اثبات غفلت است و اطلاق بیداری بر حقیقت غنودن انجامش آثار کذب و تهمت اینجا تا مژگان قدم لغزشی می سپرد آگاهیها بسر منزل بیخبری آسوده است و تا نگاه آغوش تاملی می افشرد هوشها بمهد بیخودی غنوده پس در بساطی که قافیهٔ شعور باین تنگی است وسازشهود باین غیبت آهنگی مفت چشمی که بجهت منصوبهٔ بیداری بردارد تا سرمایهٔ کاشانگیم ندارد رایگان نبازد و فرصت شناسان ذوق حضور را درین انجمن التیام جراحت دید

سخت المی است و پریشان ناکردن موی مژگان صعب ماتمی نظم سبک سار بیت ز آب دیده ترک سرگرانی کن

نگه را اندکی روشن سواد جلوه خوانی کن
کنند تا کی فسون خواب پیش از مرگ در گورت
به بیداری علاج چشم زخم زندگانی کن
درون بیضه جز افسردگی دیگر چه میباشد
چمنها وقف پرواز است سعی پرفشانی کن غزل
سر طرهٔ بهوا فشان ختنی بمشک تر آفرین
مژهٔ بآئینه باز کن گل عالمی دگر آفرین
ز سحاب این چمنم مگو مگذر ز عشوهٔ رنگ و بو
بتو التماسی گریه ام دو سه خنده گل سبز آفرین
سر زلف عربده شانه کن نگهی بفتنه فسانه کن
روشی جنون بهار کن ز غبار من سحر آفرین
ز حضور عشرت بیش و کم نه بهشت خواهم نه ارم
بخیال داغ تو قانعم تو برای من جگر آفرین
بکمال خالق انس و جان نه زمین رسید نه آسمان
بصدف کسی چه دهد نشان ز حقیقت گهر آفرین
حذر از فضولی و هم و ظن تو چه میکنی بجهان من
در احولی بهوس مزن ز دو چشم یک نظر آفرین
منشین چو مطلب دیگران بغبار منت قاصدان
رقم حقیقت رنگ شو ز شکست نامه پر آفرین
چمنیست عالم بی بری ز طرب شکاری عافیت
چو چنار رو ز کف تهی همه هیله بر کمر آفرین
سر و برگ راحت این چمن بخیال ما نکند وطن
چو غبار رم زده گو فلک سر ما بزیر پر آفرین
بکلام بیدل اگر رسی مگذر ز جادهٔ منصفی
که کسی نمیطلبد ز تو صلهٔ دگر مگر آفرین
نکنند اعیان محفل امکانی را تا شمع وار سر

تأمل بپا نمیگردد و تشویش هرزه نگاهی باقیست و تا سر اندیشه بزانوی ساغر نمیرساند گداز کلفت ساقی اگر بوی از بهار معنی میبرد و بند عبارت تا نهمه رنگ نمیریخت و اگر با صلی کار راهی می شگافند شاخ و برگ اینقدر غبار نمی انگیخت ساحل گزینان پیوسته موج و کف بیشمار رند و فرو رفتگان از محیط هم خبر ندارند نامحرمی گریبان بصد دامن دست التجا میبرد و ناآشنایی خویش

بزار هنگامه در خیال می آورد غزل
تو کز خود را نمی بینی نیست عالم غیر دیدارش
خودی آئینه دارد که محرومیست اظهارش
چه لازم مایل پست و بلند دهر گردیدن
تو خود اینجا نه تا بایدت فهمید مقدارش
گمانی برده گو یا بقدر اعتبار خود
که بر هر جنس می پیچی و میگردی خریدارش
نبودی اینقدر ما کدخدائی مجمع امکان
که افتادی بچندین جهد در فکر خرو بارش
دکان صبح چندین جنس خجلت در نظر دارد

نفس بر خود فروش افتاد آتش زن ببازارش
شرارت فرصتی واگاه ذوق هرزه پردازی

باین هستی حیا کن از خیال چرخ دوارش
بحق تسلیم شو تا وارهی ازاین و آن بیدل

بدریا قطره چون گم گشت دریا داند و کارش
نکته باهمه بی تعینی غیر عبارت

تعین ماست یعنی حصول توهم پیدائی و علی اصطلاح بی صفتی یعنی تغافل اوضاع خودنمائی صفت بی ذات معدوم است تاملی باید فرمود و ذات بی صفت موهوم چیزی نمیتوان نمود هرجا موسوم صفات هستیم ذاتیم و اگر همه ذات باسم آمده ایم صفاتیم غزل

گهر محیط تو هستی نه سفر گزین نه اقامتی
قدم و حدوث تخیلی نه شکستگی نه سلامتی

چمنت حقیقت بیخزان وطنت طربگه جاودان
الی بخود نبری گمان که تو عبرتی نه ندامتی

بفلک فروغ تو در نظر بزمین بهار تو جلوه گر
بچمن سحاب و بگل سحر همه جا ظهور کرامتی

چو ز خود بخود نظری کنی روی از خود و دگری کنی
تو مگر چنین هنری کنی که بگو میت چه علامتی

بیان کمال شریعتی بعمل شکوه طریقتی
بخیال حشر حقیقتی تو قیامتی تو قیامتی

نکته معنی کرم در جمیع احوال ببرور طبایع کوشیدنست و در همه اوقات برضای دلها جوشیدن بینوایان را بدرهم و دینار نواختن و بیماران را بعیادت و مداوا خرسند ساختن امداد نابینایان بدستگیری عصای و اعانت لنگشتگان به تحریک درای آبله پایان را تکلیف رفتار نمودن و بیدماغان را بصحبت دعوت فرمودن پیش ناتوانان ترک اظهار توانائی و در چشم مفلسان تغافل اوضاع خودآرائی بر قبور تکبیر و فاتحه خواندن و در زمینهای خشک آب پاشیدن و نهال نشاندن غائبان را بنیکی یادی و حاضران را بمدارا امدادی القصه بقدر طاقت زبان جز بعرض فوائد نیاراستن و بوسع امکان از هیچکس غیر از عذر نخواستن ازین عالم هرچه بردارند از شعبهای جود و سخاست و ازین دست آنچه از دست برآید از شیوهای مروت و وفا رباعی بیدل ار در طبع اهل همت

آثار سخا جلوه بچندین صورت
بر بیخبران بپند و بمحتاجان سیم

برخوردان لطف و با بزرگان خدمت
نکته تمثال ظهور احوال در آئینهٔ خیال

دیدن کیفیت صور در هیولا مشاهده نمودنست و نقاب آتش در طبع سنگ گشودن

چون مدرکه را باین جنس وقایع که اکثر معاملهٔ امتحان است و در عالم بیداری تخیل تعبیر های سود و زیان بحکم تقابل دو نشئه که یکی در نهایت مرتبه ضعیف است و دیگری در درجهٔ کمال قوی نتیجهٔ معتدلی بحصول می پیوندد و بحسب اتفاق کیفیتی نقش می بندد گاه موافق ارادهٔ معبر و گاه مخالف ازینجاست که اختلاف احکام تعبیر در خواب انبیا نیز یافته اند با آنچه ایشان را نظر در عین مثال رموز ظهور صور که ختم تجلیات است کماهی مشهود است و در جلوه گاه کیفیات صور همچنان اسرار مثال قرب لطافت حقیقی است آئینه دار نمود پس صورت مثالی کیفیتی است که به تفتیش چشم گشودن رنگ اثری از آن در عنوان یافت و جز همان بستگی مژگان نقاب تماشایش عنوان شکافت صورت وقوع بعضی از آن احوال از غرایب وقایع فهمیدن است و ظهور آن معانی از نوادر اتفاقات اندیشیدن قطعه شاهد قدرت گه انما و بحکمت

در جهان غیب دیگر در شهادت دیگر است
لطف یک معنی بعرض هر عبارت دیگر است
شاه ما در انجمن دیگر بخلوت دیگر است
رنگ این آئینه تا گردید صورت دیگر است
اینقدر دانم بهر جا شخص وحدت دیگر است

مخمس

می هوس بزمین ریختن خمار ندارد
وداع کلفت امکان بطبع بار ندارد
چه لازم است بجمعیت حواس تنیدن
بمقصدیکه تو داری گذشتن است رسیدن
محیط نیز بضبط خود اعتبار ندارد
نفس بصبح رساندی ز اوج چرخ دمیدی
بهشت دیدی و گلزار دیدی آئینه دیدی
خمار و عمدهٔ زاهد فگین بناز و نعیمش
امید کو که شوی چاره ساز رحمت و بیمش

از ورق گردانی تجدید نیرنگی مپرس
بی نیازیهاست اینجا انحصار جلوه نیست
جلوه ها دارد مقام اعتبارات وجود
محرم نیرنگ شوخیهای کثرت نیستم
شکست شیشهٔ نیرنگ خار خار ندارد
اگر دماغ تو سودای گیر و دار ندارد
گذشتن از سر این خاکدان غبار ندارد
غبار گشتن و دامن ز سعی هرزه نچیدن
گهر چه صرفه برد از عنان موج کشیدن
قدم ز ریشه گشودی بطبع خاک دویدی
بجائی که رسیدن رهی نداشت رسیدی
ولی چه سود که دل با خودت دوچار ندارد
وعید ساغر عشاق زن بصرف جحیمش
بطاق منظر نسیان گذار خلد و جحیمش

اسیر عشق خیالات نور و نار ندارد
غبار گردی و طوفان بغرق حوصله بیزی
نفس مگر عرق آرد که رنگ آئینه ریزی
بر فع خفت مجهولی و خجالت کارت
درین حیاکده مفت است غفلت آئینه دارت
شهادت تو جز انگشت زینهار ندارد
تو بر کدام یقین کلاه ناز شکستی
اگر عرق نکند انفعال دعوی هستی
دل شکسته نفس در کدام سعی گدازد
حباب نقش چه بندد غبار نفس چه تازد
کسی درین هوس آباد هیچ کار ندارد
نفس صلای جنون میزند دمی بخروشی
حقیقت از تو که پوشیده است تا تو بپوشی
کراست چشم که من نقش کن فکان بنمایم
حریم کعبهٔ تحقیق کیست تا بر آیم
حقیقتی که نهان نیست آشکار ندارد
شرار و برق تسلسل فروش گردش جامست
به نیم چشم زدن دور وصل و هجر تمامست
چه سحر مشربی ای بیدل از بدیع نگاری
هزار رنگ در دو پرده تا گلی بدر آری
ز طبع لست خروشی که کوهسار ندارد

بعافیت طلبی تا کجا ز امن گریزی
گهی بناز تنی گاه بر نیاز ستیزی
وگرنه تا شدهٔ شبنم هوا قرار ندارد
فضای عالم بیدانشی گرفت شمارت
اگر بمحکمهٔ آگهی کشند دو چارت
ندارد انجمن معرفت غرور پرستی
خمار شش جهت فتنه شور دارد و مستی
بهار عالم تحقیق آبیار ندارد
که سر بکارگه از اعتبار صنع فرازد
خیال باقی اوهام اگر جنون بطرازد
خوش آنکه کسوت راز سحر بخواب فروشی
محیط فطرتی ای بی کنار از چه بجوشی
برهنگی بجهان برهنه عار ندارد
کجاست آئینه تا زنگ این و آن بزدایم
جهان همه عدم است از عدم چه پرده گشایم
درین بساط که فرصت جنون کمین خرامست
نه غم ضمان بقائی طرب کفیل دوامست
تو هم دماغی اگر داری انتظار ندارد
قیامت انجمنی یا بباد رفته غباری
ز ساز قلقل کم شیشهٔ دلی که نداری
نکته در عنصر آباد کیفیت ظهور بعضی

سنگ مختلفند بحکم طبیعت افسردگی رواج و بعضی آئینه بمقتضای طینت لطافت امتزاج
آئینه گل کردن طبایع نتیجهٔ رفع حجاب است یعنی کسب وداع اوهام کدورت و سنگ نقش

بستن حصول آرایش نقاب یعنی داغگاه صورت در طبع آئینه فطرتان آب غبار خاک شکسته است و در مزاج خارانسبتان خاک بر روی آب نشسته لاجرم آنجا هرچند خانهٔ نقش بجنبش آمده باشد اثرش بر صفحهٔ شهود منقوش است و اینجا اگر همه خنجر و سنان است لوح صفا مغشوش **غزل مطبوع**

هر طرف اندیشه می تازد دو چار آئینه است
غفلت و تحقیق ما را اعتبار آئینه است

وربهم آورده مژگان غبار آئینه است
گر نگه بالد مقابل جز بهار جلوه نیست

در نگارستان امید انتظار آئینه است
در جهان یأس مطلب بیدماغی روبرو است

جلوه در کار است اینجا صد هزار آئینه است
خوب و زشت اعتبار خلق را تکرار نیست

غزل

رخ شرمگین تو هیچکه بخیال ما نکند عرق
که دل از طپش نگداز دو نگه از حیا نکند عرق

به نیاز تحفه یکدلی سبقی نبرده ام از وفا
که ز گرم جوشی خون من بگفت حنا نکند عرق

بلبم ز حاجت ناروا اگر نیست نمزدهٔ حیا
سر رشتهٔ گله وا کنم اگر آشنا نکند عرق

بغبار رنگ و هوای گل نگه ستم زده اشک شد
کسی اینقدر کجا بی هوس بدود چرا نکند عرق

تب و تاب هستی منفعل سر شمع بسته بدوش من
نگشاید از دم تیغ هم گرهی که وا نکند عرق

الم تردد سرنگون زتری چسان بروم برون
چو قدم نمی سپرم رهی که نشان پا نکند عرق

چو سحاب معبد آرزو دهدم نوید چه آبرو
اگر از بلندی دست من اثر دعا نکند عرق

چه قدر ز کوشش ناتوان دهد انتظار خجالتم
که بخاک هم نرسم چو اشک اگرم وفا نکند عرق

بنفس رسیده از عدم چو سحر بجبههٔ شبنمی
خجل است زندگی از کسی که درین هوا نکند عرق

ز نیاز بیدل و ناز او نه مد تفاوت ما و تو
اگر از طبیعت منفعل ز خودم جدا نکند عرق

نکته در چار سوی کیفیات ظهور که هر فردی از افراد انسانی با حقیقت بلند سودائیست پنهانی و معامله ایست وجدانی با همه زیانکاری نقد انفاس را در جیب هر معامله نفعی است متمکن و در طبع هر سودا سودی است متضمن اینجا ناله بتعمیر رواج نرسید تا قیمت دل نقصان شکست نبرد و نگاهی دکان تحیر نچید تا قماش جمعیت مژگان برهم نخورد و بگردش رسیدن هر ساغری مقدمهٔ ظهور کیفیتی است و بانقلاب جوشیدن هر وضعی تمهید وقوع خاصیتی **غزل**

هر دل از ناله بهار اثری میخواهد / ریشه پیرائی هر تخم بری میخواهد
قطره هر گاه کشد سر بهوای نیسان / شوق جمعیت و ضبع گهری میخواهد
هر کجا نکهت گل پیرهن رنگ درد / نیست پوشیده که از خود سفری میخواهد
هر کجا چشم پرد مژدهٔ دیداری هست / هر کجا دل طپش آرد خبری میخواهد
اضطراب پر و بال آئینهٔ پرواز است / باز گردیدن مژگان نظری میخواهد
برق هر جلوه تقاضائی ناز دگر است / عرض خورشید غبار سحری میخواهد

نکته تأثیر در طبایع ارباب کرم چو موج در آب پیچیده است و از طینت اهل خست خون ملایمت از سنگ رمیده کریم از فرط نزاکت زبان سائل را نشتر میداند تغافل نشتر تاب زخم آوردن است و مزاج لئیم از جوش خشونت پروای مساس ندارد بوجه مانع رنگ اثری بردن **رباعی**

پیرایهٔ هر بلند و پستی کرم است / سرمایهٔ هر خمار و مستی کرم است
این است دلیل آنکه هستی کرم است / گویند که مرگ انقلاب هستی است

نکته گفتگوی ارواح و مثال بیرون اعتبارات جسمانی مهمل است و گیرودار عالم اجسام بی مادهٔ مثال و ارواح معطل جسم را قبل از آثار پیدائی در حقیقت روح مختفی فهمیدن دست چون کیفیت کوزه در گل و روح را بعد از نشئهٔ ظهور در اجزای جسم منزوی دیدن چون صورت خیال در دل تا حضور صور بجلوه نیاید معنی هیولائی موهوم و تا هیولا نقاب سر نگشاید عبارت صور نامفهوم هیولا را در جهان صور باطن اشکال بود نست و صورت را در مرتبهٔ هیولا معمای همان کیفیت گشودن اگر هیولا به بی صورتی متصف است صور از کجا میجوشد و اگر صورت از لباس قدرت عاریست هیولا را که بپوشد **قطعه** هر چند خاکسار هیولائی از گل است

گل نیز تا دمید هیولای خاک شد / رمز صفای آئینه‌ها واشگافتم
اسم کدورتست که از سنگ پاک شد / چون باز عرض نوبت زنگار در رسید
آئینه را بسنگ همان اشتراک شد / خورشید اگرچه شب بسمک بال میزند
روزانه دیده که بر اوج سماک شد / یکرشته بود تار سر اعتبار دهر

خلقی به پیچ و تاب تو هم هلاک شد — نکته تا نسخهٔ اندیشه از هستی ما و من رقم

توهّمی دارد با هرزه سوادان مکتب اعتبار رهم سبق بودن ناچار هیت و تا
خامهٔ هستی از نقش سطر خیالی میگارد بهم مشقی اطفال این دبستان فرسودن بی اختیاری
در آب افتاده و را بوی دست از خشکی شستن تری فطرتست و در آتش نشسته را
دعوی دامن از دود کشیدن داغ خجلت است رباعی هستی جز جانکنی و خون خوردن نیست

از عالم مرگ عیش جان بردن نیست — در خلق برون خلق بودن غلط است
صحبت تا زندگیست یا مردن نیست — نکته عالم ایجاد سیرگاه جلوهٔ اضداد است

و تماشاخانهٔ بوقلمونهای مرتبهٔ استعداد است تا بعبارات پریشان نکوشی وصول جمعیت
معنی جمعیت معنی موهوم است و تا بتامل غیر نخوشی فائده ما حصل گریبان خود نامفهوم عمرها
عمرها باید باختن تا براحت پای در دامن کشیدن توان رسید و با عالمی صحبت باید داشتن
تا مضر تنها توان فهمید بی تجربهٔ سود و زیان دو کیفیت اختیاری یکی بر دیگری عرض
مراتب جهل است و بی امتحان نفع و ضرر دوائر بالتزام واحدی اقبال نمودن دلیل فطرت
سهل هر کرا بر صحبتهای مخالف متنبه ننمودند الواب جمعیت تنهائی بر رویش نگشودند و
هر کرا در راه خواری نه نشاندند از زحمتهای تردد شش نرهانند اگرچه صحبت هزار رنگ فوائد
آبستن است اما خلاصهٔ مجموعه قدر از زواد انستن قطعه هیچکس بی شور وحدت طالب کثرت نشد

رنگ شمشیر سلامت در غبار آفت است — تا نبینی رنج نتوان محرم راحت شدن
طینت بیمار یکسر قدردان صحت است — قطره از تشویش موج آخر نهان شد در صدف
گوشه گیریهای خلق از انفعال صحبت است — چون نگه یک عمر باید عرض خوب و زشت کرد
تا شود روشن که جمعیت بوضع حیرت است — عالمی چشم از تماشای جهان پوشید و رفت
زین ادا معلوم میگردد که هستی عبرت است — نکته از بزرگی پرسیدند که بحکم ان

مع العسر یسرا گشاد هر عقدهٔ بناخن تدبیر باز بسته است و حل هر مشکلی در کمین چارهٔ
نشسته صعوبت جان دادن از چه تدبیر بسهولت پیوندد و دشواری مرگ بکدام چاره
صورت آسانی بندد فرمود بکسب ایثار باید دانست که زندگی قوت اندیشه نیست

مصروف تعلق اسباب چون تحشش موج موجد دایرهٔ گرداب هرگاه اندیشه از توجه علایق برید بی تعینی عالم اطلاق گردید و چون موج از دام پیچ و تاب گسیخت نقد توهم بجیب همواری محیط ریخت رباعی

در عالم کون رنگ فطرت دگر است
علقی مغرور ناز و همت دگر است
زین جنس تو هم که مجازش خوانند
گر دست فشانند حقیقت دگر است

نکته کیفیت سخا را بنزاکتی سرشته اند که تا کریم سایل را ممنون تصور نماید جوهر مروت گداخته و تا باذل خود را مصدر احسان نگمان برد معنی حیا رنگ باخته ازاینجاست که ابر بر گل و خار یکسان میبارد و تا از نخلهای بارور خجلت امداد نه بردارد و آفتاب بر سنگ و گل یکدست میتابد تا بر لعل و یاقوت منت تربیت نگذارد رباعی

شخص کرم از بسکه حیا کیش تر است
زاندیشهٔ آب رخ درویش تر است
رسوائی احتیاج کس نتوان دید
آنرا که حیا بیش سخا بیشتر است

غزل
همه راست ز انجمن آرزو که بکام دل اثری رسد
من و پرفشانی حسرتی که زنامه گل بسری رسد
چقدر ز منت قاصدان بگداز دم دل ناتوان
بپری تو نامه بر خود ام اگرم چو رنگ پری رسد
نکنی نکرده ز خود سفر زکمال خود چه بری اثر
نرویم در پی آنقدر که بما ز ما خبری رسد
ثمر طبیعت عاشقان بفسردگی ندهد نشان
تب موج ما نبری گمان که بسکته گهری رسد
بکدام آینه جوهری که کشم التفات از آن پری
مگر انفعال گداز من بقبول شیشه گری رسد
بتلاش معنی نازکم که درین قلمرو امتحان
نرسم اگر من ناتوان سخنم بمو کمری رسد
ز معاملات جهان کد بدآ گزین همه داد و دد
عفعف سگی بسگی خورد لگد خری بخری رسد
بچنین جنون کدهٔ ستم ز تظلم تو کراست غم
بهزار خون طپد از الم که رگی به نیشتری رسد
بهزار کوچه دویده ام بتسلئی نرسیده ام
ز قد خمیده شنیده ام که چو حلقه شد بدری رسد
همه جاست شوق طرب کمین ز وداع غنچه گل آفرین
تو اگر ز خود روی اینچنین بتو از تو خوش خبری رسد
زکمال نظم فسون اثر بلد اخت بیدل بیخبر
چه قیامت است بر آن هنر که بهیچ بی هنری رسد

نکته شیرازهٔ اجزای حواس لب از حرف فرو بستن است و آشوب نسخهٔ جمعیت دامن تقریر شکستن غنچه‌ها در فصل خموشی

بهار خیال اند و هنگام لب گشودن پرفشانی مثال موج تا خروشی دارد از بحر جدا است چون زبان بکام دزدند عین دریا توجه سخن با غیر است و معامله خموشی با خویش از اینجاست که خاموشان وحدت آیینه اند و زبان آوران کثرت اندیش پریشانی بعلت توجه ظهور است وجمعیت خموشی با لتفات باطن بی قصور

نظم مطبوع

در تکلم از ندامت هیچکس آسوده نیست

جنبش لب یکقلم جزو است بر هم سوده نیست
بی تکلف بی سخن غیر از لب نگشوده نیست
صافی آیینهٔ مطلب غبار اندوده نیست
هیچ مضمونی درین صورت نفس پرورده نیست
تا شود روشن که سعی خاموشی بیهوده نیست
تا جرس فریاد دارد کاروان آسوده نیست
هوس سری ته پا کشم رگ گردنی رسر افکنم
اثری نچیده ام آنقدر که بر و بم و بدر افکنم
فلک اطلسی مگر آورد که خجلی به پشت خر افکنم
دو جهان بآتش دل گدازم و طرح یک جگر افکنم
چو شرر سبک پا کشدم چنین که بر آن مکان گذر افکنم
که بکوه اگر گذر آورم بصدایش از کمر افکنم
مژه ئی زگرد شکست دل بهم آرم و سپر افکنم
سر خویشم از مژه پا خورد چو به پیش پا نظر افکنم
نگر انفعال سبکسری عرقی کند که پر افکنم
که چو شمع در بر انجمن شرر است اگر گهر افکنم

راحت آبادی که مردم جنبش نامیده اند
گر زبان از شوخی اظهار او دزد نفس
پاس ناموس سخن در بی زبانی روشن است
قطره ها از ضبط موج آیینه دار گوهرند
گفتگو یکسر دلیل هرزه تازیهای ماست
غزل بکمین دعوی هستیم که چو شمعش از نظر افکنم
زغبار عالم مختصر چه هوای سیم و چه فکر زر
بسواد وادی حرص و کد چه امید محمل من کشد
اگرم دهد طلب وفا بهنای داغ غمت رضا
نتوان شدن بوفا قرین مگر از سجود ادب کمین
المی که بر جگر آورم بکجا ز سینه بر آورم
چقدر بعرصهٔ آب و گل کنندم مصاف هوس خلل
برهی که محمل نیک و بد هوس سجود تو میکشد
چو سحاب می پرم از تری بهوای منصب میخوری
بچنین بضاعت شعله زن من بیدل و غم سوختن

نکته معنی نمایان نسخهٔ اسرار ازمعمّای تأمل طبع رسا شکافته اند و از تعبیر تفکر معنی خاص دریافته اند که حصول مابین دو عدم لفظ مع است و مراد ازین معیت اعتبار رب و مربوب یعنی فهم مرتبهٔ دوئی و ادراک حقیقت منی و توعی است بحکم تمیز این مرتبهٔ غیب مطلق را باشارهٔ احدیث منسوب کرده اند و بواسطهٔ ظهور این نتیجه از شعاع وجود

اضافی عبارت واحدیت برآورده رباعی
آن سوی شمار لاتعین احدم
جوشید مع ازمیان بعرض عدم
آئینهٔ ادراک ز زنگار برآمد
بیرنگ پس پرده بیکبار برآمد
دل درس بهار و گل این باغ بهم خواند
حادث بخیال آمد و افسون قدم خواند
این رفت و گران شد
بر یکجهتی چارسوئی کرده مقرر
تمثال متاع سر بازار برآمد
یاران خبر جلوه بی پرده شنیدند
بیرون نقاب آنچه شنیدند ندیدند
در سایه نهان شد
صد صور بهر نغمه نمایان شد و تن زد
هر گاه ز لب نیم قدم وار برآمد
هر ریشه بصد گل بدر آمد چمن اقبال
چشمی که ز آئینه بر داشت ز تمثال
این جمله جهان شد
در عین سوی فقر بغیاد ضرورت
شیطان بهمین و هم گرفتار برآمد
اندیشهٔ ادبار تنزل مکن اکنون
آنرا که خرد میشمرد اطلس گردون
پالان خران شد

حق میگوید من ازازل فی ابدم
یکتانی من کرد خیال دو عدم
غزل دی فطرتم آشفت و جنون کار برآمد
صبح ازل از جیب شب تار برآمد
آفاق عیان شد
تنزیه تمکین زد و تشبیه برم خواند
این آئینهٔ قلزم ذخار برآمد
سودای خیال من و او گشت مصور
گردید هوس مشتری ظاهر و مظهر
آئینه دکان شد
پروانه صفت در طلب شمع دویدند
خورشید دمی از پس دیوار برآمد
آن ساز تحیر که بشور تو و من زد
در پردهٔ تحقیق نفس بال سخن زد
بی نام و نشان شد
بر بیضه بصد رنگ برآورد پر و بال
در یک مژه شوخی بچه آثار برآمد
با این همه گل کردن آثار کدورت
جز معنی مطلق مکن اندیشهٔ صورت
مردود جهان شد
غیرت بتکالیف حیا میدمد افسون
تا پرده در خلق تبه کار برآمد
نی عقل مکدر شد و نی جهل گنه کرد

بیدادی ما خصلت این کار تبه کرد
تا نور دمید آئینه نار بر آمد
هر چند ادب سر ره عشق و غرور است
هم نسبتی نشئهٔ اسباب ضرور است
ناچار فغان شد

گردند درین دیر هوس تجربه بسیار
جائی که پری مایل اظهار بر آمد
شوقی طپش انگیخت خرد عرض جنون داد
دریا گهر آورد و کف موج برون داد
سودی که زیان شد

چون بوی گل آئینهٔ تحقیق نهان داشت
امروز که خار سر دیوار بر آمد
رنگست چه بوئیم بهار است چه گوئیم
آن معنی باریک که دل بستهٔ اوئیم
با موی میان شد

آئینه بکف میرسد از خلوت اسرار
هر چند توان صورت دلدار بر آمد
تحقیق کمالان که رسیدند بتفهیم
صید دو جهان کرد خم گردن تسلیم
تیری که کمان شد

بیدل شدن و پا بتعین نفشردن
هر قطره کزین بحر گهروار بر آمد
اینجا همه کس صفحهٔ ناموس سیه کرد
آن نارد خان شد

یعنی ز فریب دم گستاخ نفور است
آهی که اثر قابل منقار بر آمد
مانع نظران رقم صنع بتکرار
بی نقطه نشد معنی نیرنگ نمودار
از شیشه گران شد

صبحی چمن آراست گل آئینه بخون داد
کز فخر عیان گشت دگر عار بر آمد
آن سبزه درین باغ نه نام و نه نشان داشت
دی در قلم نرگس بیمار شته زبان داشت
مژگان بتان شد

مطلوب کسی دور نرفته است چه جوئیم
تا در صفت رشتهٔ زنار بر آمد
خلقی به تحیر کدهٔ محفل آثار
سحر دگر این است که در حسرت دیدار
محرم نتوان شد

جز سر بگریبان نرسانند به تقدیم
آفاق شکار از خط پرگار بر آمد
مفت است دو روزی هوس غوطه نخوردن
اینجا گل جمعیت خلق است فسردن
دل گشت و گران شد

نکته روح انسانی شاهدی است لاریبی که جمالش از بی نقابی های جوهر عقل پیداست

و آفتاب کمالش همان از دمیدن صبح ادراک لامع و هویدا عقل سرچشمه ایست از تراوش ایجاد و معنی حیا و حیا آئینهٔ ایست از حقیقت ایمان چهره گشا اگر عقل در عرصهٔ فهم ربوبیت غلط باخت هیچکس سر تسلیم عبودیت نمی انداخت

رباعی

هر کس ز حقیقتی نباشد خبرش — بیهوده بعبرت نرساند نظرش
از هستی ذات باز معدومی خویش — چیزی نفهمید دل که خون شد جگرش

غزل

چو سرشکت بسر و پا نیم قدمی برد بهوای تو — که هزار آبله در عرق بگداختم ز حیای تو
بخرام فتنه مده عنان که مباد چون دل عاشقان — به ترنگ شیشه زند جهان ز شکست رنگ حنای تو
خجلست همت پر گشا که بفرصتی برد التجا — دل چاک میکشد از نفس سحر انتظار دعای تو
چمن وفا کدهٔ کرم نکشد خجالت این ستم — که چو صبح کاسه بکف نهد دل شکسته گدای تو
شباب گر همه خم رسد من و ما بربط عدم رسد — نبری گمان که بهم رسد لب من ز حرف ثنای تو
ز سخن خروش تو جلوه گر ز خموشی آه تو پرده در — بکدام زمزمه سر کند متحیر من و مای تو
ز فسانهٔ منی و توئی چه فروشم آئینه دوئی — بتأملی نشدم گره که نبود بند قبای تو
اگر از توام چه طلب کنم و گر این منم چه طرب کنم — همه انفعال فضولیم چه فنای من چه بقای تو
چه جنون چه ننگ و چه ناز من چه خطا نشیب و فراز من — چه جحیم غفلت ساز من چه بهشت یاد لقای تو
بچه رنگ صورت خون من ندرد نقاب جنون من — که بآب آئینه شسته است اثر حیا کف پای تو
نه بدل ز عجز رسا رسم بکجا رسم که بجا رسم — نه برم ز آئینه وا رسم من غافل از همه جای تو
چو سحر بعالم جلوه ات خجلم ز تهمت زندگی — نفسی که داشتم آب شد ز حجاب آئینه های تو
من بیدل و صف انس و جان دل چاک تا سر آسمان — بفدای تو بفدای تو بفدای تو بفدای تو

نکته کمال آلهی که جامع حقیقت جمال و جلال است در مجارستان عالم کون هر جا به نشئهٔ ظهور رسیده بمقتضای غلبه یکی ازین دو صفت که ظاهر و باطن یکدیگر اند باسمی خاص ممتاز گردیده یعنی در مرتبهٔ که فروغ هدایتی با انجمن آرائی نسق اعیان پرتو افشانیست جوهر شناس آثار فطرت باعتبار نبوت که جمال معنوی است موسومش ساخته و در مقامی که لمعهٔ ضلالی با وجود استعداد و هدایت مایل تعینی افتاده است معمای امتیازش باسم ولایت

که جلال حقیقی است واگشاده در آئینهٔ انوار نبوت صورت جذبه یعنی قدرت جلال مضمر است
بی توهم موهومی و در نسخهٔ آثار ولایت معنی دعوت یعنی عرض جمال مستتر بی شایبه معدومی
شخص استعداد نبوت تا با مور دعوت خلق نسبت نشهٔ ولایت دارد و شاهد قسط دار
ولایت هرگاه خلعت تفویض هدایت میپوشد سر از جیب نبوت برمی آرد پس ولایت را
در حالت اخفا جمال لفظ و معنی نبوت تصور کردن است و نبوت را در معرض استغنا جلال
همچنان عرض جوهر ولایت بخیال آوردن تصرف این دو کیفیت برنگ صورت و معنی لایزال
در مزاج اعیان ساریست و قدرت این دو موج چون حقیقت روز و شب بی تعیین و توقف
در محیط امکان جاری این دفتر بغور هر نقطه که پردازند سواد عظمی است دقیق و ازین ساغر نکهته
هر قطره که وارسند محیط حیرتی است عمیق و در بستان تحقیق بی تأمل مطلع و مقطع جبل آگاهی
سواد خط پرگار روشن است و در درسگاه یقین بی ملاحظه پشت و روی رنگ صفا مضمون صفحه

قطعه

عینک مبر بین

چون شکفتن موج زد گل زیر مشق رنگ شد
ما کهان چون پیرهن بیرون درید آهنگ شد
چون برون جوشید صافی پرده دار رنگ شد
تا مژه واکرد کثر تخانه نیرنگ شد
بال و پر هم بر هجوم بیضه خواهد تنگ شد
بهوش حیرانم چرا در فهم معنی دنگ شد
کوشش ما پای در دامن کشید و لنگ شد
جنونی انشا کند تحیر که عالمی را ز من برآرد
چه ممکن است اینکه سعی وحشت بغربتم از وطن برآرد
هوای رنگ گلت ز خاکم اگر برآرد چمن برآرد
که رنگ عاشق چو پیکر صبح پر بقدر شکن برآرد
سزد که چون اشک دلو ما هم ز چاه غم بی رسن برآرد

در بهار غنچگیها رنگ مضمون گل است
آن صدا کز خامشی محو نقاب تار بود
شوخی زنگار گرچه پردهٔ روئی صفاست
دیدهٔ پوشیده با خود داشت سیر وحدتی
بر پر افشانی نه تنها بیضه تنگی میکشد
ظاهر اینجا باطن است و باطن اینجا ظاهر است
هیچ سنگی در رهٔ جولان این معنی نبود
غزال گر انجمن خروش جهان یکتا سری باین انجمن برآرد
خیال هر چند پر فشاند ز عالم دل برون نیاید
نه رست تخمی درین گلستان که نو بهاری بخود نسازد
ندارد از طبع ما فسردن بغیر پرواز پیش بردن
ز پهلوی جذبهٔ محبت قوی است امید ناتوانان
دلی ستم دیدهٔ غم ما شد ندارد از سوختن رهائی

نغزش اشک کاش خود را چو شمع زانجمن برآرد
دلیل صبح قیامت است این که مرده سر از کفن برآرد
مباد چون بخیه خودنمائی سرت ز دلق کهن برآرد
چه غیرتست اینکه غیر خود را ز جرگه مردوران برآرد
تفنگ قالب تهی نماند دمی که دود از دهن برآرد
سحر محالست گر نفس را بدستگاه سخن برآرد
کجاست عریانی که ما را ز خجلت پیرهن برآرد
قلم بآئینه پاک سازد دمی که تصویر من برآرد
چو شمع رحمست بر اسیریکه مرگش از سوختن برآرد

زخاکساری فانبالد غبار هنگامهٔ تعلق
باین سر و برگ نغمتم گیر ترک اندیشهٔ فضولی
تجرد اضطرار رنگی ندارد و از اعتبار همت
قدم بآهنگ کین فشردن ز عافیت نیست مرد که
دماغ اهل صفا نه چیند بساط انداز خودفروشی
غبار اسباب چند پوشد صفای آئینهٔ تجرد
بآن صفاپنجه است رنگم که بانی کارگاه قدرت
نفس بصد یاس میگدازم دگر ز حالم مپرس بیدل

نکته ورد سخن نزول ملائک است

از عرش حقیقت دل بظهور آباد عالم تصرف و تدبیر و کارفرمای اعیان ممکنات بحکم کمال قدرت و تاثیر هرجا از عشق دم زد آتش در بنای تصور انداخت و هرکجا از حسن ادا نمود آئینه خانهٔ تحیر پرداخت بافسون صیادی فطرتش عنقای غیب آشنایان معنی رشته برپای تحریک نفس و با پای حرص آهنگی قدرتش قافلهٔ اسرار تقدس جادهٔ پیمای مطالب عشق و هوس نسیم گلشن لطفش تا بشورش پری افشاند دم اژدهاییست مردم خوار و زلال چشمه التفاتش تا پهلوی موج گرداند طوفان آتشی بی زنهار مساس عبارات طعن از اثر درستیش جش کارگاه دلگیری و تغتیش معنی خلق بظهور ملائمتش سر بر کسوت آفاق تسخیری بایثار گوهر آبدارش گوشها کنج خانهٔ ودیعت اسرار و باحساس پرتو وعده‌اش دیده‌ها آمادهٔ مطلع دیدار اگر انجمن است بی حضورش از آئینه داران عالم تصویر و اگر خلوت بی خیالش از خوابهای اوهام تعبیر هرچه منقوش اشارت اوست از صفحهٔ هستی بیرون و آنچه موسوم عبارت اوست بقلم عدم مضمون همانیکه مملکت گیر و دار امکان از سایه پروردگان وسعت بال اوست و عندلیبی که رنگ و بوی بهار اعیان از گلفروشان کیفیت مقال او قوت پرواز مقاصد پس ارادهٔ حقیقی بی نشان و شوخی بال مطالبش تحریک زبان حضرت انسان

نظم

چیست انسان حرف و صوت فارغ از نطق و بیان
جلوه نیرنگی و در پردهٔ حیرت عیان

یک نفس پرواز آهنگش ز هستی تا عدم
شوخی مضمون او حرف عبارتهای خاص
زین صدا انشا ل بال افشان دو عالم زیر و بم
نسخهٔ اسرار تحقیقش اگر برهم زنی
آب شد اندیشه زین افسون نیرنگی مپرس
از طلسم خاک طوفان سخن سحر است و بس
مخمس بی یقینی داشت عمری در گمان بیدلم
بعد ازین تا زنده ام از بندگان بیدلم
عرش اگر باشم زمین آسمان بیدلم
عشق بی پرواست هر نقشی که اندیشید بست
چون نگین گرداند پهلو نام بر جایش نشست
موج با آن وضع آزادی اسیر گوهر است
ساز بیرنگ قاتق اینقدر افسونگر است
گر چه بی پروای خویشم پاسبان بیدلم
بی تامل نیست ممکن فکر معنیهای من
گوهر آرائیست وقف موجهٔ دریای من
آرزوی مشتری از یاس خون گشت و فسرد
زندگی زین خوان عبرت بی فنا سیری نبرد
بر بساط دهر مفلس میهمان بیدلم
با چنین هنگامه شبگیر طلب کوتاه نیست
شام از گرد صبح و روز جز بیگاه نیست
گرد کان صبح وا کردم طپش شد بی نقاب
قید دل بسته است بر دوشم دو عالم اضطراب

یکقدم جولان عرضش بی نشان تا با نشان
عیب در دل روح در فکر و مثال اندر زبان
زین نفس طینت عیان صد رنگ پیدا و نهان
چون سخن جز معنی محضش نیابی در میان
سوخت بیتابی ازین افسانهٔ حیرت خوان
نیست جز اعجاز بر جا سرمه پرواز و فغان
عشق کرد امروز آگاه از نشان بیدلم
سجده فرسای حضور آستان بیدلم
در خرابات خود آرائی چه مخمور و چه مست
گردش جام و گر شد رنگ مینا در شکست
گرد خالی کردن از خود آشیان بیدلم
با چنان شوق پر افشان صبح شبنم پرور است
عالم آئینه داران محبت دیگر است
سیر سری نتوان گذشت از نظم حیرت زای من
دقتی میخواند افسون بر لب گویای من
سکته بسیار است در حرف زبان بیدلم
تشنه کامیها گلوی حیرت از خشکی فشرد
آخر از طبع فضول افسوس باید خورد و مرد
خلق بیخود میرود راهی که آنجا راه نیست
هیچکس از مقصد جولان شوق آگاه نیست
رنگها گردانده ام من همعنان بیدلم
ور قماشش بوی گل گشتم هوایم برد آب
چون نفس گه نیم از سود و سودای حساب

این قدر دانم که جنس کاروان بیدلم
سر بسر ساز نفس زن تا دهد تقریر من
بی صدائی میکند چون بوی گل زنجیر من
لب بمی وا میکنم جام طرب خمیازه است
دستگاه اعتبار ناله بی اندازه است
زین دو صفر و دو دل افزا جهان بیدلم
بر که شمارم تظلم تا شود آگاه عشق
چند گویم اعشق و آه عشق و آه عشق
لفظ حیرت نقشم از مضمون غمازم مپرس
پرتو رمزی می سرایم بشنو بازم مپرس
بیدلی در پرده دارم ترجمان بیدلم

موی چینی خامه کن گر میکشی تصویر من
سخت ناپیدا ست شور شوق عالمگیر من
عالمی دارم جنون ناتوان بیدلم
میگشایم چشم دل را عیش بی اندازه است
هر کجا باشم دماغ ناامیدی تازه است
داد رس عشق و ستمگر عشق تسکین خواه عشق
از تحیر شش جهت بسته است بر من راه عشق
ماجرای هیچکس مشنو فغان بیدلم
همچو تار ساز از تحقیق آوازم مپرس
بال معذورم ز شوخیهای پروازم مپرس

حکایت از بزرگی پرسیدند که خواب افضل است یا بیداری فرمود افضلیت بمعنی فوقیت است و فوقیت دلیل غالبیت است هرگاه کیفیت نسخهٔ وجود که منقوش رموز این دو حقیقت است بمطالعهٔ امتحان درآید قابل چون بخیال درس تحقیق درآید عبارات تا توانیهای مغلوب بی تأمل روشن است و معنی فوقیت غالبی بی گفتگو برهمن غزل

گرد تخیل سرابیم هستیم
یعنی طلسم نقش سرابیم هستیم
اندیشه که در چه حسابیم هستیم
مضمون حیرتی چه کتابیم هستیم

بیداری میان دو خوابیم هستیم
از لطمهٔ دو موج حبابی دمیده است
مغلوب آفتاب چو شد سایه نیست
روشن نشد ز نسخهٔ دل جز سواد وهم
سرمایه وقف غارت و امید محو یاس

یا رب چه جنس خانه خرابیم هستیم غزل نامطبوع دل آرمیده بخون نکش ز فسون نکهت بوی گل

ستم است غنچهٔ این چمن مژه واکند بصدای گل
مگر از حیا عرقی کند که رسد بخنده صدای گل
چو گلیم از بر دوش من نکشید سایه ز پای گل

بحدیقه که تبسمت فکند بساط شگفتگی
بفروغ شمع صد انجمن سفریست بابل این چمن
چمنی است عالم کبریا بری از کدورت ما و

نشود تهی بگمان ما ز هجوم رنگ تو جای گل　　ز بلند و پست بساط رنگ اثری نزد در آگهی

که چه بافت سبزه کلاه سر و چه دوخت غنچه قبای گل　　چمن اثر ز نظر نهان بتأثرت که کشد عنان

ز بهار می طلبی نشان مگذر ز آئینه‌های گل　　قدح شکسته فرصتت چقدر شراب نفس کشد

بخمیر طینت سنگ هم زده اند آب بقای گل　　تو بدستگاه چه آبرو ز طرب وفا کنی آرزو

که نه ساخت کاسه رنگ و بو بمزاج خنده گدای گل　　بخیال خنده که نشسته‌ام بهوای آئینه گشته‌ام

ز دل شکسته کجا روم چو هزار آبله پای گل　　نگذشت خلقی درین چمن بگلوی قدح طرب

تو هم آبگینه بخاک نه که خم طاقتت بنای گل　　ندوی چو بیدل بیخبر دم پیری از پی کر و فر

که تهی است قافله سحر ز متاع رنگ و درای گل　　**نکته** عالم از درشتیهای طبایع

کوهساری است آنچه بر لب می آرد بدلکوبی باز میگردد و هرچه شوق می گستراند انفعال در می نوردد اینجا بی کدورت دلی که بمین اقبالش ادبار ناپسند گردد سخن نگردد کر است و بی غبار آئینه که نقیض تقابلش نفس متهم سیاهی کاری بر نیاید کجا گرد کلفت ناقبولیهای سخن را در خاک می نشاند و عرق خجالت بی اثریها ناله را در اشک غلطاند اگر افهام خلایق جادهٔ کجی نمی پیموده خامشی را بر سخن حجتی نبوده و اگر اغراض بر طبیعت نمی گماشت عزلت از صحبت تفضیل نداشت شکایت این درد بکجا باید برد و الم این اندوه بر که باید شمرد حکایت عندلیبی بهمنوای زاغ دگر شکوه سر کرد کای نوا پرور شور زاغم درین چمن یار است گفت خاموش بسیار است ٭ عالم از جنس این خروش پر است ٭ از نواهای هرزه گوش پر است　**غزل نامطبوع**

جهان جنون بهار غفلت ز نرگس سرمه سایش دارد　　ز بستر موی خواب ناز یم و مخمل باقماش دارد

اگر دهم بوی شکوه بیرون ز رنگ تقریر میچکد خون　　مپرس از حال یأس مجنون دماغ گفتن خراش دارد

حذر ز تند و یرز هدکیشان مخور فریب صفای ایشان　　وضو نکرده است خام ایشان هزار شاش و تراش دارد

چه شد قبول اثر فراهم ز خاک گل میکند حیا هم　　فلک ز دوری غبار ما هم بزیر پای تو کاش دارد

گشاد و بند نقاب امکان بسعی بینش مگیر آسان　　که رنگ هر گل درین گلستان تحیر دور باش دارد

جگر وصد دشت در شتابی که قدر عجز رسا بدانی　　سر از نعیش سوختن نتابی بخود رسیدن تلاش دارد

نشسته‌ایم از لباس بیرون دگر چه لفظ و کدام مضمون　　بخامشی نیز ساز مجنون هزار آهنگ فاش دارد

سخن نرمی ادا نمودن نوضع شوخی حیا نمودن ما
خطاست بیدل ز تنگدستی بفکر روزی الم پرستی

عرق نیاز خطا نمودن گلاب نرم معاش دارد
چو کاسه هر کس بخوان هستی دهن گشوده آتش دارد

نکته از زمین تا آسمان یکدر فیض تصور کن که باز بودن از تسلیم حلقه اش ابداً سر نخواهد پیچید و فراز نمودن هرگز پیرامن خیالش نتواند گردید تا بستگی این درم دلیل وسعت آغوش نخص رحمت است و گشادگی این پیشگاه محبت دستگاه فضل و کرامت مغفرت پر بهانه جو است و کرم سخت التفات خو اینجا عقده های غفلت بیک آه ندامت نقاب دل آگاه میگشاید و رگ خواب در یک مژه باز کردن امد نگاه برمی آرد تار عونت سری در پیش افگند آداب است و تا سرکشی فال خمیدنی زند محراب

فرد

برخود از غفلت بهشتی را جهنم کرده ایم
گر دل از شرم معاصی آب گردد گوهر است

غزل

از کجا وهم دورنگی بقدح ریخته بنگم
حسن بیرنگ و من بیخبر آئینه بجنگم

شوخیم جز عرق شرم درین باغ چه دارد
همچو شبنم گل حیرت چمن آئینه رنگم

تهمت آلوده هوسهای دوئی نیست محبت
عکس او گفتم از آئینه زدودند چو زنگم

شیشه بر سنگ زدم لیک ز رنگینی غفلت
چشم نگشود درین بزم رگ خواب ترنگم

زین بیابان بچه تدبیر شوم رام تسلی
هست هر ذره جنون چنگی از داغ پلنگم

طرفی از شوق نه بستم چه بدنیا چه بعقبی
بجهان دگر افگند فشار دل تنگم

نتوان کرد باین عجز نگر صید تحیر
جوهر آئینه دارد پر پرواز خدنگم

در رهت تا نشوم منفعل ساز فسردن
چون نفس کاوش پا اینکه عیان مست ملنگم

عالمی شد چو سحر پی سپر بیخودی من
دامن ناز که دارد شکن آرائی رنگم

بی نیازم ز صنمخانهٔ نیرنگ دو عالم
کلک تصویر توام در بن هر موست فرنگم

شور موج خطر افسانهٔ تشویش که دارد
عافیت ذورقی آراسته در کام نهنگم

میکشد محمل بیطاقتی شمع تحیر
بیدل آئینهٔ صد رنگ شتابست درنگم

نکته حسن اگر بستایش آئینه پردازد درخور جلوه اش باید ستود و معنی چون بتوصیف لفظ کوشد همان رنگینی بهار خود خواهد نمود نیک توجه کمال است بچهرهٔ منظور کلفت نقصان جابر داشتن و شرم میلان آگاهی دامن مرغوب

بخراشش قصور انباشتن ذرهٔ موهوم در غبار هستی جبهه تسلیم ناپیدائی میشود گرمی نگاه آفتابش آئینه چشمک عروج زدود و قطرهٔ معدوم در قعر ناکسی برشحه تیزی نمی پیوست برگزیدن اقبال محیطش کلاه گوهر آرائی شکست پس ذره را که در آغوشش پرتو آفتاب جا دهد کم از ماهش نباید شمردن و قطره را که محیط سامان بزرگی بخشید جز بدجلگی نام نتوان بردن قطعه

ای بسا آئینه کز درد تغافلهای حسن — خاک شد در زیر زنگ و جوهری پیدا نکرد
ای بسا تخمی که از بی التفاتیهای ابر — ریشه داری از زمین پاس سر بالا نکرد
شیشه‌ها در محفل افسوس امکان چون حباب — خود بخود در هم شکست و با منی سودا نکرد
گر همه رنگست موقوف بهار جلوه ایست — در همه بو نیست بی گل بال شوخی وا نکرد
همچنان گر حیرت دیدار می بالد نگاه — ناله را هم جز هوای قامتی رعنا نکرد
قید کلفت بر ندارد شبنم مهر آشیان — کیست منظور تو شد کز عالم استغنا نکرد

غزل

نبری گمان فسردگی بغبار بی سر و پائیم — که بچرخ میفکند نفس چو سحر زمین هوائیم
ز تعلقم ندهی نشان که گذشته ام من از این و آن — بخیال سلسله جهان گرهی نخورده رسائیم
بدماغ موج گهر زدم ز جنون نشهٔ عاجزی — نکشید گرد هوس سری که نکوفت آبله پائیم
ز خیال تا مژه بسته ام قدح بهانه شکسته ام — خوشت آنکه سیر پری کنی ز طلسم شیشه نمائیم
هوسم ز ناله بی اثر بچه مدعا شکند نظر — نهد استخوان مه نو اگر به نشان تیر هوائیم
نه نشیمنی که کنم مکان نه پری که بر پرم از میان — نکنی بعشوهٔ امتحان ستم آشیان رهائیم
بکجاست رفتن و آمدن که بغربتم کشد از وطن — ز فسون صنعت وهم و ظن هوس آزمای جدائیم
بجهان جلوه رسیده ام ز هزار پرده دمیده ام — ثمر نهال حقیقتم چمن بهار خدائیم
سر کعبه گرم فسون من دل دیر جوشش خون من — نگذرد ز سیر جنون من که قیامت همه جائیم
بنگاه حیرت کاملم بخیال عقدهٔ مشکلم — ز جهان فطرت بیدلم نه زمینیم نه سمائیم

نکته غیب مطلق مرتبه ایست که باعتبار مفهوم مجاز حقیقت الحقایقش نامیده اند و غیب اضافی نشئه که بحسب لطافت تمام عالم ارواحش معین گردانیده اند و غیب متمثل لطافتی موسوم مثال بحکم میلان کثافت آرائی و غیب مصور کیفیتی منقوش

اجسام بمقتضای کمال کثافت یعنی ختم مرتبهٔ پیدائی پس غیب مطلق یعنی حقیقت الحقائق خفای محضست و منقطع الاشارتست مشعر حقیقت ذات و غیب اضافی خفای معین نفی اشارت مطلق اسما و صفات و غیب متمثل اشتباه ثبوت ظهور و غیب مصتور شهود نقلی حس و شعور

غزل همه غیبت شهود اینجا نیست | جمله اخفاست نمود اینجا نیست
نتوان جلوهٔ مطلق دیدن | آنکه این پرده کشود اینجا نیست
اصل هر سوسن و گل نیرنگیست | جز همین سرخ و کبود اینجا نیست
شعله خاکستر محض است آخر | جز دمی گرمی دود اینجا نیست
اعتبارات همه اوهام اند | تو عدم باش وجود اینجا نیست

مخمس هیچی اگر خنده زد بال عدم پر گشاست | شامی اگر جلوه کرد دود چراغ فناست
ظلمت و نور حیات پا بر کاب هواست | ساز جهان وحشت است مایهٔ تمکین کراست
صورت این کوهسار طرز نشست صداست | هر که درین انجمن رونق اوهام دید
باید از آغاز شمع غیبت انجام دید | فطرت ازین انقلاب کار هوس خام دید
تا بسحر چشم دوخت آئینهٔ شام دید | روز همان بر سر است آنچه بشب زیر پاست
صبح طرب بی نفس مهلت گل بی تعین | نو بر باغ امید یاس ندامت قرین
گرده ز هر گوشه حیرت دیگر کمین | سیر هوس ختم گیر بر نگه واپسین
شاهد این انجمن آئینه دارش خطاست | عشق بگوش خرد خواند ز غیرت فسون
تا تو نیائی ازین ورطهٔ حیرت برون | میبد مدارش جهت نغمهٔ بی چند و چون
ضبط نفس باخته است سلسلهٔ کاف و نون | رنج قیامت مبر طوطی معنی رساست
تا چمن اعتبار ساز گل و سنبلی است | نغمه صف نوحه نیز زمزمهٔ بلبلی است
شیشهٔ بی باده را سنگ زدن قلقلی است | کشمکش یاس هم موجه رنگ گلی است
دامن افسوس گیر دست اگر بیحیاست | رفعت طبع و نفست در نفس بیخروش
رونق بزم حیات ساز چراغ خموش | غنچهٔ تسلیم باش با گل اقبال جوش
دعوی طاقت بهل بر اثر عجز کوش | آبله چون شد بلند پا کف دست دعاست

زیر و بم حاجتت زد در صد مکر و فن
نغمهٔ بی درد سر نیست بر از تن زدن
ای ز حیا بیخبر ساز عرق پر صداست
باز مروت دهد شخص وفاقش نشان
گرد بحیرت سؤال از دل عبرت بیان
حرص دنی هر کجا کام تخیل دهد
گرد تک و تاز چند عرض تجمل دهد
یک مژه بر شش جهت سایهٔ بال هماست
طاقت بیدست و پا شعله کمندی نکرد
دود دلی هم زمن فکر بلندی نکرد
از عدمم دور داشت هستی بی خنگ و عار
سنگ نبود اینقدر عقدهٔ بال شرار
زین دو سه خشت هوس خانه صحرا جداست
موج جنون میزند شوخی مطلق عنان
گر گرهی در نظر داری ازین نیستان

گرد خروشت گران گوش هزار انجمن
مطرب ساز عرض آنچه نتوان شدن
عمری از افسون سعی سوخت دماغ امتحان
گوشهٔ چشمی ندید آخر از اهل زمان
گفت بساط غرض آنچه ندارد حیاست
دل بطپش خون کند تا قدح مل دهد
جستن چشمی اگر داد تغافل دهد
آه که اقبال عجز غیر نژندی نکرد
سوختم و همتم وجد سپندی نکرد
بسکه نگون طالعم نالهٔ نی بوریاست
بست بقایم بچشم چشم تو هم در غبار
سد ره کس مباد بام و در اعتبار
بیدل از آئینهٔ جلوهٔ کون و مکان
شعلهٔ اسرار شوق داغ فسردن مدان
برخم دیگر مپیچ عشق تأمل نواست

نکته — جمیع خلایق بحکم مصلحت طبیعی محتاج یکدیگرند و کامروای همه حقیقت گرمی که از آئینهٔ هر فردی بظهور پیوسته است و بذوق اشتغال شوق در کمین امداد دیگری نشسته زبان مطلب محتاج بهوای وصول جمعیت خود سایل و سعی احسان منعم همان بتوقع وقوع حصت مایل سنگ و گل محتاج آفتاب در کسب کمالات آبرنگ و آفتاب در عرض جوهر تربیت مشتاق گل و سنگ بایع نقد اجناس سود میشمارد و مشتری جنس را غنیمت می پندارد نقد مصروف جنس شماریست و جنسها موضع نقش انتظاری یعنی تا بکار دیگر نیائی چشم بر روی دل مراد نگشائی پس کریم در جود ناچار است و محتاج در طلب بی اختیار رباعی

آواز کریم را صلا می خوانند
سایل که جودم زند دعا میخوانند

یک نغمهٔ شوق است چه فقر و چه غنا	گر پردهٔ هر ساز جدا میخواهند **غزل**
سر نقش پا به بلندیی رسد از شکوه خرام او	که بلال خط ز بین کشند ز تبسم لب بام او
اگر از زمین بهوا رسم وگر از سمک بسما رسم	بدل رمیده کجا رسم که رسم بفهم مقام او
ز شکوه جلوه نداشتم سر و برگ آئینه طلب	بزبان موج گهر زدم در التماس خرام او
بدو نیک می نهد آرزو بچه زخم میطپد این قدر	که هنوز تیغ تبسمی نکشیده سر ز نیام او
ز سراغ منزل بی نشان چه اثر برد تک و تاز دل	که بهر قدم سپر افکند چو نفس در آئینه گام او
نفست بسینه شکسته به در جنبش مژه بسته به	نشود که رم کند از نظر چو نگاه وحشی رام او
بجز این که خاک عدم بسر فکند وگر چه کند کسی	نرسیده دیده بجلوه اش چو زبان بحرکت نام او
همه اوست ساز فسون مکن بخیال آئینه خون مکن	ز نیاز و ناز جنون مکن چه دعای ما چه سلام او
بسواد انجمن ادب مژه باز کردن بیدلم	که نزد نفس بچراغ کس سحر آفرینی شام او

نکته اینکه عالم میخوانیم صفحهٔ دلی مطالعه کرده ایم و آنچه آشنا میدانیم سطر نگاهی بتحریر آورده دل اجتماع کیفیات علوم است و علوم ادراکات معانی نامفهوم وسوسه از خود تراشیدن هم صنعتی است و اوهام بر خود بستن نیز قدرتی در وادی ظهور تلاش کسب باغربت است نه اظهار غیبت هر قدر توانی در لباس کوش و تا ممکن است خود را

در خود بپوش **قطعه**	باشوخی لباس همان سر بجیب باش
در عالم شهود ز مردان غیب باش	ناز حقیقی است نیاز مجاز ما
یک چند شوق موسی و درد شعیب باش	هنگامهٔ خیال دوئی گرم کرده ایم
ما ئیم عرض آئینه گو جلوه عیب باش **غزل**	فسردگیهای ساز امکان ترانه ام را عنان بگیرد
حدیث طوفان نوای عشقم خموشی از من زبان بگیرد	ز دستگاه جهان صورت نیم خجالتکش کدورت
چو آئینه دست بی نیازان ز بهر چه گیرد زیان بگیرد	سماجتست اینکه عالمی را بسر فکنده است خار ذلت
سبک نگردد بچشم مردم کسیکه خود را گران بگیرد	ز دست رفتست اختیارم بپا رسائی کشید کارم
بساز وحشت پری برآرم که دامنم آشیان بگیرد	بغیر وحشت بهیچ عنوان حضور راحت ندارد امکان
ز صید مطلب سراغ گم گیر اگر دلت زین جهان بگیرد	منا ز برمایهٔ تعلق که کاروان متاع همت

بچارسوئی که خودفروشی رواج دارد دکان نگیرد

زخود برآ تا رسد کمندی بکنگر قصر بی‌نیازی
به نردبانهای چین دامن کسی ره آسمان نگیرد

اگر بعزم گشادکاری زگوشه‌گیران مباش غافل
که تیر پرواز را نشاید دمیکه بال از کمان نگیرد

کج است طور بنای عالم تو نیز سرکش تا کج ادائی
که شهرت وضع راستیها چو حلقهٔ آب بنیان نگیرد

در آتش عشق تا نسوزی نظر بداغ وفا نه دوزی
که از چراغ هوس فروزی تنور افسرده نان نگیرد

فتاده را از خاک بردار یا مبر نام استطاعت
کسی چه گیرد ز ساز قدرت که دست واماندگان نگیرد

اگر ز وارستگان شوقی بفکر هستی مپیچ بیدل
که همت آئینهٔ تعلق بدست دامن‌کشان نگیرد

نکته غافلی از معنی میگفت سخن در من اثر ندارد گفتند از اثرهای سخن است ادعای سخن افیست که از معنی حیرت بدرس تغافل نباید ساخت وازین نسخهٔ آبی رنگ بمطالعهٔ بی‌تأملی نباید پرداخت رباعی

نه همین صوت و صدا پردهٔ ساز سخن است
خامشی نیز اثر پرور راز سخن است
گوش کو تا بتأمل نظری باز کند
که حقیقت ز اسیران مجاز سخن است

غزل

نسزد ز جوهر فطرتت بجنون شبهه و شک زدن
چو نفس جریدهٔ ما و من بهوس نوشتن و حک زدن

به بساط جرعه‌کشان تو غم نقل و باده که میکشد
که توان ز حرف تبسمت بهزار پسته نمک زدن

تو شهٔ قلمرو غیرتی چه جنون ز طبع تو جوش زد
که درید جیب تعینت غم پنبه بر کپنک زدن

چه ظهور گرد سپاه تو چه جفا تغافل جاه تو
بگشا و بست نگاه تو در آز ملک و ملک زدن

بجهان رنگ فنا اثر غم امتحان دیگر مبر
بر محرمان ستمست اگر ز رگ گل رسد بمحک زدن

ز مزاج پیچ‌پیچ خلق دون خجلست طعنه و گر فسون
نشوی جراحت مرده را هوس آزمای کلک زدن

اثر دماغ رعونتت شده تنگ هستی دولتت
بکجاست گوشهٔ زانوئی که توان علم بفلک زدن

بگذر ز حاصل مدعا که بحکم فرصت بی‌بقا
چمن است بر سر زخم ما گل انتظار کزک زدن

پی وهم هرزه عنان مدو بسراب غرق گمان مشو
ز شنای بحر گمان مرو بخیال باطل تک زدن

حذر ای حسود جنون حسب که بحکم آگهی ادب
اثری که بیدل ما زند بتو نیست کم ز کتک زدن

نکته حصول نعمت بکمال بی‌وساطت گرسنگی محال است و سیرابی زلال جمعیت بی‌وسیلهٔ تشنه‌لبی سراب خیال هلال تا از خود تهی نگردید بآئینه‌داری آفتاب نرسید و

تا بخشکی سفال بر نیامدنم آشفتگی از موج گوهر نه چید حباب در یک نفس تشنگی استعداد دریا کشتی بهم میرساند و آتشینه باندک پرواز باطن آسمان ز القمه میگرداند ظرفهای خالی یکسر قابل پر گردنند و جامهای لبریز یکدست فرو ریختن گران بهای جسم اگر بپایهٔ سبکروحی رسد از استعانت ریاضت است و کدورتهای دل اگر آئینه دار صفا گردد بصیقل کاری خراش محنت بی فیض دست اند غبت طعام درکشیدن ممکن نیست آدمی ملک بر نیاید و بیمن دامن از غبار اتقا چیدن از پستی فطرت بال عروج نگشاید سنگ را از پری درگذشتن نشهٔ پیمائی حسن میناست و خاک را هم از گرانی بیرون تاختن همعنانی لطافت هوا خلای معده در همه حال مستعد جذبهٔ کمال است و امتلا در جمیع اوقات مادهٔ غثیان و اثقال نظم

کیسهٔ خالیست اینجا مایهٔ گنج آوری
دارد اعداد اقل از صفر حکم اکثری

فیض خواهی در وداع الفت زنار کوش
چون صفا آئینه ات گیرد جهان دیگری

معدهٔ خالی باوج عزت معنی برآ
نیست بیرون از دکان نان و آب مشتری

میکشی دیوار بر روی دل از تعمیر خاک
آب شو ای بیخبر از خجلت تن پروری غزل

شده عمرها که نشانده ام بکمین اشک چکیدهٔ
دلکی ز نالهٔ بی اثر گرهی ز رشتهٔ بریدهٔ

بکجاست آنهمه دسترس که ز نم ز طاقت دل نفس
چو حباب میکشم از هوس عرقی بدوش خمیدهٔ

من برق سیر جنون قدم بکدام مرحله باختم
که چو شمع شد همه عضو من کف پای آبله دیدهٔ

ز خمار فطرت نارسا بدو جام شعله فسون برآ
زده شور مستیم این صلا ز دماغ نشه رسیدهٔ

حذر از فضولی غروشان که مباد در دم امتحان
هوس است ز نقش نگین خورد غم پشت دست گزیدهٔ

بخیال گوشهٔ عافیت چو غبار رهزده فسرده ام
بکجاست همت وحشتی که رسم بدامن چیدهٔ

ز وداع فرصت پرفشان بکدام ناله دهم زبان
مگر این جریده رقم زنم بخط غبار رمیدهٔ

بغنا مگر شود آشکار اثر سجود دوام من
ز حیا بجبهه نهفته ام خط بر زمین کشیدهٔ

ز قبول معنی دلنشین نیم آنقدر باثر قرین
که بگوش من کشد آفرین سخن ز کس نشنیدهٔ

نه ز شور انجمنم خبر نه بشوخی چمنم نظر
مژه چو چشم گشوده ام بغبار رنگ پریدهٔ

من بیدل از چمن وفا چو دل شکسته دمیده ام
ثمر نهال ندامتی بهزار ناله رسیدهٔ

نکته — تحریر و تقریر مرتب اکثری موافق فطرت عوام است نه مطابق همت خواص معنی مقام که خواص را بی تکلف الفاظ معنیها منظور است و عوام با وجود ایضاح بیان در فهم عبارت نیز معذور در رتبه کلام تا بتخفیف نقصان نرسد طبع عوام را از جهل مطلق نرهاند و پرتو آفتاب تا جبهه بخاک نمالد رنگ از طبیعت سایه مرتفع نگرداند اگر حسن تحقیق بجمال ذاتی جلوه نماید بر ضعیف نگاهان انجمن قصور ظلم است و اگر جمال معنی از کیفیت اصلی رنگ نگرداند بر لفظ آشنایان عالم صورت ستم در بیصورت عالم مدرسه حال از ابجد دبستان قیل و قال منزه باید فهمید و رموز خلوتکده یقین از حرف و صوت محفل وهم و گمان مبرا باید اندیشید

قطعه

همین بس است کز عرض فریب خوب و زشت اینجا | نگاه بوالهوس اغیار عاشق یار می بیند
همان آبی که می بینی طراوت مایهٔ گلها | چو بر آئینه پاشی کلفت زنگار می بیند
دل هر قطره گرداب است غواص حقیقت را | تامل در بن هر مو گره صد بار می بیند
صدا را کوه هم دشتی است جولانگاه آزادی | سر سنگ نارسائی وحشت را کهسار می بیند
حقیقت سطر هر نکهیست کز نقص و کمال خود | یکی اسرار میخواند یکی اظهار می بیند
یکی از صد طپیدن جوی وحشت در نمی یابد | یکی در نقش پا هم صورت رفتار می بیند
تفاوت گر نباشد در میان ساز فطرتها | چرا شکل دو پیکر چشم احول چار می بیند
نفس تا دل خط الفت پرستیهاست عاشق را | برهمن جاده تا منزل همان زنار می بیند
تو هم سامان حیرت کن که در وحشتکده فرصت | خیال آئینه را می آرد و دیدار می بیند
نگاه شوق پیدا کن تماشا ها تماشا کن | دو عالم جلوه است و بی اثر دشوار می بیند

غزل

گشاد چشمی نشد نصیبم بسیر نیرنگ این دبستان | نگه بحیرت گداخت اما نخورد روشن سواد مژگان
نمیتوان گشت شمع بزمت مگر بهستی زنیم آتش | چه طاقت آئینه تو بودن از آنکه داریم چشم حیران
خرد کمند هوس شکار است ورنه در چشم شوق مجنون | بجز غبار خیال لیلی کجاست آهو درین بیابان
عدم همان بی نشانی رنگ گلشنی داشت کز هوایش | چو بال طاوس هرچه دیدم ز بیضه داشت گل بدامان
خیال آشفتگی تحمل اگر شود صرف یک تامل | دل غباری و صد چمن گل نگاه موری و صد چراغان
بگشت بیجا صلی که خاکش نمیتوان جز بباد دادن | هوس چه مقدار کرد خرمن تبسم گندم از لب نان

حصول ظرفیت او وعزت نه لاف فضل و نه غرض سعی گشت
گر قیمتی ای مور پر برآری کجاست کیفیت سلیمان

رگ تخیل سوال کردن بمی فشردن متاع دامن
چو ابر تا کی بلند فطرت عرق کن و این غبار بفشان

هوای لعلش کرامت بیدل که با چنان قرب و همکناری
ببوسه گاه بیاض گردن نزد و لب میگزد گریبان

نکته از ارادهٔ حق چیزی بظهور نمی پیوندد مگر خلق را حیرت آیات و از شیونات ذات متعالی مرعی نمیگردد الا صفات قدرت علامات باآنکه ارادهٔ خلق حق است و مراد مقید مطلق رباعی

در جامه و دلق نیست جز پنبه نهان
وین جامه و دلق نیز در پنبه عیان

ذات و صفت اینست که کردیم بیان
زین بیشتر از خلق و حق افسانه مخوان

مخمس

رنگ بهار بالید گل خنده زد که مائیم
شوری ز خم برون ریخت می گفت نشئه زائیم

بر دستگاه نازت عمریست خودستائیم
یا محو آن خیالیم یا مست آن لقائیم

آئینه دیده باشی ما اینقدر کجائیم
هر چند دارد این باغ هنگامهٔ گل و مل

بر ما نمیرسد هم جز نشئهٔ تغافل
نی قابل تلاشیم نی مصدر توکل

بوی ز حرف مفت است اینجا اگر کند گل
دیگر چه روید از ما خاک نفس گیاهیم

در دستگاه تسلیم با هر فسرده جانی
بر طبع ما گران نیست مضمون سرگرانی

وامانده ایم و داریم صیادی معانی
گر فکر بر نیاید از عهدهٔ روانی

همطرح موج گوهر در سکته بیانیم
ما را نه فکر دوران نه یاد ماه و سال است

از خویش رفتگانیم اینها چه احتمال است
تکرار درس هستی در عشق انفعال است

رنگی کز این چمن رفت برگشتنش محال است
ای فصل گل تو پیش آ کو ما دگر نیائیم

کو فطرتی که همت بر فهم ما گمارد
تا شرم نیستیها عذری بعرضه آرد

سعی مخاطب اینجا او هام می شمارد
تمثال غیر حیرت در آئینه چه دارد

بر ما نفس سوزید کس نیست در سرائیم
محروم امتیازم تا کی نظر فریبی

دوریم از تماشا تا چند دیدو زیبی
در خانه نوحه دارد بر حال ما غریبی

از حاضران بزمیم اما ز بی نصیبی
پامال دست افسوس چون پا رفته هائیم

بازار یاس گرم است زینها دوستان بپرهیز
برخرمن توقع برقی شود فرو ریز

کس دستگیر کس نیست ای شور آه برخیز
ساز قیامتی کن با فتنه برانگیز

تا گرد ما نشسته است ما محرم عصائیم
ننگ بساط فقریم از خود نگشته فانی

افسرده ایم و داریم بر دوار آشیانی
سامان راحت آنگه اظهار ناتوانی

این گرد تا نگیرد دامان بی نشانی
پهلو خراش همت چون نقش بوریائیم

عمری بسعی باطل دادیم فرصت از دست
گردیکه داشت هستی با دامنی نه پیوست

اکنون خیال دیگر در دل نمیتوان بست
در صورت ندامت رنگ تلافئی هست

پائی برونه سودیم دستی است گر بسائیم
زان فتنها که در سر شیب و شباب ما داشت

جز انفعال همت دیگر چه مدعا داشت
در هر صفت گردیدیم محرومی عطا داشت

دیروز حرص پیری در دست ما عصا داشت
اکنون ز پیکر خم کچکول این گدائیم

عمری درین جنون زار بی پا و سر دویدیم
گردی شکست دل داشت در هر کجا رسیدیم

آخر بنا امیدی از مدعا بریدیم
آئینه در بغل بود ما غافلان ندیدیم

حیف از دلی که با ماست آه از کسی که مائیم
در فهم معنی ما محو اند نکته دانان

وقف نیاز فکریم چون راز بیزبانان
گوش هوس بپرداز از خامشی بیانان

بوی گل است بیدل تقریر ناتوانان
در ساز ما نوا نیست بر غنچه می سرائیم

نکته توجه خاطر با الفت فقر از علامات لطافت طبیعی است یعنی دماغ خلقت درین نشئه بحسب فطرت نزاکت تاب کدورت اسباب نمی آرد و تعلق ضمائر بمحبت جاه از دلایل آثار کثافت که بار کلفت گیرودار غیر از دوش خشونت بر نمی دارد اما بی توهم لطافت و کثافت شخص حقیقت را در هر صفت جز پاس ناموس ظهور متصور نیست از آثار حب جاه آرایش بساط عظمتش در پیش است و از اوضاع رغبت فقر مدعا وصول سر منزل راحت خویش نظم

حقیقت هر کجا آهیست آزادیست منظورش
بهر جا داغ میجوشد فراغی کرده مسرورش

نظر بر خویش وا کرده است اگر بینند پیداش
بجیب خود فرو رفته است اگر یابند مستورش

غرور عجز اینجا بی نیاز غیر میباشد
سلیمانی بخود می نازد از جمعیت مورش

نگه شوق جهان بینش تغافل ذوق تسکینش
ادب مینای تمکینش جنون پیمانه شورش

حبابی را که بی‌سنجی حضورش دارد ایمائی
سرابی را که می‌بینی سیاهی میکند نورش

مطلع
دل هوش باخته‌ام ز فسون موسی طور تو
بکناری از تو شنیده‌ام همه جا فسانهٔ دور تو

چه فلک چه ذره ناتوان بهوای شوق تو پرفشان
تو بهار عالم رنگ و بو همه آشیان طیور تو

نتوان شد از چمن اثر متحیر عجب دگر
مگر آنکه ریشه تار و گلی سربسر از غرور تو

همه عرض ما کسی خودیم اگر آفتاب و گر آسمان
بکمال ما چه کمال تو ز قصور ما چه قصور تو

گل صورتی ندمیده‌ام می معنئی نچشیده‌ام
بخود آنقدر نرسیده‌ام که رسم بعلم ظهور تو

بسواد معنی بیکران نکنی تحمل امتحان
دل تنگ قافیه شبنمی چکند بشنای بحور تو

رقم سفید و سیاه من ز جبین شکست نگاه من
چه من و چه قدر گناه من خجلم ز نام غفور تو

خمم از صد کلبهم رسد که ملالی از گنهم رسد
کلفی اگر چو مهم رسد کشدم بعالم نور تو

ستم است حرص جنون حشم کندم بذوق غنا علم
زده‌اند حلقهٔ جام جم بدر قناعت مور تو

همه را بعالم علم و فن بهزار تیشه علم زدن
چو قلم بود سر بیدلم قدم بساط سطور تو

نکته صعبترین حالتی که هیچ مترصدی مبهم خیالش مباد درماندهٔ انتظار ذوق فضولی است و دشوارترین قیامتی که هیچ متوقعی غبار کمینش مبیناد در وعده‌گاه امید اندیشهٔ ناقبولی

رباعی

آنجا که صیقل آئینه‌دار تغافل است
پیداست تیره روزی اجزای آینه
عمریست از امید دلی نقش بسته‌ایم
گر حسن و گر نگاه فتند وای آینه

مطلع
تو کریم مطلق و من گدا چکنی جز اینکه بخوانیم
در دیگری بنما که من بکجا روم چو برانیم

کسی از محیط عدم گران چه ز قطره واطلبد نشان
ز خودم برده آنچنان که دگر بخود نرسانیم

بکجاست اینقدرم بقا که تاملی کندم وفا
عرق خجالت فرصتم نم انفعال زمانیم

بفسردنم همه تن الم به تردد آبلهٔ در قدم
چو غبار داغ نشستنم چو سرشک تنگ روانیم

سحر طلسم هوا قفس همه جاست منفعل هوس
چقدر عرق کندم نفس که بشبنمی بستانیم

ز کدورت من و ما برم غم بار دل بکه بشمرم
ستمست سنگ ترازوئی که نفس کشد ز گرانیم

ز حضور پیریم آنقدر اثر امتحان قبول داد
که رساند بر در مستی خم پشت پای جوانیم

نه بنقش بسته مشوشم نه بحرف ساخته سرخوشم

نفسی بیاد تو میکشم چه عبارت و چه معانیم
من اگر بحلقه تنیده ام تو برون در ننشانیم
بکجا ئیم و چه ئیم و کیم که تو جز بناله ندانیم
خجلست سبکسری آنقدر که دماغ جنون زده تر نشود
دل مرده بفیض نفس نرسد گل شمع دو چار سحر نشود
چه شود تنک و تار گره اگر بش که بصحبت حاصل زر نشود
تن برهنه پوشش حال تو بس که لباس غنا خجل خز نشود
تو چو سایه گزین در بیخبری که بزلزله زیر و زبر نشود
خم گوشه زانوش آینه کن که تشکش شغل دگر نشود
همه گر بسراغ بهشت رسد سر مرغ هوس تو پر نشود
در پردهٔ نگشودهٔ دلا که بروی تو خنده سحر نشود
بغبار هوا طلبان وفا ستم است قیامت اگر نشود
بو ساز فغان نزند چکند سر و برگ ناله شکر نشود
که صبا و خنده نما شو و لب دعوتت ز زبان کج
سر تیغ به بدر آوری که خم است پیش فسان کج
بجاست منزل غافلی که فتد براهروان کج
ره راست متهم کجی نکنی ز سعی عنان کج
ز خدنگ جوهر راستی نبرد تلاش کمان کج
که ز لغزش آبله را شود قدم اولین گمان کج

سحر و طلوع گل دعا که مراد اهل همم رسد
هوس علاوه حرص و کد سحر گل دگر آورد
سر حرص و مصدر در و سر سر اگل کهر دگر
دل طامع و گله عطا دم گرم و سرد سوالها

همه عمر هرزه دویده ام خجلم کنون که خمیده ام
ز طنین پشهٔ بی نفس خجلست بیدل هیچکس
غزل
می نغمه مستم حوصله که قدح کش گردش سر نشود
اگر اهل قبول اثر نشوی توقع سود و زیان ندهی
بیقین خوردهٔ خود سرش نکشی بطویله که خر یش
ترانهٔ اطلس صوف هوس نشوی بدر افکن از نفس
بدو نیکت تعین خیره سری زده جام کشاکش در بدری
ز جنون مشاغل حرص و هوا بطپش مفکن سر کار نفس
تب و تاب جنون صفت زده راه تا تل عافیت
بحدیث نهفته زبان بگشا گل عیب و هنر مفکن ببلا
بتصور وعده وصل قدم هوسی که نهفته بخاک عدم
دل خستهٔ بیدل نوحه سرا ز تبسم لعل تو مانده جدا
غزل
در لاف حلقه زبان من تر انهای بیان کج
ز غرور دعوی سروری بفلک نمیرسدت سری
ز غبار جادهٔ معصیت نشدیم محرم عافیت
ستمست بر خط مسطر از خم و پیچ لغزش خامه ات
خلل طبیعت راستان نشود کشاکش آسمان
من بیدل از طرق ادب نگزیده ام زه دامنی
غزل غیر منقوطه

دل سرد مردهٔ حرص را همه دود آه الم رسد
که دم وداع هوا کس کمر و کلاه و علم رسد
که بهلاک حاصل مال را همه گر هلال درم رسد
که د بدر مراد گدا مگر مدد دوام کرم رسد

سروکار عالم مرده دم هوس مطالعه کرده کم / که علوم کرد هوا علم همه در سواد عدم رسد
دل سادهٔ هوس و هوا همه را هجوم و مدعا / ره دور گرد امل اگر گره آورد و گهرم رسد
که دهد مصالح کام دل که دمد ز گل طالعم / سحر از ز مدرمد آورد و عسل ار دهد همه سم رسد
رگ و بم علم و عمل گسل گسل علاوهٔ هد دل / که مراد گر همه دل رسد دل ور دو حوصله کم رسد
رم طور مصرع بیدلم دم دود سلسله ام رسا / اگنک دو عالم امل دمد که سراسر علمم رسد

نکته تجربه کاران امتحان کدهٔ شعور متفق اند که سخن بموقع خموشی است و خاموشی بمحل هرزه خروشی پس سخن جز بقدر ضرورت نباید گفتن و گوهر زیاده بر احتیاج نباید سفتن که بی هرزگی سخن یاوه خرجهای مایهٔ شعور است و تصنع آب گوهر جوهر بینش در تلف گاه فتور جیب عصمت خموشی دریدن خطائیست که بهزار عرق انفعال یک بخیه علاج نمیتوان کرد و بر هم زدن نسخهٔ مایل و بالی که باصد هزار لب گزیدن صفحه بشیرازه نمیتوان آورد و کفارت این عصیان جز آن نیست که هر چند بکال خود ستم اندیشیدهٔ فائدهٔ کسی در نظر داشته باشی و بخاریکه دامن جمعیت خود خراشیدهٔ گل نفعی در راه مخاطب نباشی یعنی در صورتیکه صفر بر میآئی بر اعتبار کم بضاعتان بیفزائی و در حالتی که بر خود می نگاری بر تهی مایگان مدد فرمائی که آواز جرس تا دلیل سر منزلی نباشد کلفت سراغست و دود سپندی تا بر هم گزندی نجوشد آشوب دماغ

قطعه

بمحفلیکه فوائد حصول خاموشی است / هزار باش حدیثی که میخورد بر گوش
ز چشمه که بجوشد علاج تشنه لبی / فسردگیست چو آئینه خوشتر است از جوش
هزار گل ز لب هرزه گوست رنگین تر / تبسم لب زخمی اگر کشد آغوش
دمی که ربط سخن صرف آثار خائیهاست / زهم گشودن لب عیب فطرتست بهوش
نوای انجمن حفظ آبرو این است / که همچو چشمهٔ یاقوت خون شو و مخروش
چو صبح از نفس بی صدا غنیمت دان / که از تو آئینه کس نمیشود مغشوش
ز گفتگو اگر افسانه مدعا باشد / نفس نه پردهٔ غفلت بس است باد فروش
کنون لب از ادب محو این نواست سخن / که مدعای بیان وصف خاموشی است خموش

غرض هر جا سخنیست بجیبی افاده مباد و بر جا خامشی نشست انفعال گفتگو مبیناد لله الحمد که در ساعت سعید و اوان حمید این نسخهٔ نکات بیدل با تصحیح تمام باختتام رسید بنده کر

اشارات بیدل

بسم الله الرحمن الرحیم

زبانم قابل حمد خدا شد / که با نام محمد آشنا شد
دل از تفسیر این اسم است آگاه / ز رمز معنی الحمد لله
دو عالم چون صدف درهم شکستم / که آمد گوهر نامش بدستم
ز آغوش احد یک میم جوشید / که بیرنگی لباس رنگ پوشید
نکرد آن جلوه جز ساز نگاهی / نبود آن میم جز بر خود گواهی
ز احمد بر احد چیزی نیفزود / اگر میمی فزود آنهم یکی بود
محمد ظاهر و باطن خداوند / ندارد موج جز با بحر پیوند
نگنجد در احد غیر از احد هیچ / یکی در یک گم است اینجا عدد هیچ
صدا و ساز یکتار است اینجا / گهر یک موج هموار است اینجا
چه موج و بحر یا موج است یا بحر / بغیر از اسم کو موج و کجا بحر
زبان تا میگشائی موج پیدا است / وگر خاموش باشی جمله دریاست
خموشی در گریبان بحر ریزیست / زبان آرائی اینجا موج خیزیست
سخن غیر از دوئی سازی ندارد / خموشی جز خود آوازی ندارد

اشارت

سحر آئینه بم پردازه دل بود / صفای امتیاز آب و گل بود
نخستین کز تحقق کردم آغاز / برمز آب و خاکم چشم شد باز
تامل صرف کار این و آن شد / چراغ خلوت هر یک عیان شد
نهال از خاک گلشن در قفس داشت / حباب از آب خود جوش نفس داشت

یقینم شد که در هر قطره جانیست — نهان در هر کف خاکی جهانیست

حکایت

نصیحتگری وعظ آماده داشت — نفس گرمی حرمت باده داشت
که از الفت می نیفشانده دست — خمار می وصل نتوان شکست
نخستین کف از جام می ساده کن — دگر خویش را رحمت آماده کن
بزم کرم دست ساغر کمین — ندارد دعای اجابت قرین
بجوشید رندی که ای بیخبر — ز حرفی که گفتی نبردی اثر
بمستان ز تمهید انکار می — عیان گشت تعظیم اسرار می
که تا جام می در کف همت است — دلت هرچه خواهش کند تهمت است
دو عالم بچنگ دعا خواستن — بساطیست در کوری آراستن
در فقر زن یا دشاهی طلب — ز مینا و جام آنچه خواهی طلب
دمی کارزو شد زمی کامیاب — دعای دگر گو مشو مستجاب
ولی جای رحمت گر آگهی است — بدستی که از جام و مینا تهی است

اشارت

شبی داشتم وجد مینایئی — در آئینه ام بود سیمایئی
نفس مایل صد نوا گفتگو — هوس برق تاز هزار آرزو
زبس کز طپش ناله دیوانه شد — غباری تماشای میخانه شد
بر آهنگ زد قلقل شیشهٔ — بحیرت دوید از قدح ریشهٔ
که ای بیخبر در خرابات بهوش — هی جام مینا زبانست و گوش
بهر جا شود قلقل شیشه صرف — چه لازم نفس ریزدت خون حرف
تو محوی بجرأت مشو متهم — بساغر سپر گردش رنگ هم

اشارت

بگوش نغمه سنج محفل راز — ز قانون یقین می آید آواز

که کهسار یست یکسر عالم زنگ — هجوم آباد آب و آتش و سنگ
چه آب آئینهٔ موج تلاشت — عرق پیمائی سعی معاشت
که خاک اینجهان گل کردهٔ اوست — جبین حرص غم پروردهٔ اوست
چه آتش گرمی ما و من و تو — چراغ وهم زیر دامن تو
گرو دود دماغت را بلند یست — غبارت شعله خیز خود پسندیست
کدامی سنگ ساز دل گرانیست — فسردنهای قید سخت جانیست
گرو پرواز آزادی نوا یست — تعلق گشت و شد زنجیر پایت

حکایت

شبی کز گریه طوفان کاریم بود — حباب آئینهٔ دلداریم بود
نفس در پردهٔ دل آه می بیخت — نگاه از چشم حیران گریه میریخت
که ای غافل تو خود هم چشم نائی — زوضع بیدلی بیدل چرائی
طربها کن گرت اشکی و آهی است — سر بی مو درین وادی کلاهی است

حکایت

سر قطره را هوا در گرفت — که باید دماغی بگوهر گرفت
بدست آمدش سر نگون ساغری — پر از خجلت پوچ مغزی سری
هوا عقد گردید در سینه اش — نفس گشت زنگار آئینه اش
خیالش پشیمانی آورد بار — بحیرت فرو ماند بی اختیار
ز دریا ندا آمدش کای حباب — زغفلت زدی نقش وهمی بر آب
بهر کس دمد وهم جزوی فسون — ازین پوچ تر خواهد آمد برون
کمالات این شیوه نقصانی است — که سامان اجزا پریشانی است
بجزوی ز اندیشه فال حضور — گرو تا دل جمع راهست دور
بهر جزو تاکی تامل کنی — محیطی گر اندیشهٔ کل کنی

اشارت

زنکهت سرشتان دل افسرده ... به بیکاری زندگی مرده
زبستر بتابوت خوابش وطن ... ز پوشیدن چشم خویشش کفن
چو نقش قدم لوح تصویر خواب ... ز خود رفته اما زمین گیر خواب
بغفلت فراغی ز اسباب داشت ... همه گرسری داشت باخواب داشت
طریقی بگرداند پهلوی او ... گلابی زد از جهد بر روی او
که ای سرگران بساط ظهور ... ز سر تا قدم خاک پای شعور
عدم را عبث متهم کرده ... ز هستی بمردن ستم کرده
ره اصل مطلب نگیری چرا ... ز خواب بچه داری نمیری چرا

اشارت

ز چشم طالبان دانش آهنگ ... مبادا محتجب اسرار نیرنگ
که در آفاق هر جا کوهساریست ... غبار انگیزی و ابر بهاریست
بهر جا نقش ابری باشکوه است ... همین تمثال شوخیهای کوه است
درین وحشت سرا پژمردگی نیست ... همه آزادی است افسردگی نیست
زمین گیری که دارد سر گرانی ... تلافی جوست از فیض روانی
اگر کوه از فسردن شد زمین گیر ... نشد نومید از امداد تقدیر
برنگی گرد باد ماندگی صبر ... که آخر ریخت رنگ وحشت ابر
فسردن زین سبب مطلق عنان شد ... جنون کرد و باین صورت روان شد
بخاری کز دماغ شوق انگیخت ... چو اشک اول بروی خویشتن ریخت
معین شد بطبع معنی اندیش ... که سیر خلق بیرون نیست از خویش
همین یک ناله در کهسار پیدا است ... که بر ما آنچه می آید هم از ماست

حکایت

گذر کرد مجنون لیلی خیال ... بر آبی که شوید غبار ملال
در آن آب یک موج نارفته پیش ... نگه شد و چارش تمثال خویش

عیان گشت لیلی بچشم ترش / چو گرداب در گردش آمد سرش
مژه تا برافشاند از خویش رفت / برنگی که نتوان از و پیش رفت
ز آبش همان سوز دل موج زد / تلاطمش شعله گردید بر اوج زد
که ای عافیت از برم دور باش / ز جانم بشو دست و مسرور باش
چنان آتش از آب بنشیندم / که لیلی در آن پرده می بلیندم
ندانم محبت چه برق افگن است / که در آب هم لیلی آتش زن است

اشارت

شبی بر تیغ کوهی بود جایم / ز مینای بسنگی خورد پایم
توانائی بطاقت گشت مغرور / که از آهش بجرأت افگنم دور
ندا آمد که ای محروم اسرار / خرابات نزاکتهاست کهسار
مبادا اینجا زنی بر سنگ دستی / که مینا در بغل خفته است مستی
مگوای بیخبر سنگ است اینجا / هزار آئینه در رنگ است اینجا
بیک آئینه گر بیداد آید / دو عالم جلوه در فریاد آید
بموجی گر زنند دست هوس پا / شکستن میدود بر روی دریا
همه گر تیشه با سنگی ستیزد / قیامت بر دماغ کوه ریزد
سر موئی اگر پیچاندش درد / ز هیبت اعضا کند بیطاقتی گرد
بهر جزویکه اندیشد تامل / بود آئینه کیفیت کل
نقوش اعتبار دشمن و دوست / سواد نسخهٔ یکتائی اوست
بهر رنگی که چشم شوق باز است / نزاکت خانهٔ مینای ناز است
درشتی با نزاکت میفروشد / بخارا پا نهی دل میخروشد

اشارت

شبی بودم قدح پیمای حالی / جستی از خرد کردم سؤالی
که در خمخانهٔ نیرنگ امکان / بسر هر کس دماغی راست سامان

همانا زر پرستی می پرستی است | که منعم سرخوش صد رنگ مستی است
جوابم داد که ای مخمور غفلت | نباشی منکر تاثیر صحبت
چرا منعم نباشد مستی آهنگ | که زر همصحبت میناست در رنگ
برنگ شیشه در دستند اینها | که بی تکلیف می مستند اینها
نگوئی سیم و زر میجوشد از سنگ | ز مینا میدمد مستی باین رنگ

اشارت

شبی سرگرم عبرت شد نگاهم | ببزم خامشان دادند راهم
ز شمعی کشته دودی بود برجا | به ارباب نظر میکرد ایما
که بی قطع نفس ایمن شدن نیست | وگرنه خامشی هم بی سخن نیست

مناجات

الهی تهمت آباد ظهوریم | ز هستی تا عدم یکدست دوریم
کمند نارسائی صید آهیم | چراغ خامشی برق نگاهیم
سراپا اشک بیتابی عنانیم | قدم پیدائی و از خود روانیم
عنان ما که دارد جز چکیدن | دلیل ما که غیر از نارسیدن
درین دریا شکستن میرود پیش | چه خواهد موج از بیتابی خویش
طلب سرمایهٔ شوقیم پا کو | اقامت آرزو داریم جا کو
نه پای رفتن و نه جای ماندن | درین ره حیف رفتن وای ماندن

حکایت

شنیدم زنی صبح ز آئینه | ز نقد خرد داشت گنجینه
بآرایش کاکل مشکبار | خشن ها فشاندی ز جیب و کنار
بتدهین و تعطیر شام و سحر | چو موی بلندش گذشت از کمر
صلا داد کای موشکافان راز | مباشید غافل ز حسن مجاز
ز رمز عیان چشم اگر آشناست | چو پرکار هر ابتدا انتهاست

زمونی سر اندیشه وا میرسد ‌‌ ‌ که سر رفته آخر بپا میرسد

حکایت

شنیدم ادب کرد مولای روم ‌ ‌ خلف را از اوضاع اهل رسوم

که سرگرم ترتیب اسباب بود ‌ ‌ بلبست گشادش گرفتار بود

بفرمود کای بی‌ور معنی نظر ‌ ‌ بدین شغل باطل مپیچ آنقدر

که یکبار من هم بحکم شباب ‌ ‌ فتادم بگرداب این پیچ و تاب

خضر زین ادا رنج الفت گرفت ‌ ‌ ز من مدتی ترک صحبت گرفت

هنوز از خیالش خیالم پر است ‌ ‌ جبین از نم انفعالم پر است

ز تشویش کسوت مکش درد سر ‌ ‌ مباد این عبارت بپوشد نظر

باین پرده گر محرمی بایدت ‌ ‌ کفن باید از جامه یاد آیدت

مشو مایل آب و رنگ و فریب ‌ ‌ مباش از حضور خضر بی نصیب

خضر تشنهٔ مطلق آگهی است ‌ ‌ کزان آب ظرف سقیند تهی است

مناجات

الهی حیرت سازم چه باشد ‌ ‌ شکست رنگ آوازم چه باشد

بدزدانان قبولی تا برم راه ‌ ‌ چو دردم هرزه گرد کوچه آه

من و حمد تو هیهات این چه وقت است ‌ ‌ شکست دل بچندین ناله ضرست

سپندم ناله در بنیاد دارم ‌ ‌ بزیر داغ دل فریاد دارم

بجرم حرف چون کلکم سر سیاهی ‌ ‌ زبانم لغزشی دارد ببخشای

دو روزی پیش جام مستی من ‌ ‌ بلالی بود ماه هستی من

جبینم بود در نقش جبین گم ‌ ‌ کفی در نقش چین آستین گم

بکلک قدرت آن خط آشنا شد ‌ ‌ ز بس بالید پیشانی نما شد

برین یک نقطه لوح بی‌نشانی ‌ ‌ نوشتی آنچه آنرا هم تو دانی

نمیدانم چه مضمون داشت آن خط ‌ ‌ که وحشتم آشکار و نهان خط

من بیدل همان نقش جبینم | نگین گل کرده از نقش نگینم
ثنای کاتب از خط کی رود پیش | مگر کاتب نویسد حرفی از خویش
زفهم نقطهٔ خود ذره نومید | چه خواندستی خط مضمون خورشید
ندارد نسبت حمد تو ادراک | چه نسبت خاک را با عالم پاک
سراپا صفحهٔ خجلت نگارم | بهر رنگی که هستم شرمسارم
بگو هم گر رساند سر کشیدن | همان چون ناله پنهانم زدیدن
حبابم محو طوفان خم و پیچ | که یک دریا بنالم تا شوم هیچ
برنگی گر رسم گلشن فروشم | نمی گر نقش بندم بحر جوشم
بداد این هستی متهم رس | توای هستی بفریاد عدم رس
تو در آغوش و من داغ جدائی | چه باشد گر برون زین پرده آئی
زجیب من برون آ یک بی من | زمن تا چند پنهان باشی ای من
بوهم اندوده‌ام ای هوش اشتاب | بهیچ آلوده‌ام ای جمله دریاب

حکایت

شبی داشتم سیر میخانهٔ | زاندیشه در دست پیمانهٔ
که عالم همه کلفت آلودگیست | تب و تاب موج نیاسودگیست
درین عشرت آباد گفت و شنفت | همین وقف میخانه عیش است مفت
زقانون تحقیقم آمد بگوش | که ای ساغرت رفته از چنگ هوش
خیال تو مصروف فهم آوریست | تأمل نداری نگه سرسریست
دلت بسکه در فکر راحت گداخت | سراغ تسلی بمیخانه یافت
چو تمییز در امتحان آیدت | ازین خانه هم دل بجان آیدت
طلسم ظهور است ای بیخبر | درین جا گمان تسلی مبر
زدیر و حرم تا مقامات دل | نجوشید جز زحمت آب و گل
بنای جهان بر سر آفتست | در اوقات آسودگی تهمت است

ظهور امتحانگاه آرام نیست
می عافیت وقف این جام نیست

حذر درا بغفلت مکن متهم
ز ساز ظهور است میخانه هم

زخمهای این بزم راحت گداز
عیانست پوشیدگیهای راز

طرب صید کس مفت کی میشود
دل آندم که خون گشت می میشود

بهی نیز سامان عشرت کجاست
اگر نشئهٔ دارد آن خونبهاست

جگرها بخون جفت میخانه شد
ز بس رنگ گردید پیمانه شد

زمین گیری از نشئهٔ راحتی
چو خم میدهد نشئهٔ عشرتی

ولی عافیت کو درین عرصه گاه
که اینجا سر از جیب دارد کلاه

شکستست مصروف آن ظرفها
فنائیست مضمون این حرفها

گر آسودگی مقصد آرزوست
سراغش خرابات بیرنگ و بوست

چو خواهی بآن نشئه موصول گشت
ز اسباب تقلید باید گذشت

درین بزم تا کی توان شد گرو
نه خم گل کند نه قدح نی سبو

که تا ظرف باقیست یعنی صفات
ز راحت نشان نیست یعنی ز ذات

حکایت

یکی غافل از رنگ ما و توئی
نوآموز نیرنگ عالم دوئی

ز طاق سرا یافت آئینهٔ
صفا در بغل طبع بی کینهٔ

در آن آینه صورت خویش دید
گرفتار شد هر قدر بیش دید

بوهمیکه نشکافدش رای حلق
چو معنی نهفت از نظرهای خلق

ز هر جلوه اش حسرتی می فزود
بحیرت نظرباز صد رنگ بود

چنین برد با خویش عمری بسر
در آغوش وهمی رفیق دگر

گل وحدتش ریشهٔ غیر داشت
هم از خویش اندیشهٔ غیر داشت

چو گیسو گرفتار زنجیر خویش
چو تصویر حیران تصویر خویش

که ناگه ز کف رفت آئینه اش
تو گوئی دلی رفت از سینه اش

زد از ناله در جیب آرام چاک | چو اشک از طپیدن بسر کرد خاک
شکست دل انگیخت طوفان آه | جهان شد بچشمش چو مژگان سیاه
ز بیطاقتیها بهر سو شتافت | نشانی ز گم کردهٔ خود نیافت
نفس خون شد و ناله ماند از صدا | کسی یارب از خود نگردد جدا
رفیقان که این رمز دریافتند | معمائی از جهد بشگافتند
که ای بیخود آن لوح آئینه بود | که هم بر تو نقش تو وا مینمود
گر آئینهٔ دیگر آری بکف ∴ | همان جلوه هایت کشیداست صف
طلب پیشه را بعد تفتیش کار | چو گردید تحقیق آئینه وار
ز رمز تو هم تا خبردار شد | ز خوابی که میدید بیدار شد
خجل گردش اندیشهٔ وهم خویش | بنالید در ماتم فهم خویش
برخ انفعالی فکندش نقاب | که صد آئینه از جبین زد بر آب
دگر تا نفس بر لبش راه داشت | ز تمثال آئینه اکراه داشت
بهر جایش آئینه گشتی دوچار | نگه را ز مژگان گرفتی نجار
یکی گفتش این انفعالت چراست | ز آئینه زنگ ملالت چراست
چو زین صفحه خواندی بچندین نیاز | خط اعتبارات نیرنگ باز
نه زین گل چمن رونما داشتی | نگاهی بخویش آشنا داشتی
نفس زد کز اوهام غفلت ثمر | دمی چند با غیر بردم بسر
نمودم بوهم آنچه نتوان نمود | فزودم بخویش آنچه نتوان فزود
کنون شست زنگ خدادانیم | بنای اثرهای نادانیم
یقین شد که در بحر اسرار من | همان بود آئینه دیوار من
مرا گرچه با من بدل مینمود | بیکتائی من خلل مینمود
تماشای خود غیر خود گشتن است | چو آئینه با خود دورو گشتن است
ز بس وهم دارد دوئی پروری | بخود تا نظر کردهٔ دیگری

بهار یکه صافست مرآت او   چه لازم کشد تهمت رنگ و بو
گل باغ وحدت کنون بیش و کم   دو باشم چرا چون بمعنی یکم

اشارت

سحرگاهی از چشم بیدار فهم   چو مژگان گسستم رگ خواب وهم
نگه داری از پرده بیرون زدم   بر اندیشهٔ وضع قانون زدم
کزین پرده شور که برمی کشد   ز ساز دگر زیر سر میکشد
درین صورت آئینه کار چیست   بهم بستن اینقدر تار چیست
ز اجمال اگر گل کند مدعا   کسی محو تفصیل باشد چرا
بمضرابی فکر عرفان گزین   خروشید ساز نوای یقین
که ترتیب این نسخهٔ سحر کار   مثالیست از عالمی اعتبار
نوآز مایان ساز قدم   فزودند یک عمر در زیر و بم
تلاش دوئی زد بصد تار چنگ   که شاید بگرداند این نغمه رنگ
حقیقت نشد مختلف از مجاز   همان یک نوا داشت این جمله ساز
پس از امتحان شد یقین کان عدد   بکثرت همانست کاندر احد
ازین اعتبارات کثرت اثر   خلل نیست در وحدت معتبر
بافسون این تار و پود سراب   بر آن نغمه نتوان فکندن نقاب
که این رشته‌ها مجمع کثرت است   چو بر هم زنی نغمهٔ وحدت است
بچندین عروق و پی اندر بدن   نیابی مگر یک طپش موج زن
چو قانون دو عالم باین دستگاه   طلسم است موضوع یکشعله آه
بصد برگ و رنگ نمو شعله کار   ز چندین زبان یک سخن آشکار
ز صد حرف یک مدعا حاصل است   ز صد راه مقصود یک منزل است

اشارت

ز ارباب تحقیق صاحبدلی   نئی دید در گوشهٔ محفلی

که افتاد از آغوشش مطرب صدا ‌ نه برگ طپیدن نه ساز صدا
نه سر تا قدم حسرت آوازه ‌ طرب رفته و مانده خمیازه
جرس رشته ناله بگسیخته ‌ قدح سرنگون گشته می ریخته
دل اما فرو رفته در چاک و بس ‌ سری لیک بر زانوی خاک و بس
صلا داد کای محرمان شعور ‌ مباشید غافل ز وضع ظهور
جهانی درین واحدیت نواست ‌ که از هر شئی وحدتی جلوه راست
نگردد عیان بیکران وشکی ‌ ز تحقیق هر یک بغیر از یکی
درین هر یک افعال و آثار کم ‌ چو دریای خوابیده و رفتار کم
خروش طپشهای فعل و اثر ‌ که دارد ز قانون قدرت خبر
ظهورش در آغوش ربط هم است ‌ اثر یک قلم در دوئی مدغم است
وگرنه چو دف زین همه بیش و کم ‌ نه خیزد نوا از نی بیکدست هم
تب و تاب هنگامهٔ اعتبار ‌ ز امداد یکدیگر است آشکار
درین بزم گر مهر و گر کینه است ‌ نمودار عکس دو آئینه است
نتایج بهر جا اثر ریز شد ‌ ز ربط دو واحد اثر خیز شد
دو پا یک چو شد متفق گر تست ‌ دو کف تا بهم میرسد شهرتست
زبان از دو سو تا نه غلطد بکام ‌ خموشی است ساز ظهور کلام
نباشد اگر ربط لوح و قلم ‌ محال است در جلوه آید رقم
ز کیفیت باده بی باده‌خوار ‌ نه از نشه جوشد اثر نه خمار
غرض موجهای محیط ظهور ‌ کز افعال و آثار دارند شور
مپندار بر روی هم میزنند ‌ ز وحدت بوحدت قدم میزنند
اگر عرض اعراض و گر جوهر است ‌ نواهای امداد یکدیگر است
نیابی درین بزم دانش گداز ‌ یکی را بغیر از دوئی برگ و ساز
منی اعتبار جهان توئیست ‌ سر و برگ اثبات وحدت دوئیست

یکی بی دوئی باب تمیز نیست
توئی گر نباشی منی نیز نیست

حکایت

شنیدم حریفی ترنم پرست
به طنبور ترکی رسانید دست

ز بیطاقتی ترک اسرار باز
برون جست چون نغمه از تار ساز

بصد احتیاطش ز جا برگرفت
چو چشم از مژه زیر چادر گرفت

نصیحتگری گفتش ای خودپسند
برین یکدو تار اینقدر بخل چند

بخندید کای دشمن عافیت
شهید بلایت ندارد دیت

به پیچ و خم این خموشی بساط
مده از کف آئینهٔ احتیاط

مبادا سر رشته برهم خورد
طرب فرصتی یا بد و رم خورد

که ما را بضاعت جز این راز نیست
اگر بگسلد رشته آواز نیست

حکایت

ز گلزار معنی یقین پیشهٔ
دوانید در نیستان ریشهٔ

بگرداب ز موج اندیشه اش
گره گشت پیچیدن ریشه اش

جنونها بسامان زنجیر یافت
خروشش قیامت زمینگیر یافت

بهم گل زمین شوق سرداده بود
نهالی که صد ناله آماده بود

ز هر عضو شان دسته بندی دگر
گره گشته چین کمندی دگر

بفتراک هر یک گره ناله
شرر وحشتی برق دنباله

ولی هر قدر رنگ بینش گرفت
صدائی از آن بینوایان نجست

فرو رفت چون نی بجیب نیاز
که یارب چه سحر است این برگ و ساز

چه افسون درین پرده تأثیر کرد
که خاک اینقدر ناله تسخیر کرد

ز قانون تحقیق بی قیل و قال
نوای خیالی بر افشاند بال

که اینجا غبار خم و پیچ نیست
بغیر از تحیر دگر هیچ نیست

شراری بدامان خس بسته اند
بدوش خیالی نفس بسته اند

نه آشوب خاریست اینجا نه خس　　همین ناله میروید از خاک و بس
بقدر پر افشاندن فرصتی　　کمین کرده در طبع ما حیرتی
که آیا مقیمیم یا میرویم　　باین بیخودیها کجا میرویم
تحیر گرفت است دامان ما　　که گردیده دامن گریبان ما
بلیندار بیدست و پا مانده ایم　　زبانی بد اندیشه وا مانده ایم
تامل گره ساز اوهام تست　　بخود هر قدر وارسی دام تست
تامل اگر عقده ایجاد نیست　　جهان ناله و ناله جز باد نیست
چو آهنگ نی تا بر آئی ز خویش　　بصد جا گریبانت آید به پیش
که یکدم به تحقیق خود ریشه کن　　کجا میروی لختی اندیشه کن
تامل بفکر خود افتاده است　　وگرنه صدا سخت آزاده است

حکایت

شبی روح منصور آمد بخواب　　تمنا بپرسش نمود اضطراب
که در خجلت آباد عجز وجود　　نفس سرکش دعوی حق چه بود
محال است در دیده اعتبار　　که گردد ز امکان وجوب آشکار
نیاید به تقیید اطلاق راست　　نشاید زمی عالم تاک خواست
زمین آسمانی کند حیرت است　　ره بحر ساحل زند خجلت است
تقدس زبان تنزه بیان　　باین رنگ شد آگهی ترجمان
که ای پخته اعتبارات خام　　مقید چه رنگ است و مطلق کدام
ز ذات احد اسم چندی دمید　　ز هر اسم کیفیتی شد پدید
صفائی کز اسما زند راه فهم　　تو خواهی یقین بشمر و خواه وهم
عیان نیست زین گفتگوی هوس　　بغیر از یقینی که وهم است و بس
چه اسم و صفت نغمه ساز غیب　　توهم غباری ز آواز غیب
جهانی ازین نغمه ممتاز شد　　صدای جرس کاروان ساز شد

دمی کاین جرس‌ها ز آواز ماند — همان شوخی کاروان باز ماند

ازان نغمه‌های خیال اعتبار — نوائی ز منصور آمد ببار

دو روز نفس شوخی اظهار بود — زگرد من و ما نمودار بود

بیکبار حق گفتم و حق شدم — مقید ز خود رفته مطلق شدم

ازان معنی بی‌نشان دوریم — نبود است جز اسم منصوریم

نفس وار از امتحان دم زدم — هوس نسخهٔ بود برهم زدم

تخیل زمانی گل افشاند و رفت — گلی در نظر رنگ گرداند و رفت

کنون امتیازی که من کیستم — کجاییم چه بودم کیم چیستم

نگاهی که در وهم زار قیود — که میگفت منصور و حق گو که بود

بساطی که تا دم زنی برهم است — همان اعتبارات بیش و کم است

غباری کز ارواح و اجسام بود — همین نام بود و همین نام بود

یقین دان که در عالم قیل و قال — بصد رنگ داری ظهور خیال

باسمیکه خود را توانی ستود — زجیب همان جلوه گیرد نمود

درین بحر پر کسوت ما و تو — زبانهاست چون موج در گفتگو

زهر موج پیداست شوری دگر — ولی جمله از شور خود بیخبر

بوقت خموشی نماید عیان — که در کام دریاست چندین زبان

اگر شوق منصوریت نیست بیش — چه دریابی از شوخی راز خویش

به تحقیق این جلوهٔ بی‌نشان — نگاهی است در چشم قربانیان

حکایت

ببازار شد ابلهی بیخبر — کدوهای خشک آمدش در نظر

زبقال پرسید کای اوستاد — بگو تا چه چیز اینچنین بیضه داد

همانا که این بیضه‌های سترگ — زاجناس فیل است یا قسم گرگ

بخندید بقال کای بیخرد — درین پرده چندین تو گه میخورد

نه فیلست نی گرگ تخم خراست
که چون بشکند جمله بال و پراست

قضا کرد در بیضهٔ خر نهان
هجوم پرافشانی طوطیان

دل ابله از حرفش آمد بشور
به تخم کدویش وطن کرد مور

سر خشک مغزش بسودا رسید
کدوئی بصد نرخ گوهر خرید

نهال هوس تا شود گل فشان
بشاخ بلندیش بست آشیان

شتاب هوس گشت خاک درنگ
نه بوی پرافشاند از آنجا نه رنگ

ولی همچنان میکشد انتظار
که تخم خرش طوطی آرد ببار

سحرگاهی از اقتضای شگفت
نسیمی به تندی وزیدن گرفت

کدوی معلق از آن تند باد
سبو وار از دوش شاخ اوفتاد

قضا را یکی طوطی خوش نوا
در آن سرزمین داشت سیر هوا

چه شور شکست کدو ساز شد
پرافشانی طوطی آواز شد

به یکبارگی ابله از خویش رفت
دل و دستش از یکدیگر پیش رفت

گمانش یقین شد که از تخم خر
رم طوطیان میکشد بال و پر

قیاسش نقاب تسلی گشود
ولی عقل داند که کلی چه بود

قیاس خران نیز بر میدهد
باین رنگ عرض اثر میدهد

حکایت

فضولی بآئین کار آگهان
بلاف سخن بود گرم بیان

که من بارها بیدرنگ و شتاب
بدریا سفر کرده ام چون حباب

برسم تجارت ز نزدیک و دور
چو کشتی بصد آب کردم عبور

ز هر موج چندین طپش دیده ام
بهر قطره چون موج پیچیده ام

رسیده است از فکر معنی نظر
چو گرداب نقشم بگنج گهر

ز من معنی بحر پوشیده نیست
درین نسخه حرفی نه فهمیده نیست

حبابی اگر چشم وا کرده است
نگاهم در آن پرده جا کرده است

وگر جزر و مدیست آنچه عیان ‌‌ منش با نفس دیده ام همعنان
بغیر از من این رمز طوفان ادا ‌‌ بغواص فهمیدنی نا خدا
بساحل پرستان چه رانی سخن ‌‌ که دور اند از قعر اسرار من
درین عالم آب هستی اثر ‌‌ زهر قطره دارم سراغ گهر
کف دعویم خالی است از گزاف ‌‌ چو موجم معمای دریا شگاف
یکی گفت زین جمله سیر و سفر ‌‌ بگو تا ز ماهی چه داری خبر
که چون دیده آب دارد وطن ‌‌ ز داغست همچون دلش پیرهن
سراپا زبان لیک خامش کلام ‌‌ نفس کرده قلاب عجزش تمام
طپش آب کردند خون در تنش ‌‌ بخون بسته بال و پر افشاندنش
بر آشفت کاخر درین بحرها ‌‌ همان ماهیم بود یکسر غذا
زماهی نشان جستن از ابلهی است ‌‌ چنین علم درس کدام آگهی است
زبحر بیانم گهر چیدن است ‌‌ ز ترکیب ماهی چه پرسیدن است
چو سایل نوای عتابش شنید ‌‌ بعذرش چو ماهی زبان بر کشید
که من غافل ز هیئت ماهیم ‌‌ ازین کیسه بی نقد آگاهیم
سزد کز بیان تو گیرم قیاس ‌‌ شوم از نشان تو ماهی شناس
سیاه و سفید جهان شعور ‌‌ فکنده است صد جا بساط ظهور
عیانی که هوشش نه فهمیده است ‌‌ همه گر سپهر است پوشیده است
جهان از بد و نیک دارد بسی ‌‌ چه محرم شود گر نه بیند کسی
شناسائی از نیست دام تمیز ‌‌ بدست تو عنقاست عصفور نیز
بحکم ضرورت ز روی مثال ‌‌ لب هرزه گو شد مجیب سوال
که ماهی همانست ای هوشمند ‌‌ که دارد چو اشتر دو شاخ بلند
کنون خویش را از غم آزاد کن ‌‌ ببین اشتر و ماهی ایجاد کن
بجنبید خلقی بر آن بو الفضول ‌‌ که نی فرع بود و نه اصلش حصول

به تقلید می برد و اسمی بکار / سرانجام رسوائی آورد بار
یقین شد که جز حرف نشنیده بود / چو ماهی شتر نیز کم دیده بود
کمالات مردم ازین دست گیر / عروج هوس زین سر پست گیر
جهان بسکه با وهم و ظن روبروست / چو آئینهٔ تیره آشفته گوست
بحیرت رو و از تماشا مپرس / جنون بی نقاب است از ما مپرس

حکایت

ز تحقیق اسرار بیگانهٔ / به تقلید میخواند افسانهٔ
که شور سخن پر مکرر شده است / دل از گفتگوها مکدر شده است
یکی گفت اگر مردی از اهل خو / بغیر از سخن حرف دیگر مگو
محال است از جلوه پوشی نظر / بمعنی خموشی بمیری مگر
سخن بر لبت پشت پا میزنند / که سازت درِ این نوا میزنند
وداعش مگر تلخی اظهار تست / وگرنه سخن جان اسرار تست
کدام است جان آشنای سخن / چو مردان تهی گشت جای سخن
چه جان بلکه جان آفرین است و بس / نفسهای رحمانی اینست و بس
بعالم نه مرد و نه زن مانده است / همه رفته اند و سخن مانده است
بفهمی اگر رمز لوح و قلم / بغیر از سخن چیست آنجا رقم
بفکر مخارج اگر جستجو است / الف اوّل و واو در آخر اوست
باین درس فهمت ندارد وقوف / که وهم است جز اجتماع حروف
حقیقت درین پرده دارد خطاب / که گر چشم داری منم بی نقاب
بسر رشتهٔ وهم دیگر مپیچ / که غیر از سخن در جهان نیست هیچ

اشارت

شبی در نظرگاه فکر سخن / به تحقیق پیچیده اسرار من
در دل زدم کاندرین خانه کیست / در آئینه ام جلوهٔ شوق کیست

نمودار شد قطره دار از خون
بطوفان معنی درون و برون

شدم تا در ان قطره چاک افگنم
سخن گفت آهسته اینجا منم

حکایت

بدشتی یکی از شکار افگنان
پی صید کرد آهوئی را نشان

رها کرد دلدوز تیری ز شست
که چون استخوانش به پهلو نشست

ولیکن نشد کار صیدش تمام
نیفتادش آهوی مطلب بدام

گذشت آهو از دیده اش چون نگاه
جوان شد چو اشک از پیش سر براه

بره بود از خون صیدش چراغ
دهد رنگ از نکهت گل سراغ

بذوق طلب هر طرف میدوید
قضا را بهر وقت مردی رسید

که چون چرخ در جیب خود داشت سر
برون بود ز آئینه اش گرد غیر

پلنگ سوار بیابان راز
نهنگ محیط دو عالم گداز

به تمکین معنی جهان وقار
فرو رفته در خویش چون کوهسار

کدورت نگرد دیده پیرامنش
بدامان صحرا گره دامنش

بگفت ای که بر خویش پیچیده
درین رهگذر آهوئی دیده

که زخمیست گل کرده در سینه اش
شکستی است در رنگ آئینه اش

برآورد سر مرد معنی کمال
که ای وهم صیاد دام خیال

یقین دان که تیر خیالت خطاست
وگرنه درین دشت آهو کجاست

درینجا نه صیدست نه دانه دام
نگر اعتبار خیالات خام

چو آئینه هوش گیرد غبار
رم آهوان میشود آشکار

بهر جا نظر خیرگی می کند
صفت جلوه ها تیرگی می کند

اگر هست آهو خیالست و بس
وقوع خیال محال است و بس

من این جستجو ها نمودم بسی
ندیدم درین دشت جز خود کسی

اشارت

عشق از مشت خاک آدم ریخت   آنقدر خون که رنگ عالم ریخت
چیست آدم تجلی ادراک   یعنی آن فهم معنی لولاک
احدیت بنای محکم او   الف افتاده علت دم او
دال او مغز اول و انجام   که درو وجه وحدتست تمام
میم آن ختم خلقت عالم   این بود لفظ و معنی آدم

حکایت

کودکی نان بدست بازی داشت   بر لب چاه لا به سازی داشت
رفت ناگاه پنجه اش بگشاد   نان برنگ صدف در آب افتاد
گریه برداشت طفل بازی گوش   اضطرابش گرفت در آغوش
داد چون موج داد نالیدن   غوطه زد چون گهر بغلطیدن
همچو اشکیکه از بن مژه ریخت   در کنار پدر چپش انگیخت
چون پدر رمز اضطراب شکافت   کف خالیش جای نان دریافت
گفت نان از کفت که غارت کرد   طفل سوی چهش اشارت کرد
مرد آشفت و رفت بر سر چاه   کرد ز آشفتگی در آب نگاه
تا تأمل بطبع آب گماشت   عکس آئینه در مقابل داشت
بانگ بر عکس زد که ای ابلیس   که خوری به که نان باین تلبیس
شرم دار از خود ای خسیس دغل   که ز اطفال نان بری بحیل
آب در خنده آمد از لب چاه   کای ز خویشت بروی غیر نگاه
از تو باتست التفات و عتاب   ورنه در آب نیست غیر از آب
طفل وهمت باین فسون بانداخت   که ترا از تو در گمان انداخت
زین شعوریکه در نظر داری   هرچه گوئی بخود سزاواری
چند با خود خطاب شرم کنی   به که خود را چو آب نرم کنی
تا چو آبت همه زلال شود   عکس و آئینه یکت جمال شود

اشارت

ای تو هم غبار دشت چمن ... بهوا می طپی کجاست وطن

نه بصحرا اسئی و نه در چمنی ... گرد اندیشهٔ نفس وطنی

این وطن را بهر پرافشانی ... تنگ دارد غبار ویرانی

از نفس تا رسی بگرد اثر ... وطنی گشته است زیر و زبر

نه نفس بخیهٔ جنون خیال ... چیدهٔ دام درفشاندن بال

هر طرف بال وهم بگشائی ... با نفس میروی و می آئی

این نفس گرد وحشت سحریست ... این نفس آشیان وطن سفریست

ذره ها را زبس پرافشانی ... گرد اندیشهٔ گریبانی

که درین عرصهٔ خیال قضا ... عمرها شد بخون طپیدن ما

رنگهای شکسته ایم همه ... بهوا بار بسته ایم همه

نه ز دام و قفس نشان داریم ... نه سراغی ز آشیان داریم

جوهر جسم و جان ما طپش است ... قفس و آشیان ما طپش است

اگر این جهد اختیاری ماست ... سعی محروم ضبط خویش چراست

چند بلند امید یاس طراز ... داغ بی آشیانی از پرواز

تا بکی باشد این طپش حسبی ... مرکز پیچ و تاب بی سببی

گرد اندیشه بس که حیرت بیخت ... حسن تحقیق رنگ آئینه ریخت

ذرهٔ جیب امتیاز شکافت ... رمز عریانی یقین دریافت

نغمه گشت و برون تار افتاد ... بخیه واری بروی کار افتاد

که بوهمی تنیده ایم همه ... هیچ بر هیچ چیده ایم همه

غیر ما نیست در قلمرو فهم ... نقطهٔ انتخاب نسخهٔ وهم

گردش رنگ عالم تصویر ... بچه وحشت کند کسی تعمیر

جستن نبض موجهای شراب ... از چه تب میتوان گرفت حباب.

آفتابی ز پرده تافته است   رمز موبمو مئی شگافته است
چیست آن آفتاب شعلهٔ نفس   پرتو علم بی نشانی و بس
ورنه این ساز بی سروپائی   چه خیال است ما و پیدائی
گر نباشد فروغ علم عیان   ذره را کو کجاست نام و نشان
رنگ او بام پردهٔ عدمیم   هر چه گل کرده ایم مغتنمیم
در عدم ناز هستئی داریم   در دل تاک هستئی داریم
عدم آئینه است و ما تمثال   موسیئی میزند پری بخیال
در خموشی هجوم فریادیم   بفراموشی اینقدر یادیم

اشارت

شوکت دستگاه هستی ما   گاه شبنم دمید گاه هوا
چون هوا از طپش شکست بهم   نقش پائی دماند از شبنم
محو شد شبنم و هوا گردید   نقش پای صدای ما گردید
پیش ازین شبنم خیال نمود   در نقاب هوا پرافشان بود
این زمان شبنم هوا باقیست   رفته ایم و نشان ما باقیست
پس بآواز و پا و نقش و قدم   تا کی اندیشهٔ وجود و عدم

حکایت

بود کمظرفی از خرد خالی   خوش نشین نشیمن عالی
هر نفس سر کشیدی از لب بام   چون هوس از بن طبیعت خام
عاقلی گفت این چه ابرام است   احتیاطی که خانه بر بام است
بتماشا چنین مباش دلیر   که مباد از حیات گردی سیر
تو سرشکی و بام مژگانست   ضبط اشک از مژه چه امکانست
اشک هرگه جدا شد از مژگان   تا بخاکش گسسته گیر عنان
تا نشوی ایمن از برون خطر   از لب بام گام آن سو بر

سعی تا باین دقیقه رسید — احتیاطش باحتراز کشید
بازگشت آنقدر ز بیم هلاک — که ازان سوی بام رفت بخاک
فهم ناقص دلیل نقصان است — خاک تا پر زند پریشان است
بر چنین فطرتست نازش ما — خنده دارد جنون بنازش ما

اشارت

ای عدم زادهٔ وجود طراز — نیستی نقش حیرت آئینه‌ساز
اولت هیچ و آخرت معدوم — وسط اندیشه‌هایی نامفهوم
در شکنج دو نیستی جایت — وین همه شوخی من و مایت
کاش زین ما و من خبر گیری — پردهٔ گوشش در نظر گیری
نه صدایت شنیدنی دارد — بس که پیداست دیدنی دارد
درس ما و منی که میخوانی — از زبان حدوث میدانی
حیف هوش تو نیم آهنگست — که تمیزی نیست برچنگ است
از نقد فطرت بهیچ و پوچ مباز — قدم است اینکه میدهد آواز
تو برآنی که من سقیم تنم — نیستی بانگ میزند که منم
در تو سامان چون و چگی ست — شعله دارد و صد اسپند کجاست

حکایت

دو کمال انتظام امکانی — نسق آرای طرز انسانی
داشتند از طبیعت هموار — صحبت آدمیتی در کار
نه نمودند در طریق صواب — سر مویی تخلف از آداب
بشهود مراتب احوال — صبحها گشت مستفید کمال
تا قوی هم رسد بفائده — وجه قسمت کشیده مائده
جهد هر یک باحتیاط شعور — ساز تعمیر خویش دید ضرور
آن یکی تا دهن بلقمه رساند — حرکاتش عنان بچپ گرداند

از رفیق دگر برین انداز | لب گزیدن عتاب کرد آغاز

کای سراپایت اعتدال ظهور | در کمالت چراست میل قصور

هم بحکم تو ای کمال گزین | نحس سعد است در یسار و یمین

پاس احکام خویش داشتن است | کم کم و بیش بیش داشتن است

نتوان بود هوش اگر بر جاست | بی خبر از طبیعت چپ و راست

راستی تا دلیل کار کنی | حیف باشد کج اختیار کنی

گفت معذور دار دندانم | گرد منع ادای ارکانم

بسکه دندان راست رفت بدرد | بچپم مبتلای تهمت کرد

تو مپندار کز ادب دورم | عاجزی کرده است معذورم

درد پهلویم آنقدر گرداند | کز یمینم غم یسار نماند

پس درین دستگاه حیرانی | سخت کاریست گشتن انسانی

در دو عجزی مگر کنیم تشفیع | تا بر آئیم از غم تشنیع

ورنه ناساز صحبت است اینجا | نغمه یک سر غرامت است اینجا

حرف چندی که صرف انسانست | چون تأمل کنی نه آسان است

خاک گردیدن و نیاسودن | نیست مشکل چو آدمی بودن

کاین طلسم مراتب چپ و راست | همه رنگست ضبط رنگ بلاست

گاو و خر از تکلف آزاد است | بار بر دوش آدم افتاد است

در مقامی که نام آدم نیست | گر همه خر توان شدن غم نیست

لیک آنجا که نسبت بشریست | اینقدر نیز یک طویله خریست

اشارت

چیست این باغ ورنگاه رمی | حیرت اوراق رنگ و بو رقمی

داغهای دلش سواد نقط | از غبار نظر دمیدن خط

این ورقها که دام ادراکند | مژه گر قلم کشد پاکند

از نقوشی که لوح اوست هوا
نیست روشن مگر سواد فنا

شبنم این نکته میکند تکرار
کای هوس چشم ازین چمن بردار

آتش است اینکه رنگ میخوانی
عبرت است اینکه جلوه میدانی

هر که از خاک سر کشید اینجا
با عرق بایدش چکید اینجا

ابر نالان که ای تماشائی
دست ازین رنگ و بو نیالائی

ثمر آب دیده است اینجا
خونی از دل چکیده است اینجا

صبح جوشان که ای نظاره کنان
این چمن زار آئینه عنوان

سادگی آبگینه دارد
عکس از چاک سینه دارد

انفعالی است در کمین نهال
که گداز آبیاریست ببال

این چمن رنگ کی برون زده است
عرق شرم فال خون زده است

احترازیست دستگاه شفق
کای نقاب خیال تازه شفق

از مزاج فسرده بیرون آر
رنگ چون مال شد بگردون بار

میخروشد ز سرو تا شمشاد
که درین تنگنای غم بنیاد

ناله ایم وز خود گذشتن نیست
جز سوی خاک بازگشتن نیست

جوش گلهای آب و رنگ نمو
زخم چندیست نا امید رفو

باید اینجا نظر بمژگان دوخت
بر چنین جلوه چشم نتوان دوخت

غنچه ها از فشار سینه تنگ
زده دست نفس بدامن رنگ

لاله ها عرض تیره رختی چند
خفته در خون سیاه بختی چند

سنبلستان تاب داده بهم
پرچمی چند خاک خورده بهم

موی ماتم کشان رعنا کیست
عبرت اینجا دلیل بینائی است

نتوان صحن گلستان فهمید
مرقد صد هزار رنگ شهید

لاله زارت بچشم کرده غلو
سوختگیهای یکجهان هندو

چیست آن سبزهٔ نشاط فروش
مژهٔ چند خواب در آغوش

لیک تا چشم میزنی برهم / چون نگه برده اند سر بعدم
بسکه وحشت طپیده است اینجا / نفسی آرمیده است اینجا
از گل و سبزه آنچه جلوه نماست / پرده بر پرده خواب غفلت ماست
نرگستان که عبرتش با نیست / بصد آئینه محو حیرانیست
کای یقین محرمان صورت گا / جلوه فهمان شاهد اسرار
چه دهم جز شکست رنگ نشان / چه نمایم که روبرو است خزان

حکایت

شعله جوشی بسیر انجمنی / دید پروانهٔ بشرر وطنی
برده چون اشک سر بجیب گداز / داد بر باد نسخهٔ پرواز
کرده شمعی بدامنی روشن / جای آتش بفرق خاک فکن
داد یک بال و صد هزار طپش / یک قدم حیرت و هزار روش
هر نفس صد هزار طوفانش / هر طپش صد جنون چراغانش
آتش ما شکست رنگ اثر / نیمهٔ داغ و نیمه خاکستر
گفت ای آشیان طراز فنا / یک پر افشاندن از تو تا عنقا
چه فسردن دمید ز اندازت / که طپش میچکد ز پروازت
چه تحیر گرفت دامانت / که نگه ریخت رنگ مژگانت
عجز طاقت بخاک سود کفی / داد خاکستری بسراغ تفی
که ازین شعله تاب و پیچ مپرس / همه داغم ز داغ هیچ مپرس
بفسون هوس گداخته ام / نقد فرصت ز دست باخته ام
دوشم از اقتضای بیتابی / سوختن زد صلای بیتابی
شب چو آئینهٔ تماشا بود / در نیرنگ امتحان وا بود
جوش پروانه داشت بی اهمال / بشرر چشمک از فشاندن بال
من بحکم جنون ادائیها / کردم انداز خودنمائیها

گفتم آب رخی برم زگداز / خاک گردم بصد تأمل باز
داغها گل کنم بان ناموس / که زپروانه واکشم طاؤس
بهوس شعله عشق سر گیرم / بال ازموج شعله برگیرم
نرسیدم بفرصت سرکش / تا ببال دگر زنم آتش
ما همان بال سوخت پروازم / برهمان رشته ختم شد سازم
حکم طاقت دگر نبردم پیش / داغ گشتم زخامکاری خویش
آن فضولی بگردنم پیچید / بال دیگر و بال من گردید
بعد ازین تازهستیم رمق است / پرفشانی چکیدن عرق است
نه زشمع و نه ازلگن داغم / بعذاب نسوختن داغم
آتشم مرده است و من بخیال / دامنی میزنم باین یکبال
از طپش زور بر جنون آرم / شاید آتش زخو برون آرم
کس چو پروانه درد ناک نسوخت / که بآتش رسید و پاک نسوخت
هر کجا مدعای عشق فناست / غیر تعجیل هرچه هست خطاست
نقد جنسی که ما و من دارد / همه یکبار سوختن دارد

اشارت

چیست فقر و غنای ملک وجود / انتقال تخیل مشهود
که کسی در قلمرو اظهار / نیست بر عزل و نصب آن مختار
زین هوا گر کمند جذبهٔ دل / میکند منصب نفس حاصل
زندگی مایه دار گنج بقاست / عالمش زیردست حکم غناست
باز تا آن هوای جلوه سبب / میگدازد قدم برون از لب
فقر میجوشد از مزاج غنا / اینک آئینهٔ بقا و فنا
هر نفس زین حقیقت بیرنگ / عذر دیدهست بیشتاب و درنگ
لایزال از کمینگه آثار / پرفشانست موج این اسرار

همه جا از تجدّد امثال / وانهارریشه است وریشه نهال
آگهی کو کز انقلاب صفات / نشناسد مگر تعین ذات
اینکه هرکس بساغری مست است / شاهد حال وشیشه در دست است

اشارت

آن یکی شمع مجلسی افروخت / تا سحر چشم بر تحیّر دوخت
ناصحی گفتش ای تماشائی / به که لختی بخواب آسائی
گفت گر خود مژه فراز کنم / باز کو فرصتی که باز کنم
نیست در جلوه گاه نقش کمال / این واوغیر حال واستقبال
یاد آینده گر همه طرب است / وضع آرام حال را تعب است
آدمی زاد باهزار آئین / میکند خویش را تصور این
اینکه خود مغتنم ازان دانند / که چواو آمد این نمی مانند
وهم اینست لیک نامعلوم / وحشت آرد تصوّر مفهوم

اشارت

زین بیابان که وحشت انجام است / هر کجا واکشیدی آرام است
لیک گرد فریب آمالت / میکند تا بسینه پامالت
امل آئینه ایست کلفت خیز / آبروی صفای حال مریز
نقد کیفیت فراغ کجاست / تاک تا میشود دماغ کجاست
این طبایع که غفلت اندیشند / مایل آنقدر ز خود بیشند
که اگر بازگشتی آمد پیش / در قیامت مگر رسند بخویش

حکایت

مردکی طبع ناشکیبی داشت / هوس آماده باغ وسیبی داشت
زاغ سیبی ازان میانه ربود / بمقامی بلند بال گشود
آن حنیس از قفای او بیتاخت / تا بجائیکه رنگ طاقت باخت

بسکه دودش فرو گرفت دماغ
شد جهانش بدیده یک پر زاغ

دیده کوششش ندارد اینجا راه
از غضب خویش را فگند بچاه

جان شیرین به تلخکامی داد
باغ و املاک جمله رفت بباد

ای ستمگار وضع بیکاری
ستمت بر خود است مختاری

هیچکس راز کلفتت غم نیست
گر بمیری دماغ ماتم نیست

خواه ماتم فروش خواهی سور
هم ترا چارهٔ خود است ضرور

رحم بر حال خویش باید کرد
مرهمی صرف ریش باید کرد

تو بوهمی کز اوج جاه افتی
نیست از عقل گر بچاه افتی

گشته باشد درین بهار ستم
سیبی از باغ اعتبار تو کم

کاری از دست رفت کار دگر
عالمی دیگر اعتبار دگر

باده داری ز در ظرف مثال
چینیت گر بهم شکست سفال

ثمر باغ شوق بسیار است
یعنی اسباب ذوق بسیار است

اشارت

دخمه ایست این بساط گرد و غبار
من و تو جمله نقش لوح مزار

هر کس اینجا دماغ می سوزد
بر مزاری چراغ می سوزد

اشارت

بهر رنگ آفاق حرفست و بس
نفس در عبارات حرفست و بس

حقیقت که آن سوی ما و من است
چو بی پرده شد حرف پیراهن است

چه مقدار بیتاب اظهار شد
که آخر در انسان نمودار شد

در انسان نمودار گردیدنش
به تحقیق خویش است پیچیدنش

درینجا معانی چه و کو صور
حباب است از خود بر آورده سر

فریبت یکسر نمودار کیست
خطا میزند موج اظهار چیست

ز بادی بباد یست عرض پیام
تو همچون نفس بر نفس میخرام

نفس اصل تست ای زخود بیخبر | ازین بیش جیب توهم مدر
بهرجا تجلی پیامم خودی | همان در خفای دوام خودی
فنا داست دررشتهٔ وهم پیچ | چوهموار شد ظرف ومظروف هیچ

اشارت

ای تردد نسب توکل چند | جهد سرمایهٔ تأمل چند
در تردد سرای جسمانی | نشوی مردهٔ تن آسانی
زندگی پردهٔ توکل نیست | چشم واکردهٔ تغافل نیست
بهوای فسردگی مشتاب | مایهٔ اصل خویش را دریاب
نفس غنچهٔ تأمل عشق | یعنی آن بوکه سرزد ازگل عشق
ازخود افشاند تهمت آرام | که زاصلاب ریخت درارحام
دررحم کلفتت فزون گردید | واطپید آنقدر که خون گردید
خون هم ازبسکه شد طپش سازش | ریشه کرد ازرگ وپی اندازش
رگ وپی نیز اضطراب انگیخت | تا برآشفت رنگ اعضا ریخت
عضوها ازهجوم بیتابی | بود یک عمر گرم سیمابی
پس برافتاد پرچهٔ اسرار | گشت آئینهٔ خفا اظهار
شد نمایان زپردهٔ نیرنگ | گلشنی مایهٔ دو عالم رنگ
کرد ازما ومن گل افشانی | بست برخویش نام انسانی
نی زطفلی بمهد امن غنود | نه به پیری زاضطراب آسود
غنچه تا بود فال رم میدید | گل اگرگشت بال وپر گردید
پیریش صبح وطفلیش شبنم | همه آیینهٔ حقیقت رم
تو هما بوی غنچه آوازی | که بچندین خیال میبازی
این زمان شعلهٔ نفس شدهٔ | صبح هنگامهٔ هوس شدهٔ
نفس ایجادی ازپر پرواز | گوهسار آفرینی ازآواز

بفسون سازی از خیال هوس
کس نفس را نکرد دست قفس

منزل و جادهٔ تو در کوچ است
آرزوی فسردنت پوچ است

کار صاحب نفس فسردن نیست
که فسردن بغیر مردن نیست

صبح تا گردی از نفس دارد
بال افشانده در قفس دارد

نفست یکقلم پر و بال است
ساز آئینه جوشش تمثال است

هیچگاهست نبوده دام قیود
بعد ازین نیز هم نخواهد بود

تا دم آخر آنچه در کار است
پر زدنهای رنگ اسرار است

اشارت

انبیا صاحب دعوت بودند
صورت و معنی الفت بودند

عمرها از اثر سعی وفاق
عرضه دادند طریق اخلاق

تا تو زان شیوه مکرم گشتی
غولیت محو شد آدم گشتی

گر جنون رسم هدایت میداشت
جذبه در خلق سرایت میداشت

وگر این وضع بقانون می بود
همه کس امت مجنون میبود

غافلی چند که دور از خردند
بهوس معتقد دام و دد اند

هر کجا بی ادبی عریانیست
بهر این بیخردان دوکانیست

طفلئی همت در آب و گل شان
کز مجانین بشکیبد دل شان

بسته از طینت اوهام نسب
کمر باختن شرم و ادب

چقدر پیرهن شرم درد
تا نگه جانب عریان نگرد

تا کجا هوش شود هرزه عنان
که دود در پی وحشی صفتان

رنگ سودا که سراپا زنگ است
صافی آئینه‌ها زآهنگ است

نیست در عالم دانش مرغوب
صورت وحشت و تالیف قلوب

تو ازین قوم چه الفت دیدی
که زیارت گه خود فهمیدی

میبرد دیدن این قوم خراب
شرمت از دیده و از دل آداب

چشم ازین غیرت بی پرده مپوش / تا غبارت نبرد صافی هوش

نیست گر قدرت عریان پوشی / مانعت کیست ز مژگان پوشی

مثنوی

آدمی فطرتست و قطرهٔ نام / نیست روشن مگر ز لطف کلام

هر قدر محو معنی آهنگی است / دل محیط جهان نیرنگی است

عالمی شوخی نفس دارد / از سخن باد در قفس دارد

لیک موزونی نفس دگر است / آن نفس نیست مطلع سحر است

فیضها در کمین حسرت اوست / نوشها تابع مضرت اوست

گر بموزونیت دهد دشنام / مرحبا چینی از خواص و عوام

با اجابت دعای ناموزون / جز بنفرین نمیشود مقرون

سرو اگر کج دمد درین گلزار / بقبول نظر ندارد بار

خاک بر فرق شمع بیخته اند / که بموزونیش نریخته اند

نفس خلق اگر رسد بسراغ / زنگ آئینه است باد چراغ

زین سبب کز درشتی آهنگ / لطف موزونیش نریخته رنگ

عمر با شور این فسرده بساط / گاه تفریط داشت گه افراط

اعتدالی ازان میان زد جوش / تا بانسان رسید دور خروش

شیشهٔ سازها رسید بسنگ / کاین نوا گشت انتخاب نه زنگ

بحر صد رنگ موج و قطره شکست / آنچه موزون فتاد گوهر بست

هر که موزون نباشد انسان نیست / فهم نیرنگ معنی آسان نیست

طبع موزون نکسبی و عملی است / از عطیات فیض لم یزلی است

حسن این شاهد سراپا ناز / جلوه گر نیست جز بخلوت راز

بتکلف حنا بچنگ نه بست / تا دلی خون نکرد رنگ نه بست

تا نفسها نسوخت سعی کمال / نگرفت آئینه بچنگ خیال

خویشتن نایداز میان برداشت / تا نقاب از رخش توان برداشت

مثنوی

نه همین عقل راست سیر کمال / جهل هم میزند پری بخیال
واقفان عرض حال می بینند / خوابناکان مثال می بینند
عاقل از فکر خیر و شر مست است / غافل از طبع بیخبر مست است
گرچه نظاره سازش انداز نیست / مژهٔ لبسته تیز پرواز نیست
عالمی راست با هوا سروکار / سنگ هم می پرد بهال شرار
خم و پیچ محیط استعداد / گرده صد رنگ دام موج ایجاد
برگل نه آنجاست خفته در رنگی / ساز هر رشته است آهنگی
بحر اگر موج کف دهد سامان / ساحل از گرد میکند طوفان
هیچ جا پای سعی در گل نیست / جاده هم بی سراغ منزل نیست
از نواهای اعتبار مپرس / رنگها دیدی از بهار مپرس

مثنوی

ای ز الفت بیخبر ما از تو ایم / گر بدانی ور نه دانی ما تو ایم
آنکه با تست آن توئی هشیار باش / خواب تا کی اندکی بیدار باش
گر معیت حرف را اثنینیت است / نیست اثنینت همان عینیت است
شخص واحد چون زبان آرد بگفت / هم بگوش خود سخن باید شنفت
چون زبان و گوش اسمای دو نیست / سمع و نطق خود تماشای دوئیست
وانمودن غیر انشا میکند / گفتگو بیت این تقاضا میکند
پس در اینجا ماسوی حرفست و بس / قرب و بعدت هم بخود حرفست و بس
ای غرورت شوخی آهنگ خویش / رنگ عجزت نقشی از نیرنگ خویش
گر شگفتن توام طبعت فتاد / نوبهار برگ عیشت کم مباد
ور دمی بیماریت ساز حزین / نرگس نازی و مخمور لیست این

ای شکست چینی ازدامان راز — اضطراب جنبش مژگان ناز
غفلتت خلوت کده عرض ظهور — ظلمتت رنگ تغافلهای نور
محرم جیب تاملی نیستی — تا بدانی این قدرها کیستی

مثنوی

اندیشهٔ غیب ما شهود است — مرآت خفای ما نمود است
در غیب و شهود ما دوئی نیست — حق تابع مائی و توئی نیست

حکایت

ابلهی را ز طبع جهل فسون — جمع گردید ابلهی بجنون
خاک و خشتی بدست می آورد — سوی گردون حواله اش میکرد
مدعا آنکه میکنم بر پا — بسپهر گردون عمارتی بهوا
آنهمه باز بر زمین میریخت — خاک بر فرق غفلتش می بیخت
مدتی زین ادای پوچ و خیال — داشت گرد تردد ش پامال
بود از آتش محال اندیش — سنگسار هوس طرازی خویش
آن یکی گفت ای هوس مزدور — سنگ مینای اعتبار شعور
آنچه سوداست کز تو دود انگیخت — وین چه خونست کز دماغ تو ریخت
چه جنونت درید جیب هوس — که به خاک می فشانی و بس
خشت و گل نقش صفحهٔ خاکست — زین کدورت دل هوا پاکست
سطح اعلی که جز لطافت نیست — قابل تهمت کثافت نیست
خاک گر جام چرخ پیماید — نیست ممکن که بر هوا پاید
چند بر دارد از تو ای غافل — لوح صاف هوا خط باطل
تا یکی باشد از تو ای مردود — دامن آسمان غبار آلود
گرچه سعی تو کامل افتاد است — مدعا سخت باطل افتاد است
اینچنین بلندی همت — میکنی جان به پستی ذلت

اگر اینست اوج همت و بس   از تو بالاتر است سعی مگس
گیرم انداز کار تست بلند   لیک زین پیش وهم کار پسند
خامکاریست این نه با خبریست   ریش کاوی و پیش کون خریست
امتیازی که در چه اندازی   انفعالی که بر زه پردازی
سرمهٔ از سواد عبرت گیر   خانهٔ چشم هوش کن تعمیر
گر گنه نیست داغ کوتاهی   بر فلک نه بنای آگاهی
ای غبارت ندیده نور نگاه   کوریت جوهر حضور نگاه
چون نگه از غبار بردارے   چون غبار از نگار بردارے
اینقدر در غبار جا کردن   نیست جز منع چشم وا کردن
عبرت از سعی بینشت دور است   که نگه زین غبار در گور است
بشکن این پرده چشم بالا کن   دستگاه نظر تماشا کن
در عروج نگه اشارتهاست   مژه برداشتن عبارتهاست
ابله انداز عقل نپسندید   همچو خر پیش پیش بانگ دوید
کای نصیحتگر اینقدر مخروش   جهل سرمایهٔ خرد مفروش
اینکه اعلی منزه از دنی است   سند دعویت بگو که کجاست
ابرها کز نتایج خاک است   از چه سیّار اوج افلاک است
گر هوا سنگ برنمی دارد   اینقدر ژاله از چه میبارد
آخر این خاک و خشت هم شاید   همچو ابر از هوا فرو ناید
در مشقت تحملی دارم   با تردّد توقّع گلے دارم
قوت طالع گر کند نظرے   سعی بیهوده هم دهد اثری
پس بدنیا خیال بسیار است   بهوس عالمی گرفتار است
خواه جهل است و خواه دانائی   یکقلم پیش خویش برپائی
عقل هر چند جز فضایل نیست   جهل هم خالی از دلایل نیست

لیک زین جاده تا بآن منزل | دوری حق‌شناس از باطل
آسمان دیگر و زمین دگر است | عالم شک دگر یقین دگر است

اشارت

عاشقی چیست داغ محرومی | گل خود روی باغ محرومی
یکقلم رنگ لیک باختنی | سر بسر بر دلی گداختنی
پنجهٔ نا امید گیرائی | پیکر فرش ناتوانائی
لب عرضی که مژده گفتارش | پای شوقی که رفته رفتارش
همه پرواز لیک ریخته پر | شعله اما تمام خاکستر
جهدش انداز نارسائی و بس | شورش آهنگ نارسائی و بس
نا امیدی و یکجهان امید | ناتوانی و کوشش جاوید
ساز موهوم نغمه زار خیال | کلک تصویر آرزوی محال
دام خمیازه صید دست هوس | صبح تهمت نگار گرد نفس
جوش خونی که هیچ رنگش نیست | موج آبی که نم بچنگش نیست
آه اگر بست هم بدل افسرد | اشک اگر بود بی چکیدن مرد
قصه کوتاه عاشقی اینست | وای آنکس که عشقش آئین است

حکایت

گربهٔ زار طبع حرص کمین | بود ویرانه بساط کمین
آن یکی گفتش ای پلنگ خصال | در چه عالم فسرده‌ای چنگال
گفت اینجا ضعیف موشانند | ناتوان کیش عجز کوشانند
تا نه بینند آفت کرکس | من درین ورطه شان پناهم و بس
زین نسق در طمع سرای ظهور | همه را سود خویشتن منظور
لیک تا ننگرد زیان کسی | نیست بر سود خویش دسترسی

اشارت

گرچه انسان بکشت زار حسد دارد از صد هزار دانه مدد
لیک گندم مثالها دارد قفس و دام بالها دارد
خوشه اش بسته در طبیعت خاک محمل راز یجهان دل چاک
ریشه اش راز جهد فتنه اثر نقب کاوش عروق تا بثمر
قفل نگشوده شکست احساس عقدهٔ نیم باز و صد وسواس
وضع آغوش لیک ربط شکن فتنهٔ مرده چون حقیقت زن
بیضه و خنده کاری قفسش محمل و سلسله چاکی جرسش
چشم لیکن زمار دل جوشش خالی اما به تنگ آغوشش
بخیه فرسای زخم دوختهٔ لخت شمع فتیله سوختهٔ
لب سوزی زهم جدا کردن فتنهٔ گرم چشم وا کردن
از همین پیکر شکسته نقاب کشتی آدمی نشسته در آب
صدره از انقلاب برده سبق زبر و زیر هم یکی پل ذورق
مدچنانش ز فرق تا بقدم عرض یک کوچه لغزش آدم
گندم است آنکه تا تبسم کرد موج صد تاب و تب تلاطم کرد
آن تبسم بعرض فصل نداشت جز دم صبح تیغ وصل نداشت
تیغ بود آن تبسم غفلت که بریدش ز نسبت وحدت
برق تشویش خرمنش گردید شکن چین دامنش گردید
هیضهٔ بال و پر طپش وا کرد منزل آشفت جاده پیدا کرد
زخم بالید عافیت خون شد دیده مژگان گشود و مجنون شد
غیر نیرنگی آنچه بست خیال داشت این دانهٔ پریشان حال
اول آئینهٔ منی پرداخت بعد از آن شکل آدمی پرداخت
آخر این آبشار نشو و نما خوشهٔ از فسون نفس و هوا
غفلت و آگهی مهیا کرد ظلمت و نور آشکارا کرد

بندگی پیشه شد خدائیها   از چه شد نسبت جدائیها
آن جدائی ز صورتش پیداست   وصل گندم بعقل ناید راست
عرض کثرت ز چاک پردهٔ اوست   دل وحدت دو نیم کردهٔ اوست

اشارت

گرچه عزلت حصار آفتهاست   جای ایمن شدن ز مرگ کجاست
خواه در بحر خواه در ساحل   نیست مردن ز زندگی غافل
التفاتش همه ستم کوشی   وعده‌ها یکقلم فراموشی
از فسون جنون ترانهٔ او   بود یک عمر صید دانهٔ او
هر قدر جام انتظار کشید   جای صهبا همان خمار کشید
گرد شبها با انتظار سپید   ندمیدش بکام صبح امید
نه شکست از وصال آن بر دوش   جز به خمیازهٔ حسرت آغوش
نزد آخر از آن لب نوشین   بوسهٔ انفعال جز بزمین
بامید طریق امدادی   درد دل بردمش پیش استادی
که تمنای سرکشی دارم   پنبه در ره من آتشی دارم
من کف خاک و او سپهر بلند   نبرد خاک بر سپهر کمند
مددی کز وصال آن سرکش   مشت آبی زنم برین آتش
به خمی قانعم ز کج گنهی   گر بوصلی نخواندم نگهی
حکمت آموز نکهت تدبیر   نقشی ارشاد گردش تسخیر
کاین عمل چون دلیل کار کنی   خلوتی باید اختیار کنی
شکل مطلوب آوری بخیال   خامه رانی بوضع این اشکال
نقش آغاز چون گرفت انجام   باده در جام گیر و صید بدام
لیک شرطست لازم تدبیر   که از آن احتیاط نیست گزیر
آزمان کین عمل کنی بنیاد   شکل بوزینه ات نیاید یاد

اینقدر ما ضرورت عمل است
عاشقی بینوای پاس آهنگ
چه فسون از بغل برآوردے
گر نمیخواندی این فسون چه بود
این زمان هر چه آیدم بخیال
این فسون از صنایع عشق است
گر ازین دام پرده بشگافی
لب فشار و تکلّم ایما باش
نبی منکر طبایع اعیان
خاصه انسان که در طبیعت او
نه جهی تا ز دام و دانهٔ خویش
گر برآئی همه مسیح آیات
آفرینش تا آنچه در ماند
هر طرف باز کرده است آغوش
حرص انصاف دشمن است اینجا
زده از خون زیر دستی چند
بر ضعیفان شکست پیمایند
عاجزان را دهند غوطه بجون
سیل دست تصرفی است رسا
گر بجهها روا کنند درش
خورد ی بگوش ما رانی
که ز آزار ما پشیمان شو
این درشتان نرم کوب هنر

ورنه در نشهٔ امر خلل هست
نوحه برداشت کای جنون فرهنگ
که ز بوزینه ام خبر کردی
شکل بوزینه در جهان کم بود
رقص بوزینه دارد استقبال
اختراع و بدایع عشق است
پر گشائی کند قفس باقی
زخم خوان و تبسم انشا باش
امر معروف کرده است گمان
حرص دارد بقدر منع نمو
خطرات گماشت بر دل ریش
نتوان شد معالج خطرات
آفریننده خوب میداند
مثل گربه و خرچنگ و موش
پرورش نام کشتن است اینجا
قدح ما ز خود پرستی چند
تا کلاه غروری آرایند
تا شود خلعت هوس گلگون
لیک بر خانهای سست بنا
هست بر سنگ پیش پای سرش
نالهٔ از شکست مینائی
پای مردی حریف سندان شو
سر حساب اند با درشت دگر

گر ببازد دو سنگ دست بهم / مشترک میخورد شکست بهم
هر کس از پهلوی درشتی خویش / ز آفت غیر کرده پشتی خویش
نرمی آفت نصیبی دگر است / خرمن پنبه نذر یک شرر است
نیست از دست ناتوان خالی / مور را چارهٔ ز پا مالی
بر سر خوان امتحان چیدن / لقمهٔ نرم راست بلعیدن
آب را ارچه میبرند فرو / استخوانی ندیده اند درو
گر ز سختی الم نمیبرند / سنگ را همچو آب میخورند
سختی یکدگر گلوگیر است / ورنه کی استخوان کم از شیر است

اشارت

آدمی تا بحرص پا فشرد / اول از بر که زاد خونش خورد
جذبهٔ حرص داشت این تاثیر / که ز خون واکشید لذت شیر
بس جهان صید غارتش گردید / که بهر چیز دست یافت مکید
آنکه قوتش بجز خون باشد / چون تسلط گرفت چون باشد
زین مروت گداز حرص آهنگ / خون مادر نیافت صرفهٔ رنگ
مال مردم چسان امان یابد / خاصه وقتی که رایگان یابد

حکایت

عاشقی بیدلی جنون زدهٔ / قدح آرزو بخون زدهٔ
داشت معشوقهٔ ستمگاری / خودسری شوخ و عاشق آزاری
بر ترحم نگه تغافل خیز / به تکلم زبان بهانه گریز
نگهی ابروان جبین ترشش / بر تبسم گرفته راه لبش
آن یکی از محیط بیرون تاخت / وحشت رخت بر کنار انداخت
خورد جائی بلغزشش پایش / برد ساحل بقعر دریایش
گاو جست از شکنجهٔ قصاب / شد بصحرا ازو دیده ها نایاب

شیر ناگاه حلق او افشرد	از اجل هر کس اینچنین جان برد

اشارت

ای شراری گرفته دامن سنگ	تا کی اندیشهٔ شتاب و درنگ
یک نگه اگر از سراغ برآ	یک قدم نیز با چراغ برآ
سخت سردر گم است رشتهٔ راز	ناخن جمع کن ز فکر گداز
زر اندیشه‌ات غشی دارد	فکر کن فکر آتشی دارد
کم عیاریت داغ نقصان است	بوته‌ات الفت گریبان است
بتأمل نفس دل است اینجا	راه پیچیده منزل است اینجا

حکایت

یکی دید در کنج میخانهٔ	مزاری و شمعی و پروانهٔ
که میگشت بیتاب گرد سرش	پرافشان تر از دود بال و پرش
ز بس پیکرش جابجا سوخته	ز خود هم چراغانی اندوخته
ز هر عضو بوسیده اعضای شمع	سراپاش داغ سراپای شمع
چو طاوس صد رنگ پرواز داشت	ز پروانه بر سوختن ناز داشت
بدو گفت ای خرمن اندوز داغ	برین شعله تا چند سوزی دماغ
نیائی چرا جانب انجمن	که فرش است صد رنگ شمع و لگن
ز هر گوشه گل کرده باغ دگر	ز هر جام تابان چراغ دگر
نظر تا کنی عرض نقل است و می	نفس تا کشی حرف چنگ است و نی
چراغی که سوزد بویرانها	وبال است بر بال پروانها
ز محفل گر افتد شراری بکف	بخورشید پروانه دارد شرف
پرافشاند پروانهٔ بیقرار	برون ریخت از پرده مشتی شرار
که پروانه را کار با جمع نیست	مرادی جز اندیشهٔ شمع نیست
بهر جا چراغی برافروختند	دو عالم بچشم ترش سوختند

محال است بیطاقت سوختن	کند فرق ویرانه از انجمن
بویرانه گر مدعا حاصل است	گر ذوق آرایش محفل است

حکایت

بدیر مغان دل ز کف داده	شکن پرور زلف مغ زاده
ز بس ناتوان و گرفتار بود	سراپاش یک رشته زنار بود
ازان آتشین چهره افروختن	ازین مشت خاشاک وا سوختن
در آنجا تبسم بهار نظر	در اینجا سحر خنده چاک نظر
ادا یک قلم مایل بسملش	نگه جوهر خنجر قاتلش
بچشمش اگر شوخی سرمه دید	ز اوراق دل بستر ناله چید
بزلفش گر از شانه بیداد رفت	شد این ناتوان آه و برباد رفت
وگر چند نی زد بدامانش چنگ	شکستن در اعضای این رخت تنگ
بآن قرب شوق گرفتاریش	ادب دور باش هوا داریش
بپایش جبین سائی دور داشت	همان نسبت سایه و نور داشت
شبی کرد آن برق عاشق گداز	طواف شرر خانهٔ دیر ساز
مغان گرد آتش قدم میزدند	چو پروانه بالی بهم میزدند
ازان شمع هم ذوق پروانگی	برسم مغان کرد دیوانگی
برقص آمد و برق جواله شد	بر آتش سراپای او ناله شد
جگر خسته در سایه اش طوف داشت	ولی ز انحراف ادب خوف داشت
حیا گفت ای در وفا متهم	ببین تا کجا میگذاری قدم
نظر کرد خود را بر آن سایه دید	عرقهای خجلت شرر مایه دید
سپندی شد و بیخودی ساز کرد	برو جستن از سایه انداز کرد
بهر سو همان سایه در کار بود	که بر مرکز شعله پرکار بود
بچشمش نمود از زمین تا بعرش	جز آتش هوشش جهت سایه فرش

زبس انفعال آتشش برفروخت　　چو خاشاک در شعله افتاد و سوخت
چنان در غم سایه بیتاب شد　　که آن شعله بر آتشش آب شد
کسانی که در عاشقی صادق اند　　بپاس ادب اینقدر عاشق اند

اشارت

ای بزندان خیال زندگی　　خوردهٔ جام غفلت پایندگی
اوج تازی نارسائی جاه تست　　پرفشانی بیضه دام راه تست
عقدهٔ بجلت بناز شوق چند　　بیش ازین برخود درزندان مبند
از دل سنگین بباطن چیدهٔ　　عشرت سربستهٔ اندیشیدهٔ
گر نه ساز همتت افسردگیست　　دست بر دل ماندنت چون سنگ چیست
تا ازین زندان دری پیدا کنی　　دست و دل میباید از هم وا کنی
زندگانی تا برون آید ز ننگ　　در فشار قبر به از چشم تنگ
شعلهٔ شوق فشردن تا بکی　　ای شرر در سنگ ماندن تا بکی
گر همه یاقوت بند و سنگ تو　　نیست غیر از عقده های تنگ تو
معنیت وا ماند و لفظ آورد بار　　شد صدا از افسردگیها کوهسار
نالهٔ وارستهٔ ای جهل کیش　　سنگ بستی بس که پیچیدی بخویش
اندکی زین بستگیها باز شو　　در قفس چون ناکشتهٔ پرواز شو
چیست پرواز احتراز خستت　　پرفشانیهای شوق همتت
گر باین معراج پروازت سریست　　در گشاد دست و دل بال و پریست

اشارت

ای باسباب موهوم متهم　　آنچه آوردی نفس بود از عدم
عمر موهومت ز سامان نفس　　چون سحر گردیست بادی در قفس
از نفس بر خود پری افشاندهٔ　　رفته و گرد و بالی ماندهٔ
با چنین بنیاد موهومی خیال　　می‌طپی در آرزوی جمع مال

هرچه زین بازار سودا کرده‌ای خاک از بادی بدست آورده‌ای

مایهٔ آن بود و سودای تو این بیش ازین دکان رعنائی مچین

همچو فرصت میرود باد از برت می کند خاک جهان باد سرت

جمع مال آئینه‌ات بی نور کرد خاک رنگین زنده‌ات در گور کرد

زین تلاش آهنگی حسرت سبق خاک باد آورد گل کن از عرق

چند فکر گنج باد آورد صبح گل نخواهد شد بشبنم گرد صبح

آنچه باد آرد نیرزد جز بباد تا بکی برباد باید دل نهاد

چشم بر تفتیش خود باید گشاد حیرتی کاندر چه فکر او فتاد

بی شماری دخل و نام هوس بیحسابی لیک در خرج نفس

چون نفس بر وهم ما و من مپیچ گر نفس غیر از تو نتوان یافت هیچ

مایهٔ آگاهی و غفلت توئی هرچه زینها میخری قیمت توئی

از نفس در بیع تست اجناس جود حیف کز ایثار نتوان برد سود

اشارت

صدائیست پیچیده در کائنات که هر کرده از شوق ظرف جهات

کدامین صدا نغمهٔ ساز کن همان دستگاه ظهور سخن

باخفا حقیقت بافشا مجاز به تشبیه عالم به تنزیه راز

بیان عرضهٔ شوخی جلوتش خموشی ادب محفل خلوتش

زبس رشتهٔ دستگاهش رساست ازل تا ابد عرض مد صداست

سخن کاروانیست بی کیف و کم روان از عدم هم بسوی عدم

جهان کاینقدر عرصهٔ های و هوست غبار ره آمد و رفت اوست

عقول و نفوس از دلش تا زبان موالید و عنصر زبان تا بیان

تعقل مقامی نفس پیرهن بهاری بطبع هوا موج زن

سه حرف از کتاب کمالش ابد ازل را همان از سه حرفش سند

تأمل بمعدن نفس در نبات ... بحیوان صدا دور انسان لغات
چه دنیا ره لفظ سر کردنش ... چه عقبی بمعنی نظر کردنش
ز اسما اگر جمله اسرار اوست ... چو در جلوه آید سخن نام اوست

ایضاً

نه هستی ظهور انتظام است ازو ... عدم نیز ممتاز نام است ازو
کدام است جان آشنای سخن ... چه مردن تهی گشته جای سخن
اُمم را رسول از سخن شد دلیل ... نیاورد غیر از سخن جبرئیل

اشارت

درین بحر پرکسوت ما و تو ... زبانهاست چون موج در گفتگو
ز هر موج پیداست شور دگر ... ولی جمله از شور خود بیخبر
بوقت خموشی نماید عیان ... که در کام دریاست چندین زبان

مثنوی

وصف آنهائی که شاه مطلق اند ... بیکقلم موصوف اوصاف حق اند
جاه شان حق تختشان حق باج حق ... از جهان خاک تا معراج حق
بس که با فقر و فنا جوشیده اند ... خلعت نیرنگ حق پوشیده اند
شوکت شان را علم آراستن ... از سر دنیای دون برخاستن
تاجداران جهان بیزوال ... کشور آرایان ملک ذوالجلال
خاکساری شان کلاه افتخار ... ناتوانی دستگاه گیرودار
پاسبان قصر دولت بیدری ... اوج عزت انفعال برتری
بی تکلف شاه درویشند و بس ... در سجود دولت خویشند و بس
از خم تسلیم خاتم آفرین ... سجده طغرایان پیشانی نگین

مثنوی

چه سحر است این حسن نیرنگ و بو ... که بالیده در کسوت گفتگو

اگر برم بسر ریز آواز اوست / وگر خلوت آئینه راز اوست
بیرنگی این فتنه سامان کند / اگر رنگ گیرد و چه طوفان کند
سخن نوبهار است ازگل مپرس / همین شور هستی است ازگل مپرس
بهر جا سخن گل کند گوش باش / بحیرت وطن ساز و خاموش باش

اشارت

درین گنبد شیشه ساده رنگ / نه تمثال رو نیست پیدا ز زنگ
زخاصیت نشئهٔ اتفاق / دماغیست شور افکن جفت و طاق
بهر جا رسی گرد وحشت گریست / بهر سو نظر برگشاید پری است
نگاهی کزین شیشهٔ اعتبار / مئی نیست غیر از پری آشکار
جنون گرد دارد بویرانهٔ / پری میزند موج در خانهٔ
بساط خیالی بهم چیده اند / خرابه است معموره نامیده اند
چه خواند کس از لوح فانی رقم / نقوش سراب از پری نیست کم
اگر از تأمل گریبان کنم / زخود سیر تحقیق امکان کنم
چه رنگ و چه گل عالم عبرتست / چه عکس و چه آئینه کم حیرتست
خفا نشئهٔ شوخی انشا شده / پری بال وا کرده مینا شده
نفس تا کشی از نظر رفته ایم / ز آئینه یکسر گرفته ایم

اشارت

تعالی الله چه طوفان بهار است / که چون گل شش جهت گل در کنار است
اگر خاکست جولانگاه سوداست / وگر آبست مواج طپشهاست
زرنگ و بو جنونی خفته یکبار / بشور خندهٔ گل گشته بیدار
گریبان چاکی آئینهٔ خاک / سحر جوشانده از تمثال افلاک
بهر سو حیرتی وا کرده آغوش / جهان در جیب مجنون میزند جوش
در و دشت از هجوم رنگ باغیست / چو گل یکسر جنون تر دماغیست

طراوت بسکه شوخی کرد بنیاد ‌ ‌ ‌ فلک کشتی بطوفان هوا داد
زگل جا بر چمن شد آنقدر تنگ ‌ ‌ ‌ که چون بو بر هوا بست آشیان رنگ
بجوش پیچیدنی دارد مشوش ‌ ‌ ‌ نگاه از رنگ گل چون موی آتش
خروشی کز دل بیرون شتابد ‌ ‌ ‌ زگرد رنگ و بو در سرمه خوابد
جنون بیدلی بر خویش بالید ‌ ‌ ‌ سویدا دستگاه ابر گردید
نمی از دامن مجنون فشردند ‌ ‌ ‌ شقیقها شعله بر افلاک بردند
کجایی ای ز ساز رنگ غافل ‌ ‌ ‌ ز چشم بسته منشین دست بر دل
دو عالم نیست غیر از یک جنون چند ‌ ‌ ‌ شگفتنهاست مژگان بستنت چند
زگل تا جیب مژگان آنقدر نیست ‌ ‌ ‌ جنون هست اینکه بازار اجر نیست
تبسم بسکه میبارد بافلاک ‌ ‌ ‌ سحر گردیده گلچین دامن خاک
زعطر است آنقدر سرمایهٔ گل ‌ ‌ ‌ که بوی مشک دارد سایهٔ گل
بوصف آن بهار رنگ و بو خیز ‌ ‌ ‌ نفس چون رشتهٔ شمع است گلریز
قلم تا حرف رنگین می نگارد ‌ ‌ ‌ رقم هوش پر طاوس دارد
بهار اینجا نشد آئینه پرداز ‌ ‌ ‌ مگر در کسوت کیفیت ناز
تراشیده است حسن گلعذاری ‌ ‌ ‌ زهر کیفیتی آئینه داری
همه حسن است از حیرت خبر گیر ‌ ‌ ‌ نگه مجنون کن و لیلی بر گیر
بهر جا شبنمی وا کرده مژگان ‌ ‌ ‌ باین رنگست حیرانی پرافشان
که ما را نیست بر شوخی فزودن ‌ ‌ ‌ مگر از آئینه زنگی زدودن
درین حیرت سراوارد مهیّا ‌ ‌ ‌ نگاه از جلوهٔ سامان تماشا
متاع حسن یکسر باب عشق است ‌ ‌ ‌ همان آئینهٔ اسباب عشق است
اگر طوقی ز قمری سر برآرد ‌ ‌ ‌ ز شمع سرو دود حلقه دارد
وگر پروانه داغ چیده باشد ‌ ‌ ‌ چراغش پرتو بخشیده باشد
نواهای پی منقار بلبل ‌ ‌ ‌ صدای چیده از تار رگ گل

نفس در دیده دارد شوخی رم　　زبوی گل نگه در چشم شبنم
سحر را از هجوم شوق بیتاب　　نفس در رنگ شبنم میشود آب
هوا هم تا بگلشن راه دارد　　شفق در آستین آه دارد
زبس شوقست اینجا عیش تمهید　　چو شمع از خار پا گل می توان چید
ز سامان جوشی عیشش مرتّب　　چو گل خمیازه دارد جام بر لب
درین گلشن بهر جا آرزوئیست　　اسیر الفت این رنگ و بوئیست
همه گرد وحشت اینجا سر برآرد　　ز الفت رشتهٔ شیراز- دارد
کشاید رنگ و بو هم بال بلبل　　بپا گز رشته اش نبود رگ گل
پرافشانست شوخی رنگ و بوئیست　　تمنّا جز حصول آرزو نیست
نگاه از خود تماشا آفرین است　　مژه باید گشودن جلوه این است
چمن زادان همه حیران خویش اند　　حباب جلوهٔ طوفان خویش اند
بعشق قامت خود سرو آزاد　　ندارد از بهار رنگ و بو یاد
زبس رعنائی خود کرده مستش　　ز خود در گردن یار است دستش
باحرام هوای دیدن خویش　　ز مژگان چشم نرگس یکقدم پیش
نشاید از خیال خود برون جست　　هجوم حیرتست آئینه در دست
بدام خویش پیچیده است سنبل　　همان در دامن خود غنچهٔ گل
حمایل دستها در گردن خویش　　ز شاخ و برگ هر گلبن کم و بیش
تأمّل کن اگر فهمیدنی هست　　که با هر برگ دست و دامنی هست
زجیب غنچه بوئی دارد آواز　　که ای غفلت نوایان جنون ساز
بفکر غیر کی آهنگ داریم　　بصد آغوش خود را تنگ داریم
بعرض راز ما سوسن نه جوش　　زبان در سرمه میغلطد که خاموش
جهان گوش سخن فهمی ندارد　　مبادا گفتگو دردسر آرد
بخود پر میزند نکهت که بس کن　　خرد دیوانهٔ ضبط نفس کن

بخون خود همان وامیطپد رنگ — که شوق برق تاز است وجهان تنگ
بضبط خود سحر وا کرده آغوش — هوا هم در پی خود رفته از هوش
اگر از آب موجی پیش رفته است — بطوفان خرام خویش رفته است
غرض هر گل جنون آهنگ خویش است — دل هر لاله داغ رنگ خویش است
درین فصل نشاط مستی آهنگ — که بیهوشند جنون در کسوت رنگ
دلی داری تو هم یک غنچه خون کن — بجیب خویش طوفان جنون کن
برنگ گل زعریانی قبا گیر — زجیبی پاره دامان هوا گیر
چه لازم با خرد همخانه بودن — دو روزی میتوان دیوانه بودن
چو گل باید شد از جام هوا مست — دلی چون غنچه باید داد از دست
بفکر خانمان پرداختن چند — متاع وهم وطن ناباختن چند
چو بوی گل بپرداز جنون آی — بخود تا وارسی از خود برون آی
اگر گیرد درین باغ جنون جوش — بهار از چشم شبنم خانه بردوش
طرب دارد درین نیرنگ منزل — چو شبنم بر نگاه گرم محمل
نشاط امروز در راه جنون است — خرد از جرگهٔ عشرت برون است
بپرهیز از کشاکش های تدبیر — مبادا بگسلانی ربط زنجیر
بفرق ابر چتر از دود سوداست — هوا از بوی گل زنجیر در پاست
می جام گل آشوب دماغ است — متاع روی دست لاله داغ است
کنون اندیشهٔ فرزانگی چیست — گلی رنگین تر از دیوانگی چیست
بهر رنگ از بهار زندگانی — جنونی دسته کن گر میتوانی
پی هر ساز بی آهنگ مشتاب — نوای بلبل زنجیر دریاب
نهٔ از نالهٔ زنجیر آگاه — که بر آهنگ ساز خود کشی آه
کجا آهنگ کو سازی جنون ساز — بزنجیر پر افشان است آواز
تو زنجیر نیست اینجانی جنونی — خیال از وهم میخواند فسونی

نفس زنجیر و ما آواز زنجیر / تحیر نغمه ایم از ساز زنجیر
رم زنجیر ما از ناله بیش است / سپند از شعلهٔ آواز بیش است
تو خواهی زندگی خواهی فنا گیر / صدائی محو زنجیر هوا گیر
ز زنجیر صدای دام کردند / خیالی را تعلق نام کردند
تعلق جز فسون وهم و ظن نیست / جنون فرصت این ما و من نیست
چه فرصت فکر او نام تعلق / چه ما و من همین دام تعلق
تعلق محشر طوفان خروشی است / ز زنجیر اینقدر غوغا فروشی است
جهان زین ساز دارد مایهٔ شور / آلهی خانهٔ زنجیر معمور

مناجات

ای زبان بخش مغفرت طلبی / حیرت ایجاد آه نیم شبی
دل کجا تا نفس فروشد کس / ساز کوتا ز ناله جوشد کس
هم تو بخشی دلی که ساز است این / بینوائی که وضع ناز است این
هم تو و دل طپش کنی ایجاد / تا بنالیم در خور فریاد
درد بخشی که مرهم اندیشیم / اشک آری که در نمش مانیم
نه سر شکیست در میان و نه درد / کاروانهای فضل واردگرد
ما عدم مایگان خیالاتیم / گرد هنگامهٔ محالاتیم
غیر در بارگاه عدل خطاست / دور گردیم ظلم ما بر ماست
طبع عاقل بوهم غیر آمیخت / فهم ما خاک بر سر ما ریخت
جهل ما غیر ازین اثر چه کند / از تو غافل شدن دگر چه کند
قطره از بحر ما نگشته جدا / اضطرارش نسوخت سر بهوا
سایه را خود نبود جامه سیاه / دوری مهر کرد نامه سیاه
خویش اگر نه برگرم سپریم / این نثار فسرده بر که بریم
گر بگردون رویم در ره تست / ور بدل رو کنیم درگه تست

جز اجابت بوهم ناید راست | هم تو بنما دری دگر بکجاست
نه رهی نه دری دگر داریم | در تو ایم وبتو نظر داریم
یکی از خاک تاخت سوی فلک | یکی از فلک برده ره بملک
گر ازین سو گریختم آن سو | سو گریزد کجا دود سوی تو
تا چراغ در تو روشن نیست | تا دمن هیچکس معین نیست
پیش ازین کآفت دوئی بینم | سرمه بخش تا توئی بینم
نظری کن عطا ز عالم نور | که جهانست چاه و ما همه کور
ورز کوری فتاده ایم بچاه | هم بغفلت شکسته ایم نگاه
گر بطبع کرم نباشد بار | رنج افعال ما ز ما بردار

تام شد اشارات وحکایات متعلقات نکات میرزا
عبدالقادر المتخلص به بیدل رحمة الله

به تصحیح تام
بمنّه وکرمه

فی الرباعیات

بسم الله الرحمن الرحیم

گردون در خاک اگر نشاند ما را   مشکل که ز وحشت برهاند ما را
ما شوخی مصرع روان نفسیم   میرد آن کس که سکته خواند ما را

رباعیه

فریاد که جهل بود فهمیدن ما   کوریها داشت شوخی دیدن ما
مظهر گشتن اگر دورنگی انگیخت   زنگار شد آئینه تراشیدن ما

رباعیه

امروز کلید نوبهار است حیا   صد قطعهٔ موج گل بهار است حیا
از رنگ وفا بوی تجلی دریاب   یعنی که دعای وصل یار است حیا

رباعیه

گر عافیت است ور شکست است اینجا   از ساغر اعمال تو مست است اینجا
دستت گیرد کسی که گیری دستش   مزد همه کس دست بدست است اینجا

رباعیه

حرف اینجا بود می‌شنیدم آنجا   آئینه بر پیش مینمودم آنجا
همچو گردون سیر زمن بیرون نیست   جائی نرسیدم که نبودم آنجا

رباعیه

وا ماند دل و سنگ نشان کرد مرا   گرد دنبال کاروان کرد مرا
همدوش رفیقان بگذشتیم ز خویش   بار نفسی چند گران کرد مرا

رباعیه

پیری بسرت رسید و بگذشت شباب
از موی سفید مرگ وا کرد نقاب
دعوی تا کی زبان عجز است تمیز
ای سگ مهتاب است تا صبح مخواب

رباعیه

آسانی وضع مشکلی را دریاب
در خون نطپیده بسملی را دریاب
ای محو تماشاکدهٔ عزّ و غرور
دل بسیار است بیدلی را دریاب

رباعیه

گاهی غم آب و دانه میباید گفت
گاه از عیش و ترانه میباید گفت
تا مرگ همین نگفت و گو باید ساخت
تا خواب برو فسانه میباید گفت

رباعیه

یکسر زنگیم تا حواس آئینه است
اینجا همه دم وهم و قیاس آئینه است
پیدائی ما بعد فنا خواهی دید
چون شخص برآید ز لباس آئینه است

رباعیه

آن معنی شوق کز روان بیرون است
بی ساخته خاص نسخهٔ مجنون است
نی لفظ فسانه استعارات لقا
این مصرع حیرت چقدر موزون است

رباعیه

هر رهرو هستی پی چند گماشت
بار دل خود درین بیابان بگذاشت
بیدل تو بجاکت نا امیدی ماندی
ای نقش قدم تراکه خواهد برداشت

رباعیه

ای صورت امید و هراس فرصت
کاری کن و بگذر ز قیاس فرصت
در پردهٔ خاک عمرها خواهی بود
دستی که نسودی بلباس فرصت

رباعیه

تا زندگیت عیش ارم اندیش است
تا بال بود طپش بجای خویش است

بی قطع نفس منزل آسایش کو | تا ره باقیست رفتنی در پیش است

رباعیه

امشب که بمحفل ظهورت گذریست | سیر خود کن گرت فروغ نظریست
هر عضو تو عالم خیالی دارد | سر تا قدم شمع گریبان و سریست

رباعیه

با صفحهٔ ما گرد جنون ریخته است | هر نقش که از پرده برون ریخته است
حیران نظر عرصهٔ بسملگه کیست | آئینه هزار رنگ خون ریخته است

رباعیه

عالم همه یک جلوهٔ ذات احد است | این خانه هیولا و نه صورت جسد است
کثرت آثار چشم وا کردن ماست | این صفر چو محو شد همان یکعدد است

رباعیه

حق با بی چون و چرا نزدیکست | گو همصحبت چه آشنا نزدیکست
چون پرتو خورشید که بر خاک افتاد | دوریم از و بس که بما نزدیکست

رباعیه

بیدل چقدر شعور غفلت ثمر است | دورم ز کسی که دایم در نظر است
چون گرد دل از خیال پرداختنم | آئینه بعین وصل تمثال گر است

رباعیه

ای سرخوش نشهٔ تردد جامت | مشکل که توان رفع نمود ابرامت
آخر تو همانی که دم طفلی هم | بی جنبش گهواره نبود آرامت

رباعیه

سر تا سر این بزم بهار نگهی است | از دل تا دیده بقرار نگهی است
چون شمع اگر ذوق تماشایت بود | در رنگ پریده هم غبار نگهی است

رباعیه

نقد طرب طبع کیش بس است
دل روشن که رشک اسباب ترا
خورشید متاع خانهٔ خویش بس است
احساس هوس هرکه کم و پیش بس است

رباعیه

این باغ که گلهای خیالش خودروست
چون غنچه زبس هجوم فکر است اینجا
یارب چه بلا عالم اندوه نموست
صد پیشانی شکسته را یک زانوست

رباعیه

این حیرت محض و چیز و ناچیز از وست
زحمتکدهٔ خیال نتوان بودن
جهل و غفلت شعور و تمیز از وست
از هرکه بقا بود فنا نیز از وست

رباعیه

اندیشهٔ بخل را یقین هجو ریست
بر خویش ستم روا مدار ای غافل
با خلق و حسد ز فیض معنی دوریست
چشمی واکن که تنگ چشمی کوریست

رباعیه

زاهد گفتی کسب سجودی اینست
دیوانهٔ ما برغم این بیخبران
شیخ آئینه برکف که نمودی اینست
عریان گردید و گفت بودی اینست

رباعیه

ای آنکه ترا تفحص حال پری است
گرد عدم است موج دریای وجود
غافل مشو از جهان که تمثال پری است
این شیشهٔ رنگ یکقلم بال پری است

رباعیه

هرچند این دشت جای سامانی نیست
از دیدهٔ انتظار غافل نشوی
در صید مراد گرد امکانی نیست
خمیازهٔ دام بی چراغانی نیست

رباعیه

هر نور که ماه بر ورق داشته است
از چرخ چکیده تا بپای تو رسید
سامان نثارت بطبق داشته است
این جبهه چه مقدار عرق داشته است

رباعیه

هر چند خرد بصنعت خود مرد است / در محفل عشق آتش کارش سرد است
نقاشش بزور کلک خود مینازد / گر دامن او کشد ز دستم مرد است

رباعیه

یکعمر غبار شوق طوفانها ریخت / سودات ز سر شور بیابانها ریخت
آخر ز دل شکسته خفتیم بخاک / این آئینه ابروی جولانها ریخت

رباعیه

جز ضبط نفس سنبل باغ ما نیست / جز حیرت ازین چمن گلی پیدا نیست
آئینهٔ ناز عرض جوهر پاکست / این گوشهٔ انتظار نقش ما نیست

رباعیه

گر بینه نظر کنی قبا و دلق است / ور کوه شکافی زر و سیم و دلق است
حق محسوس است لیک بی وهم تمیز / هر گاه تعلقش نمودی خلق است

رباعیه

هر چند بداغ سوز دل محبوس است / در اشک همان گداز دل محسوس است
در آبلهٔ شکسته ام دل می سوخت / این شمع جنون را چه قدر فانوس است

رباعیه

هر کس گامی براه حیرت برداشت / چون آئینه در نقش قدم بستر داشت
عمریست زمینگیر چو موج گهریم / بنگر که صفای دل عجب لنگر داشت

رباعیه

آثار ظهور یکقدم بی اثری است / مغرور نفس مشو اقامت سفری است
زین میکدهٔ ما و من خجلت ظرف حباب / تا حوصله جمع میکنی شیشه پری است

رباعیه

ای معنی تو منزه از هر صورت / وی گشته ز صورتت مصور صورت

غیر از تو محال است محال است و محال
معنی در معنی و صورت اندر صورت

رباعیه

در عالم قدر ساده لوحی سند است
نادان بودن بابرد با بلد است
از عرض هنر وقار ما جفت نیافت
این آینه از هجوم جوهر نداست

رباعیه

شب که دل از فرصت فرصت گله داشت
مظلوم زکوشش جهان حوصله داشت
تا چشم بهم زدیم اشکی گل کرد
اینجا مژه سودن چه قدر آبله داشت

رباعیه

هرچند نفس غبار دامن گیر است
با الفت دل دم هوا تسخیر است
آزادی ما رنگ تعلق نگرفت
تصویر ز ناله نالهٔ تصویر است

رباعیه

گر طبع نه از اهل ادب رم میداشت
میدان یقین که سرکشی کم میداشت
از سجدهٔ هیچ کس نمی کرد ابا
گر شیطان صحبت با آدم میداشت

رباعیه

دردی نچشیدم که دوای تو نداشت
آهی نکشیدم که هوای تو نداشت
اشکی نفشاندم که برای تو نبود
رنگی نشکستم که صدائی تو نداشت

رباعیه

صبح پیری شمع اجل را شامی است
اینجا هوس طرب خیال خامی است
مو گشت سفید و فکر جمعیت چند
بر دوش شکوفه جامه احرامی است

رباعیه

بیدل دل ما را هوس پیشه بس است
در پردهٔ راز لشکر اندیشه بس است
خواهی بازل بناز خواهی با بد
این دانهٔ نادمیده را ریشه بس است

رباعیه

بیدل به نفس هنوز پیچش باقی است   در رنگ هوس کمین گردش باقیست
یاران همه رخت خود بمنزل بردند   ما را قدمی چند بلغزش باقی است

رباعیه

بودیم نه با دین و نه دنیا محتاج   نی با امروز و نی به فردا محتاج
موج گرمی زنجیر مطلق جوشید   چندانکه بخویش کرد ما را محتاج

رباعیه

زان پیش که با خیال پیوند صبح   داکن ذره که بار می بندد صبح
آغوش نفس وداع فرصت دارد   یاران مغرور آن که می خندد صبح

رباعیه

ای کرده ز افزون هستی گستاخ   تا کی ز هوس پر بدمت شاخ شاخ
در پای تو از گرد نفس زنجیر است   سیرت باید ز جرات کام فراخ

رباعیه

انقوم که ترتیب بخار انشقند   یکسر گهر شرم و حیا را طبق اند
از رشحهٔ ابر و موج دریا پیداست   کاین نقص طبیعتان طلسم عرقند

رباعیه

جمعی که درین بزم تعلق چینند   در غنچه نقاب بر گلستان فکنند
ضبط نفسی نکرد شمعت روشن   تا دریابی که خامشان انجمنند

رباعیه

منعم از بذل های و هو پی دارد   شیخ از ارشاد گفتگو پی دارد
تا بی ثمران گلبن این باغچه ایم   از ناجزی طلب که بوئی دارد

رباعیه

آیینهٔ خلق طرفه جوهر دارد   صورت دگر است و عرض صورت دارد
گویند که او حق است و ما باطل محض   از باطلی حرف حق که باور دارد

تا رونکنی شفا نیابی کاین قوم   چون نغمهٔ ناگوار یکسر مرض اند

رباعیه

گو علم و چه فن جنون من ریخته اند   جمعیت دل بردن من ریخته اند
چون شمع ز رنگ حال عبرت گیرند   این پرتو نیست خون من ریخته اند

رباعیه

اینجا کمنائی که هوس پرورد ند   با جفت بروت خود در دنیا فرد ند
تا مهر عونی بر در شوخی نزید   زنش آمده در میان ایشان مرد ند

رباعیه

حلقی بی پرواز هوس میگیرد   مهتاب کتان و شعله خس میگیرد
ما آئینه اسیر تان خموشی قفسیم   صیاد صفای دل نفس میگیرد

ایضاً

آگاه دلانی که فراموش خودند   عاجز نفس تعلق هوش خودند
این درد که میکشند ز بار هستی   یکسر چو حباب آبله دوش خودند

رباعیه

آخر فلکت تنک بل خواهد کرد   رقص هوس تو بی دهل خواهد کرد
بازیچه هستیت کمینگاه قیامت   از قامت پیری کچه کل خواهد کرد

رباعیه

توفیق اگر در اهل عالم میبود   غیر از وضع صلاح ماتم میبود
اینجا تقوی گر اعتباری میداشت   بعد از رمضان عید محرم میبود

رباعیه

یکچند پی دانش و دفتر گشتیم کردیم حساب   یکچند پی زینت و زر نور گشتیم در عهد شباب
چون واقف اینهان ابتر گشتیم نقش بر آب   ترک همه کردیم و قلندر گشتیم از او دریاب

رباعیه

آئینه به بزم دلگشای تو رسد انجا به نگاه   هم شانه به زلف مشکسای تو رسد ما را چه گناه

رباعیه

زاهدان سوی فطرت مردانند　　در معبد فرونیستی فروانند
یکره جز از کاغذ آتش زده گیر　　ما سوخته کان چه سبحه میگردانند

رباعیه

بیدل فرصت کفیل تدبیر نشد　　تشکست دل و قابل تعمیر نشد
برجادهٔ عمر کس اقامت ننمود　　این رشته رگوهتی گره گیر نشد

رباعیه

روزیکه قضای خاکیان جست سجود　　از آئینه نمود ما رست سجود
چون سایه بخویش تا نگاهی دارم　　از جبههٔ ما نمیتوان شست سجود

رباعیه

ما در کف نیستی عنانم دادند　　از کشمکش جهان امانم دادند
چون شمع نشان عافیت میجستم　　زیر قدم خویش نشانم دادند

رباعیه

افتادن طشت ما ز بام خورشید　　وز ذره شکسته است جام خورشید
یعنی به بساط عمر نازی داریم　　بر سایه نوشته ایم نام خورشید

رباعیه

ابنائی زمان بسکه نفاق آهنگند　　در پردهٔ صلح دستگاه جنگند
چون مژگان شبان تفرقه بهر کاین قوم　　هر جا نه بهم آمده چشم تنگند

رباعیه

دانا هر جا بسعی احسان کوشد　　برادم بارگاه چون لغفرو شد
گر خود نکنی توقع آن را بشناس　　ز انسان که گشاده است چشمت پوشد

رباعیه

زین درد سری که چند ابن الغرض اند　　بگریز که جوهر جنون را عرض اند

ما خاک شویم و سرمه منظور افتد داغیم ز رشک / دلخون شود و حنا بپای تو رسد سبحان الله

رباعیه

آنها که خیال روی یکتا کردند / از واسطهٔ دوئی تبرا کردند
دیدند که جلوه پر تغافل گاه است / آئینه شکستند و تماشا کردند

رباعیه

در مزرع دهر هر که جانی دارد / از درد گرسنگی فغانی دارد
اظهار تبسم چه خیال است اینجا / پیداست که گندم لب نانی دارد

رباعیه

گر خلق نه با عجز فرو میمانند / رخش اسباب بر فلک میرانند
بستند ز حرص دنگلها بار هوس / دیدند که پای در گل است افشانند

رباعیه

آنجا که خرامی تو رسائی میکرد / حیرت انداز جبهه سائی میکرد
زان بوسه که نظاره نهان است باد / مژگان ورقی بود حنائی میکرد

رباعیه

افسوس که نفس مدعا بسته نشد / شیرازهٔ آرزوی ما بسته نشد
خونها خوردیم تا بدست آوردیم / مضمون ولی که هیچ جا بسته نشد

رباعیه

امروز نسیم یار من می آید / بوی گل انتظار من می آید
وقت است کز آن جلوه برنگی برسیم / آئینهٔ نوبهار من می آید

رباعیه

تا خواهش ما تمنائی نرسد / خلق عاجز به مدعائی نرسد
شیطان در کیش محرمان تقدیر / جهدیست که حکم آن بجائی نرسد

رباعیه

هر سایهٔ خاری که درین هامون بود لیلی کدهٔ تصور مجنون بود
تعظیم مرا ز اهل دل سهل مگیر این خاک دو روز پیش ازین گردون بود

رباعیه

جمعی که بگیر و دار یاران باشند مغرورانند فوجی که کنند چه حیران باشند مأمورانند
وان فرقه که با وجود اسباب غرور سازند بعجز یعنی چون با خاک یکسان باشند معذورانند

رباعیه

طفلی که بساط بازی می‌آراست دامن افشاند وانگاه جوانیکه دو داغش پیداست گل کرد و نماند
اکنون پیری شرفشانی دارد دیگر چه علاج زین نسخه هم آخر ورقی چند بجاست باید گرداند

رباعیه

پیری گل کرد هائی هائی دارد در عرصه که فنا نوائی دارد
یعنی که برنگ دیدهٔ قربانی چون صبح دو بد دست دعائی دارد

رباعیه

بهار رفت و گل افشانی دماغ نماند شراب در قدح و نور در چراغ نماند
معاشران سبکرو ازین چمن رفتند بغیر آب روان یک گلی بباغ نماند

رباعیه

ای شعله تو حریر پوشش کاغذ سوز نفست دود فروشش کاغذ

رباعیه

این تیره دلان بی حقیقت یکسر مردند ز نور دل نه مردند جنب
در زیر کفن چه دیدهٔ قربانی کردند نظاره در ته خاکستر

رباعیه

رفتم سحری بکارگاه تصویر تا گرم چه سود است کلاه تصویر
دیدم گلها که در ریاض عالم بی رنگی نقاش و نگاه تصویر

رباعیه

بیدل تا کی زجهل دیرین لنگر
کشتی طوفان اسیر و سنگین لنگر
شد عمر و هنوز پرفشان هوسی
رقص بسمل که دید با این لنگر

رباعیه

ای بیخبر انشائی و غوغایی بگذار
اندیشهٔ دوری و قبولی بگذار
در خانهٔ وهم میهمانی دو سه روز
خود را چیزی مدان فضولی بگذار

رباعیه

خون گرد و بساغر تأمل می ریز
چون غنچه همان بجیب خود گل می ریز
دور از مژه تا کجا روی بی اثر است
ای اشک بدامان تغافل می ریز

رباعیه

هر چند غبار ناتوانم چو نفس
سرمایهٔ عیش این دانم چو نفس
بار بد و نیک زحمت دوش منست
مزدور ستمکش جهانم چو نفس

رباعیه

در عالم تحقیق چو عنقا چه مگس
پرواز ببال گفتگو دارد و بس
هشدار که چون صبح برداشت کسی
بر اوج سپهر نردبان جز به نفس

رباعیه

عمامهٔ بی برگی اندیش مباش
ای مغز خرد غبار تشویش مباش
گر یکسر مواست آدمیت باقیست
چون خرس ز سر تا بقدم ریش مباش

رباعیه

ای محرم موج طپش آموختنش
غیر از کف موج چیست اندوختنش
غافل مشو از تأمل ما وضع صدف
چیزی دارد لب از سخن دوختنش

رباعیه

مستی که ز خاک گفته اند انسانش
در چرخ گذشت و شد غرور شانش
در تعظیم فلک چها می انگیخت
آدم کرده است اینقدر شیطانش

رباعیه

دیدار گلی نیست که چیدن رسدش
بی صورت صبحی که دمیدن رسدش
ایمان باید بغیب آرد اخلاص
چیزی نشنیده که دیدن رسدش

رباعیه

ای رفته غبار وهمت از دل برقص
گه در خلوت گهی به محفل برقص
یعنی چون شمع اگر ز خود بیخبری
آتش بر فرق و پای در گل برقص

رباعیه

افراط حقیقت است و اعیان تفریط
الجمله مرکب این همه فیض بسیط
کم ظرفی ما وصل ترا مانع نیست
گر قطره بود همه محیط است محیط

رباعیه

گر دست رسی است زر مدارید دریغ
از بی ثمران ثمر مدارید دریغ
تا تهمت خست نکشد همت ها
اخلاق ز یکدگر مدارید دریغ

رباعیه

غیر از حیا چه پیش توان برد در عرق
چون اشک سعی با قدم افشرد در عرق
تا این هجوم عجز بهر جا قدم زدم
خجلت بساط آبله گسترد در عرق

رباعیه

خلقی است درین جنون سرای نیرنگ
زندانی اختراع چندین فرهنگ
من بندهٔ آنکه در ادبگاه ثبات
جو عشق مجنون نسازد و سیری ننگ

رباعیه

غافل مشو ای فطرت تحقیق آهنگ
از استعداد کارگاه نیرنگ
در آئینه و تیغ فرق دن دارد
آبی که بباغ میگشاید بر رنگ

رباعیه

بودم گردی فسردهٔ یاس مآل
پرواز بباد رفته و ریخته بال

چون عکس نبود داشتم لیک بوهم | چون صبح نفس میبرم تا بخیال

رباعیه

دی گفت که نافه در کجا خفت بگل | گردم چه فغان از چه بباد منزل
وا داز که زخود چرا زسعی باطل | کافتاد چه باز از که زسر برکه بدل

رباعیه

دی سرخط شوق بود در بزم وصال | چینی زان ابرو به تو تمثال
گرم است امروز در خم زانوهم | هنگامه نقش بندی طاق خیال

رباعیه

ناشگفته محیط فنه دوزو جیم | گه داغ حضیض و گاه محو او جیم
بی وصل فنا زورق ما طوفانیست | تا غرقه نگشتیم اسیر موجیم

رباعیه

بیدل نفس سوخته اندوخته ام | داغ کهنه بتازگی سوخته ام
زان شمع که دوش سوخت در محفل غم | امشب کف خاکستری افروخته ام

رباعیه

این سنگدلان خاک اسباب بچشم | یک اشک ندیده شرم احباب بچشم
محو ند بذوق حسنت آرائیها | چون آینه نان در بغل و آب بچشم

رباعیه

بر تاز بقا تا نظری انداخته ایم | از گرد امید خانه پرداخته ایم
این است اگر حقیقت سعی نفس | چندین قدم آن سوی عدم تاخته ایم

رباعیه

جز حق سوی هرکه حاجتت بست احرام | پیش آیدت این چار غم پاس انجام
سنگ کم همتی و تشویش سؤال | رسوائی احتیاج و نومیدی کام

رباعیه

هیچیم و در هستی هوسی ریخته ایم	از بی پر و بالی قفسی ریخته ایم
دل تا چه قدر به ضبط ما پرداز د	در آئینه از زنگ نفسی ریخته ایم

رباعیه

زین بیکاری میگدازد جگرم	شرمندهٔ اعتبار هر خشک و ترم
جز گریه چه ممکن است کار دگرم	آن هم وقتی که بر خود افتد نظرم

رباعیه

بیدل جهدی کز عمل به گفتن	مطلق نکشد ننگ مقید گفتن
هر چند که تقدیر بد و نیک از اوست	کاری نکنی که باید از خود گفتن

رباعیه

ای وهم پرست غربت و فکر وطن	نی آمدنیست در میان نی رفتن
چون مغز گر استخوان برون آمدنیست	یک جنبش خانه و تابوت و کفن

رباعیه

در صومعه باید بتواضع بودن	در مصطبه سرخوش تجرع بودن
یعنی نقص حقیقت یکرنگی است	در عالم صنع بی تصنع بودن

رباعیه

ما را که نه علم است نه معلوم شدن	نه خواهش منثور نه منظوم شدن
مضمون ظهوری بخیال آمده است	باید بزبان خلق موسوم شدن

رباعیه

با این همه ساز و گیر دار امکان	از پردهٔ بحث است نوای امکان
مشکل که ز لوح باطنت حک گردد	هر چند سخن تراود از دل بزبان

رباعیه

هر چند توان زچرخ و انجم گفتن	صد نسخه تأخر و تقدم گفتن
چون بر سر انصاف روی دشوار است	یک حرف بقدر فهم مردم گفتن

رباعیه

اسرار قدم زدود و صد کاش و نهان
تا یافت بجیب آدم از خویش نشان
عارف کاینجا نقاب تحقیق گشود
طالب امید دیده مطلوب ایشان

رباعیه

آخر درم یاس بی تکلم گشتن
شد محو تاخر و تقدم گشتن
من ماندم و رشتهٔ خیال ای یقینی
آن نیز به بند گره گم گشتن

رباعیه

دیدیم نهان کیستی و اصل جهان
در علت و آثار در گذشتیم آسان
آن نور رسید نقطه بر تر دان
زان نیز گذشتیم نه این ماند و نه آن

رباعیه

بودیم هوس خرام کوه و هامون
ناگاه خیال چشم او خواند افسون
پیش آمد بخودی مقامی کانجا
رفتیم شعور و بازگشتیم جنون

رباعیه

بیدل بجهان اعتبار من و تو
محمل کش وهم است و لیلی تک و پو
شاهین ترازوی که ما می‌سنجیم
بر میگردد به جنبش یک سر مو

رباعیه

گل گر همه گوش شد شنیدنها کو
با آئینه چشم گشت دیدنها کو
کیفی دگر و جوهر ذاتی دگر است
گر آنکه پا یافت دویدنها کو

رباعیه

بیدل سخن از جهان مطلق بشنو
از قید برآ بیان مطلق بشنو
حرفی اگر از تو گل کند از حق دان
تحسینش هم از زبان مطلق بشنو

رباعیه

هر چیز که دل بحسرت آویزد از و
مشکل که غبار سینه برخیزد از و

در هر خاکی که پافشردانست امید　　گر خود دم اژدهاست بگریزد ازد

رباعیه

چو سر شکست مپسند پا بهم قدمی زد به هوای تو　　که هزار آبله در عرق بگداختم ز حیای تو
نه بدل ز عجز رسا رسم نه به رمز آینه وا رسم　　بکجا رسم که بجا رسم من بیدل از همه جای تو

رباعیه

گر عین وگر اقتباس دریافتهٔ　　در انجمن هواس دریافتهٔ
ور دامن جسم پاک تحقیر بدوٴ　　حق را بهمین لباس دریافتهٔ

رباعیه

از دامگه انجمن وهم جستهٔ　　بیرون کاینات چه عنقا نشستهٔ
دامن بگرد کلفت امکان فشاندهٔ　　طرف کله ز رنگ دو عالم شکستهٔ

رباعیه

گردند بدیر و حرمت دیوانه　　گر فهم نباشی انقدر بیگانه
یعنی که چو سر سنگ کوبی صد سال　　در خانه کسی نیست بغیر از خانه

رباعیه

چرا خود را اسیر غم ز فکر بیش و کم داری　　که نگذارد ترا احتیاج ازدتا که دم داری
مشو بیدست و پا از مفلسی و بیکسی هرگز　　اگر نشنیدهٔ بیدل خدا داری چه غم داری

رباعیه

بیدل بر خلق کسر شان ننمایی　　تا تیر توان شدن کمان ننمایی
خاصیت این معرکه عاجز کشی است　　اینجا ز نهار ناتوان ننمایی

رباعیه

زین مرحله باید بتأمل گذری　　بر خار قدم نهی چو از گل گذری
هر چند به پیش پاست یکقطرهٔ آب　　چون آبله جهد کن که بر پل گذری

رباعیه

ای آنکه ز حرف و صوت طوفان فهمی | کی مصطلح جهان عرفان فهمی
رو جا طلب اشارت از ناجاهل | تا مام گشاد و بست مژگان فهمی

رباعیه

جسم آن نبود که عین جانش بینی | هر چند زمین و آسمانش بینی
دریاب که آن حقیقت یکتائی | چیزی بنماید که نه آتش بینی

رباعیه

صد ناله بخون کشد الم پروردی | تا بر سر انصاف رود بی دردی
چنانچه قدح ز عرضهٔ دهر رنگ شکست | تا سنگ بروی خود فشاند گردی

رباعیه

گر حرف یقین و گر گمان می شنوی | از عالم بی نطق و بیان می شنوی
خاموش شو و ببین که بی گفت و شنود | چیزی نمیگوئی و می شنوی

رباعیه

ای آنکه بوهم این و آن مجبوری | گر در عدم ناز دگه نفس گر نوری
عریانی پوشیدگیت ساخته است | معذور که معذور نه مغروری

رباعیه

با هم سبق مزاج طفلان نشوی | آزاد ز قید این دبستان نشوی
دانائی و آسوده دلی خصم هم اند | ای محو خرد مباد نادان نشوی

رباعیه

اینها که بفرصت غبار نفسی | بخشند ز تدبیر اقامت هوسی
بر چشم حباب بی منع بروانه | از رنگ شکسته چیده باشند خسی

رباعیه

ای حرف کمال چند جهل اندیشی | در مغلطهٔ جسم و جان تمثیل اندیشی
بر حق مپسند تهمت وهم دوئی | کوری به از آنست که احول اندیشی

رباعیه

ای سرخوش او بام هوا فرسایی　　سری که درین دشت چه می پیمایی
تا چند چو گردباد خوابی بودن　　آیینه فروش سعی ناپیدایی

رباعیه

ای هیچ چه لازم هوس شاباشی　　گاهی سلطان و گاه میرزا باشی
زین گنبد هستی نتوی سنگ عدم　　امروز همان باش که فردا باشی

رباعیه

گر آزادی فسرده جانی نکنی　　خود را بهمایی و فلانی نکنی
گمنام فراغتکه عنقا میباش　　تا بر یاد کسی گرانی نکنی

رباعیه

ای پخته در آرزوی دنیا هوسی　　خام این کار چون تو رفتند بسی
بر اسب اجل کسی نگردیده سوار　　رنگین نشده از حنای زین دست کسی

رباعیه

گر بر تجرید فقر مفتون باشی　　همدوش مسیح سر بگردون باشی
شهرت نایت که از غرور زر و سیم　　بر روی زمین نایب قارون باشی

رباعیه

باید ز امید زشت و نیکو گذری　　بی وسوسه تا بکوچهٔ او گذری
عقبی هم از آثار خیال دنیاست　　از رنگ چنان بر آکه از بو گذری

رباعیه

در بزم وصال بی سبب مهجوری　　ساغر بکف از نشاته معنی دوری
خورشید حقیقی است هر ذره خاک　　گر چشم تو بینا بود معذوری

رباعیه

هر گاه سر از پرده بر آرد معنی　　اصناف حروف و خط شمارد معنی

آن جوہر مطلق عرض ما و من است   ہشدار که جز لفظ ندارد معنی

رباعیه

ای ضعف ز جسم لاغرم نگذشتی   وی ناله ز چاک جگرم نگذشتی
عمریست گداز دل بدامن دارم   ای گریه تو نیز از سرم نگذشتی

رباعیه

هر گاه کشد مهر حقیقت علمی   از شبنم امکان نتوان یافت نمی
توحید بهاری و خرابی دارد   یعنی ز تو جلوه و از ما عدمی

رباعیه

هر چند دماغ سوخت بال افشانی   جائی نرسید کوشش مژگانی
چون شمع ز بسکه سعی بالینی داشت   شد آبله پا عرق پیشانی

رباعیه

این خلق فسرده طبع جولان سازی   تعمیر اندیش سعی ویران سازی
در دستگی چو آسیائید همه   سرگشته کارگاه دندان سازی

رباعیه

ای آنکه بهر صفت مطیع هوسی   محروم ز هشیاری آخر چه کسی
مینالی و نیست رنگ عبرت گردی   مینالی و در دل نداری جرسی

رباعیه

ای کشته خمارت افسون هستی   مغرور مشو بدستگاه هستی
سرمایه لاف اگر همین آب و گل است   چندانکه بلند رفته باشی پستی

رباعیه

ای ساز شکست تو غرور آئینی   تا چند کشی خفت چه بی تمکینی
گر آگاهی ز آفت نشو و نما   یکباره مبال همچو موی چینی

رباعیه

ای اشک بگوی دوست سر کن راهی   وی دیده بحسرتش نگاهی گاهی

ای ناله بیا دقامت ادا بیلفے | ای سینه تو نیز عرض مد آبے

رباعیه

بیدل کلفت سیاه پوشی نشوی | تشویش کلوی نوحه گوشی نشوی
برخاک بمیر و همچنار و برباد | مرکب سبکی است بار دوشی نشوی

تمت بالخیر

اما بعد بر ضمایر ارباب بصایر مخفی و محتجب مباد که درین اوان سعادت اقران مجموعهٔ زیبا و گلدستهٔ رعنا یعنی نظم و نثر شاعر جادو زبان ناثر معجز بیان بحر مواج معانی محیط ذخار نکته دانی پیشوای اهل دل مقتدای کامل میرزا عبدالقادر بیدل مسمی بدیوان و نکات و مثنوی محیط اعظم و دیگر حکایات و اشارات متعلقه بنکات باهتمام امیدوار رحمت ایزد منان جناب شیخ نورالدین بن جیوا خان تاجر کتب و مالک مطبع حیدری و صفدری به تصحیح کمال و تنقیح مالامال در مطبع صفدری واقع بمبئی در سنه ۱۳۰۲ هجری نبوی صلے الله علیه و آله وسلم رونق طبع و ضیای اختتام پذیرفت بمنه و کرامه

۱۲